

فَاسْتَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ  
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ۚ

# نَجْمُ الْفَتَاوَى

تالیف

جلد سوم

کتاب الزکوٰۃ والصوم والحج

زکوٰۃ، روزہ اور حج سے متعلق تحریرات سے چالیس  
اہم فتاویٰ جات کا مجموعہ منظرِ جماد

شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت  
برکاتہم و رئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب و تبویب

مفتی وقار احمد

استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (لاہور)

## جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب کا نام	مجموع الفتاویٰ (جلد سوم) "کتاب الزکوٰۃ والصوم والحج"
مؤلف	حضرت شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امر وہابی دامت برکاتہم
ترتیب و تہذیب	مولانا مفتی وقار احمد صاحب (استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن ٹاؤن کراچی)
کمپوزنگ، سیٹنگ	بھائی ثقیل احمد صدیقی صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
مطبع	پرنٹ مارک 0321-3939101, 0321-9270048
ناشر	شعبہ نشر و اشاعت دارالعلوم یاسین القرآن ٹاؤن کراچی

حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیجئے

شعبہ نشر و اشاعت، جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن ٹاؤن کراچی

0301-3452678 021-32064664 021-38302662

مکتبہ المعارف، اسلام کتب مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

0333-2833755

نیز ملک کے تمام مشہور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

# فہرست کتاب الزکوۃ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
-----------	---------	-----------

﴿زکوۃ کی تعریف، انصاب، حکم، فضائل اور نہ دینے کے نقصانات﴾

۱	زکوۃ کی تعریف، حکم اور فوائد اور نہ دینے کے نقصانات	۲۹
۲	زکوۃ کی شریعت و فضائل اور مہدیں	۳۰
۳	زکوۃ کے لغوی، اصطلاحی معنی، زکوۃ کے مقرر اور نہ رک کا حکم	۳۱
۴	قرضیت زکوۃ کیلئے انصاب اور جو ان حوال کی شرائط	۳۲
۵	زکوۃ کا انصاب	۳۳
۶	ساز سے سات تواریخ اور سال سے پان تواریخ چاندنی کا انصاب کیسے ہوتا؟	۳۴
۷	گرام کے اعتبار سے سولے چاندنی کا انصاب	۳۶
۸	زکوۃ کے معاملے میں ساز سے پان تواریخ چاندنی کے انصاب مقرر کرنے میں غلطی	۳۸
۹	اموال زکوۃ کی قسمیں اور ان کا حکم	۳۸
۱۰	حکومت کی اموال کی زکوۃ وصول کر سکتی ہے؟	۳۹
۱۱	مولے اور چاندنی کا مطلق یہ انساب اور اس کی تحقیق	۴۱

﴿سونا، چاندی، نقدی، مال تجارت، استعمالی اشیاء، زمینوں اور مشینوں وغیرہ پر زکوۃ کا حکم﴾

۱۲	لاکھوں کی تعداد کیلئے رکھے ہوئے زیورات پر زکوۃ کا حکم	۴۲
۱۳	زیورات کو جوہر کی طرف سے ملنے والے زیورات میں زکوۃ کا حکم	۴۳
۱۴	زکوۃ خالص سولے پر ہے یا سات کے بعد جو وزن سے الگ ہے	۴۵
۱۵	دکان کو جو پینے والے زیورات میں زکوۃ کا حکم	۴۶
۱۶	مطر کے کاروبار میں زکوۃ کا حکم	۴۷
۱۷	مردانگی کی وجہ سے قیمت انساب تک پہنچ جانے والے مال تجارت میں زکوۃ کا حکم	۴۷
۱۸	جس مال تجارت کی قیمت پہنچ رہی ہے اس میں زکوۃ کا حکم	۴۸
۱۹	ہوائی جہاز، ریل گاڑی اور کھڑے گاڑے پر زکوۃ کا حکم	۴۹
۲۰	جہاز پر کوئی ہوئے مال میں قیمت وصول کرنے سے پہلے زکوۃ کا حکم	۴۹
۲۱	تجارت کی حیثیت کے بعد آپ پر گزشتہ دو سالوں کی زکوۃ واجب ہے	۵۰

۲۲	مردان کیلئے ۲۰ لے کی انگریزی پرنٹ اور اس پر ۲۰ لے کا نوٹ کا حکم
۲۳	۲۰ لے کے نوٹ کے بارے میں سوالوں پر ۲۰ لے کا حکم
۲۴	۳۰ لے کی ماریٹ پر ۲۰ لے کا حکم
۲۵	مرد پر ۲۰ لے کا حکم
۲۶	مطلوع خیرہ قول بیاہت کے مرد پر ۲۰ لے کا حکم
۲۷	ہال سٹاک اور مرد پر ۲۰ لے کا حکم
۲۸	مشترکہ کاروبار میں ۲۰ لے کا حکم
۲۹	مالی مشترکہ میں ۲۰ لے کا حکم
۳۰	"لیٹی" لانے کے بعد ۲۰ لے کا حکم
۳۱	اگر صاحب شہاب نے اپنی رقم کسی کو قرض کی تو ۲۰ لے کا حکم
۳۲	قرض دینے والے مال میں ۲۰ لے کا حکم
۳۳	قرض کی معافی کی صورت میں گزشتہ سالوں کی ۲۰ لے کا حکم
۳۴	کئی سالوں کی ۲۰ لے کا حکم اور ان کی ۲۰ لے کیلئے لکھی جائے ۲۰
۳۵	اگر کوئی اپنا حق سے کچھ کم کر لے اور باقی ۲۰ لے کا حکم
۳۶	داروں کے حق میں جو مال آئے اس پر ۲۰ لے کا حکم
۳۷	سود کے متعلقہ میں اصل رقم کی ۲۰ لے کا حکم
۳۸	کارخانے کی ماریٹ پر ۲۰ لے کا حکم اور اس کی پانچ لے کا حکم اور ۲۰ لے کا حکم
۳۹	شریعت نامہ کیلئے بیعت کی ہوئی رقم پر ۲۰ لے کا حکم
۴۰	شرعی اشیاء کی خریداری کیلئے بیعت شدہ رقم پر ۲۰ لے کا حکم
۴۱	بیعت کی قیمت سے خریدی ہوئی مکان پر ۲۰ لے کا حکم
۴۲	فتنوں کی رقم پر ۲۰ لے کا حکم
۴۳	۲۰ لے کی اور اس کی ۱۱ لے پر ۲۰ لے کا حکم
۴۴	کھانے کیلئے بیعت کی ہوئی رقم پر ۲۰ لے کا حکم
۴۵	پارہیز گاروں پر ۲۰ لے کا حکم
۴۶	یہ اور کوئی بار دہرے تک دستور اگر کھانا میں ۲۰ لے کا حکم
۴۷	ایک سال پر ۲۰ لے کا حکم
۴۸	۲۰ لے میں قبیل اور خیر کا حکم
۴۹	۲۰ لے کی ۲۰ لے کا حکم

۵۰	سال کے اربعان میں حساب کے کچھ حصے کے ہلاک ہونے سے زکوٰۃ مانگا نہیں ہوتی	۷۶
۵۱	زکوٰۃ میں سال کے آخر کی رقم کا اعتبار ہوگا	۷۷

### ﴿جن چیزوں اور لوگوں پر زکوٰۃ واجب نہیں﴾

۵۲	نہایت پر زکوٰۃ نہیں	۷۸
۵۳	جنتیمبے پر صدقہ العطر قرطابی اور زکوٰۃ کا حکم	۷۹
۵۴	غیر ملوکہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم	۸۰
۵۵	گرمیٹ کارڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟	۸۱
۵۶	مال غلامی اقسام اور ان میں زکوٰۃ کے دوہ کا حکم	۸۲
۵۷	گرمیٹ کاری ہوئی اشیاء پر زکوٰۃ کا حکم	۸۳
۵۸	مربوطہ اشیاء میں راجن اور مرچن پر زکوٰۃ کا حکم	۸۴
۵۹	مال خراس پر زکوٰۃ فرض نہیں	۸۵
۶۰	پہلے بھالی کے مال میں جو کہ بطور امانت اور زکوٰۃ کا حکم	۸۶
۶۱	خرام مال میں زکوٰۃ کا حکم	۸۷
۶۲	اور اگر وہ یہ کہیلے لئے گئے مکانوں پر زکوٰۃ کا حکم	۸۸
۶۳	اور اگر وہ فرض سے شریعت کے جائز پر زکوٰۃ کا حکم	۸۹
۶۴	دکنی اور اچھی جانوروں کے گلاب سے بچا ہونے والے جانور پر زکوٰۃ کا حکم	۹۰
۶۵	انڈوں کیلئے پائی گئی مرغیوں پر زکوٰۃ کا حکم	۹۱
۶۶	کان سے نکلنے والے کوئلے کیلئے اور گیس میں زکوٰۃ کا حکم	۹۲
۶۷	فربت کا صرف ٹکڑا ہونے کے بعد فروخت کرنا، نیز اس رقم پر زکوٰۃ کا حکم	۹۳
۶۸	اور اگر بچے کیلئے ہائی اسکول میں پر زکوٰۃ کا حکم	۹۴
۶۹	سوائے چاندنی کے تمام اوصاف سے ہونے والے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم	۹۵
۷۰	مال منور میں بیت تجارت کے بعد تجارت شروع کرنے سے پہلے زکوٰۃ کا حکم	۹۶
۷۱	گرمے پر دیے ہوئے مکانوں اور خانوں پر زکوٰۃ کا حکم	۹۷
۷۲	اور ان سال حساب کا مال رقم ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کا حکم	۹۸
۷۳	رہائشی مکان پر زکوٰۃ کا حکم	۹۹
۷۴	اگر کمرے میں کوئلہ لایا جائے تو زکوٰۃ کا حکم	۱۰۰
۷۵	بیس قرض کے لئے کی امید نہ ہو اس پر زکوٰۃ کا حکم	۱۰۱



۱۰۲	اپنے غریب سے کوزہ کو دینے کا حکم	۱۱۴
۱۰۳	اموال کا بھائی کوزہ کو دینا اور اس پر وار دینے والے کے اعتراض کا جواب	
۱۰۴	دینی یا منکر سے روک ٹوک کی رقم سے کوزہ کو دینا کر سنے کا حکم	۱۱۳
۱۰۵	کیا یہ کوزہ کو دینی جا سکتی ہے؟	۱۱۳
۱۰۶	سیدہ بنی نیر سے دینا دیکھ کر کوزہ دینے کا حکم	۱۱۵
۱۰۷	دیکھ کر کوزہ کو دینے کا حکم	۱۱۵
۱۰۸	دیکھ کر اصل رقم اپنے پاس رکھ کر اپنی طرف سے رقم ادا کرنے سے انکار کا حکم	۱۱۶
۱۰۹	قریش کا ام کو کوزہ اور صدقات دینے کا حکم	۱۱۷
۱۱۰	سہاں اور بھائی کوزہ کو دینے کا حکم	۱۱۸
۱۱۱	بریکہ مانگنے والوں کو کوزہ دینے کا حکم	۱۱۹
۱۱۲	کام نہ کرنے والے اور قبول نہیں دے والے کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۰
۱۱۳	مائی اور چکیہ کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۰
۱۱۴	۵۰۰۰ دینار دینے والے مفتی کا ام کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۱
۱۱۵	اس عورت کو کوزہ دینا جس کا میر بقرہ صاحب بنو حسن شہر میں بہت قربت ادا کر سکتا ہو	۱۲۲
۱۱۶	صاحب صاحب کو اپنی غیر صاحب صاحب ۱۱ دیکھنے والے کو دینے کا حکم	۱۲۲
۱۱۷	حزینہ کے بچوں کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۳
۱۱۸	زانی کا کافہ مشورت کو کوزہ دینا	۱۲۳
۱۱۹	میرے مال کاٹی کے طلباء کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۵
۱۲۰	کو کوزہ کی دے غریب کی شادی کرانے کا حکم	۱۲۶
۱۲۱	مستحم کو کوزہ دینے سے روک دینی اور اپنی کا حکم	۱۲۶
۱۲۲	اگر بیکہ کوزہ کو دینا لے لے اور اپنی کوزہ کا حکم	۱۲۷
۱۲۳	بریکہ والوں کا مالک رقم کی اجازت سے بغیر کوزہ کو دینے کا حکم	۱۲۷
۱۲۴	بازار لوگان کے مالدار کو زمین کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۸
۱۲۵	رسول کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۸
۱۲۶	کسی عظیم بابت کو کوزہ دینے کا حکم	۱۲۹
۱۲۷	آپ بقی کے وقت موت کے مال میں اور اپنی کوزہ کی بہت کا حکم	۱۳۰

# جن جگہوں پر زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی

۱۲۹	زکوٰۃ کی رقم غیر کوٹہ و گرانہ دینے کا حکم	۱۳۱
۱۳۰	مدرس کے سڑکی کی شرفیہ میں ادا کیے گئے مال زکوٰۃ سے کھینچ لیے کا حکم	۱۳۱
۱۳۱	سلیج کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کے پینے استعمال کرنے کا حکم	۱۳۳
۱۳۲	زکوٰۃ کی رقم سے دھوئیں لگانا اور دینے کا حکم	۱۳۵
۱۳۳	زکوٰۃ کی رقم میں اٹھک تجارت میں لانے کا حکم	۱۳۵
۱۳۴	مہمان کا ادائیگی کا قرض ادا سے وقفہ زکوٰۃ کی قیمت کرنے کا حکم	۱۳۶
۱۳۵	مال زکوٰۃ سے غیر مسلم کی مدد کرنے کا حکم	۱۳۷
۱۳۶	سداقہ طلاق غیر مسلم کو دینے اور زکوٰۃ اور صدقہ و ایسے دینے میں فرق کی وجہ	۱۳۸
۱۳۷	وکیل کا کئی دوسرے مال زکوٰۃ دینے کا حکم	۱۳۹
۱۳۸	زکوٰۃ کی رقم سے قرآن مجید یا کتابیں خرید کر روزہ کے طلبہ کو دینے کا حکم	۱۴۰
۱۳۹	مال زکوٰۃ سے کتب شائع کرانے کا حکم	۱۴۱
۱۴۰	زکوٰۃ میں کتابیں دینا یا خریدنا وہی کتابیں انصاف سے ضرور چھوڑ کر دینا	۱۴۱
۱۴۱	زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان خرید کر دفن کر دینے کا حکم	۱۴۲
۱۴۲	زکوٰۃ کے قبول سے دوسرے کتب خانے کی کتابیں خریدنے کا حکم	۱۴۳
۱۴۳	زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کیلئے جگہ خریدنے کا حکم	۱۴۴
۱۴۴	محبوب میں زکوٰۃ کی رقم لانے کا حکم	۱۴۴
۱۴۵	زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال بنانے کا حکم	۱۴۵
۱۴۶	زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض ادا کرنے کا حکم	۱۴۵
۱۴۷	زکوٰۃ کے مال سے افطار کرانے کا حکم	۱۴۶
۱۴۸	مال زکوٰۃ سے جنگ اور ادا لگانے کے ارہات کا حکم	۱۴۶
۱۴۹	مال زکوٰۃ سے اسیب و بربادی جانے والی کتابوں کو ادا دینے کا حکم	۱۴۷
۱۵۰	زکوٰۃ کی رقم سے مکان بنانا کر دینے کا حکم	۱۴۸
۱۵۱	پینے کا خرچہ یا پینے کیلئے زکوٰۃ دینے کا حکم	۱۴۹
۱۵۲	تھانک کے بعد زکوٰۃ کی رقم خیرات و فیوض میں استعمال کرنے کا حکم	۱۴۹
۱۵۳	زکوٰۃ میں کمی یا زیادتی کی وجہ سے دینے کا حکم	۱۵۰
۱۵۴	لوگوں سے مالی تعاون حاصل کرنے کا حکم	۱۵۰





## زکوٰۃ کے متفرق مسائل

۱۸۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ کا حکم
۱۸۴	انہما یتیم الاسلام کے معنی میں زکوٰۃ دینا ہے یا تم
۱۸۵	زکوٰۃ کے بارے میں حضرت ابو ذر غفاری کا مکتب
۱۸۶	زکوٰۃ میں دو جنسوں کا اہتمام
۱۸۷	اداء اور قیام کا تعلق کرنا ضرورتِ اسلامیہ سے ہے یا نہیں؟
۱۸۸	امارات کو زکوٰۃ دینے کی علت اور وجہ ۱۰۰۰ کے امارات کے بارے میں زکوٰۃ کا حکم
۱۸۹	گنہگار کی آمدنی کے بارے میں سوال کرنا آج ازالہ ہے یا حرام؟
۱۹۰	زکوٰۃ ادا کرنا اگر نہیں ہے
۱۹۱	زکوٰۃ ادا کرنا اگر ایسی کی دعوت قبول کرنے کا حکم
۱۹۲	واجب الذمہ زکوٰۃ دینے کی وجہ سے کرنا
۱۹۳	دینار کی مقدار کے متعلق تحقیق
۱۹۴	درہم کی مقدار کے متعلق تحقیق
۱۹۵	سابع کی تحقیق
۱۹۶	دین کی تحقیق
۱۹۷	رجل کی تحقیق
۱۹۸	استار کی تحقیق
۱۹۹	قیراز کی تحقیق
۲۰۰	قنبر کی تحقیق
۲۰۱	راجہات میں جب نکاحات مکمل سے کم ہوں اور مکمل سے کم میں ہے
۲۰۲	سایہ میں قنبر کیسے لیے گئے قنبروں کو زکوٰۃ کے واجب ہونے کیلئے سمجھا کر دینے کا حکم
۲۰۳	زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے سید کرنا
۲۰۴	میتے کے ذریعے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم
۲۰۵	زکوٰۃ کی شیت سے مالک کی ہوئی رقم کو استعمال کرنے کا حکم
۲۰۶	خون کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم
۲۰۷	ایک دوسری زکوٰۃ وغیرہ ۱۶ دوسرے درجہ میں استعمال کرنے کا حکم

# فہرست کتاب الصوم

﴿رمضان کا چاند و کینا اور اختلاف مطالع کا بیان﴾

۲۰۱	۱	رکعت ہلالِ کبھی کی شرعی حیثیت
۲۰۱	۲	غیر اسلامی ممالک میں رکعت ہلالِ کبھی کی حیثیت
۲۰۲	۳	رکعت ہلالِ کبھی کی شرعی حیثیت اور اس کے اعانہ نہ کرنے پر روزے کا حکم
۲۰۳	۴	چاند کے نہ ہونا یا پارک ہونے سے روزہ کی شرعی حیثیت
۲۰۴	۵	چاند کی اطلاع ٹیلی فون یا TCS سے رہنا
۲۰۴	۶	چاند کی اطلاع صحیح کے وقت ہونے پر روزہ کا حکم
۲۰۵	۷	اختلاف مطالع کا مطلب
۲۰۶	۸	اختلاف مطالع کے اعتبار کا حکم
۲۰۸	۹	اسلامی مہینہ اظہائیں دن کا نہیں ہو سکتا
۲۰۹	۱۰	نی ولی تھو کوئی خبر بغیر مستثنیٰ کے حکم میں ہے؟

﴿روزے کی تعریف اور اس کی اقسام﴾

۲۱۲	۱۱	روزے کے لغوی و اصطلاحی معنی، غرضیت، فوائد اور نقصانات
۲۱۳	۱۲	روزے کی اقسام اور ان کا شرعی حکم
۲۱۶	۱۳	چاند کی تیر ہوں، چارہویں اور پندرہویں کو روزے رکھنے کا حکم
۲۱۷	۱۴	ایامِ مہیہ میں روزہ رکھنے پر ثواب نہیں ہے
۲۱۸	۱۵	عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم
۲۱۹	۱۶	ایکے صوم عاشوراء رکھنا اور اس کے ساتھ روزہ رکھنے کا حکم
۲۱۹	۱۷	ہر کے دن اور نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا حکم
۲۲۰	۱۸	پندرہویں شعبان کے روزے کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق حدیث کی تحقیق
۲۲۲	۱۹	رمضان المبارک سے پہلے چھ روزوں کا حکم
۲۲۳	۲۰	میدین کے دن روزہ رکھنا صحیح اور واجب الکرہ ہے
۲۲۳	۲۱	شوال کے چھ روزے رکھنے کا ثبوت

مسافر کو ماہ رمضان میں دوسرے واجب روزے کی اجازت ہونے اور عرض گو کہ ہونے کی وجہ

۲۲۳

۲۲

### ﴿بحری اور افطاری کا بیان﴾

۲۲۷	بحری کی شرعی حیثیت	۲۳
۲۲۷	بحری کا مستون وقت	۲۳
۲۲۸	اذان فجر تک بحری کا حکم	۲۵
۲۲۹	اذان کے بعد بحری کھانے کا حکم	۲۶
۲۳۰	بحری کا وقت ختم ہونے کے بعد کھانے پینے کا حکم	۲۷
۲۳۰	بحری کھاتے ہوئے صحیح صادق طلوع ہو جانے کا حکم	۲۸
۲۳۱	اگر رات سے روزے کی نیت کی تو اس کا حکم	۲۹
۲۳۱	نظری روزے کی نیت رات کو کر لی تو صحیح صادق تک سوتے رہنے کا حکم	۳۰
۲۳۲	ہر روزہ کی الگ نیت ضروری ہے	۳۱
۲۳۲	بحری میں جانے اور افطاری میں جلدی کا مطلب	۳۲
۲۳۳	روزہ کھانے (افطار کرنے) کا وقت	۳۳
۲۳۳	گھر میں افطار کرنا چاہیے یا مسجد میں؟	۳۴
۲۳۳	راہ یا عورتی دکان کے اطراف سے روزہ رکھنے کا حکم	۳۵
۲۳۶	راہ یا عورتی دکان سے روزہ افطار کرنے کا حکم	۳۶
۲۳۶	سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے کا حکم	۳۷
۲۳۷	وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے کا حکم	۳۸
۲۳۷	بیمار کے طرز میں روزہ رکھائی دینے کی صورت میں افطار کا حکم	۳۹
۲۳۸	افطاری میں مشورہ کا قبول مبارک	۴۰

### ﴿جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾

۲۳۹	روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟	۴۱
۲۳۹	پانی کھانے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم	۴۲
۲۴۰	دوائی والی روٹی منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم	۴۳
۲۴۰	بالا اداہد حلق میں پانی پہلے جانے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم	۴۴
۲۴۱	سواور رکھنے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم	۴۵

۲۴۵	روزے کی حالت میں دانتوں کی فلنگ کرانے کا حکم
۲۴۶	روزے کی حالت میں مٹی کھانے سے روزہ ٹوٹے اور نہ ٹوٹنے کے متعلق تفصیل
۲۴۷	روزے کی حالت میں اسپرے وغیرہ کے استعمال کا حکم
۲۴۸	روزے کی حالت میں بھول کر کھانی پینے کے بعد قصد اکھانا
۲۴۹	بیماری سے بچنے اور کھانا پینا روکنا کی وجہ سے روزہ ٹوٹنے کا حکم
۲۵۰	روزے کے آنے سے روزہ کا حکم
۲۵۱	روزے کی قصد صوم ہونے کی ایک صورت پر اذکار اور اس کا جواب
۲۵۲	روزہ نہ رکھنے کے بعد ماہواری شروع ہو جانے پر روزہ ٹوٹنے کا حکم
۲۵۳	روزے کی حالت میں جانور سے برقعہ لگنے کا حکم

﴿جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

۲۴۹	روزے کی حالت میں انگلیشن لگوانا
۲۴۹	رگ میں انگلیشن لگوانے سے روزے کا حکم
۲۵۰	انگلیشن لگنے سے روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم
۲۵۱	روزہ کی حالت میں بھول کر کھانے پینے کا حکم
۲۵۲	روزے کی حالت میں غم یا کد کی وجہ سے انگلیشن لینے کا حکم
۲۵۲	منہ میں گروہار پانے سے روزہ کا حکم
۲۵۳	منہ میں کبھی پلے جانے کی صورت میں روزہ کا حکم
۲۵۳	روزہ کی حالت میں خون لگانے کا حکم
۲۵۳	بچھو کے کان سے روزے کا حکم
۲۵۳	روزہ اور کاسی دوسرے شخص کے قہقہہ کو نکل جانا
۲۵۵	روزے کی حالت میں غم اور آسٹوٹھنے کا حکم
۲۵۶	روزہ میں اسلام کا حکم
۲۵۶	حالت روزہ میں کسی کو شخص دیکھنے سے انزال ہو جانے کا حکم
۲۵۷	روزے کی حالت میں چھوے بغیر انزال کا حکم
۲۵۷	روزے میں بے ہوش ہونے سے روزہ کا حکم
۲۵۸	بائی پاس آپریشن سے روزہ کا حکم

### ﴿جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے﴾

۱۷	روزہ میں محن، بوجھ پیٹ لگانے یا چہرہ کو کھینچنے کا حکم	۲۵۹
۱۸	روزے کی حالت میں بوجھ پیٹ استعمال کرنے کا حکم	۲۵۹
۱۹	روزے کی حالت میں کچھ کھینچنے اور ہونے سے ناک، کان میں دوائی ڈالنے کا حکم	۲۶۰
۲۰	پاورچی کیلئے بوقت ضرورت روزے کی حالت میں سامان کھینچنے کا حکم	۲۶۱
۲۱	روزہ کی حالت میں ڈسپ واکشن کا حکم	۲۶۱
۲۲	روزہ کی حالت میں ناک میں "دھس" کے استعمال کرنے کا حکم	۲۶۲
۲۳	گائے سننے والے کے روزہ کا حکم	۲۶۳

### ﴿جن چیزوں سے روزہ مکروہ نہیں ہوتا﴾

۲۴	روزہ کی حالت میں سرمہ لگانا اور مسواک کرنا	۲۶۳
۲۵	روزے کی حالت میں مسواک استعمال کرنے کا حکم	۲۶۳
۲۶	روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کا حکم	۲۶۵
۲۷	روزے کی حالت میں دانتوں سے قون آنے کا حکم	۲۶۶
۲۸	روزے میں بااختیار و حواص خلق میں جانے کا حکم	۲۶۶
۲۹	روزہ کی حالت میں سر میں تیل، روغن، آبلہ وغیرہ کا حکم	۲۶۷

### ﴿روزے کی قضاء، کفارہ، فدیہ اور نذر وغیرہ کا بیان﴾

۳۰	روزہ و نماز حکومت کے بعد قضا ہونے کا حکم	۲۶۸
۳۱	رمضان کا چاند دیکھنے والے کی اگر قاضی شہادت قبول نہ کرے تو اس کے روزے کا حکم	۲۶۹
۳۲	چاند دیکھنے والے کی گواہی قبول نہ ہونے والے کے روزہ توڑنے کا حکم	۲۶۹
۳۳	گن اعذار کی وجہ سے رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا جائز ہے نیز مزدور، غریب، بیمار، علیل سے کیا نہیں؟	۲۷۰
۳۴	حالات اگر اور روزہ توڑنے پر قضا و کفارہ کا حکم	۲۷۱
۳۵	روزہ توڑ جانے کے بعد جو مٹی سے موسیقی کرنے سے قضا و کفارہ کا حکم	۲۷۲
۳۶	موانع فیض و دوا کے استعمال سے روزے کی قضا کا حکم	۲۷۳
۳۷	حدیث کفارہ اور قضا، پنجہ اذکار اور ان کے جوایات	۲۷۴
۳۸	کفارہ کا وجوب حدیث مشہور سے ثابت ہے	۲۷۵

۲۷۵	۹۳	کفارے میں روزہ رکھنے کا حکم
۲۷۶	۹۴	ماہ مبارک کا روزہ توڑنے پر کفارے کی سخت
۲۷۶	۹۵	دور کرنے پر ایک ہی کفارہ کافی ہو چاہے گا
۲۷۷	۹۶	کفارہ کا حکم کے روزوں کے دوران اگر مال آجائے تو کیا حکم ہے؟
۲۷۸	۹۷	جان بوجھ کر روزہ توڑنے کے بعد حیض آیا تو کیا حکم ہے؟
۲۷۸	۹۸	مسافر کا کفایتی سے نکلنے سے پہلے واپس آ کر روزہ توڑ دینے کا حکم
۲۷۹	۹۹	کسی کے وصیت کیے بغیر اس کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کر کے کفارہ
۲۸۰	۱۰۰	کفارہ و صوم والی روایت کا حکم
۲۸۱	۱۰۱	روزوں کا فدیہ یہ شروع رمضان میں ہی ادا کرنے کا حکم
۲۸۱	۱۰۲	فدیہ صوم ماہ مبارک کے بعد ادا کرنے کا حکم
۲۸۲	۱۰۳	شوگر اور دیگر بستر کے مریضوں کیلئے فدیہ کا حکم
۲۸۳	۱۰۴	روزہ رکھنے اور فدیہ دینے، دونوں پر قدرت نہ ہو تو کیا کرے؟
۲۸۳	۱۰۵	قریب نفس کیلئے فدیہ کا حکم
۲۸۳	۱۰۶	روزوں کا فدیہ یا رمضان سے پہلے دینے کا حکم
۲۸۵	۱۰۷	پورے سال روزے کی نذر مانتے کا حکم

### ﴿روزے کے متفرق و جدید مسائل﴾

۲۸۶	۱۰۸	رمضان میں ماہوارگی کے دنوں میں گھٹائے پہننے کا حکم
۲۸۶	۱۰۹	ماہ مبارک میں کھلے عام کھانے پینے والوں کا حکم
۲۸۷	۱۱۰	ناپالغ بچوں کے روزہ رکھنے کی عمر
۲۸۷	۱۱۱	بچے کو نماز کی طرح روزہ میں سستی کی بنا پر بھیجہ کرنے کا حکم
۲۸۸	۱۱۲	بچوں کی روزہ کھانسی کی تحریب کرنے کا حکم
۲۸۹	۱۱۳	دخوت اظہار کیلئے میزبان کا روزہ دار ہونا ضروری ہے؟
۲۹۰	۱۱۴	مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کا حکم
۲۹۰	۱۱۵	کس اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہے؟
۲۹۱	۱۱۶	کیا ہر ملک میں اس کی تاریخ کے اعتبار سے شہرہ قبولی ہے؟
۲۹۲	۱۱۷	جہاں رات مختصر ہی ہوتی وہاں رات آتی ہی نہ ہوا ہاں روزہ رکھنے کا حکم

۲۹۳	ایہ اسکاں میں رمضان کے چاند کیلئے ایک نوادہ جی منہ بیکہ میہ کیلئے ایہ اسکاں میں شہادت کا لہجہ شریف و بے فرق	۱۱۸
۲۹۴	روزہ روزہ پر پھول کر ہمسری کا کئے تو یہ لی ہے سے ۱۰۰ ہزار روپی ہے؟	۱۱۹
۲۹۵	کیا رمضان میں اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے؟	۱۲۰
۲۹۶	روزہ کی حالت میں جھوک اور پیس سے ہارنت کا لہجہ: ہوتا کیا کریں؟	۱۲۱
۲۹۷	بھڑکی نماز میں اگر بغیر تکلف کے روزہ کی نیت لی جائے تو روزہ درست ہوگا	۱۲۲
۲۹۸	مہینے اس کے آٹھ روزہ دار میں روئے و نئے کا قسم	۱۲۳
۲۹۹	روزہ میں نسیہ نہ ہا رنگ نیت کرنے کی وجہ	۱۲۴
۳۰۰	پانی کان کے اندر چل جانے سے روزہ ٹوٹے اور چلے یا اوڑھ لے سے نیت جانے کی وجہ	۱۲۵
۳۰۱	رمضان میں کافر کا جنازے کے وقت مسلمان ہونا ہے اس کے روزہ کا حکم	۱۲۶
۳۰۲	نعت الوداع میں قضا و عمر کی وجہ سے	۱۲۷
۳۰۳	روزہ خوراک کچھ ہے چینی کی اشیاء کو یہ قسم	۱۲۸
۳۰۴	روزہ خور مسلمان کا کھانا ہے نہ کرنے کا قسم	۱۲۹
۳۰۵	روزہ کی نیت کب تک کی جا سکتی ہے؟	۱۳۰
۳۰۶	نماز کی حالت میں روزہ رکھنے کا قسم	۱۳۱
۳۰۷	روزہ میں دل کی نیت کافی ہے	۱۳۲
۳۰۸	نیت میں اپنی بیوی کو کھانا اور تمباکو کی پتی نے روزہ توڑ تو تم تو نہیں حلال	۱۳۳
۳۰۹	رمضان کے مہینے ۱۱ روزوں اور بعض قعدہ دن سرست	۱۳۴

### ایضاً اعتکاف کے مسائل

۳۱۰	سرور عورت کچھ اعتکاف کی شرط کا	۱۳۵
۳۱۱	اعتکاف کا مسنون طریقہ اور اعتکاف کے مہینے	۱۳۶
۳۱۲	اعتکاف مسنون میں سے علی التلخیص ہونے کا مطلب	۱۳۷
۳۱۳	نیت اعتکاف میں مسجد اور اعتکاف کا حکم جہاں چاہے نہ	۱۳۸
۳۱۴	تین نمازیں پڑھ کر نیت کی جائے وہی مسجد میں اعتکاف کا حکم	۱۳۹
۳۱۵	اعتکاف کا مطلب اور اعتکاف کے مسنون نیت میں سے کچھ؟	۱۴۰
۳۱۶	اعتکاف کے مہینے اور نیت کی بات	۱۴۱
۳۱۷	اعتکاف کا حکم میں نماز کی بات	۱۴۲



۳۱۶	۱۴۳	بدوشی اور نہون سے احکاف ٹوٹنے کا حکم
۳۱۷	۱۴۴	مکلف کا نماز پڑھنا نہ چاہنے کیلئے مسجد سے باہر جانے کا حکم
۳۱۸	۱۴۵	حالت احکاف میں کلہا کرنے کا حکم
۳۱۸	۱۴۶	احکاف میں ہاتھن وغیرہ کاٹنے کا حکم
۳۱۹	۱۴۷	احکاف میں شکریت کے استعمال کا حکم
۳۱۹	۱۴۸	مکلف اگر قضاء حاجت کیلئے جائے اور یہ ہو جائے تو احکاف کا حکم
۳۲۰	۱۴۹	مکلف کا مقدمے کی طاقت کیلئے مسجد سے نکلنا
۳۲۰	۱۵۰	سپاہیوں کا احکاف میں بیٹنے کا حکم
۳۲۱	۱۵۱	احکاف میں بیٹنے کیلئے عمر کی قید لگانے کا حکم
۳۲۲	۱۵۲	حالت احکاف میں کھانے کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم
۳۲۳	۱۵۳	مکلف کا چہرے کو چھپانا اور کسی حد تک بائیں کرنا جائز ہے؟
۳۲۳	۱۵۴	احکاف مستون ٹوٹ جانے کی صورت میں ایک دن کی قضاء سے کیا مراد ہے؟
۳۲۶	۱۵۵	مکلف کیلئے مسجد میں خیر لگانے کا ثبوت
۳۲۷	۱۵۶	شواہین کیلئے مسجد میں احکاف میں بیٹنا کیا مکروہ و حرام ہے؟ ۱۷ بارے میں فقہاء کرام کا راجح قول کیا ہے؟
۳۲۹	۱۵۷	عورت کا احکاف کیلئے چہرہ کو کمر و خنصر کرنا اور دوران احکاف کھانا پینا؟
۳۳۰	۱۵۸	حالت احکاف میں عورت کیلئے عمری پکانے کا حکم
۳۳۱	۱۵۹	انقرضیہ سے انزال کی صورت میں احکاف کا حکم
۳۳۱	۱۶۰	دوڑنے والوں کو چھڑانے کیلئے بھول کر مکلف کا مسجد سے باہر نکلنا
۳۳۲	۱۶۱	احکاف والی عورت اگر حاضر ہو جائے تو کیا کرے؟

# فہرست کتاب الحج

﴿فصل فی فرضیۃ الحج و شرائطہ و ارکانہ﴾  
 زج کی فرضیت، شرائط اور ارکان سے متعلق مسائل کا بیان

۳۳۷	۱ حج کب فرض ہوگا؟
۳۳۷	۲ استطاعت حج کی تعریف
۳۳۸	۳ حج کیلئے استطاعت کی تفصیل
۳۳۹	۴ ایام حج میں استطاعت نہ ہونے والے پر حج کا حکم
۳۳۹	۵ فرضیت حج اور فحاست و اہل کے وقت اور جانا ہے یا الشرج ہے؟
۳۴۵	۶ کیا فرضیت حج کیلئے مالدار ہونا ضروری ہے
۳۴۶	۷ فرضیت کے بعد دیگر ضروریات کے متعلق ہے حج کی اور ایسی ضروری ہے
۳۴۷	۸ ضرورت سے زکوٰۃ یا کچھ اور الے پر حج فرض ہے
۳۴۷	۹ کئی دیگر زمین ہونے کی صورت میں حج فرض ہے یا نہیں؟
۳۴۸	۱۰ جس شخص پر حج فرض ہو وہ پہلے شادی کرے یا حج کرے؟
۳۴۹	۱۱ اولاد کی شادی کرنا حج سے روکنے میں حار ہے یا نہیں؟
۳۵۰	۱۲ مشرک کمال سے حج کرنے کا حکم
۳۵۱	۱۳ حکومت کے فرقہ سے حج کرنے کا حکم
۳۵۱	۱۴ حکومت کی طرف سے اگر اور اولاد رکھتے ہوئے حج کیلئے ملے تو اسے غروقت کرنے کا حکم
۳۵۲	۱۵ کیا مکہ مکرمہ جانے کی رقم ہونے سے حج نہ ہو حج کرنا فرض ہے؟
۳۵۲	۱۶ ادھار لے کر حج ادا کرنے کا حکم
۳۵۳	۱۷ حرام مال کی موجودگی میں قرض لے کر حج کرنا بہتر ہے
۳۵۳	۱۸ سو کے مال سے حج بیت اللہ کرنے کی ممانعت اور مال غلام سے حج کرنے کی ایک صورت کا حکم
۳۵۶	۱۹ حکومت کی اجازت کے بغیر حج کرنا

۳۵۶	۲۰	تاریخ پانچ پرہیز نہیں
۳۵۷	۲۱	بالہ ارمان کے حج کا حکم
۳۵۷	۲۲	والدین کی تار واری کیلئے حج کو مؤخر کرنا
۳۵۸	۲۳	کیا نفل حج کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟
۳۵۹	۲۴	تیسرا (تالیف) اپنے گرج کرے تو کیا اس کا حج نفل ہوگا یا فرض؟
۳۵۹	۲۵	بالہ ارمان کا قرضہ نمازی میں نام نہیں آیا بعد میں مال ختم ہو گیا؟
۳۶۰	۲۶	حاجی کے صاحب نصاب ہونے کی وجہ سے قربانی کا حکم
۳۶۱	۲۷	جس شخص نے مسجد نرو میں قیام کیا اور عرفہ میں نہیں گیا اس کے حج کا حکم
۳۶۲	۲۸	یوم النحر (قربانی کے دن) حاجی کیلئے یا کام اور ان کی تربیتی رہائش
۳۶۳	۲۹	حوائف کے درمیان شاعت کھڑی ہونے کا حکم
۳۶۳	۳۰	میت کی پر حوائف و مانع واجب نہیں
۳۶۴	۳۱	انجمن دینی یا ماس میں سے کسی کو حج کرنا ناجائز ہے؟
۳۶۵	۳۲	حج کے مہینوں میں ملنے والی رقم سے حج نہ کرنے کا حکم
۳۶۵	۳۳	حج کرنے کا مکمل طریقہ

### ﴿فصل فی واجبات الحج و سنتہ﴾

(حج کے واجبات اور سنن کا بیان)

۳۶۷	۳۴	کیا کسی کیلئے خاص الزام مقرر ہے؟
۳۶۷	۳۵	حوائف سے گھر سے حج کرنے کا حکم
۳۶۸	۳۶	رات حوائف میں ملنے کی ابتداء حوائف کی مسنون دعا میں
۳۶۹	۳۷	یوم النحر کے بعد نفل میں قیام کی شرعی حیثیت
۳۷۰	۳۸	یعنی میں رات گزارنے کا حکم اور نفل سے واپسی کا حکم
۳۷۰	۳۹	دوران حوائف چادر میں اسلام کا ردہ جانا
۳۷۱	۴۰	واپس جانے سے حوائف شروع کرنا واجب ہے اور رک کی صورت میں دم لازم ہوگا
۳۷۲	۴۱	مسافر اور وحشی کی نفل کیلئے حوائف سے واپسی کا حکم

۴۲	عاجی حضرات نگہریاں کب ادا کیجئے؟ اور ان کی تعداد کیا ہوگی؟	۴۲
۴۳	بعض نگہریاں کا عوض میں سے ہے کاجم	۴۳
۴۴	بغیر عذر کے رات کے وقت نگہریاں دے نہ کاجم	۴۴
۴۵	دینی ہمارا کیسے عذر کی وجہ سے حضرات سے؟ اس میں سے نگہریاں ادا کر رہی کرنے کاجم	۴۵
۴۶	اٹھنے کی بجائے حضرات کوئی موقع دینی سے نگہریاں ادا کر رہی کرنے کاجم	۴۶
۴۷	اکتوبر یا جنوری کے مہینوں کی طرف سے نگہریاں دے نہ کاجم	۴۷

### ﴿فصل في اشتراط المحرم للمرأة﴾

(مورتوں کیلئے محرم کی شرط کا بیان)

۳۷۹	عورت کا بغیر حرم کے سچ کرنا باطل نہیں
۳۷۹	عورت کا سچ کیلئے "صرف جہاز میں بغیر حرم کے" سطر کرنے کا حکم
۳۸۰	جہاز سمیت یہ جس سے والدہ کا بغیر حرم کے سچ کیلئے جہاز میں سطر کرنے کا حکم
۳۸۰	سفر میں شوہر کی وفات کی صورت میں عورت کیلئے شرعی حکم
۳۸۱	معتدہ کیلئے سچ پر جانے کا حکم
۳۸۲	حقنی کے ساتھ سچ کرنے کا حکم
۳۸۳	مہر رسید و عاقون کا شوہر کے چھوڑا دہنی کے بیٹے کے ساتھ سفر سچ کرنے کا حکم
۳۸۴	عورت کیلئے بہنوئی یا دیوار کے ساتھ سچ کرنے کا حکم
۳۸۵	عورت کا حقنی شخص کو بہنوئی یا دامولہ سچ کی ادائیگی کا حکم
۳۸۶	امار کے ساتھ حرم و بیابان کا سطر کرنے کا حکم
۳۸۷	ظہیر ساس کا اپنے بھائی امار کے ساتھ سفر پر جانے کا حکم

﴿فصل فی الاحرام﴾

(۱) رام اور اس کے مباحات و ممنوعات کا بیان)

۳۸۸	جس کوئی شخص حج یا عمرہ اترام یا نحر لیتا ہے تو وہ حرم ہی رہے گا یہاں تک کہ انفعال حج یا عمرہ ادا کر کے
۳۹۰	تلبیہ رکعت کے علاوہ اس سے حج کے احکام کا حکم
۳۹۰	اتر ام ہائے سے پہلے کپڑوں پر تلوٹنا اور کانٹے کا حکم

۳۹۸	حالت احرام میں پیشاب یا زلی کے قطرات کا حکم	۲۲
۳۹۹	احرام کا پیرا اڑھوٹے کیلئے دوسرا پیرا اڑھوٹے کا حکم	۲۳
۳۹۲	بغیر احرام کے میٹلات سے گزرنے کا حکم	۲۴
۳۹۳	بذریعہ ہوائی جہاز حج و عمرہ کرنے والے نیت احرام کہاں سے کریں؟	۲۵
۳۹۴	اگر کوئی شخص معنی میں ہو تو احرام کی حیرت کہاں سے کرے گا؟	۲۶
۳۹۵	حج یا عمرہ کی نیت سے بغیر احرام ہاتھ سے ہڈیاں پورٹ پر پھینکنے کا حکم	۲۷
۳۹۶	حکم میں تہیم آفاقی حج کی نیت و احرام کہاں ہاتھ سے	۲۸
۳۹۷	حالت احرام میں ٹیک لگانے کا حکم	۲۹
۳۹۸	احرام کے پیروں پر خوشبو لگانا، غسل و کثیر کی مقدار، نیز احرام کی چادریں تبدیل کرنا	۳۰
۳۹۹	محرم کا کمرے میں دعویٰ دینے یا درمیاں سے کرنے کا حکم	۳۱
۴۰۰	حالت احرام میں بچوں کے اوپر کے حصے کو کھولنے کا حکم	۳۲
۴۰۱	احرام کے وقت چڑھی جانے والی نماز کا حکم	۳۳
۴۰۲	عورت کے احرام کے پیروں کا حکم	۳۴
۴۰۳	حالت احرام میں عورت کیلئے چھوڑنے کی حکمت	۳۵
۴۰۴	حالت احرام میں عورت کیلئے سوزنا، دھونے اور سٹے ہوئے پیروں کا حکم	۳۶
۴۰۵	حالت احرام میں غسل یا غسل آنے کی صورت میں ارکان حج کی ادائیگی کا حکم اور طریقہ	۳۷
۴۰۶	حالت احرام میں بھٹ و مہارت کرنا	۳۸
۴۰۷	حالت احرام میں خلاف کعبہ سے توجہ حاصل کرنا	۳۹
۴۰۸	الغیاہل تشیع مسجد شجرہ وحی سے احرام ہاتھ سے ہیں؟	۴۰

## ﴿فصل فی القرآن والتمتع﴾

(حج قرآن اور تمتع سے متعلق مسائل کا بیان)

۴۱۰	حج قرآن کو مذہبی وجہ سے حج افراد میں تبدیل کرنا اور آمریکی خلافت کا حکم	۸۱
۴۱۱	آفاقی حدیث منورہ سے قرآن کر سکتا ہے	۸۲
۴۱۲	حج تمتع اور قرآن کرنے والے کیلئے تمتع اور قرآن سے کھانا	۸۳

۸۴	مہنہ کا تمیز کے وقت حج تمتع کی حیثیت نہ کرنے کا حکم
۸۵	مہنہ کیلئے میقات سے نکل جانے کے بعد قرآن کا حکم اور مہنہ اور دور کا فتویٰ

## ﴿فصل فی الحج عن الغیر والبدل والوصیة﴾

(حج بدل اور نفلی حج سے متعلق مسائل کا بیان)

۸۶	حج بدل کی شرائط
۸۷	حج بدل کرنے والے کیلئے شرائط
۸۸	حج بدل بھیج دینے کیلئے شرائط
۸۹	حج بدل کروانا کب ضروری ہے
۹۰	کیا حج بدل کیلئے حاجی کا پہلے سے حج کیا ہو ضروری ہے؟
۹۱	بغیر وصیت کے حج بدل کا حکم
۹۲	میت کے حج بدل کی وصیت اور عدم وصیت کا حکم اور حج بدل کہاں سے ادا کیا جائے؟
۹۳	حج بدل میں آمر کی اجازت ضروری ہے۔
۹۴	حج بدل میں مامور کیلئے آمر کے شر سے ہی حج پر جانے کا حکم
۹۵	حج بدل میں مدینہ منورہ کا طریق آمر پر تو لگایا ضروری؟
۹۶	حج بدل میں مامور کے پاس اپنی دولی رقم کا حکم
۹۷	حج بدل کرنے والا اگر وہاں نہیں آیا اور حج میں ضمیر لگایا تو حج بدل کا حکم
۹۸	جس پر حج فرض اور اس سے حج بدل کروانا
۹۹	اگر قحری کے خوف کی وجہ سے حج بدل کروانا
۱۰۰	صحت مند شخص حج بدل نہیں کر سکتا
۱۰۱	بیماری کی طرف سے حج کرنے کا حکم
۱۰۲	حج بدل میں میقات پر تکبیر کے وقت گھبراہٹ کی حیثیت نہ تھی
۱۰۳	معتدہ کا بوجہ عدت حج بدل کروانا
۱۰۴	کیا حج فرض ادا کرنے سے حج نہ روادا ہو جائیگا؟

في فصل في الجديد

(جناب شے کا بیان)

۶۵	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۶۶	اور ان کی تعلیم کرو۔ وہاں سے کفر
۶۷	اور ان کی تعلیم کرو۔ وہاں سے کفر
۶۸	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۶۹	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۰	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۱	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۲	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۳	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۴	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۵	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۶	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۷	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۸	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۷۹	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۰	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۱	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۲	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۳	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۴	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۵	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۶	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۷	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۸	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۸۹	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۰	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۱	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۲	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۳	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۴	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۵	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۶	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۷	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۸	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۹۹	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر
۱۰۰	نہایت اہم ہے وہاں سے کفر

## فصل في العسرة

(مردت متعلقہ مسائل کا بیان)

۳۳	میر نے ہمارے لیے کیا ہے	۳۳
۳۴	میر نے کیا نہیں کیا	۳۴

۱۲۵	اشرح میں مرو کرنے سے فریضہ حج کا حکم
۱۲۶	مکہ مکرمہ پہنچ کر بیکاری کی وجہ سے اقامہ کو طے کے بعد مرو کرنے کا حکم
۱۲۷	جس شخص نے مرو کیا اور روزے نہیں رکھے ان سے عمرے کا حکم
۱۲۸	مرو کے بعد اپنے مال کو ذرا کھانے کا حکم
۱۲۹	مرو میں طواف و اداعہ کا وجوب بعد از طواف مکہ میں خرید و فروخت کا حکم
۱۳۰	یہ وجوہات عدت پوری کرنے سے پہلے مرو نہیں کر سکتی
۱۳۱	بکثرت عمرے اور ان میں فتنہ کی وجہ عدت کے دل بہت چھوٹنے اور جانے کی صورت میں مزید عمرے کرنے کا حکم

### ﴿فصل فی زیادة المدينة المنورة والمقامات المتبركة﴾

(حدیث منورہ اور مقامات مقدسہ سے متعلق مسائل کا بیان)

۱۳۲	حج و مرو کرنے والے کھینے اور پینے کے لیے زیارات کا حکم
۱۳۳	ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد عاتقی کھینے اور منہ اقدس اور مسجد نبوی میں عاتقی دینا کیا وجہ رکھتا ہے؟
۱۳۴	زیارات پر جانے کی شرعی حیثیت
۱۳۵	حرمین شریفین سے ماہرم اور گجرات کا بطور تہنک لانا
۱۳۶	حج یا عمرے پر جا کر کثرت مقامات کی تسکون پر کیا؟
۱۳۷	مکہ اور مکی دور حاضر میں الگ الگ شہر ہیں؟
۱۳۸	عرفات و مزدلفہ اور مکی حداد میں توسیع شرعاً ممکن ہے یا نہیں؟
۱۳۹	سقی کا صحیح طریقہ اور مسی کی مقدار
۱۴۰	حج میں میلین انظرین پر دوڑنے کے چند اسباب
۱۴۱	مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حدود میں واقع ہے؟
۱۴۲	کیا مکی حدود حرم میں داخل ہے یا نہیں؟ اگر اندازہ گجرات کی طرف سے لگایا جائے اور کعبہ اور کعباں سے آیا، احرام کیلئے رکعتیں پڑھا اور استعمال کرنے کا حکم
۱۴۳	طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھا ضروری ہے یا نہیں؟
۱۴۴	دو گونہ طواف اگر مقام ابراہیم پر اذان کیا تو اس کا حکم



## فصل فی المسائل المتفرقة المتعلقة بالجمع

(جے کے متعلق متفرق مسائل کا بیان)

۱۳۵	جے کی مقدار میں تغیر کی	۳۷۱
۱۳۶	جے کی دلی وادی عبادت کا مرکب ہے	۳۷۲
۱۳۷	بہت قسم پر جے کی کیفیت	۳۷۳
۱۳۸	جے کی جاتے سے پیسے کی قیمت	۳۷۴
۱۳۹	جے کی دلی میں بہت سے اقسام ہیں اور ان کی قیمتیں مختلف ہیں	۳۷۵
۱۴۰	جہان کرام دوسری قسموں سے جو نرہ ہے یہ جہان کرام کی گورنوں میں سے ہے؟	۳۷۶
۱۴۱	جس کا جے کہوں ہو اس کی گورنوں میں سے ہے	۳۷۷
۱۴۲	جے کی قیمت کی علامت	۳۷۸
۱۴۳	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۷۹
۱۴۴	جے کی دلی میں جے کی قیمت	۳۸۰
۱۴۵	جے کی دلی میں جے کی قیمت	۳۸۱
۱۴۶	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۲
۱۴۷	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۳
۱۴۸	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۴
۱۴۹	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۵
۱۵۰	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۶
۱۵۱	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۷
۱۵۲	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۸
۱۵۳	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۸۹
۱۵۴	جہان کرام میں جے کی قیمت	۳۹۰

۳۹۷	”طیہر البائیں“ سے کیا مراد ہے؟ اور حرام کی حالت میں کوئی جانوروں کا قتل کرنا جائز ہے؟
۳۹۸	حرام میں جبکہ ہاتھ دالوں تو حرام ہے، یہ کلمہ اور حرام میں عورتوں کیلئے پردے کا حکم
۳۹۹	کیا حرام مکہ میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے؟
۳۹۵	ایک عرفہ اور دو نیکالیامرغ میں رات کا نیکالیامرغ سے دن کا تابع ہوتا
۳۹۷	روقت القدر کی طرف پاؤں پھیرنا حرام ہے
۳۹۸	مطاف میں انبیاء علیہم السلام اور عام مسلمانوں کی قبروں پر چلنے کا حکم
۳۹۹	بیت اللہ پر نظر لگنے کا حکم اور اس پر باتوں لگانے کی صورت میں گناہ کا حکم
۵۰۰	نقلی طواف اور دو گنا طواف کا حکم
۵۰۱	ایام حج میں مانع حیض گویوں کے استعمال کا حکم
۵۰۲	حالت احرام میں تعارف کعبہ سرچا لے کر
۵۰۲	عمرہ کے حجروں سے کسی حاجی کی شادی کرانے کا حکم
۵۰۳	”الحج عرفہ“ کا مطلب

# ﴿كتاب الزكاة﴾

(مسائل زكاة كإيمان)



## ﴿زکوٰۃ کی تعریف، نصاب، حکم، فضائل اور نذہ دینے کے نقصانات﴾

### (۱) زکوٰۃ کی تعریف، حکم اور فوائد و نقصانات

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظماء اس مسئلہ میں کہ میں ایک اسکول نیچر ہول خلی تھیلے میں تمام اساتذہ جمع ہو کر چائے وغیرہ پیتے ہیں اور مختلف موضوعات پر آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ ایک روز اسی طرح کی گفتگو میں زکوٰۃ کے مسئلہ پر بات چیت ہوئی لیکن صحیح تحقیقی بات میں معلوم نہ تھی اس لئے یہ درس میں لے آئے سر کیا کہ میں اپنے مفتی صاحب سے آپ لوگوں کو پوچھ کر بتا دوں گا اس لئے حضرت آپ میری فراہم کردہ سوال کے جوابات بتا دیں کہ زکوٰۃ کی کیا تعریف ہے؟ یہ کب فرض ہوئی اور اسکا نذر کیا لے لے اور اسکو نذر کرنے کا کیا حکم ہے؟ زکوٰۃ دینے و نہ دینے کے کیا کیا فوائد و نقصانات ہیں، نیز کون سے مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرنا افضل ہے؟

الجواب حامداً واصلحاً زکوٰۃ کے لغوی معنی پکی اور بڑھوتری کے ہیں۔ اور اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ کہتے ہیں کسی مساب نصاب کا مال پر سال گزرنے کے بعد اس مال کا ذاتی فیصد حصہ اللہ کی رضا کیلئے کسی مسلمان فقیر غریب باغی کو اسحور پر مالک یا ناک مالک کے متاع میں سے کئی طور پر حقیق ہو جائیں۔

راجع قول کے مطابق واما زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم ہجرت سے پہلے مذکور میں آیا البتہ تصدیقاً ہجرت کے بعد اس ہجری شوال کے مہینہ میں زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔

زکوٰۃ کا مقررہ فرقہ ہے اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ اگر کوئی شخص یا جماعت زکوٰۃ ادا کرنے سے منع کرے اور مراعت کرے تو ظہد و تقویٰ لازم ہے کہ ان سے قتال کرے جیسا کہ صحابہ کرام نے کیا تھا۔

یہ زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور انحصار کرنا و گوارا و قس ہے اس کے معنی قرآن و حدیث میں بہت حد میں آئی ہیں۔ بعض آیات میں آتا ہے کہ سونے چاندی کو تو تم کر کے زکوٰۃ ادا نہ کرنا اس کی بیعتی اور پہلو اور پشت کو ادا نہ کرنا اور اسے خزانے کو سائب کی شکل میں گلے کا طوق بنانے کے لئے دیا جائیگا۔ لے کھلا اور پیش رو صدقات ہمارے زکوٰۃ کے بارے میں آئی ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے کے فوائد میں سب سے بڑا فائدہ وہ یہی ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی اجاڑی ہوگی جو صاحب نصاب پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ زکوٰۃ ادا کرنا والے سے کتاہوں کی گندگی کو پاک کر دیتا ہے اور زکوٰۃ زکوٰۃ ادا کرنے والے میں جو روحانیہ آرتی ہے جبرئیل کو دور کرتی ہے۔ اس میں غریبوں کی اعانت ہے اور گروہوں کو قوی کرتا ہے۔ نیز زکوٰۃ دینے سے مال میں برکت ہوتی ہے اور باقی ماند مال محفوظ ہو جاتا ہے۔

یہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی مہینہ کی کوئی تخصیص نہیں ہے بلکہ سال پورا ہونے پر جلد سے جلد ادا کر دینی چاہئے، مگر ادا کرنے سے پہلے



بڑا دیر یا گھٹا سائبہ بنا دیا جائے گا و سائبہ اس کی گروں میں لپٹ جائے گا پھر اس کے دلوں جڑے نوپے لگائے گا میں ہی تیر مال ہوں، میں ہی تیر اغزانہ ہوں۔  
اور زکوٰۃ دینے والا دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ کی امت کا سائق بناتا ہے۔

لما فی بذل المسجود (۱/۳): اختلف فی اول فرض الزکوٰۃ فلذهب الاکثر الی انه وقع بعد الهجرة فقیل کان فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان.

لما فی الطحطاوی علی مرقی الفلاح (ص ۱۳۷): فرضت فی السنة الثانیة من الهجرة کالصوم قبل فرضه۔ وہی طہرۃ لصاحبها من الذنوب قال اللہ تعالیٰ اخذ من اموالہم صدقة تطہرہم و تزکیہم بها) ولہا معان اخروہی البرکۃ یقال زکات النطقۃ اذا بورک فیہا، والمدح۔ وقال الاجیوری قبل ورد ان علی مانع الزکوٰۃ سبعین لعنة۔ ورد فی الحدیث الحسن انه یزل من السماء کل یوم وليلة التان وسبعون لعنة منها احدی سبعون علی مانع الزکوٰۃ وواحدة علی اليهود.

وفی الدر المختار (۲/۲۵۶): کتاب الزکوٰۃ قرینا بالصلوٰۃ فی الثن وثمانین موضعاً فی التزیل دلیل علی کمال الاتصال بینہما فرضت فی السنة الثانیة قبل فرض رمضان.

وفی الفقہ الاسلامی (۲/۳۳۷): الزکوٰۃ رکن من ارکان الاسلام الخمسة وفرض من فروض وفرضت فی المبدیۃ فی الشوال السنة الثانیة من الهجرة بعد فرض رمضان وزکاة الفطر۔

وفیہ ایضاً (ص ۳۳۷): لمانع الزکوٰۃ عقاب فی الاخرۃ وعقاب فی الدنیا اما عقاب الاخرۃ فہو العذاب الالیم لقولہ تعالیٰ والذین یکنزون الذهب والفضۃ۔ فشرہم بعذاب الیم۔ ولقولہ علیہ السلام من اتاہ اللہ مالا فلم یؤد زکاتہ مثل لہ شجاعاً اقرع لہ ریباناً یطوفہ یوم القیامۃ یاخذ بلیز منہ یعنی شدقہ ثم یقول انا مالک انا کثرک۔۔۔ وفی روایۃ مامن صاحب ذهب ولا فضۃ لا یؤدی منها حقہا ای زکاتہا الا اذا کان یوم القیامۃ صلیحت صفائح من نار فاحمی علیہا فی نار جہنم فیکوی بہا جبہ وجنبہ وظہرہ کلما ردت اعیذت لہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ حتی یقتضی بین العباد فیہی سبلہ اما الی الجنة واما الی النار واما العقاب الدنیوی للقرۃ بسبب التقصیر والاهمال فہو اخذہا منہ والتعزیر والتعریب المالی واخذ الحاکم شطیر المال فیہا عنہ۔

(۳) زکوٰۃ کے لغوی، اصطلاحی معنی، زکوٰۃ کے منکر اور تارک کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زکوٰۃ کے لغوی اور اصطلاحی معانی کیا ہیں، زکوٰۃ کی

فرضیت گب ہوئی، زکوٰۃ کا منکر اور زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا کا فرض ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی پاکیزگی اور زیادتی کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ مالی مخصوص یا مخصوصہ کا نام ہے۔ اور مالک بنائے کا نام ہے اللہ کی رضا کیلئے۔ اور اکثر حضرات کے نزدیک زکوٰۃ کی فرضیت سنہ ۲ ہجری میں ہوئی اور زکوٰۃ کا منکر کا فرض ہے۔ اور ہر گناہ گار ہے۔

لسامی الشامیہ (۲/۳۵۶)؛ وشرعاً (۱) وتعلیك جزء مال عنه الشارع من مسلم فقير غير هاشمی ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملک من کل وجه لله تعالیٰ.

وفي الدر المختار (۲/۴۵۶)۔ وفرغت فی السنة الثانیة قبل فوج رمضان.

وفي الفقه الاسلامی وادلته (۳/۱۹۴)؛ واجمع المسلمون فی جمیع الاعصار علی وجوب الزکاة، وانفق الصحابة رضی الله عنهم علی قتال مانعها، فمن انکر فرضیتها کفر واراد ان کان مسلماً ناسئاً بیلاد الاسلام بین اهل العلم وتجری علیہ احکام المرتدین وبسبب لئلا، فان تاب والاقبل ومن أسکر وجوبها جهلاً به اما لحدثة عهده بالاسلام، أو لآله نشأ بادية نائیة عن الأمصار، عرف وجوبها ولا یحکم بکفره، لانه معذور.

وفي الفقه الاسلامی وادلته (۳/۴۹۳ تا ۴۹۴)؛ لمانع الزکاة عقاب فی الآخرة وعقاب فی الدنیا، اما عقاب الآخرة فهو العذاب الالیم للوله تعالیٰ (وَالَّذِينَ یُکْفِرُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا یُغْنَوْنَهَا فِی سَبیلِ اللَّهِ فَسَخَّ اللَّهُ سَعْدَتَهُمْ لِمِمْ بَرِّهَ یُخْصِیْ عَلَیْهَا فِی نَارِ جَهَنَّمَ فِتْکَیْ بِهَا جَانِبُهَا وَخَوْنُهَا وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَرِهَ اللَّهُ لَمْ یَلْغُکُمْ فَرَوْقُوا مَا كُنْتُمْ تُکْفِرُونَ) — وأما العقاب الدنیوی للفرق بسبب التقصیر والإهمال فهو أخذها منه والتعزیر والتعزیم المالی وأخذ الحاكم شطر المال فهو أخذ، قال رسول الله ﷺ من أعطاهَا ای الزکاة مؤتجر أفلح أجرها، ومن معيا لها أخذوها وشطر إبله عزمة من عزمات ربنا تبارک وتعالیٰ، لا یحل لآل محمد منها شیء — فان کان مانع الزکاة حاحداً لو جوبها فقد کفر — وان منعها جهلاً بوجوبها أو بخلها بها لم یکفر.

## (۴) فرضیت زکوٰۃ کیلئے نصاب اور حوالان حول کی شرائط

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان و نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں دینے والا کمال کا مالک ہوں، اس سال اتفاقاً دس گھر آیا ہوا تھا، دشمن کی تیاری کیلئے دور گرد رہا تو پانچ ایک مسئلہ بن میں آیا لیکن جواب مجھے سمجھ نہ آیا تو آفتاب کی خدمت میں پیش کردہ ہوں سوال یہ تھا کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ ہے کہ اقْبِلُوا الصَّلٰوةَ وَآتُوا الزَّكٰوةَ اب قرآن نے تو مطلق کہا ہے کہ زکوٰۃ



۱۰۔ لیکن ہم نے کتابوں میں زکوٰۃ کے مسائل کے بیان میں یہ حاشیہ کر دیا کہ زکوٰۃ کی فرضیت کی شرائط میں سے ایک شرط اس کا نصاب کا ہونا اور دوسری شرط اس پر حوالان مول کا ہونا ہے تو یہ شرائط جو زکوٰۃ سے متعلق کتابوں میں لکھی ہیں یہ زیادتی علی کتاب اللہ میں داخل نہیں ہیں۔ نیز نصاب اور حوالان مول کی شرائط کس نص سے ثابت ہیں۔ براہ کرم مفصل بحوال جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامد اوصلیا۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کے متعلق قرآن مجید میں مطلق حکم فرمایا ہے لیکن اس پر نصاب اور حوالان مول کی شرائط کا اضافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی متعدد امارت میں موجود ہے جو کہ خبر مشہور ہیں۔ اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت کیلئے ان دونوں شرائط کے پائے جانے پر اجماع بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع بمنزل خبر متواتر کے ہوتا ہے اور اجماع فقہاء، عظام خبر مشہور کے حکم میں ہے۔ اور خبر متواتر اور مشہور سے کتاب اللہ پر زیادتی جائز ہے، بہر حال فرضیت زکوٰۃ کیلئے نصاب اور حوالان مول کی شرائط حدیث مشہور کی بنا پر لگائی گئی ہیں۔

لصافی الصحیح للبحاری (۱/۱۸۸، ۱۸۹): حدثنا اسحق بن یزید قال أخبرنا شعب بن اسحق قال أما الأوزاعي قال أخبرني يحيى بن أبي كثير أن عمرو بن يحيى بن عمارة أخبره عن أبيه يحيى بن عمارة بن أبي الحسن أنه سمع أبا سعيد يقول قال النسي عليه السلام ليس فيما دون خمس أواق صدقة ولا فيما دون خمس ذود صدقة وليس فيما دون خمسة أوسق صدقة.

وفی عمدة القاری (۸/۲۵۹): ((ليس فيما دون خمسة أواق صدقة)) وفيه بيان لنصاب الفضة وهو خمسة أواق وهي مائتا درهم لأن كل أوقية أربعون درهما وحدد الشرع نصاب كل جنس بما يحتمل الموازنة فنصاب الفضة خمس أواق وهو مائتا درهم بنص الحديث والاجماع وأما الذهب فعشرون مثقالاً، والمعول فيه على الاجماع.

وفی الهدایة (۱/۲۰۰): الزکوٰۃ واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصاباً ملكاً تاماً وحال عليه الحول. أما الوجوب فللقوله تعالى وأتوا الزكاة ولقوله عليه السلام إذا زكوة أمرکم وعليه اجماع الامة والمراد بالواجب القرض لانه لا شبهة فيه ولا بدم ملك مقدار النصاب لانه عليه السلام قدر السبب به ولا بد من الحول لانه لا بد من مدة يتحقق فيها النماء، ولقدرها الشرع بالحول لقوله عليه السلام لا زکوٰۃ فی مال حتی يحول عليه الحول ولانه الممكن به من الاستثناء لاستثاله على الفصول المختلفة والغالب تفاوت الاسعار فيها فادبر الحكم عليه.

وفی نور الانوار (ص ۲۴۲): ثم هو على مراتب (ای الاجماع)۔ فالأقوى اجماع الصحابة نصاً مثل أن يقولوا جميعاً اجمعنا على كذا، فإنه مثل الآية والخبر المتواتر۔ ثم اجماع من بعدهم (ای بعد الصحابة من اهل كل عصر) على حكم لم يظهر فيه خلاف من سبقهم من الصحابة فهو بمنزلة الخبر

السبحر بعد الغناء في البحر

(۵) زکوٰۃ کا نصاب

سوال کیا طور سے ہیں مفتیوں کا وہاں مسند میں ان کے زیر نفی جو عورت سے شغف رکھنے والے ہوں، تبلیغی جمعہ عمت میں ان کا کیا ہے؟  
 ہیں اور۔ کب رشتہ دار ہیں جو اکثر کچھ سے معاملہ چھپے رہتے ہیں، اگر مجھے یقین معلوم ہوتے ہیں تو کس چار کا بلا کر ایک دن ان کو  
 نے مجھ سے زکوٰۃ کے حقائق پر جو سوال کیے تھے ان کے بارے میں مجھے کبھی غور پر غور نہیں تھا تو میں نے چاہا کہ اس کی تہہ بہ تہہ میں آپ  
 — جو یہ کہان کو ان کا اور معاملہ ہیں

اور اس لئے اسی طرح ازان کا بھی یہ تو اسباب چاہئے؟

لہذا یہ عابد و صلیما (خود کا شریک نہ ہے۔ ہمارے ساتھ توڑ سوتا (۲۷۹ء کے احرام) اور ہمارے باطن کو اس عابد کی (۱۶۲۵ء) ہے وہ پائنی کے لہاب ہے۔ تہا رکت کو ۴ درجہ ضروری ہے کیونکہ سونے چاندی کی قیمت میں تفاوت ہوتا ہے۔  
نہ۔ ہر روز ۴۰۰۰ دینی ہو سکی اور انھیں اقل لہاب ہر دینی کا تے نگو سونے کے لہاب کو معیار بنا کر کو ۱۰۰ ڈالر جائز نہیں ہے۔

[illegible]

سماهي التنوير حاشية ٢٠٣-١. ولما كان بالتقويم بكل واحد منهما ما يفي نصاباً يفي بهما نافع للشرع،  
من حيث المرواجع ومن كان في التوجيه، بخير المالك وفي شرح انطحاوي، فأما في بلادهم و  
غيره وخصوصاً في حاشية كل حال، يمدد بهم لأن لقد عندنا هو الذي هم.

وفي الثانية (٢٩٥٠٢) تراخى كتحصيرة بالاهنة على المذهب وهي ثلاثمائة وأربع وثمانون  
وعشر وثلثمائة وخمسة بالايه وهي اربعة مائة وعشرون واليه اعلم بالصواب

(۶) سہاڑھے سات تو اے سونا اور ساڑھے باون تو لہ چاندنی کا نصاب کیسے بنا؟

[illegible]





یہ مفتی صاحب ایک الجھن میں آج کل ہمارے معاشرے میں الگ الگ مسلک ہیں، اہل سنت، اہل تشیع، اہل مہدویت وغیرہ وغیرہ۔ تو مفتی صاحب ایک اہل سنت کی لڑکی کی شادی اہل تشیع میں ہو سکتی ہے یا نہیں اور اگر کچھ حالات میں ہو جائے تو کیا نکاح ہو جائے گا یا نہیں اور آخرت میں اس کی پکڑ ہے یا نہیں؟ اس لڑکی کیلئے کیا حکم ہے اگر اس کا شوہر اپنے مسلک پر نہ چلتا ہو۔ مجھے اس کا جواب ضرور دیجئے گا۔ آپ کی عین توازش ہوگی۔

الجواب حامداً واصلحاً۔۔۔ (۱)۔۔۔ سونے کا نصاب بالا اتفاق 20 مثقال ہے جو تولے کے حساب سے ساڑھے سات (7.5) تولہ بنتا ہے اور گرام کے حساب سے 87.48 گرام بنتا ہے، لہذا اگر آپ کے پاس صرف سونا ہے (اگرچہ زیور کی شکل میں کیوں نہ ہو) اس کے علاوہ نقدی یا مملوکہ زائد از ضرورت سامان نہیں ہے تو اگر اس سونے کی مقدار 87.48 گرام کو پہنچتی ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر 87.48 گرام کی مقدار کو نہیں پہنچتی لیکن نقدی رقم یا کوئی مملوکہ زائد از ضرورت سامان بھی موجود ہے تو اگر دونوں کی مشترکہ قیمت ساڑھے یا دن (52.5) تولہ چاندی یا 612.36 گرام چاندی کی قیمت کے برابر یا زائد ہو جائے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جو ساڑھے یا دن (52.5) تولہ چاندی کے حساب سے نکالی جائے گی۔

(۲)۔۔۔ زکوٰۃ یکمشت ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ادا کرنا بھی جائز ہے البتہ یکمشت ادا کرنا بہتر ہے۔ اسی طرح رمضان (۳)۔۔۔ سنی لڑکی کا نکاح شیعہ لڑکے کے ساتھ جائز نہیں، جس سنی لڑکی کا نکاح ہوا ہے اس نکاح کو ختم کر دیا جائے، ورنہ ساری زندگی زنا ہو رہے گا۔

لصاحبی تقریرات الرافعی (۱۸۳/۳): (ماخوذ من الفتح حيث قال واما المعتزلة النج) وجعل الرافعي في حاشية المنح المعتزلي والرافعي بمنزلة اهل الكتاب حيث قال قوله وصح نكاح كتابية اقول يدخل في هذا الرافضة بانواعها والمعتزلة فلا يجوز ان تزوج المسلمة السنية من الرافضي لانها مسلمة وهو كافر، فدخل تحت قولهم لا يصح تزوج مسلمة بكافر، وقال الرافضي لا تصح المصاحبة بين اهل السنة والاعتزال فالرافضة مثلهم او اقيح، والرافعي جعلهم من قبيل اهل الكتاب فيجوز نكاح نساءهم ولا يزوجون ولعله اعدل الاقوال لانه لا يشك في كفر الرافضة وفي الدر المختار (۲۹۵/۳): (نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتان درهم)

وفي الشامية تحته: (قوله عشرون مثقالاً) فما دون ذلك لا زكوة فيه ولو كان نقصاً يسيراً يدخل بين الوزنين لانه وقع الشك في كمال النصاب فلا يحكم بكماله مع الشك.

## (۸) زکوٰۃ کے معاملے میں سائزھے ہاون تولہ چاندی کے نصاب مقرر کرنے میں حکمت

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ نقد کی کتابوں میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس مثلاً سائزھے چاندی سوچہ ہو اور اس کے پاس مثلاً نقدی سو یا چاندی ہو تو ان دونوں کو گھاس کر اس کی قیمت سائزھے ہاون تولہ یا نقدی نہ کی جائے تو اس پر زکوٰۃ لازم ہوگی تو پوچھنا یہ ہے کہ فقہاء نے سائزھے ہاون تولہ چاندی تک پہنچنے کی قید کیوں رکھی ہے یہ بھی قید نہیں تھے کہ ان دونوں کو گھاس کر سائزھے ہاون تولہ سے لے کر قیمت چلی جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے تو فقہاء نے اس کی ضرورت میں چاندی کا اعتبار کیوں کیا ہے سوئے کا اعتبار کیوں نہیں کیا؟ مثلاً بخش جواب مرحوم فرما کر شریعہ کا موقع دیں۔ بعد وہ یہ مدح و تحکد ہو گا۔

الجواب حامد و معلیٰ قریب و صریح میں ہر شخص کا خاص خیال رکھا گیا ہے چاہے وہ اسی ہو یا غریب۔ ہذا زکوٰۃ کے معاملے میں جو چاندی کا نصاب شریعت نے مقرر فرمایا ہے اس میں غریب لوگوں کا خیال رکھا گیا ہے کیونکہ سونے کے نصاب کی نسبت چاندی کا نصاب طبعی طور پر اونچا جاتا ہے۔ جس سے غریب سائزھیں تو زیادہ ناکام و بے چارے۔

المعاشی الفتاویٰ القادر خاویہ (۲/۲۷۷): ولو کان بالتقویم بکل واحد منهما مبلغ نصابا یقوم بما هو المعنی الفقہاء الخ۔

وحی الہدیہ (۱/۱۷۹): ولو صمد احد النصابین الی الآخر حتی یودی کلمۃ من الذہب او من الفضة لا بأس به لکن یحب ان یکون لتقویم بما هو النفع للفقراء فقدر او رواجاً والا فلیودی من کل واحد ربع عشرۃ الخ۔

وحی السور المستخار (۲/۲۷۷): لیانہم بتاخرہا بلا عذر۔ لان الامر بالصراف الی الفقیر مع قربۃ الفقیر و فی امہ لدفع حاجتہ و فی معجلۃ الخ۔

## (۹) اموال زکوٰۃ کی قسمیں اور ان کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی جس کے ذمہ سونے ایکہ مسجد میں جمع کی جائے تو پھر بھی زکوٰۃ اس صاحب نماز پر جاری ہے جسے وہ دیا اور ایسا بیان فرماتے ہیں انہوں نے آخر میں ایک مسئلہ ذکر کیا جو کہ میری کچھ قسمیں آید و زکوٰۃ کا مسئلہ انہوں نے فرمایا کہ مال کی دو قسمیں ہیں اول ظاہرہ اور اس مال کا بعد پھر انہوں نے کچھ اور اضافت بھی کی وہ یہ آپ۔ معصوم یہ نہ ہے کہ اموال ظاہرہ اور بعد اسے جتنے ہیں انہوں نے ان دونوں میں زکوٰۃ ہوتی ہے یا ان میں سے ایک میں؟ نیز ان کے مال و بھی مال کی قسمیں ہیں یا نہیں؟ اور اگر مال و بعد اس میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامد و معلیٰ صورت مسئلہ میں مال صاحب کی بات درست ہے کہ مال کی دو قسمیں ہیں

اموال ظاہرہ و اموال باطنہ

اموال ظاہرہ :- ہر وہ مال جس کو چھپانا چاہیے تو چھپا نہیں سکتا۔ مثلاً پالتو مویشی وغیرہ۔

اموال باطنہ :- ہر وہ مال جس کو آدمی چھپانا چاہیے تو چھپا سکتا ہے۔ مثلاً سونا، چاندی وغیرہ۔

بہذا صاحب نصاب فقہی پر جب زکوٰۃ واجب ہونے کی تمام شرائط پائی جائیں تو اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ دونوں کی زکوٰۃ اگر لازم ہوتی ہے۔ نیز ان کے علاوہ جو مال ہے وہ بھی انہیں (مذکورہ) دو قسموں میں منقسم ہیں۔

لما فی الفقہ الاسلامی وادلہ (۳/۱۸۱) : تجب الزکاة فی انواع خمسة من المال وهی : الثروة، والمعادن والبرکاز، وعروض التجارة والزروع والثمار، والاعنام وهی الابل والفر والغنم، وواجب ابو حنیفة خلافا لصاحبه الزکاة فی الحبل والمفتی به هو ابیہما۔

وفی الشامیہ (۲/۳۱۰) : قوله الظاهرة والباطنة فان مال الزکاة لو كان : ظاهراً، وهو الموالی وما یسمر به التاجر علی العاشر، وباطناً، وهو الذهب والفضة، واموال التجارة فی مواضعها بحر ومراده هنا بالباطنة ما عدا الموالی بقرينة قوله المازین باموالهم والافالکل مامر به العاشر فهو من نوع الظاهر، وسمها باطنة باعتبار ما كان قبل المرور اما الباطنة التي فی بینه لو اخبر بها العاشر فلا یأخذ منها كما صرح به فی البحر — و اشار بهذا التعليم الی رد ما فی العناية وغيرها من الموالی هنا الاموال الباطنة لان الظاهرة : وهی السوائم لا یحتاج العاشر فیها الی مرور صاحب فانه یأخذ عشرها وان لم یمر صاحب المال علیه فانه كما فی النہر منی عن عدم التفرقة بین العاشر والساعی — الخ

وفی الدر المختار (۴/۲۶۶) : ولا فی مال مفقود وجده بعد سنین وساقط فی بحر استخرجه بعدها ومغضوب لا ینبذ علیه فلو له ینبذ تجب لما مضی الافی غضب السائمة فلا تجب وان كان الغاصب مقراً ومصدون بیریة نسی مکانہ ثم تذکرہ — ودين كان جحدہ المدبرون سنین ولا ینبذ له علیه ثم صارت له بان اقر بعدها عند قوم (وقبدها فی مصرف الحانیة بما اذا حلف علیه عند القاضی اما قبله فنسحب لما مضی وما اخذ مصادرة ای ظلمنا ثم وصل الیه بعد سنین لعد النمو والاصل فیہ حدیث علی لا زکاة فی مال الضمار وهو ما لا یمکن الانتفاع به مع بقاء الملک۔

## (۱۰) حکومت کن اموال کی زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے؟

سوال :- کیا فرماتے ہیں علمائے گرام و مفتیان مقام ان مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ اموال کی دو قسمیں ہیں ظاہرہ و باطنہ۔ اور پہلے زمانے میں حکام غزوہ کو کو کی وصولی کرتے تھے۔ لیکن یہ بات میرے صحیح طرح سمجھ میں نہ آ سکی تھی آپ بتائیں





و فی الاستیفاء والنظر (ص ۲۴)۔ و اما الزکوٰۃ فلا یصح اداءها الالبالیہ، و علی هذا فمما ذکرہ الاستیفاء ان من امتنع عن اذلتها اخذها الامام کرہا و وضعها فی محلہا و تجریہ لان الامام ولایۃ جہدہا لتمام اخذہ مقام دفع المالک باختیار دفعہ صعب

و علی الشیخ (۳۱۰۲) (قولہ الطاهر و الباطن) فان مال الزکوٰۃ برعان طاهر و هو الموائی و ما یربہ التاجر علی العاشر و باطن و هو الذهب و الفضة و اموال التجارۃ فی مواضعہا بحر۔ و مرادہ هنا ما یطابق ما عند الموائی بقویۃ قولہ المائین باموالہم و لا لکل مائین علی العاشر لہو من نوع لظاهر و سماھا باطن باعتبار ما کان قبل المرور و اما الباطن الی فی بتہ لہو اخبر بہا العاشر فلا یأخذ منها کما صرح بہ فی البحر

و علی العقد الاملاصیہ و ادلہ (۱۴۳۳)۔ فان کان مال الزکوٰۃ خصا و باطنا و هو الذهب و الفضة و اموال التجارۃ فی مواضعہا بحر للمالک ان یرفعھا مائا و ان یدفعھا الی الامام لان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانہ و یبعہ فی ذلک ابو بکر و عمر۔ نہ طالب بها عثمان لمدۃ و لما تکررت اموال الناس و رآی ان فی تصعبہا بحر جاعلی الامۃ فوض الاداء الی زبائہا و ان کان مال الزکوٰۃ ظاہرا و هو الموائی و الزروع و الثمار و المال الفی یربہ التاجر علی العاشر فیجب عند الجمهور منہما الحفیظ و العائکہ دفعھا الی الامام

## (۱۱) سونے اور چاندی کا مفتی یہ نصاب اور اس کی تحقیق

حوالہ کیا فرماتے ہیں مجاہد کرام و مفتیان مقام میں مسئلہ کے بارے میں کہ بناء علی قولہ میں چاندی کا نصاب ساڑھے پانچ تولہ (۱۰۵۲.۵) اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (۵۰۰) دانہ ہے یہی معتمد مفتی محمد شفیع صاحب نے اور ان شریعہ میں بیان فرمایا ہے کہ نقد قوی کی کتاب میں نصاب مختلف بیان فرمایا ہے مثلاً اداء الفداء فی میں چاندی کا نصاب ۵۰۰ تولہ اور سونے کا نصاب ۵۰ تولہ کہیت مفتی میں چاندی کا نصاب ۵۰۰ تولہ ہے، اور حسن الفتاویٰ کے مطابق چاندی کا نصاب ۵۰۰ تولہ اور سونے کا نصاب ۵۰ تولہ ہے۔ اب معلوم یہ کہ نقد قوی میں نصاب پر ہے اور اس کی جہت ترجیح نیا ہے اور یہ نصاب کس طرح بنتے گا۔

الجواب جامعاً و مفصلاً: فقہاء و ائمہ کی تصریحات کے مطابق ایک قیران ۵۰۰ کا ہوتا ہے اور چونکہ جو ہر قیران دو وقت کا مختلف ہوتا ہے اس لئے جس نصاب سے جس قدر کا وزن یا مختلف آیا اس سے بڑھ کر یہ کہ تراویک میں مختلف دیا جاتا ہے اس لئے وزن کا مختلف آتا ہے جس بات سے جب ائمہ و علما میں وزن مختلف ہوگا تو نصاب ذکر ۲۰۰ اور ۴۰۰ یا ۵۰۰ میں بھی فرق آئے گا اس کا اختلاف وزن کی وجہ سے طوا و سنے بیان کردہ قول نے اعتبار سے نصاب زکوٰۃ میں فرق پایا جاتا ہے۔



له فضة معدة فلا زكاة فيها حتى تبلغ مائتي درهم ووزن سبعة فادابا بلغت ففيها خمسة دراهم  
فأما إذا كان له ذهب مفر دلا شئ فيه حتى يبلغ عشرين مثقالاً فأذا بلغ عشرين مثقالاً ففيه نصف  
مثقاله

وفي العالمگیری (۱۶۸۶). يجب لمی کل مائتی درهم خمسة دراهم وفي کل عشرين مثقال ذهب  
نصف مثقال مضروباً كان أو لم يكن مصرعاً أو غير معصوغ حلياً كان للرجل أو للنساء لبراً كان أو  
سبكاً

وفي الدر المختار (۲۹۵/۲). (نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم كل عشرة) دراهم  
روزن سبعة مثاقيل، والدينار عشرون قرطاً والدرهم أربعة عشر فيلماً والقرط خمس شعيرات

ہو، چاندی، نقری، مال تجارت، استعملی اشیاء، وغیرہ سے متعلق مسائل زکوٰۃ کا بیان ہے۔

## (۱۲) لڑکیوں کی شادی کیلئے رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ کا حکم

سوال : یہ فہمے میں ملا، دین اس مسئلے پر۔ میں کہ میں نے لڑکیوں کی شادی کیلئے زیورات بنا کر رکھے ہوئے ہیں ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ کسی کا زیور نہ بپ کوئی بچی، یا نیاں زیورات پر زکوٰۃ ہونی یا نہیں، بلکہ میرے پاس نقد رقم موجود نہیں ہے۔  
الجواب : عاصی ص ۱۰۷۔ صورت مسئلہ : میں زیورات چاہتا ہوں آپ نے بتائیوں، ابھی تک نہیں دیے۔ لہذا وہ ابھی تک آپ کی ملکیت میں ہیں۔ اگر وہ زیورات آپ نے نقد رقم پر خریدی ہیں تو ان کی آپ پر زکوٰۃ ہے۔

المال المہتمم ۱۰۱۔ ۱۔ نعت فی کل مہنی درہم حصۃ درہم ولی کل عسریں مثقال دھب مصم  
مثقال مصرونا کان اولہ بکر مصرا وغیر مصروخ حلبا کان لفر جائی او للسما تیرا کان او سبیکہ کذا  
فی الحلاصۃ و یعتبر فیہما ان یکون المودى قدر الواجب و زیادہ لا یعتبر فیہ القیمۃ عبد ابی حنیفہ  
ولی الذکر المختار (۲۵۲، ۲۵۱، ۲۵۰) و مصاب الذهب عشرون مثقالا و الفضة مائتا درہم کل  
غشیۃ، درہم، وزن سعة منافع: و اندباز عشرون قیراطا و الدرہم اربعۃ عشر قیراطا و النقرۃ  
حسب شعیرۃ لیکن الدرہم النقرۃ سبعین شعیرۃ و المثلقال مائتا شعیرۃ و درہم و ثلاث اساع  
درہم او مئینتر و درہما اداء و حوبہ و لا یعتبر فیہما

ولی المتابعیۃ بعینہ و قولہ و یعتبر و درہما اداء، ایمی من حیث الاداء یعنی باعتبار ان یکون المودى قدر  
المواجب و زما عند الامام۔ انی لہ زر حوبا من حیث الوجوب یعنی باعتبار فی الوجوب ان۔۔  
و درہما صفا

## (۱۳) عورت کو شوہر کی طرف سے ملنے والے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال : یہاں فرماتے ہیں متعلقان علیہم ان سند میں کہ عورت کو جو زیورات شادی کے موقع پر دیے جاتے ہیں ان پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟  
دینے میں اور بعض شوہر کی طرف سے دیتے ہیں تو ان زیورات کی زکوٰۃ کون اور کس کا شوہر اور کس کا بیوی نے دیا ہے؟  
الجواب : عاصی ص ۱۰۷۔ شادی کے موقع پر عورت کو جو زیورات ملے ہیں چاہے شوہر کی طرف سے ہوں یا بیوی کی طرف سے ہوں،  
معلوم نہیں کہ عورت کی ملکیت سمجھ جاتا ہے، لہذا اگر نقد رقم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو عورت کے ذمہ زکوٰۃ ہے۔

واجب ہے۔ البتہ اگر بیوی کی طرف سے شوہر ادا کرنا چاہے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

لما فی الهندیہ (۱/۳۷۷): لو جہز ابنہ وسلمہ البہا لیس لہ فی الاستحسان اسر دادہ منہا وعلیہ الفتویٰ۔ واذما بعث الزوج الی اہل زوجتہ اشیاء عند زفافہا منہا دیباہ فلما زفت الیہ اراہ ان یسترد من المرأة الذباہ لیس لہ ذلک اذا بعث البہا علی جہۃ التملیک۔

وفی الشامیہ (۲/۳۳۸): قلت: وسالت عن المرأة هل تصبر غنیۃ بالجهیز الذی ترف بہ الی بیت زوجها؟ والذی یظہر مسمار ان ما کان من اثاث المنزل ولباب البدن وأونی الاستعمال مبالا بذل أمثالہا منہ فیہ من الحاجة الاصلیۃ وما زاد علی ذلک من الحلی والأونی والامتعة التی یلصق بہا الزینہ اذا بلغ نصابا تصبر بہ غنیۃ لم رأیت فی الثنائین خانیۃ فی باب صدقة الفطر: سنل الحسن بن علی عن لہا جواهر ولآلی تلبسہا فی الاعیاد وتنزین بہا للزوج ولست للتحارة هل علیہا صدقة الفطر؟ قال: نعم اذا بلغت نصابا۔

وفی الدر المختار (۳/۱۵۵): (جہز ابنہ بجهیز وسلمہا ذلک لیس لہ الاسترداد منہا ولا لورثتہ بعدہ ان سلمہا ذلک فی صحۃ) بل تخص بہ (وبہ یفتی)۔

### (۱۴) زکوٰۃ خالص سونے پر ہے یا پناوٹ کے بعد جو وزن ہے اس پر

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی 23 اگست 1998ء میں ہوئی ہے اور اسلامی سال ۱۴۱۹ھ رجب الثانی ۱۹۹۸ء میں ہوئی میرا ایک سال مکمل ہوتے ہی میں نے رمضان کے مہینے میں زکوٰۃ دینا شروع کر دی اور الحمد للہ زکوٰۃ دینا آ رہا ہوں لیکن اس سال میں اوجار کا مقروض ہوں اور میرے پاس رقم بھی نہیں ہے تو اس سال میں نے رمضان میں زکوٰۃ صرف ہزار روپے دی ہے۔ پوچھتا ہوں کہ اس رمضان میں میرا زکوٰۃ دینا ضروری ہے یا میں پیسے آنے پر زکوٰۃ ادا کروں بلکہ سال میرا رجب الثانی ۱۴۱۹ھ میں ہو جاتا ہے۔ زیورات تو بیگم کے ہیں لہذا زکوٰۃ میں ادا کرتا تھا۔

(۲)۔ سونے کا جو چار وزن ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ نکالی جاتی ہے یا پھر سونے کا جو یعنی خاص سوٹا ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ دی جاتی ہے؟  
الجواب عام واصلیاً۔ (۱)۔ بیگم کے زیورات کی زکوٰۃ آپ پر لازم نہیں لیکن آپ ان کی اجازت سے ادا کرتے رہے ہیں تو ادا نہ ہو گئی، اب زیورات کے علاوہ مال نہ ہونے کی صورت میں بھی سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہے (بشرطیکہ وہ نصاب زکوٰۃ کے بقدر ہوں) اس کی ادائیگی کیلئے قرض لینا پڑے تو قرض لیں۔ بصورت دیگر کچھ زیور فروخت کر کے ادا کریں اگر اس طرح ادا نہیں کی تو ادا نہ ہو گئی تک زکوٰۃ بدستور واجب رہے گی۔ اور چاند نہ تاخیر پر گناہ بھی ہوگا۔

(۲)۔ سونے چاندی کے زیورات میں صرف سونے چاندی کے وزن کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے باقی بناوٹ (مونی وغیرہ) کا

ازن ایں میں شامل نہیں ہوگا۔

لشافى الهدية (۱/۹۷)۔ وكفا في حق الوجوب يعتبر ان يبلغ وزنها مائتا وخمسون وقيمتها مائتان لا تعب فيها الزكوة  
والاجماع حتى لو كان له اربعون فضة وزنها مائة وخمسون وقيمتها مائتان لا تعب فيها الزكوة  
وفي الشامية (۲/۱۹۴) قال العلامة الشافى عليه الرحمة: في البحر لو ادى زكاة غيره غير امره  
قطعه فاجار لم يجز لانها وجدت بعد اعلى المصدق لانها ملكه ولم يكن نائباً عن غيره فطغذت عنه  
اهـ لكن قد يقال تجزى عن الامر مطلقاً للقاء الاذن بالدفع قال في البحر ولو تصدق عنه بأمره جاز  
ويرجع بما دفع عند أبي يوسف

وفي الدر المختار (۱/۲۷۱، ۲۷۲) والفرق بينهما عمرى أبى على التراخي، وصححه المالكي وغيره  
وقيل لورده أبى واجب على الفور وعليه الفتوى كما في شرح الوهبانية لمائت بتاخيرها بلا عذر  
وفي الشامية نسخة (قوله بتاخير هذا الخ) ظاهره الا أنه بالناظر ولو لم يكن كونه أو يومين، لانهم فسروا  
الفور ما لم يولت الإمكان، وقد يقال الجواب ان لا يؤخر الى العام المقابل.

### (۱۵) دہن کو ہر یہ میں ملنے والے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال تم فرماتے ہیں ملائے تمام و متیان نظام ابی مسد کے بارے میں کہ اگر وہ لہا کے پائے دہن کو زیور دینے وقت یہ کیا  
دفعہ کیا کہ یہ گفتہ ہے جیہ ہے۔ اور یہ زیور صاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو سال گزارنے کے بعد دہن کو زکوٰۃ ادا کرنا ہوتا ہے یا  
نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ میں چونکہ زیورات دہن کی ملکیت میں ہیں اور وہ صاب کے برابر مگر ہیں لہذا اسال کے گزرنے پر  
دہن پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

لشافى الهدية (۳/۳۷۷) والفصح الذى يتعلق به تمام ائمة ونبوت حكمها القبح يادن المالك  
الادن نازة بنت نصار صريحا وتارة ثبت دلالة للعربح ان يقول البض اذا كان الموهوب حاضر  
عن المجلس ويقول اذهب وفضه اذا كان غائبا عن المجلس ثم اذا كان الموهوب حاضر قال له  
الموهوب اقبضه فقبضه فى المجلس او بعد الاقتراف عن المجلس صح قبضه وملكه فبما  
واستحسانا

وعلى الدر المختار (۱/۲۸۸، ۲۸۹) واللازم عندا (في مضروب كل) منهما وومعوله ولو تبرا  
او حليا مطلقا) صاح الاستعمال او لا ولو للتجميل والتعفة لانهما خفقا انسانا لم يريهما كيف كانا

وفی الشامیہ (۵/ ۱۹۶): (قوله وكذا زفاف البت) ای علی هذا التفصيل بان كان من اقرباء الزوج او المرأة او قال المهدی أهدبت للزوج او المرأة كما فی النادر خاتبة۔  
وفی الدر المنثور (۵/ ۷۰۴): (ولو وهب لمحرم بلا رحم كاخيه رضاعا) ولو ابن عمه (ولو لمحرم بالمصاهرة كأمهات النساء والزبائ وأخيه وهو عبد لا حسی او لعبد أخيه رجع ولو كانا ای العبد ومولاه (ذا رحم محرم من الواهب فلا رجوع فیها اتفاقا علی الاصح)۔

## (۱۶) عطر کے کاروبار میں زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں عطر کا کاروبار کرتا ہوں۔ لیکن مجھے پریشانی یہ ہے کہ میں اس کی زکوٰۃ کس طرح نکالوں کیونکہ اس میں ہر قسم کا عطر ہوتا ہے بعض مٹھے ہوتے ہیں اور بعض کی قیمت بہت کم ہوتی ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں آپ کے پاس تجارت کیلئے جو عطر ہے اگر اس کی مالیت بقدر نصاب ہو تو سال گزرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ ادا کرنا آپ پر واجب ہے اور اچھی زکوٰۃ کی دو صورتیں ممکن ہیں بہتر صورت یہ ہے کہ آپ ہر قسم کے عطری مارکیٹ ریٹ کے حساب سے قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کریں اور اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو پھر اتنا ذرے سے ہر قسم کے عطری کی قیمت لگا کر زکوٰۃ ادا کریں۔

لشافعی الہندیہ (۱/ ۱۷۹): وتضمن قيمة العروض الى الثمنين والذهب الى القصة قيمة كذا في الكنز الزكاة واجبة في عروض التجارة كائنة ما كانت اذا بلغت قيمتها نصابا من الورق والذهب كذا في الہدایة ويقوم بالمضروبة كذا في الثمنين وتعتبر القيمة عند حلول الحول بعد ان تكون قيمتها في ابتداء الحول مائتي درهم من الدراهم الغالب عليها القصة كذا في المضمرات۔

وفی الفقہ الاسلامی (۳/ ۱۸۷): يقوم التاجر العروض أو البضائع التجارية في آخر كل عام بحسب سعرها في وقت اخراج الزكاة لا بحسب سعر شرائها ويخرج الزكاة المطلوبة وتضم السلع التجارية بعضها الى بعض عند التقويم ولو اختلفت أجناسها ككتاب وجلود ومواد نمونة وتجب الزكاة بالاختلاف في قيمة العروض لا في عينها لان النصاب معتبر بالقيمة فكانت الزكاة منها وواجب التجارة هو ربع عشر القيمة كالنقد باتفاق العلماء قال ابن المنذر أجمع أهل العلم على ان في العروض التي يراذبها التجارة الزكاة اذا حال عليها الحول۔

## (۱۷) مہنگائی کی وجہ سے قیمت نصاب تک پہنچ جانے والے مال تجارت میں زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کچھ عرصہ پہلے میں نے شہر سے باہر ایک پلاٹ بغرض تجارت خریدا تھا اس

قیمت کی نسبت اسباب سے فرقی اب سب سے جہاں میں کے چار خرید، تھا پانی پانی، ہاتھ کی منہ دہی وچ کی ہے، اس کے اسباب سے پانی کی قیمتوں میں بہت ہی زیادہ، اسباب سے پانی کی قیمت بڑھ گئی ہے، اس نصاب سے کہیں زیادہ ہو جاتی ہے۔  
 اب اس کے بارے کی ابتدا اب بھی جو ہے، اس کے بارے سے یہ ہے یا بعد میں؟  
 الجواب: عائد اصلیا صورت مسئولہ میں ہے، پانی کی قیمت بڑھ گئی ہے تو اس کی ابتدا اس وقت سے ہے کہ پانی کی قیمت بڑھ گئی ہے۔

لما فی الخاتمة علی هامش الہدایہ (۲۵۲): لو اشترى ثوباً بمائة وسبعين درهماً وذلک فبسته ثم صار  
 سنوی مائتی درہم مضروہ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ يعتبر الحول من حين صار يساوی مائتی  
 درہم مضروہ

وفی الشامیہ (۲۹۲): وقوله سلك نصاب ولا زكاة في سوانه الوفاء والحيل المسببة لعدہ  
 التسلک ولا فیما اخره العزوہ لمرأهہ لایہم مشکوہ مالا حراز عینا خلافاً للشافعی بدائع ولا یبدا  
 ذون النصاب لأن حولان الحول عینی النصاب شرط لکونه سباً وهذا عطف للسب

وفی الملحقہ الدامیہ (۳۱۹): بعد الحول من يوم تم النصاب لأن اليوم الذي ملك فيه المسلم  
 مفداً أو عروصاً تحارط أقل من النصاب لفي المثال الذي ذكرته لا يبدأ الحول من يوم بدأ مجمع بل  
 يستدئ الحول من يوم تم عبده النصاب وتعتبر قيمة عروص النجاة في الزكاة يوم يحول عليها الحول

## (۱۸) جس مال تجارت کی قیمت بدلتی رہتی ہے اس میں زکوٰۃ کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں کہ اگر میں مسک میں سے کچھ لینے بھٹا تھا کہ زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی ہے جس نے پانی سے پانی دینے  
 از شہت تجارت مجھے پر الیہ دوست شب جو میں رہتی مجھ نے یہاں ایک مملوئی سب سے، وہ کہتے ہیں کہ بعد مجھے معلوم ہوا کہ  
 مال تجارت پر بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو میں نے اس وقت ارادہ کر لیا کہ میں بھی اپنے مال تجارت کی زکوٰۃ ادا کروں گا۔ لیکن یہ  
 ہے کہ یہ مال تجارت یہ ہے کہ جس کی قیمت بدلتی رہتی ہے، بلکہ بعض اوقات قیمت خرید سے بھی کم ہو جاتی ہے، اور مال تجارت اس کی  
 وہی صورت نہیں ہوتی، تو اس کی زکوٰۃ کیسے ہے یا صورت ہوگی؟

الجواب: عائد اصلیا صورت مسئولہ میں اس مال تجارت پر اس گزرنے کے بعد جب آپ اس کی زکوٰۃ ادا کریں گے تو اس کے  
 خدایت میں جو مال کی قیمت ہوگی اس کے نصاب سے آپ زکوٰۃ ادا کریں گے۔

لما فی الہدایہ (۲۹۹): انما کان ثوباً فبسته ثم صار سنوی مائتی درہم مضروہ قال محمد رحمہ اللہ تعالیٰ يعتبر الحول من حين صار يساوی مائتی  
 درہم مضروہ



الواجب احدهما ولهذا يحبر المصدق على قبوله وعندهما يوم الاداء.

وفى الدر المختار (۲/۲۸۶) : وتعتبر القيمة يوم الوجوب وقالوا يوم الاداء، وفى السوانم يوم الاداء

اجماعاً وهو الاصح ويقوم فى البلد الذى المال فيه ولو فى مغارة ففى اقرب الامصار اليه فتح

وفى شامية تحته (قوله وهو الاصح) أى كون المعبر فى السوانم يوم الاداء اجماعاً هو الاصح فانه

ذكر فى البدائع انه قيل ان المعبر عنده فيها يوم الوجوب وقيل يوم الاداء وفى المحيط يعتبر يوم

الاداء بالاجماع وهو الاصح فهو تصحيح للقول الثانى الموافق لقولهما، وعليه فاعتبار يوم الاداء

يكون متفقاً عليه عنده وعندهما.

### (۱۹) ہوائی جہاز، ریل گاڑی اور کوچر کے ٹکٹ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم نے سیر و تفریح کیلئے مری جانے کا پروگرام بنایا ہوا تھا چنانچہ میں نے اپنے لئے اور اپنے اہل خانہ کیلئے ہوائی جہاز کی چرٹکٹیں بک کر وہ ایس جیس کہ اچانک میرے والد صاحب کی طبیعت خراب ہو گئی جس کی وجہ سے سارا پروگرام ختم ہو گیا لیکن ہوائی جہاز کے ٹکٹ ہمارے پاس موجود تھے۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا ہوائی جہاز کے ٹکٹ پر جبکہ ان کی قیمت بقدر نصاب زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ اسی طرح ریل گاڑی اور کوچر کے ٹکٹ پر اگر ان کی قیمت بقدر نصاب زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ اشیاء جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ حاجت اصلیہ سے قاصر نہ ہوں۔ لہذا ہوائی جہاز، ریل گاڑی اور کوچر کے ٹکٹ پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی بشرطیکہ وہ ٹکٹیں تجارت کی غرض سے نہ ہوں۔ اس لئے کہ یہ حاجت اصلیہ میں سے ہے۔ اگرچہ اس کی مالیت مقدمہ از نصاب کے برابر ہو۔

لسما فی الصدیۃ (۱/۲۴۱) : منها فروع المال عن حاجته الاصلیۃ فلیس دور السکنی ولباب البدن

والثالث المنازل ودواب الרכوب وعبد الخدمة وسلاح الاستعمال زکاة

وفى الشامية (۲/۲۴۴) : (قوله فارغ عن حاجته الاصلیۃ) ... ما كان نصاباً من النقدين أو احدهما

فارغاً عن الصرف الى تلك الخواتم لكن كلام الهدایۃ مشعر بان المراد به نفس الخواتم فانه قال

ولیس فی دور السکنی ونصاب البدن والثالث المنازل ودواب الרכوب وعبد الخدمة وسلاح

الاستعمال زکاة لانها مشغولة بحاجته الاصلیۃ و لیس بنا میة اعتناء

### (۲۰) بیوپاری کو دیے ہوئے مال میں قیمت وصول کرنے سے پہلے زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے کچھ مال بیوپاری کے حوالہ کر دیا ہے لیکن اب



بالعمل

وفی الشامیہ (۴/۳۰۵) و ذکر فی المستقی: رجل له ثلاثمائة درهم ذین حال علیہ لثلاثه احوال  
 فقبض مائین فعند ابی حنیفہ یزکی للستة الاولى خمسة وللثانیة والثالثة اربعة اربعة من مائة ومائین  
 ولا شیء علیہ فی الفضل لانه دون الاربعین.

## (۲۲) مردوں کیلئے سونے کی انگٹھی پہننا اور اس پر زکوٰۃ کے وجوب کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گزشتہ بحث الحمد للہ میں چلے گا کہ روپے آ رہا ہوں، میں  
 پہلی مرتبہ اللہ کے راستے میں نکلتا تھا میری خوش قسمتی یہ تھی کہ بیماری و بعات میں دارالعلوم کراچی کے ایک فاضل بھی تھے، ماشاء اللہ بڑے  
 خوش اخلاق اور ذی علم انسان تھے، ان کے ساتھ وقت اچھا گزرا کافی باتیں کیں کھلیں، انہوں نے میرے ہاتھ میں سونے کی ایک انگٹھی  
 دیکھی تو مجھے کہا کہ حدیث میں مردوں کیلئے سونے وغیرہ کی چیز پہننا منع آیا ہے۔ پھر جب میں نے اسے اتار کر رکھ دیا تو انہوں نے پوچھا  
 کہ یہ آپ کے پاس کتنے عرصے سے ہے، میں نے کہا کہ دو سال سے، میری شادی کے موقع پر سسرال والوں نے دی ہے۔ انہوں نے  
 کہا کہ آپ کسی دارالافتاء سے فتویٰ بھی لے لیجئے گا کہ آیا اس پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟ لیکن مجھے اس وجہ سے تردد ہے کہ میں نے خود اپنے امام  
 صاحب سے نہ لیا۔ کہ استعمال کی چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔ اب آپ بتائیں کہ کیا واقعی ان مولوی صاحب کی بات درست ہے؟ اب  
 میں کیا کروں آپ میری تکمیل رہنمائی فرمادیں۔

الجواب عائد و مسلماً۔ (۱)۔ مردوں کیلئے سونے کی انگٹھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

(۲)۔ اگر صرف انگٹھی ہے تو انگٹھی چونکہ عام طور پر بقرہ رخصت نہیں ہوتی لہذا زکوٰۃ نہیں آئے گی لیکن اگر اس کے ساتھ اور مال بھی موجود  
 ہے اور ان سب کی قیمت ما کر ساڑھے پاون تولہ (۳۵، ۶۱۲ گرام) چاندی کی قیمت کے برابر ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور امام صاحب کا  
 کہنا کہ استمالی اشیاء میں زکوٰۃ نہیں دو سونہ چاندی کے علاوہ باقی اشیاء کے بارے میں ہے۔

لسلفی البخاری (۴/۸۷۱): عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ انه نہی عن خاتم الذهب الحدیث وعن  
 عبد اللہ ان رسول اللہ ﷺ اتخذ خاتماً من ذهب وجعل قصہ مصابلی کفہ فالتخذہ الناس فمری بہ  
 واتخذ خاتماً من ورق أو فضة، رواہ البخاری.

وفی البدر المختار مع الشامیہ (۴/۲۹۸، ۲۹۹) (نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائناذہم  
 الح) (فی مصروب کل منهما ومعولہ ولو تبرأ أو حلیاً مطلقاً مباح الاستعمال أولاً وللنحل و  
 السفقة لانیہما خلفا المانہ غیر کبہما کیف کان) (قولہ أولاً) کخاتم الذهب للرجال والاولی مطلقاً  
 ولو من فضة الح.

وفيها أيضاً ٣٠٣٢) وقد افترض المناجزة انضم إلى النصير (و رستم والده إلى الشقية) وعكسه بجامع النسب الخ) فإن في المناجزة تحت قوله وبضم الح. وفي الداع أيضاً أن ملاك من وجوب التمسك إذا لم يكن كل واحد منهما نصاباً بأن كان قفل ولكن يجب أن يكون الضمير بما هو واضح لفقراء الح

(۲۳) سونے کے لگائے ہوئے دانتوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: یہ فراموشی میں کس نام و مقصدی ناموں کے مسئلہ کے بارے میں اگر میں شکر کا عرض کروں تو میرے اذکار و اہانت بڑے ہیں۔ میرے بچے کو ۱۰ سال ہوئے ہیں۔ میرے چار سو نوے کے اذکار کر دینے میں میرے پاس نقد 15 ہزار روپے ہیں۔ میرے ایک دوست کے گھر سے تھے۔ میرے دوست کا نام فراموش ہے۔ میرے دوست کے اذکار کی رقم پر بھی رقم ہوئی۔ لیکن میرے ایک دوست کے اذکار و مقصدی ناموں کے مسئلہ میں اس کے اذکار پر بھی رقم ہوئی۔ میرے ایک دوست کے اذکار و مقصدی ناموں کے مسئلہ میں اس کے اذکار پر بھی رقم ہوئی۔ میرے ایک دوست کے اذکار و مقصدی ناموں کے مسئلہ میں اس کے اذکار پر بھی رقم ہوئی۔

[illegible]

اس امر کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ جس نے انہی دو سے جس دور سے ظاہر کیا، اس نام سے ان کا مقصد بڑھایا  
 جاتا ہے۔ جیسا کہ اس میں ہے۔

سنة السامية، ١٣٣٠، وقد جمع في القبة فقال: «لو اتحد في يده وسلا يلزمه السلطان».



[illegible]

الکواب حاد و مضاعفہ۔ ہم دینِ شعیف تہ اہل دین شعیف کا حکم یہ ہے کہ جب تک اسی پر حساب کے بعد رقعہ نہ لیا جائے اور نہ اسے  
جدد سال نہ لیا جائے اس وقت تک زکوٰۃ کا ذکر نہ کرے۔ بولے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ میرے کے علاوہ کوئی اور مال نہ ہو، اگر مال کو دو بیچیں ہیں تو  
میں جو حاصل ہوں، اس مال کو جو میں ملوں گا، وہ اس مال کی پاداش سے مسئلہ میں چھوڑ کر آپ کو وہی حکم ملے گا۔ اے  
اس میں نہ فرق ہے نہ تمیز ہے۔

الحامى الهندى ( ٥٠٠ ) : ( ١ ) : احوال الديور العفر بها فى علي فلال مراد عبد الحى .

الله ضعيف وهو كل دين مطلقه سببر فعليه لا بد لا غير شيء معجز المبررات او معجزات ما.

تكاليفه أو سفعه بدلاً من المال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم المبدد والديدة وبدل الكتابة لأزواجه عند حنى يفتن شأها ويحول عليه الحول

وفي الشهر السادس ١٣٠٦ هـ أخذ قبض على عاملين مع حوالة الحوالة بعدد أي بعد القبض (م)

دین ضعیف و هو اہل غیر مال، کمپر و ذبہ و مہل کتابة و خلع

(۲۶) مطلقہ غیر مدخول بہا عورت کے مہر میں زکوٰۃ کا حکم

سوال : کیا ظہر سے پہلے نماز کا نواہر وغیرہ کا مسئلہ ہے یا نہیں؟ اگر کسی عورت کو نماز کے بعد چار ماہ مل گیا یا وہ ماہ نسا۔  
 براہ یاس سے زیادہ ہو اور ایک سال تک اس نے قضا نہیں کی ہے، اور اس کے بعد اس کا شجرہ شخص اور ملکوت مسجد سے پہلے اس عورت  
 وفاق سے ملے اور اپنے دوشے میں سے اور ماہ واپس لے لے تو کیا اس عورت پر چار ماہ کی زکوٰۃ و عافیت ہے یا نہ ہے؟  
 الجواب: ماہ و عافیت صورت مسئلہ کے بارے میں حاکم حنفی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت نقل ہیں۔

(۱) بعض فرماتے ہیں کہ ۱۲۱ھ میں میرانی (۱۲۱) اور بعض فرماتے ہیں کہ چارے میرانی دیکھو دیکھا اس پر فرض ہے۔ اجنہ صاحب الکرامی اور ابوالانیہ، صاحب فتاویٰ سارطانیہ، صاحب فتاویٰ، وغیرہ نے چارے میرانی دیکھو دیکھا کہ کئے کچھ قبول اختیار لیا ہے۔ اور امام شافعی نے اختلافی جہدت نقل کرنے کے بعد اس پر استہکام لائیں یہ اب اس لئے اس سے بھگام یہ معصوم ہو گئے کہ انہوں نے بھی چارے میرانی دیکھو دیکھا کہ فرما چاہے۔ لہذا احتیاطاً حاکماتہ نے اسے نہ جہدت چارے میرانی دیکھو دیکھا کہ فرما۔

لما في الخافية على همامش الهندية، ١٢٥٣: ولو شروجهها على مائتي درهم ودفع اليها تم طلقها بعد

الحول قبل الدخول كان عليها الزکوٰۃ المائتين۔

وفی الفتاویٰ الولول الحیة (۱/۸۵): ولو تزوج رجل امرأة على الف درهم، وقبضت، وحال عليها الحول، ثم طلقها قبل الدخول زکات الألف كلها، لأنه وجب في ثمنها مثل نصف المقبوض لا عين المقبوض۔

وفی الفتاویٰ النصار خایة (۲/۲۳۹): رجل تزوج امرأة عن ألف درهم ودفعها إليها فعال عليها الحول وهي في يدها حتى وجبت عليها الزکوٰۃ ثم طلقها قبل الدخول بها وأخذ منها نصف المهر لا يسقط عنها شيء من الزکوٰۃ۔

وفی الدر المختار (۲/۳۰۸، ۳۰۷): (ويجب عليها) أي المرأة (زكاة نصف مهر) من نقد (مردود بعد) مضي (الحول من ألف) كانت (قسطه مهرًا) ثم زدت النصف (لطلاق قبل الدخول بها) فنزكى الكل، لما تقرر أن النفوذ لا تعين في العقود والفسوخ۔

وفی الشامية تحته: (قوله ويجب عليها الخ) صودتها: تزوج امرأة بألف وقبضتها وحال الحول ثم طلقها قبل الدخول فعليها ردة نصفها اتفاقاً لكن زكاة النصف المردود لا تسقط عنها خلافاً للزفر۔  
شرح المجمع

## (۲۷) بدل خلع اور مہر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہندو نے گھریلو بچاؤ کی بنا پر اپنے شوہر سے خلع کا مطالبہ کیا تھا شوہر نے ہندو کے ساتھ مبلغ کچیس ہزار روپے پر خلع کر لیا، اس واقعہ کو تقریباً تین سال ہو چکے ہیں جس وقت یہ معاملہ ہوا تھا آدمی رقم اسی وقت ادا کر دی گئی تھی اور آدمی رقم تین ماہ بعد ادا کر دی گئی، اب پچھتا رہا ہے کہ اس رقم کی زکوٰۃ کس پر آئے گی؟ اور کب سے؟ ابھی تک کسی نے بھی اس رقم کی زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے، اسی طرح اگر عورت کا مہر بقتہ نصاب ہو اور عورت کو ادا نہیں کیا گیا ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ کس پر آئے گی؟  
الجواب حامداً ومصلحاً۔۔۔ صورت مسئلہ میں جس وقت شوہر کو آدمی رقم ادا کر دی گئی تو اس رقم کا شوہر مالک ہو چکا لہذا نصاب پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ شوہر ادا کرے گا اور اگر یہ رقم نصاب کے برابر نہیں تو اپنے دوسرے نصاب کے ساتھ اس کو ملا کر اگر نصاب کو پہنچی رہا ہو تو زکوٰۃ ادا کرے گا اور نہ نہیں۔

اسی طرح عورت جب تک مہر پر قبضہ نہ کر لے اس وقت تک عورت پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی البتہ مہر کی رقم پر قبضہ کے بعد سال گزرنے پر اگر یہ رقم نصاب کے برابر ہو تو عورت پر زکوٰۃ واجب ہوگی لیکن اگر شوہر نے دعویٰ کو مہر ادا نہیں کیا اور شوہر کے پاس رقم بقتہ نصاب موجود ہے تو سال گزرنے پر شوہر پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔





بلا رت أو غيره من أسباب الملك فإن كان نصب أحدهما يبلغ نصيب الآخر لا يبلغ نصيبا وجبت الزكاة على الذي يبلغ نصيبه نصيبا دون الآخر  
وهي الناصية ۲: ۲۸۰ فلو مشترك بين ثلاثة أنلا تأفعي كل شاة قال في البحر. ولو كانت لرجل  
فليس للسامعي أن يقرقها ويحطها أو يعين أربعين، فبأخذ ثلاث نسياء لأنه بالحداد المالكين جميعا، الكل  
مشاعا ولو كان بين رجلين أو يعون شاة لا تجب على واحد منهما الزكاة، وليس للسامعي أن يجمعها  
ويجعلها نصيبا ويأخذ الزكاة منها لأن ملك كل واحد منهما قاصر عن النصاب

### (۳۰) "بی بی" ڈالنے کے بعد زکوۃ کا حکم

سوال۔ بی بیات میں جو گرام یا مکان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگ عموماً کہتے ہیں "بی بی" ڈالنے میں اور بعض بی بیوں  
کو اس میں بی بیوں میں یا اس صورت میں زکوۃ جب ہوئی ہے اگر زکوۃ واجب ہوئی ہے تو کسی پر یعنی بی بی ڈالنے والے پر یا جس کے  
پاس بی بی ڈالنے کے بعد زکوۃ واجب ہوگی۔ براہِ نرم داخل انداز میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب۔ حامداً وصلياً۔ ہواؤں صاحب انصاب ہواؤں کے پاس بی بی ضرورت اصلی سے زائد مال موجود ہو، اور اس پر سوالیہ نذر  
جائے تو اس پر زکوۃ کی ادائیگی لازم ہے اور اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے کسی کو قرض دے سے تو اس قرض کی وصولی کے بعد اس پر زکوۃ  
ہوے مالوں کی زکوۃ کی ادائیگی لازم ہوگی، اس سے پہلے جس۔ جو کہ "بی بی" کی صورت میں قرض کی ہے اس کے "بی بی" میں وہی بی بی  
قیمت انساب کے برائے ہوئے کے بعد مالک پر زکوۃ مالوں کی زکوۃ کی ادائیگی لازم ہوگی، اس سے پہلے نہیں۔

مسألة الهدية (۱۵۵۱): وهي متبر به نجب مطلقاً سواء كان ملأ أو محسراً أو مقلداً

ولو هرب عوبه وهو بقدر على طله أو التوكل ملك له الزكاة

وهي الهدى المختار (۲۶۹/۴) ۴۹۶: ولو كان الدين على مفر من أو على مصر أو مفلس أو

حاجد عنه بينة أو علم به فاصح لو صلي الي ملكه لزوم زكاة ما مضى.

وهي الهدى المختار (۲۶۹/۴) ۳۰: وأعلم أن الهدى عند الإمام ثلاثة: قوي ومتوسط وضعيف، فنجب

وكتابتها إذا تم نصيباً وحال النحول، لكن لا فوراً بل عند قبض أربعين درهماً من الدين القوي كقرض

وبدل مال النجارة فكلمة قص أربعين درهماً بمره درهم النج.

### (۳۱) اگر صاحب انصاب نے اپنی رقم کسی کو قرض دی تو زکوۃ کا حکم

سوال۔ بی بیات میں جہاں گرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس زکوۃ رقم تھی جو انصاب کے برابر تھی لیکن میرے ایک دوست

وہ جسے جس نے ان کو قرض دیا وہ آپ کے جس قسم کی زکوٰۃ ادا کر لی ہوگی یہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً: صورت مسئلہ میں یہ کہ قرض آپ کے برائے کسی اور پر مالی طور پر یوں تھا کہ آپ زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ اس پر آپ نے اس کو قرض دیا تو جب سال پورا ہوا تو آپ نے وہ قرض جو آپ کے لئے واجب ہو جائے گی اور زکوٰۃ کی زائیدگی رقم واپس ملنے کے بعد ملا ہوگی۔

مسائل الہندیہ (۱: ۵۷۱): وهذا سائر الديون المقر بھا طبعی علی ثلاث مراتب عند اسی حیثہ ضعیف وهو کلی دین مشککہ بغیر لغوہ لابد لاین شیء بحر المیراث۔ ووسط وهو ما یجب بدلائع مال لیس للتجارۃ کعبید الخدمۃ۔ وغیر وهو ما یجب بدلائع سلع التجارۃ اذا قص اربعین رکی لھا مضی کذا فی الراہدی

رہی الشامیہ (۱: ۳۰۳): اقوله فقلنا قص اربعین درهما بلزومہ درهم) هو معنى قول الفتح والبحر ويندر اخصی الاذن، الی ان یقضى اربعین درهما فھما درهم وکذا فھما زاد لھما ما ھو اشیء لھا زاد علی الاربعین من اربعین ثانیۃ وثالثۃ الی ر سلع فانتین فھما حصۃ درھم ولذا عر الشارح بغیرہ فکلمتا الخ و لیس المراد ما زاد علی الاربعین من درھم او اکثر کما لوھمۃ عبارة بعض المحققین حیث زاد بعد عبارة الشارح وھما زاد بحسابہ لابد یوھم ان المراد مطلق الزیادۃ فی الکسور وهو خلاف مذهب الامم کما علمتہ مما نقلتہ اعان عن المحيط والھم۔

### (۳۲) قرض دیئے ہوئے مال میں زکوٰۃ ادا کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں مجاہد کرام و مفتیان رحمہ اللہ میں کہ میرے سال کے اپنے مکان ہوائے کے لئے مجھے ایک آنکر دینے پر قرض لیا تھا اس وقت اس نے عات مجھے تحفے امید کی کہ مال چھوڑ دے گا پھر انھوں نے عات نہ ہرگز آپ سے نہ ادا کیا اور اصل زکوٰۃ میں وہ اس سے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ہر سال اس قسم کی زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ یہ تو میرا حال ہے کہ میں نے اس پر قرض لیا تھا اب میں ۱۰ روپے ہوں کہ اگر اگلے سال تک بھی اس نے اس سے نہ دے تو میں کیا کروں گا یہ یہ مجھے غم ہے کہ کاش میری چوری رقم زکوٰۃ کی دین میں جی بنے کی؟ آیا میرے لئے کوئی بھولت ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً: صورت مسئلہ میں یہ کہ قرض آپ نے اپنے برادر شعیق (سائل) کو بطور قرض لیا ہے۔ اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ قرض قرض و تحریج یعنی قرض کے ساتھ احسان نہ ہے اور یہ احسان آپ کے خود کیا ہے۔ اور کسی نے آپ سے زبردستی نہیں کیا اور وہ آپ کو مال لے کر آپ کے ساتھ احسان نہ ہے اور یہ احسان آپ کے خود کیا ہے۔ البتہ زکوٰۃ ادا کر کے قرض دے دیں تو اس سے بعد ازہم نہ ہوگا۔ تاہم قرض وصول ہونے سے پہلے آپ نے زکوٰۃ ادا کر دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور وصول ہونے کے بعد قرض وصول نہ ہو گا۔

لساھی السحیط البرهانی (۲۳۳/۳): يجب ان يعلم بان من عليه الدين لا يخلوا اما ان يكون مقرا بالدين، او حاحداً له، واما ان يكون مليئاً او مفلساً، فان كان مليئاً وكان مقراً بالدين، فلا يخلوا اما ان وجب الدين بدلاً عما هو مال التجارة، كبذل الدراهم والدنانير، وغروض التجارة، وما أشبهه وهو الدين القوي، او وجب بدلاً عما هو مال، الا انه ليس للتجارة، كتمن عيد الخدمة وما أشبهه وهو الدين الوسيط، او وجب بدلاً عما هو ليس بمال كالمهر، والدية، وبذل الخلع والصلح عن دم العمد، وما أشبهه وهو الدين الضعيف، وما وجب بدلاً عما هو مال التجارة، فحكمه عند ابي حنيفة ان يكون نصاباً قبل القبض، تحب فيه الزكاة، ولكن لا يجب فيه الاداء، ما لم يقبض منه اربعين درهماً، وما وجب بدلاً عما هو مال الا انه ليس للتجارة، فحكمه في رواية عنه انه لا يكون نصاباً قبل القبض، وعلى هذه الرواية اعتمد الكرخي وفي رواية الاصل عنه انه يكون نصاباً قبل القبض فيه الزكاة، ولكن لا يجب فيه الاداء، ما لم يقبض منه مائتي درهم، وما وجب بدلاً عما ليس بمال فحكمه على قوله الأول انه يكون نصاباً قبل القبض، وعلى قوله الآخر لا يكون نصاباً قبل القبض وهو الصحيح.

وفي الهدية (۱/۵۵): واما سائر الديون المقربها فهي على ثلاث مراتب عند ابي حنيفة رحمه الله تعالى ضعيف وهو كل دين مذكور بغير فعله لا بدلاً عن شئ نحو المبرات او بفعله لا بدلاً عن شئ كالوصية او بفعله بدلاً عما ليس بمال كالمهر وبذل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبذل الكتابة لازكاة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول. ووسط وهو ما يجب بدلاً عن مال ليس للتجارة كعبد الخدمة وثياب البذلة اذا قبض مائتين زكي لما مضى في رواية الاصل، وقوي وهو ما يجب بدلاً عن سلع التجارة اذا قبض اربعين زكي لما مضى، كذا في الزاھدي.

وفي الدر المختار (۲/۲۶۶): ولو كان الدين على مقر ملئي (او) على (معسر او مفلس) اي محكوم بالفلسه (او) على (حاحد عليه بينة) وعن محمد لازكاة، وهو الصحيح.

وفي الشامية تحته: وفي المحيط عن المنقلى عن محمد، لو كان له دين على وال هو مقربه الا انه لا يعطيه وقد طال به باب الخليفة فلم يعطه فلا زكاة فيه.

### (۳۳) قرض کی معافی کی صورت میں گزشتہ سالوں کی زکوۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا عرصہ میں کچھ بے کار و بار ہے اور الحمد للہ ہر سال



ذکاءہ و مثله المدین المتوسط علی ماقدماۃ من تصحیح البدائع وغایۃ البیان و کان الاصل من تصحیح  
التعبیر ان یقول وهذا ظاهر فی أن انراء المدبون المومر استهلاك مطلقا وهو غیر صحیح

### (۳۴) کئی سالوں کی زکوٰۃ اور دکان کی زکوٰۃ کیسے نکالی جائے؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان و محققان اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب نے اپنی جائیداد تقسیم کی تو مجھے ایک  
خانی دکان دی میرے پاس کچھ رقم تھی کچھ والد صاحب سے قرض لے کر دکان میں سامان ڈالا سامان صورتوں کے استعمال کا ہے موقوف  
ستارے وغیرہ اس دکان سے میں نے اتنا کمایا والد صاحب کا قرض بھی ویدیا ایک گھر اور دو تین دکانیں بنوائیں وہ گھر اور دکانیں کرائے  
پر دیں ہیں اور وہ گریہ میرے استعمال میں ہے اس دکان کو تقریباً چار پانچ سال ہوئے ہیں اس عرصہ میں میں نے دکان کے سامان کی  
زکوٰۃ ادا کی اور نہ وہ رقم جو میں نے اس دکان سے کم کر بیع کی اس کی زکوٰۃ ادا کی اور اس زکوٰۃ نہ ادا کی ہوئی رقم سے میں نے وہ گھر اور  
دکانیں بنوائیں ہیں (اب اللہ نے مجھے توفیق دی ہے کہ میں ان شاء اللہ زکوٰۃ ادا کروں گا آئندہ اور گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ مجھے یا ضروری  
ہے یا نہیں گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ یا ضروری ہو تو دینے کا کیا طریقہ ہوگا؟) اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ گریہ میرے لیے استعمال کرنا  
حلال ہے یا نہیں اور میں اس کرائے کو زکوٰۃ میں دوں تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں اور دیگر صدقہ خیرات کرنا کیسا ہے اگر یہ گریہ میرے لئے  
حلال نہ ہو اور میں گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کر دوں پھر میرے لیے حلال ہو جائے گا اور زکوٰۃ وغیرہ دینا صحیح ہوگا کیونکہ میں نے سنا ہے  
میں مال کی زکوٰۃ ادا نہ کی جائے وہ حرام ہو جاتا ہے میں نے بھی مال کی زکوٰۃ نہیں دی لہذا میرا مال بھی حرام ہو گیا اور میں نے اسی مال سے  
گھر اور دکانیں بنوائیں ہیں جس کا گریہ آ رہا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم کرنی ہے میں نے شروع میں جو دکان میں سامان ڈالا تھا وہ اس رقم کا تھا جو میں نے سی ڈی ٹیلیویشن کرائے پر دے کر  
بنوایا تھا پھر اس رقم سے دکان میں سامان ڈالا اور اتنی ترقی ہوئی۔ معلوم یہ کرنا ہے ٹیلیویشن وغیرہ کے کرائے کا استعمال کرنا کیسا ہے اور  
اس کرائے سے دکان میں سامان ڈالا اور اتنا کاروبار بڑھ گیا اب اس تمام چیزوں کا کیا حکم ہے؟

تیسری بات یہ معلوم کرنی ہے ہماری دکان میں جو سامان ہے اس کا اندازہ کرنا کتنے کا ہے اور اس پر کتنی زکوٰۃ آئے گی یہ بڑا مشکل ہے  
میرے والد صاحب نے ایک مولوی صاحب سے مسئلہ معلوم کیا تو انہوں نے بتایا سامان ایسا ہو جس میں مشکل ہو کتنا ہوگا کتنی زکوٰۃ آئے  
گی تو اس صورت میں اس سامان اور کام کے جاننے والے دو یا تین شخصوں کو یا اگر اندازہ لگایا جائے کتنا مال ہوگا مثلاً ایک نے کہا دو لاکھ  
دو سو پے نے سوا دو لاکھ اور تیسرے نے (یعنی لاکھ) کہا تو احتیاطاً جس نے زیادہ بتایا ہے اس کے قول کا اعتبار کر کے زکوٰۃ ادا کر دو اور کیا اس  
طرح کرنا صحیح ہے؟ مولانا صاحب جلد اول جلد جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوٰۃ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فریضہ ہے۔ اگر کوئی کسی وجہ سے زکوٰۃ نہ لگائے تو بعد میں اس پر زکوٰۃ  
لگانا ضروری ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں گزشتہ چار پانچ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے اور جس مہینے سے آپ عدا ب نصاب

ہوئے تھے یعنی دوکان کا سامان اور نقد رقم لے کر اس میں سے دو حساب لیا کہ (۱) سارے سال کے سامان کے بارے میں کیا چاہئے؟ (۲) بچتا ہے ہی بیٹے سے زکوٰۃ کا حساب لگا چاہئے۔ مثلاً والد صاحب کے فرزند دینے کے بعد آمدوار رمضان میں آپ سے پاس لکھ کر حساب لیا اور رقم موجود تھی تو اگلے سال قیامت کے آخر میں آپ کے پاس جو نقد و حساب سامان اور رقم تھی اس پر زکوٰۃ لکھ کر لکھی تھی۔ اور آپ تک جو چار یا پانچ شعبوں نے سمجھ کر لکھے۔ یہیں ان تمام کی زکوٰۃ آپ پر لازم ہے۔

اور اب زکوٰۃ کا نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ پر غور فرم کر کے اندازہ لگائیں کہ پہلے سال شعبان میں آپ کے پاس تھی رقم درلکھا، دوکان کا سامان تھا اور پھر دوسرے سال میں دوسرا سامان اور رقم کتنے تک پہنچے۔ مثلاً پہلے سال دوکان کا سامان اور آپ سے پاس نقد رقم کو کل مالیت پچاس ہزار روپے (۵۰۰۰۰) تک تھی تو اس میں بارہ سو پچاس روپے (۱۶۵۰۰) زکوٰۃ ہوگی۔ پھر دوسرے سال میں مالیت ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) تک پہنچ گئی تو اس میں پہلے سال کی زکوٰۃ کی رقم نکال کر "۹۸۷۵۰" روپہ دے دو جائیں گے اور ان پر پھر "۲۰۱۸۰۲۵" روپے زکوٰۃ آئے گی۔ پھر تیسرے سال میں اگر آپ کی کل مالیت دو لاکھ (۲۰۰۰۰۰) ہوئی تو اس میں سے پہلے اور دوسرے سال کی زکوٰۃ کی رقم منہا کر کے "۱۹۱۶۸۱" روپہ لکھیں جسے اس میں زکوٰۃ کی کل رقم "۳۹۷۰۰" روپہ بنتی ہے۔ چوتھے سال میں اگر اصل مالیت تین لاکھ (۳۰۰۰۰۰) ہو تو پہلے تین سالوں کی زکوٰۃ کی رقم نکال کر "۲۹۱۳۷۳" روپہ بنتی ہے۔ اس میں زکوٰۃ کی رقم "۹۸۳۰۰" روپہ بنتی ہے اور اب پانچویں سال میں اگر کل مالیت چار لاکھ (۴۰۰۰۰۰) روپہ ہو تو اس میں پہلے چار سالوں کی زکوٰۃ کی رقم منہا کر کے "۳۸۳۰۹۰" روپہ بنتی ہے اور اس میں زکوٰۃ کی رقم "۶۹۰۳۰" روپہ بنتی ہے۔ اس حساب سے چھ سالوں کی زکوٰۃ کی رقم "۲۵۵۱۲" روپہ ہوگی۔ یہ ایک مثال ہے نہ کہ یہ حتمی ہے۔ اگر کسی صاحب نے اس حساب سے اس سال کی زکوٰۃ کی رقم لکھ کر لکھی ہو تو وہ بھی اس کے مطابق کرے۔ مثلاً اگر کسی صاحب نے اس سال کی زکوٰۃ کی رقم لکھ کر لکھی ہو تو وہ بھی اس کے مطابق کرے۔ مثلاً اگر کسی صاحب نے اس سال کی زکوٰۃ کی رقم لکھ کر لکھی ہو تو وہ بھی اس کے مطابق کرے۔ مثلاً اگر کسی صاحب نے اس سال کی زکوٰۃ کی رقم لکھ کر لکھی ہو تو وہ بھی اس کے مطابق کرے۔

(۲) کسی ذی غنی میں وغیرہ کو کرائے پر دے کر جس رقم سے آپ نے شروع میں دوکان میں سامان ڈالا تھا اور رقم دیا ہے۔ اس نے سود دیا ہے کہ صرف اس رقم کو سود دیا جائے۔ مثلاً اس وقت آپ کے پاس ہیں ہزار روپے (۲۰۰۰۰) تھے اور ان میں ہزار (۳۰۰۰۰) روپہ سود ہے۔ تو اب صرف تین ہزار روپے (۲۰۰۰۰) بغیر سود کے سود دیا کریں۔ اس سے انشاء اللہ قیامت آپ کو اور چیزیں پاک اور حاصل ہو جائیں گی۔

(۳) سال کے آخر میں غریبی سامان کا اندازہ لگایا جائے۔ عام طور پر دوکان خواہ مخواہ ہی کیوں باقی نہ رہے اور اس میں سامان لکھی ہوئی نہ ہو کیوں نہ ہو لاکھ دوکان کو دوسرے لوگوں نے لے لیا اور تمام سامان اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے قسطنطنیہ تک ہے کہ غریبی حساب کتاب سے دوکان کے سامان اور چیزوں کے فروخت ہونے کی قیمت سے محض اندازہ لگایا جاتا ہے اور پھر اس کو نقد رقم (۱) اور نقد رقم (۲)۔

نو) کوذا کر مجموعہ مالیت کی زکوۃ نکالنی چاہیے۔

لصافی الفناوی الہندیہ (۳۴۹/۳)۔ ولا تجوز الاجارۃ علی شیء من الغناء والنوح والمزامیر والصلوات  
وشیء من اللہو وعلی هذا الحداء وقراءۃ الشعر وغیرہ ولا اجر فی ذالک وهذا کلمہ قول ابن حنیفہ  
وابی یوسف ومحمد رحمہم اللہ تعالیٰ کذا فی غایۃ البیان۔

وفی الدر المختار (۵/۶)۔ (لائصح الاجارۃ لعب النیس)۔ ولا لاجل المعاصی مثل الغناء  
والنوح والملاہی ولو اخذ بلا شرط بیاح۔

وفی الشامیہ۔۔۔ وفی المنقی: امرأۃ نائحۃ أو صاحبة طبل أو زمر اکتسبت مالا ردتہ علی اربابہ ان  
علموا والا تنصدق بہ وان من غیر شرط فہو لہا: قال الامام الأستاذ لا یطلب۔ والمعروف  
کالمشروط اھ۔

قلت: وهذا مما یعین الاحدیۃ فی زماننا لعلمہم انہم لا یدہیون الا بأجر البنتہ ط۔

وفی الدر المختار (۴۶۰، ۴۵۹/۴)۔ (وسہ)۔ (ملک نصاب حولی)۔ (تام)۔ (فارغ عن دین  
لہ مطالب من جہۃ العباد) سواء کان لہ کثر کافہ وخراج وفی الشامیہ تحت (قوله کثر کافہ) فلو کان لہ  
نصاب حال علیہ حولان ولم یرکہ فیہما لازکافہ علیہ فی الحول الثانی۔

وفی الدر المختار (۴۹۹/۴)۔ (وفی کل خمس) بضم الخاء (بحسابہ) ففی کل اربعین درہما  
درہم، وفی کل اربعۃ مثاقیل فیراطان وما بین الخمس الی الخمس غفر۔ وقالوا: ما زاد بحسابہ وہی  
مسألۃ الکسور۔

وفی الشامیہ تحت (قوله وقالوا ما زاد بحسابہ) یتظہر أثر الخلاف فیما لو کان لہ مائتان وخمسۃ  
درہم مضی علیہا عامان: قال الامام: یلزمہ عشرۃ وقالوا: خمسۃ لانه وجب علیہ فی العام الاول  
خمسۃ وثمان فیفی السالم من الدین فی الثانی نصاب الاثنین۔ وغیرہ لازکافہ فی الکسور ففی  
النصاب فی الثانی کاملاً وفيما اذا کان لہ الف حال علیہا ثلاثۃ احوال کان علیہ فی الثانی اربعۃ  
وعشرون وفی الثالث ثلاثۃ وعشرون عندہ۔

وقالوا یجب مع الاربعۃ والعشرين ثلاثۃ امان درہم ومع الثلاثۃ والعشرين نصف وربع وثمان درہم  
ولا خلاف انہ یجب فی الاول خمسۃ وعشرون کذا فی السراج نہر۔

اقول: قوله وثمان درہم کذا وجدته ایضاً فی السراج وصوابہ وثمان وثمان درہم کمالاً یخفی علی  
الحاسب۔





للمرجل وبلغی

وفی الثمانية تحته: وعارة الزبل علی مطلقه - تغید بالرجل، واعتبر من بأن هذا ليس من الحلی  
فالظاهر أن حکم النساء فيه كالرجال القول: فيه نظر لأن الحلی كما فی القاموس ما يتزين به ولا شك  
أن الثوب المنسوج بالذهب حلی، ولقدنا عن المخاتبة أن النساء فيما سوى الحلی من الأكل والشرب  
والادھان من الذهب والفضة والعقود بمنزلة الرجال ولا بأس لهن بلبس الدیاج والحرير والذهب  
والفضة واللؤلؤ اھو فی الهدایة، ويكره أن یلبس الذكور من الصال من الذهب والحرير اھو یسانی  
وفی الفیة لا بأس بالعلم المنسوج بالذهب للنساء فأما للرجال فقد ر أربع أصابع وما غرقه یكره  
وفی الثمانية (۳۵۵/۶): وفيه ان الوارد عن الشارع عليه السلام انه ليس الحبة المكشوفة بحبر فليس فيه  
ذكر فضة ولا ذهب فلیسأل ولیحرم اھو القول: الظاهر ان وجه الاستشكال ان كلام العلم  
والكشف فی الثوب الساجل لكونه قليلا وناعا غیر مقصود كما صرحوا به ولقد استوی كل من  
الذهب والفضة والحرير فی الحرمة فلیخص العلم والكشاف من الحرير ترخیص لهما من غیره  
ایضا بدلالة المساواة ویزید عدم الفرق ما من من اباحة الثوب المنسوج من ذهب اربعة أصابع وكذا  
كتابة الثوب بذهب او فضة والالاء ونحوه المصطب بهما فأمثل والاشكال الوارد هنا وازد ایضا علی  
ما قدمه عن المحب فی علم العمامة.

### (۳۶) وارثوں کے حق میں جو مال آئے اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام، ملتین بنام اول مسئلہ کے بارے میں کہ اگر گزری و غیر کے ائمہ نے نہ کسی کا انتقال ہو گیا،  
اور گزری والے یا کفیل نے جان کے معاوضہ میں دیت کی رقم دی، اور رقم کو تقسیم کرنے کے بعد تمام وارثوں کے حصے میں نصاب کے برابر یا  
اس سے زیادہ رقم آئی تو کیا اس صورت میں وارثوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مسئلہ میں جو مال وارثوں میں سے ہر ایک کے حق میں آیا ہے چونکہ وہ نصاب کے برابر یا زیادہ ہے اسلئے  
اگر ان پر سال گزرا گیا ہے تو زکوٰۃ واجب ہے۔

لمساقی الہدیۃ (۱/۳۷۱) وصیبا کون المال نصاباً، فلا تجب فی الخ منہ وفی (۱/۳۷۱) منها  
حولان الحول علی المال) - ومن كان له نصاب ما استفاد فی اناء الحول مالا من جسہ حمہ  
زکوٰۃ سواء كان لمیوات او حہ او غیر ذالک

وفی الدر المختار (۲/۲۵۹): سب الفتر اظہا (ملک نصاب حولی) نسبة للحول

وفي لشامة نحت (الحمل) لانه غني لان حبل الابر المحرز على النصاب من طه تكونه ما

وفي السنة الإسلامية ١٠٠٣ هـ، انفصل د. أصل عنكمك ومنكب اليد، وان يكون محلل كلاً من كلاً

في موضع الرفق والحبس اب فوجه لعدم الملك ولأنه الركا في المال الذي استولى عليه

المعروف بالحريّة مدارة لأنّ الأعداء في أيّ الحثيّة ملكيّة بالأحرار هوال ملك النسخه عنه

(۳۷) سیونگ سرٹیفکیٹ میں اصل رقم کی زکوٰۃ کا حکم

سوال: یہ فائدے میں علماء کے ہر امداد خیرین کی وہ مہمانی مسئلہ کے، وہ یہ جس کی جس ایک گورنمنٹ اور دینی ملازمت کے وہ ہیں جو دینی

تحریر۔ میں ایت / نے قریب اڑتا، دہشتہ، یہ وہی قوی قوی میں نے سوچا کہ اگر وہیں میں بھی کچھ لڑاؤ ہو تو میں نے یہ بھی

سیدنا امام حسن علیہ السلام نے جو ایک نیک اور فیاض انسان تھا۔ جو ایک نیک اور فیاض انسان تھا۔ جو ایک نیک اور فیاض انسان تھا۔

۱۰۰۰ سے زیادہ روپے کی مالیت پر خریدی گئی چیزیں ۱۰۰۰ سے زیادہ روپے کی مالیت پر خریدی گئی چیزیں ۱۰۰۰ سے زیادہ روپے کی مالیت پر خریدی گئی چیزیں

روپے زکوۃ کے نام پر لے جاتے ہیں تو کیا اس سے زکوۃ ادا ہو جاتی ہے یا جیسے سال کے اختتام پر دو پارہ زکوۃ ادا کر لی ہوگی؟  
الجواب حامد اومصلیٰ۔ صورت مسئولہ میں آپ پر کارخانہ سے حاصل ہونے والی آمدنی پر زکوۃ لازم ہوگی باقی جو خیر و برکت  
زکوۃ وصول کر لیتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر زکوۃ دیتے وقت آپ نے زکوۃ کی ادائیگی کی نیت کر لی ہو، اور وہ مصرف پر خرچ کر لیں  
زکوۃ ادا ہو جائے گی اور اگر وہ مصرف پر خرچ نہ کریں تو دوبارہ ادائیگی ضروری ہوگی۔

وفی الدر المختار (۲/۲۸۸): (احد العاۃ) والاساطین الخاترة (زكاة) الاموال الظاهرة كدوسوالم  
والعشر والحراج لا اعادة على اربانها ان صرف الماخوذ (فی محله) الاثنی ذکوه (والا یصرف فیہ  
فعلیہم) فیما یسہم وبس الله (اعادة غیر الحراج) لانہم مصارفہ واختلف فی الاموال الباطنة فی  
الولی الحیة وشرح الوہابیة المقنی بہ عدم الإجزاء وفی الموسط الاصح الصحة اذا اتوی بالدفع  
لظلمة زماننا الصدقة علیہم لانہم بما علیہم من التبعات فقراء حتی اتفی اعیر بلخ بالصیام لکفارة عن  
بیسہ ولو اخذها الساعی جبرا لم تنفع زكاة لكونها بلا اختیار ولكن یحبر بالحس لیؤدی بنفسه لان  
الاکراه لا یافی الإختیار وفی التحیس المقنی بہ سقوطها فی الاموال الظاهرة فلا الباطنة

وفی الشامیہ (۲/۲۹۰): الاصح ان ما یأخذہ ظلمة زماننا من الحجابات والمصادرات یسقط عن  
أرباب أموال اذا نواوا عند الدفع التصدق علیہم لانہم بما علیہم من التبعات فقراء فلیتأمل

### (۳۹) ضرورت زندگی کیلئے جمع کی ہوئی رقم پر زکوۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی ذاتی موٹر سائیکل خریدنے کے ارادے  
سے کچھ رقم جس انداز کی تھی۔ اب وہ رقم بڑھ کر تقریباً پچاس ہزار بن چکی ہے، بعد کے دن میں نے اپنے خطیب صاحب سے سنا ہے کہ جس  
کے پاس جس قسمی ہزار روپے ہوں اور اس پر سال گزر جائے تو زکوۃ واجب ہو جاتی ہے۔ میرے پاس اس رقم پر پچہاس سال تو ابھی نہیں ہوا  
البتہ ایک ماہ بعد ہو جائے گا۔ اب جبکہ یہ رقم میں نے اپنی ضرورت زندگی کی ایک چیز کیلئے جوڑی ہے تو کیا اس میں بھی زکوۃ لازم ہے؟  
الجواب حامد اومصلیٰ۔ جو رقم اپنی ضرورت زندگی کیلئے جمع کی جائے اور اس پر سال ایسی حالت میں گزر جائے کہ وہ ضرورت میں خرچ نہ  
ہو تو حالت اصلیہ سے زائد ہونے کی بنا پر اور پچہاس سال اس میں خرچ نہ ہونے کی وجہ سے اس پر زکوۃ لازم نہ ہوتی ہے، البتہ صورت  
مسئولہ میں سال پورا ہونے پر رقم کوہر پر زکوۃ لازم ہوگی۔

لصالحی البحر الرائق (۲/۲۰۹): ان نفی وحو بها فیما اذا کان لہ دراهم مستحقۃ للصرف الی تلک  
الحوالہ مخالف لما فی الدرایۃ والبدائع تجب الزکاة فی التقذ کیف ما امسکہ للنساء او للفقراء  
وفی الدر المختار (۲/۲۶۲): (و) فارغ (عن حاجته الاصلیة) لان المشغول بها کالمعدوم وفی رد

من ملك بئسا يدفع عنه الهلاك بتحقيق كتابه أو تقدير كتيبه. وفي رد المحتار فإذا كان معه  
 في اسمه امسكه بئس صر فيها إلى حرجه الاصلية لأنجب الزكاة فيها إذا حال الحول وهي عنده لكن  
 اعتبره في البحر بقوله: وبخالقه مالي المعراج في فصل زكاة العروض ان الزكاة تجب في التقدير  
 كيف ما امسكه لتناء أو للثقة وكذا في البدائع في بحث المماء التقديرى ..... إذا امسكه ليقضى  
 منه كل ما يحتاجه حال الحول وقد بقي معه منه نصاب فله يزكى ذلك الباقي وإن كان قصده  
 الاتفاق منه ابتداء في المستقبل لعدم استحقاق صر فيه إلى حرجه الاصلية وقت حلول الحول

(۴۰) ضروری اشیاء کی خریداری کیلئے جمع شدہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں گھر کی ضرورتی اشیاء مثلاً فریج، واٹھتے مشین وغیرہ کیلئے سال بھر رقم جمع کرتا ہوں اور سال کے آخر میں میرا ادھ تھا کہ میں یہ اشیاء باری باری بیچوں لیکن کسی وجہ سے نہ خرید سکے تو اب سوال یہ ہے کہ اس رقم پر کونسا واجب ہے؟

الغواب حامداً ومصلياً۔ واضح رہے کہ وہ وراثت ہو کر جو کوٹھتی جائے اور اس پر سال بھر گزار جائے تو ایسی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ نیز امور مت مستور میں اگر رقم نصاب کو پہنچی ہے اور سال بھی گزر چکا ہے تو آپ پر زکوٰۃ واجب ہے باقی خرچ، ادھانک، مشین وغیرہ شیاؤں کی شرح پر اس کی قیمت وضع زکوٰۃ نہیں ہے۔

لما في الهندية (١٩٠١) والحدود وحيثما فيها الحرية (ومنها كون المال نقداً) فلا تحب في أقل منه هكذا في العبيد شرح الكفر (ومنها فراغ المال) عن حاجته الأصلية وليس في دور السكس يذهب المعلن والحدود السائل ودواب الركوب

وفي الشافية (٢/٢١٢): وقوله وفارغ عن حاجته الاصلية، اشار الى انه معطوف على قوله عن دين  
 وقوله وفيه من ملك اي قسر المشغول بالحاجة الاصلية والاولى قسرها وذلك حيث قال  
 وهي ما يدفع الهلاك عن الانسان لحسنا كالتفقة و دور السكنى والآت الحروب والنياب المحتاج  
 اليها . فاذا كان له ذراهم مستحقة صرفها الى تلك الحوائج صارت كالمعدومة . وظاهر  
 قوله فاذا كان له ذراهم الخ ان المراد من قوله وفارغ عن حاجته الاصلية ما كان نصيبا من التقدير أو  
 احدهما فادعاه عن الصرف التي تلك الحوائج، لكن كلام الهداية مشعر بان المراد به نفس  
 الحوائج، فانه قال: وليس في دور السكنى ونياب المدن والمآث المنازل ودواب الركوب وعيد  
 الخدمة وسلاح الاستعمال وكالا لايها مشغولة بحاجته الاصلية وليست بنافية ايضا وبه يشعر كلام

المصنف الاثنی ایضا

## (۴۱) بیچنے کی نیت سے خریدی ہوئی دکان پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے وہاں بیچنے کی نیت سے لی ہے لیکن ابھی تک فروخت نہیں ہوئی ہے بلکہ خالی ہے تو کیا اس پر زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہے تو زکوٰۃ کس طرح ادا کی جائے؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ ہر وہ چیز جو فروخت کرنے کی نیت سے خریدی جائے اور اس کی قیمت بقدر نصاب زکوٰۃ ہو، اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس چیز کی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں آپ نے جو دکان فروخت کرنے کی نیت سے خریدی ہے اگرچہ خالی ہے لیکن اس کی قیمت اگر ساڑھے پان تونے چاندی کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ ہو تو سال گزرنے کے بعد اس کی زکوٰۃ کی ادائیگی آپ پر واجب ہوگی۔

لما فی المسند: (۱/۹۷) (الفصل الثانی فی العروض): الزکوٰۃ واجبة فی عروض النجاة ککالة ما کانت اذا بلغت قیمتها نصاباً من الورق والذهب. کذا فی الهدایة، وبقوه بالمشروبة، کذا فی التیسر. وتعتبر القبضة عند حلول الحول بعد أن تكون قبضتها فی ابتداء الحول مانعی درهم من الدرهم الغالب علیها الفضة، کذا فی المتصرات. ثم فی تقویم عروض النجاة التخییر بقوه بایهما شاء من الدرهم والدنانیر، الا اذا کانت لا تبلغ بأحدهما نصاباً فحينئذ تعین التقویم بما یبلغ نصاباً. هكذا فی البحر الرائق

وفی الدر المختار (۲/۳۹۵): (نصاب الذهب عشرون مثقالاً والفضة مائتا درهم کل عشرة) درهم (وزن سعة مناقیل)۔ (والمعتبر وزنهما اداء وجوباً) ولا قیسمتهما (واللازم) مبدأ (فی متصروب کل) منهنما (ومعدوله ولو تبرأ أو حلیاً مطلقاً) مباح الاستعمال اولا ولو للتجمل والشفقة لایهما حللاً أصلاً فیرکیههما کیف کانا. (أو) فی (عرض تجارة قبضته نصاب) الجملة صفة عرض وهو هنا مالیس بقدر.

## (۴۲) قسطوں کی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے دو لاکھ روپے میں دو گاڑیاں فروخت کیں ہر مہینہ ہر گاڑی کی قیمت ڈیڑھ روپے قسط بنتی ہے جو گھر پر عسیر ریات میں خرین ہو جاتی ہے، اس طرح سالانہ پچتر ہزار روپے قسط وصول ہوتی ہے جو رقم بھی ہوگئی۔ یہی شخص نے کسی سے ایک لاکھ روپے قسط پر گاڑی خرید لی جسکی ہر مہینہ قسط دیتا ہے۔

۱۔ کیا اس شخص پر اگر اس کے پاس نقدی موجود نہ ہو زکوٰۃ فرض ہوگی؟

۴۔ زکوٰۃ پر فاقہ ہوئی؟

۳۔ اگر فقیر ہو کر رہ جائے اور ان کی فی سورت میں نہ ناکہ دو ہند نصاب نہیں ہے؟

الجواب جہاداً و معلیاً۔ سورت مسنونہ کے جواب سے پہلے یہ سمجھ لینے کہ زکوٰۃ ان شخص پر فرض ہوتی ہے جو صاحب نصاب ہو اور ان صاحب پر سال جی کرے۔ اب جو شخص صاحب نصاب نہ ہو یا صاحب نصاب ہو لیکن اس پر سال نہ کرنا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

ہند سورت مسنونہ میں مذکور شخص نے جب اپنی اہل کازیاں دو آدھ تک فروخت کی تھیں تو اسی وقت وہ صاحب نصاب بن گیا تھا البتہ ابھی مال نہیں ان کے ہاتھ میں تھا اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہ ہوئی تھی سال گزرنے کے بعد جو تکملہ ہزار خریدی ہوئے ہیں وہ اب بھی کازیاں بن آئے ہیں۔ اس لئے فقیر جو فقیر تھا اب بھی غریب ہی ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہے البتہ جب تک قبضہ نہیں ہو جاتا اس پر قبضہ سے پہلے وہ صاحب نصاب اور ان کے قبضہ میں پیدا ہو چکی ہوتی اس کو اس رقم سے ساتھ مالدار کی کی بھی زکوٰۃ نکالنا واجب ہے۔

لما فی الذکر (لمختار: ۲۵۹/۲) (و سبب الی سبب الفقر احتیاجاً ملک نصاب حولی)

و فی الشامہ: نحتہ اقولہ نصاب، و ما صیغہ انشاء علامۃ علی وجوب الزکاۃ من المقادیر المبیۃ

اقولہ لحوالہ علیہ ائی لان حولان الحول علی النصاب شرط لکونه سبباً هذا علیہ للسبۃ

## (۴۳) زکوٰۃ کی ادائیگی دائن پر واجب ہے

ماہوں یا فاقہ میں علماء و مرمم اس مسئلہ کے۔۔۔ میں کہتا ہوں کہ اگرچہ زکوٰۃ پر قرض ہے۔۔۔ عمرے یا اس کی بخش رقم ہو جو نہیں۔۔۔ قرض ہے۔۔۔ اس لئے جو مدت مقرر ہوئی تھی وہ بھی ماضی گزری تھی اس پر رقم ادا نہیں کی گئی تھی جب سے اس کو اس کے درمیان فقیر و غنی ہو گیا تھا۔۔۔ بعد میں اس کو اس وقت پر تیار ہو گئے کہ زید کو جو سببیت چار ہزار روپے دیا اسے قاس سال تک میں معاف چھ ہزار روپے جو رقم تھی وہ اس طرح وراثت میں خرچ کر دیا کہ جب سے رقم اس سے سو فیصد نصاب تک نہیں سال گزر گئے ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کیا اس کو زکوٰۃ پر نصاب کی وجہ پر قرض دینا صحیح ہے؟ اگرچہ زکوٰۃ پر نصاب کی قوت یا اس رقم موجود نہیں جس سے وہ منتقلہ کر سکے اور اگر نصاب کی قوت یا اس کی مدد میں نہیں ہیں۔۔۔ یعنی اس نے بطور قرض ہی ہے اس پر فی اذان یک سال کے اخیر تک نمونے کے پاس بھی نہیں ہے البتہ اگر زید پر قرض دیا گیا ہو تو اس کو اس پر قرض دینے سے وصول کی ہے جو قرض تھی وہ بھی ہے اس کو دیکھ کر سے منہا حرکت فقیر رقم پر آئی؟

الجواب جہاداً و معلیاً۔ سورت مسنونہ میں زکوٰۃ پر نصاب کی ناکہ حریر البتہ زید کے لیے چار ہزار روپے قرض ہیں اس پر زکوٰۃ کی نصاب واجب نہ ہو پانچ ہزار۔۔۔ البتہ اگر اس وقت وہ نصاب زکوٰۃ پر رقم مل جائیگی اور اگر فقیر کی قرض کی کر کے لے جیسا کہ رسول میں مذکور ہے۔۔۔ اس عمل سے دین رخصت ہو جائے گا اور فی قصہ مسودہ زکوٰۃ میں دیکھا ہے۔

لما فی فتاویٰ غلاصیحہا (۲۴۰/۲) (مدین یسع الزکاۃ اذا کان له مطالب من جهة العباد کالتقرض)

و فی الشامہ: (۲۵۲/۲) (فکلما فیض اربعین درهما یفرغہ درہم) ہو معنی قول الفصح (الحجر

وینراحتی الا ان یغض الزمیر فی رمدہا فہی ہا ذرہم وکذا فیما زاد لہا من اللہ اعلم بالصواب

### (۳۴) حوائج اصلیہ کیلئے جمع کی ہوئی رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ پر اس میں کہ چند ماہ سے میں رقم جمع کر رہا ہوں اور یہ رقم انصاف سے روزانہ ملتا رہے تو کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ بے گھٹے میں یکساہری انصاف میں اور فرماتے ہیں کہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اس لئے کہ آپ اس کو خرچ نہیں کرتے ہیں اور اگر ضرورت کی شیاؤں میں سے ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

الجواب علامہ اصفیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کی حوائج اصلیہ میں داخل ہیں مثلاً سواری، کپڑے، خوراک اور ان میں شمول ہونے والی شیاؤں اور تجارت کی چیزیں نہ ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اگرچہ ان کی ذلت انصاف تک پہنچ جائے۔ البتہ اگر جو ان اصلیہ چیزیں ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے تو ان میں سے ان پر زکوٰۃ واجب ہے۔ البتہ ضرورت اس میں کہ رقم سے پہلے ہی رقم پر زکوٰۃ واجب ہے۔

رہی البخاری جلد ۲، ۲۳۰، ۲۳۱، الزکوٰۃ و احیاء فی الذهب و الفضة مصروۃ کتاب او غیر مضروۃ وہی

الخایہ مصر و کان او غیر مصر و کان للرحال او النساء عبدالمویدی الخزانہ ام لا

رہی الطبعطواری علی الدرر ۳۹۰، ۳۹۱، ہر صفحہ لصاب ای یستند فی انصاف دہا او فہمہ لرحال

الزکوٰۃ فیہ ان لا یحتاج الی العافہ فی الحاجۃ الا صلیۃ و هو یقصد ان کان معہ دراعہا امکنہا للنفقۃ

لا زکاة فیہا ولو حاد علیہا الحول قال فی البحر و بحالہ حافی معراج الدیرۃ و المدافع ان

الزکوٰۃ تجب فی المد کیف امکنہ لعماء او للنفقۃ

و فی الدر المختار ۳۱۴، ۳۱۵، و شرطہ ای شرط القراض و ادلیہا حولان الحول و هو فی ملکہ

و تسمیۃ المال کالدراہم و الدنانیر و لعمہما بالتجارۃ باصل الخلفۃ فلتزم الزکوٰۃ کعماء امکنہا

ولو للنفقۃ

### (۳۵) پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں کہ میان ملک و ماں ہند میں کہ میں سرکاری ملازم ہوں اور صورت یہ ہے کہ وہ دینی گناہوں سے بچو کہ رقم کٹتی ہے اور یہ رقم صرف عیش و سرور میں اس کو نہیں لیتی ہے تو کیا مجھے اس رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی؟

الجواب علامہ اصفیٰ فرماتے ہیں کہ سرکاری ملازمین کی گناہوں میں سے بڑا گناہ رقم کٹتی ہے اس کو پراویڈنٹ فنڈ کہا جاتا ہے اور یہ ملازمین کی محرومی و غریبی ہے شرعی اعتبار سے یہ دین ضعیف کے قلم میں ہے کہ ان پر ان وقت زکوٰۃ لازم ہوگی جب ہتھ انصاف قبضے

میں نے ایک اور انجیل قلمی سال لکھ دیا۔ اسی وقت "مذہب" کے بارے میں یہ سچے سچے خوشگوار اور دلچسپ باتیں ہوئیں۔

وفي الدافع السابع: ٣٤٠: «جاء الكلام في الدعوى أيضا على ثلاث مرات في قول أبي حنيفة  
في غرضي، وفي صحيحه، وفي نسخة كذا قال عامة من أئمتنا وأما الذين المضعف فيهم الذين  
وحيث أنه لا بد لأبي حنيفة من أن لا يعبر عنه كالمؤمنين أو بضعة كالمؤمنين أو وجه بدلا عما  
ليس سأل كالبشر وبدن الجمع ولا ركاة فيه ماله نفس كله ويحول عليه الحول بعد انقضاء  
وفي الدر المختار ٣١٢: «ولا يثبت الدين المحتاج إليها لدفع المحرم والمبردين ملك: رافعات  
لغيره في ذور المكس ويحرم:

في التسمية تحت: قوله وثابت البشير الخ محذور قوله بلام ولو تقدير: وقوله ونحوه اني كتاب  
الصدق الغير المحتاج اليها كالاحزاب: العفايت.

أولاً: أئمة الإسلام، ١٩٩٣، لأصحاب الركعة على اعتبار انعدام الاستعلاء والمصلحة والشرف والظن، وما استنبطه من فقه في مسائله، عتفاً على تواليفه، وط انعدام شحولان الحول  
وغي المسألة، ١٩٩٣، وأهل سنة شمسية بالأولية على الضعيف وهي ثمانية وأربع وخمسون  
عشر.

(۴۶) پیدوار کو زرخیز بنائے تاکہ اس پر کھانا پزیر اس میں زکوٰۃ کا حکم

[illegible]

- (۱) کیا علی حدیث میں ہے کہ وہ ایک نیک انسان ہے اور اسے بہت زیادہ قیمت ہے؟
- (۲) اگر وہ ایک نیک انسان ہے تو اسے کیا نفع ہے؟ کیا اس کا کیا حکم ہے؟
- (۳) کبھی عداوت بھی نہیں ہوتے تو ان کی صورت میں الی اور سب سے بڑے کیا نفع ہے؟ عداوت میں کچھ اور بھی ہے؟
- (۴) یہ سب باتیں سنیں تو کیا اس کی تائید یا تردید میں کچھ باتیں نقل ملتی ہیں؟









للمألفی الهندیہ (۱/۶۱) : ويجوز تعجيل الزكاة بعد ملك النصاب ولا يجوز قبله ، والناسي  
التعجيل بثلاثة شروط احدها ان يكون الحول منعقدًا عليه وقت التعجيل والثاني ان يكون النصاب  
الذي اذى عنه كاملاً في آخر الحول والثالث ان لا يثبت اصله فيما بين ذلك .

وفي الشامية (۲/۲۹۳) : (ولو عجل ذو نصاب قبل بكونه ذا نصاب) لانه لو ملك اقل منه فعجل  
حسنة عن مائتين ثم تم الحول على مائتين لا يجوز . وفيه شرطان آخران . ان لا ينقطع النصاب في  
النساء الحول فليو عجل حسنة من مائتين ثم هلكت ما في يده الا درهمًا ثم استفاد فتم الحول على  
مائتين حجاز ما عجل بخلاف ما لو هلكت الكل . وان يكون النصاب كاملاً في آخر الحول . قوله  
لستين بان كان له للثمانية درهم دفع منها مائة درهم عن المائتين عشرين سنة . قوله او السب  
صورتہ ان يدفع المائة المذكورة عن المائتين وعن تسعة عشر نصاباً مستحدث فحدثت له في  
ذلك العام صح وان حدثت في عام اخر فلا بدلتها من زكاة على حدة . لكن المائة التي عجلها  
تفح زكاة عن المائتين عشرين سنة . صح لو جرد السب اى سب الوجوب وهو ملك نصاب  
الناسي فيجوز التعجيل لسنة واكثر . قال في البحر ولا يخفى ان الافضل عدم التعجيل  
للاختلاف فيه عند العلماء ولم اورد مثلاً لا .

وفي بدائع الصانع (۲/۳۸۸) : واما شرائط الجواز فلثلاثة احدها كمال النصاب في اول الحول  
والناسي : كسأله في آخر الحول والثالث : ألا ينقطع النصاب فيما بين ذلك . حتى لو عجل وله في  
اول الحول اقل من النصاب ، ثم كمال في آخره فتم الحول والنصاب كامل لم يكن التعجيل زكاة بل  
كان تطوعاً . وكذا لو عجل والنصاب كامل ثم هلكت نصفه مثلاً فتم الحول والنصاب غير  
كامل لم يجز التعجيل وانما كان كذلك لان المعبر بكمال النصاب في طرقي الحول .

## (۵۰) سال کے درمیان میں انصاب کے کچھ حصے کے ہلاک ہونے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان رحمہ اللہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس گزشتہ سال چند روٹوال ، اتنی رقم بڑھتی تھی  
کہ جس سے وہی صاحب انصاب بن جاتے ، پھر میں نے کے علاقہ معاملے میں کچھ خرچ کر دیا وہ اتنی روٹوالیں صاحب نصاب نہ رہا البتہ کچھ نہ بچو  
رقم باقی رہی پھر ابھی اس شمال میں رمضان کی رات سے کاروبار میں نفع ہوا اور میرے پاس دو بارہ اتنی رقم ہوگئی جو نصاب تک پہنچی  
جاتے ۔ اب بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ میرے اوپر زکوٰۃ فرض ہے ۔ اور ایک دوست کی رائے ہے کہ نہیں ہے ۔ چنانچہ ہمیں دینی مسئلہ  
معلوم کرنے کا شوق بھی ہے اس لئے آپ کو گزارش ہے کہ آپ بتائیں اس صورت میں مجھ پر زکوٰۃ واجب ہے ؟ اور اگر میرے

یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم جو کسی شخص کو ملے اس کی عمر و مال و مالکیت کے اعتبار سے ہونا چاہیے۔

اگر آپ حادہ و مصلیٰ (۲۸۸) کا حساب لیں، اس میں ۱۰۰۰ روپے ہیں اور مالک کے اعتبار سے اس کی عمر و مال کے اعتبار سے اس کی زکوٰۃ ۱۰۰۰ روپے ہے۔ اگر آپ کے مال ۱۰۰۰ روپے ہیں اور مالک کے اعتبار سے اس کی عمر و مال کے اعتبار سے اس کی زکوٰۃ ۱۰۰۰ روپے ہے۔

سماعی (کنز حایہ ۲/۲۵۱، ۲۵۲) و فی عروض النحر و الدر و الدرہم و الدنیر و النخل و البصل و غیرہ  
نساء الحول لا یجمع و حوت الزکوۃ فلا خلاف و فی السراجم و بن غالی و فی غنی لللیل و یلو کان  
الکتاب کتابا فی اول الحول و کتابا فی آخر الحول و یسا بینہما ہلک کتہ و لہ ۱۰۰۰ م م  
لانصب الزکوۃ و فی السماعی بالانصاف

و فی الہدیۃ (۱-۲) و اذا کان الشاہد کاملًا فی طرفی الحول ففقدت لیساب ذلک لا یسقط الزکوۃ

## (۵) زکوٰۃ میں سال کے آخر کی رقم کا اعتبار ہوگا

سال کا پانچواں دن ملازم اس مسئلہ کے تحت ہے کہ اگر مالک نے سال کے آخر میں ہی مال کا پانچواں دن ملازم کے پاس سے وصول کیا ہے تو اس کی زکوٰۃ

اگر آپ حادہ و مصلیٰ (۲۸۸) کا حساب لیں، اس میں ۱۰۰۰ روپے ہیں اور مالک کے اعتبار سے اس کی عمر و مال کے اعتبار سے اس کی زکوٰۃ ۱۰۰۰ روپے ہے۔

سماعی (کنز حایہ ۲/۲۵۱، ۲۵۲) و فی عروض النحر و الدر و الدرہم و الدنیر و النخل و البصل و غیرہ  
نساء الحول لا یجمع و حوت الزکوۃ فلا خلاف و فی السراجم و بن غالی و فی غنی لللیل و یلو کان  
الکتاب کتابا فی اول الحول و کتابا فی آخر الحول و یسا بینہما ہلک کتہ و لہ ۱۰۰۰ م م  
لانصب الزکوۃ و فی السماعی بالانصاف

## جن چیزوں اور لوگوں پر زکوٰۃ واجب نہیں

### (۵۲) نابالغ پر زکوٰۃ نہیں

سوال : دریافت میں ہے، اگر ہم اس مسئلہ میں ازبغہ محض نے اپنے نابالغ بیٹے کے نام پر زکوٰۃ دے دی ہے تو کیا اس سے کوئی نقص ہے؟

الجواب : عاذاً عنہما۔ صورت مسئلہ میں نابالغ بیٹے اس فقہی اہل سنت کا، مکمل نہیں کیا ہے اگرچہ اس کے قبضہ میں نہ ہوا ہے کہ وہ اپنے نابالغ والد کو زکوٰۃ دے دے اور قبضہ کے تحت وہ اس کی مالک بن جاتی ہے اور بہتر ہے کہ اس پر کوئی ناجائز خرچہ نہیں کیا جائے۔

لنصفی حلاصة الفتاویٰ ۴/ ۳۱۸، وفي نسخة الامام السرخسي: يجب ان يحل من ابنة الصغير يرضع

ويضم ما يملكه ويحرمه من الزكاة في يد غيره من اهل البيت اذا كان الابن مالاً فاحتمل بغير ط

نصفه وان كان في عياله والله اعلم بالصواب

### (۵۳) یتیم بچہ پر صدقۃ الفطر قربانی اور زکوٰۃ کا حکم

سوال : پانچ سال سے کم عمر کے یتیم بچے پر صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اگر بچہ ۱۸ سال کا ہو گا تو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اگر بچہ ۱۸ سال سے کم عمر ہو گا تو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اگر بچہ ۱۸ سال سے کم عمر ہو گا تو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

الجواب : عاذاً عنہما۔ قربانی اور زکوٰۃ کے دو بچے پر صدقۃ الفطر واجب ہے اور صدقۃ الفطر بچہ ۱۸ سال سے کم عمر ہو گا تو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟ اگر بچہ ۱۸ سال سے کم عمر ہو گا تو صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

لنصفی الدر المختار ۲/ ۵۸۰، وسرط الفرائض العقل وبلوغ و اسلام وحرية ۲/ ۵۴۰، نج

على كل من مسلم ولو صغيراً محجوراً وغالاً في الشامية قال في المدائع والمنا العنق والبلوغ فليس من

سرخس الزكوة في قول أبي حنيفة وأبي يوسف، حتى تحب علي النسي والصغير إذا كان له

مال ويخرجها الولي من مالهما

وفي ۳/ ۱۶، وفي نسخة أخرى: عمر وولد الصغير من ماله صححه في الهداية (وفيل لا صححه في الكافي

قال وليس للاب ان يقبله من مال طفله ورحله ابن شحنة قلت وهو المعتمد لما في متن مواهب الرحمن  
من انه اصح ما يقتضى به وعلمه في البرهان بانّه ان كان المقصود الا لئلا يلازم لابل لا يملكه في مال و  
كالتعق او التصديق بالجم فبال الضى لا يحصل صدقة التطوع وعراه للمبوط فيلحظ  
وفي (حصه ۳۱) وكذا الجذر الوصى وقال في الشامية واختاره في الملتقى حيث قلده وعبر عن الاول  
بقيل ورحله الطرسوسى بان القواعد تشهد له ولا يها عاده وليس القول بوجودها اولى من القول بوجود  
التركة في مالهم ۳۱۶/۶.

### (۵۴) غیر مملوکہ رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال کیا فرماتے ہیں علماء اہرام اس مسئلہ میں کہ میرے پاس نقد کی رقم بڑی ہوئی ہے جو تقریباً ایک سال سے میرے پاس ہے تو کیا  
مجھے اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟  
الجواب حامداً ومصلياً۔ واضح ہے کہ زکوٰۃ اس مائت پر واجب ہے جس کا انسان خود مالک ہو، غیر مملوکہ مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔  
نقد (کری بڑی چیز) کی رقم منقطع (الغائے والا) کے قدر میں بطور مائت کے ہوتی ہے اس میں ملکیت اصل مالک کی ہی ہوتی ہے، لہذا  
نقد کی رقم میں الغائے والے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اگرچہ سال بھی گزر جائے۔ تاہم اسے چاہے کہ اس کی خوب تشہیر کرے اور اگر پھر  
بھی مالک کا پتہ نہ ملے تو بیت صدقہ کسی مستحق ۲۷۱۷ دے۔

لسماعی الہدیہ (۲/۲۸۹): ہی مال يوجد في الطريق ولا يعرف له مالك بعينه كذا في الكافي  
واذا رفع السقطه يعرفها۔ ثم بعد تعريف المدة المذكورة المنقط مخبرين ان يحفظها حسب  
وبين ان يتصدق بها، فان جاء صاحبها فامضى الصدقة يكون له ثوابها وان لم يصبها ضمن المنقط.  
وفي الشامية (۳/۲۷۹) وفي النهي: معنى الانتفاع بها صرفها الى نفسه كما في الفتح، وهذا لا يباحق  
ما سبق في يده لا تملكها كما نوهه في البحر لانها باقية على ملك صاحبها ما لم يتصرف بها، حتى  
لو كانت الخل من نصاب وعده مائتة لصاباً حال عليه الحول تحت يده لا يجب عليه زكاة  
قلت: مقتضاه انها لو كانت لولا فليس لا يملكها مع انه يصدق عليه انه صرفها الى نفسه  
(قوله لو فقير) قيد به لان المعنى لا يحل له الانتفاع بها الا بطريق القرض، لكن ماذن الامام نهى

### (۵۵) کریڈٹ کارڈ پر زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء اہرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کریڈٹ کارڈ کا رواج عام ہے۔ یہ شخص کریڈٹ





(۲۶) مالتابی گھر جو مسلمہ میں گر چکا ہوگی سال بعد مکمل ہو جائے۔

(۲۷) مال جو بدشگونی سے ضائع ہو گیا ہو وہ اس پر کوہا موجود ہو۔

(۲۸) اگر شخص کچھ چنے کے کئی سال تک انکار کرے بیچ کر دے یا آ کر کرے بشرطیکہ سب انکار کیا تھا تو اس کے پاس کوہا موجود نہ تھے۔

(۲۹) وہ مال جو کسی شخص میں آئی ہو یا نہ آئی ہو اس نے اس مال کو بھرنے یا بھرنے سے انکار کیا ہو تو ان میں سے کسی کو اس کے مال کے پرزائش سوائے ان کے کوہا نہیں ہے۔

للمال من الفوائد المملوكة، ويشترط أن يتمكن من الاستعمال بكون المال في يده أو بدله  
فإن لم يتمكن من الاستعمال فلا زكاة عليه وذلك مثل حال الضعفاء، في التبيين وهو كل ما نفى  
حصه في ملكه ولكن رآه عن يده ولا يبرحم عوده في الغالب كذا في المحيط ومن مال الضعفاء  
الدين المحذور والمعصوب إذا لم يكن عليهما بينة فإن كانت عليهما بينة وجت الزكاة إلا في  
عصب السائمة فإنه ليس على صاحبه الزكاة وإن كان الغاص مفروضاً منه المفقود والآية  
والمعادود مصادرة، ساقط في الحر والمملوك في الصحراء البسيطة

وفي رد المحتار مع الدر المختار (۲۶۰۲) (ولا في مال مفقود) وحده بعد مسين، وفي التسمية  
نحوه شروخ في مسألة في مال الضعفاء كمالاني، (وساقط في بحر) استخرج بعد هذا (ومقصود لا  
سمة عليه) فلوله بنية تحب لما مضى الألفي عصب السائمة فلا تحب وإن كان الغاص مفروضاً كمالاني  
لحاجته (وساقط في بيرة سي مكانه) ثم تذكره وكذا في الودعة عند غير معارف المملوك في  
حرر (وغيره) كان (جعله المملوك سبي) ولا بنية له عليه (ثم) صارت له مال (أو) بعده عند فوه  
وفيه في محصرات الحانية مما إذا حلف عليه عند القاضي أما قبله فتحب لما مضى (وما إذا  
مصدرة) أي ظلماً ثم وحل إليه بعد مسين لعدم انقضاء

## (۵۷) گروی رکھی ہوئی اشیاء پر زکوٰۃ کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں کہ تیرا مہر، ہتھکڑیاں، منگیاں، سونے کی باریں، گہنے، پیریں، کھانسی، تانے، ایک ٹکڑی، ایک کونڈی، ایک  
قڑیا، تو اس سے زیورات ترقی کے طور پر بنے تھے اور ابھی تک میں نے تو خریدیں نہیں یا اور زیورات اکی نے پس ہیں تو ان کی  
زکوٰۃ واجب ہوئی یا نہیں؟ اگر ہے تو کس سے؟ وہاں ہے؟

الجواب: ہمارے مصلیٰ کرتی رکھے ہوئے زیورات پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جو کہ زکوٰۃ عینیت سے ہے وہاں ہے، وہی ہے اور نہ وہی رکھے  
ہوئے زیورات پر طبعیت سے حاصل نہیں ہے۔



دوران تعلیم اسکے پاس کچھ بھی نہ تھا مگر دوری کر کے وقت گزارتا تھا مگر امت کے بعد چونکہ بینک کی گواہ ایک بڑی محکمہ میں ہوتی تھی اس لئے دو چاندی ایک ہزار مالدار بن گیا۔ اب سوچ کرنا چاہتا ہے تو ایک آدمی نے اسے یہ کہا کہ آپ پر حج فرض نہیں ہے اس لئے آپ کا یہ حرام کا ہے اور مال حرام پر نہ زکوٰۃ ہے اور نہ حج۔ تو کیا واقعی زید پر باوجود مالدار ہونے کے حج وغیرہ فرض نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ بینک سے حاصل ہوئی مالی آمدنی سودی معاملات کی وجہ سے حرام اور ناجائز ہے اسلئے صورت مسئلہ میں زید کے پاس اگر خالص بینک کی کمائی ہے اسلئے حلال و حلال رقم کچھ نہیں تو اس پر حج فرض نہیں کیونکہ مال حرام جبکہ وہ حلال مال سے مخلوط نہ ہو سارے کا سارا باذنیت ثواب واجب التصدق ہوتا ہے اس پر حج اور زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی البتہ اگر اسلئے ساتھ حلال مال بھی ملا ہو اسے تو حج اور زکوٰۃ فرض ہو جائیگی مگر اسے چاہئے کہ اس رقم سے حج نہ کرے بلکہ کسی سے قرض لیجے حج کرے اور پھر اپنے مال سے قرض ادا کر دے اور اگر کوئی حرام اور مشتبہ مال سے حج ادا کرے تو اسے قرض تو ساقط ہو جائیگا لیکن اس پر ثواب نہ ملے گا۔

وفی الشامیہ (۲/۲۹۱)؛ فی الفیۃ؛ لو کان الحیث نصاباً لایلزہ الزکاۃ لان الکمل واجب التصدق علیہ فلا یقید بحجاب التصدق بعرضہ ثم قال بعد اسطر: فأذا بقوله وان یکن له سواہا نصاب الخ وان وجوب الزکاۃ مقید بما اذا کان له نصاب سواہا۔

وفیہ ایضاً (۲/۵۹۶)؛ قال: فقد یقال ان الحج نفسہ الذی ہو زیارۃ مکان مخصوص الخ لیس حراماً علی الحریم ہوا اتفاق المال الحریم ولا تلازم بینہما کما ان الصلاة فی الأرض المغصوبۃ تقع فحرماً وانما الحریم شغل المکان المغصوب لامن حیث یتكون الفعل صلاة لان الفرض لا یمنع ان تصافہ بالحرمة۔

## (۶۰) چھوٹے بھائی کے مال میں جو کہ بطور امانت ہو زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک چھوٹا بھائی ہے جس کی ملکیت میں ۹ لاکھ روپے ہیں اور وہ میرے ہند میں بطور امانت ہیں تو کیا مجھے چھوٹے بھائی کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں اگر آپ کا بھائی بائغ ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ اس لئے کہ وہ مکلف نہیں۔ اور اگر بائغ ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے لیکن آپ اس کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ یہ آپ کی ملکیت نہیں۔

لمصافی السعدیۃ (۱/۲۷۱)؛ ومنہا العقل والبلوغ؛ فلیس الزکاۃ علی الصبی ومجنون اذا وجدہ الجنون فی السنۃ کلہا۔

وفیہ ایضاً (۱/۱۷۱)؛ رجل ادى زکاة غیرہ عن مال ذلک العیر فاجازہ المالك فان کان المال قائماً فی ید الفقیر جاز والا فلا۔

وفی الشامیہ (۳/۲۵۸)؛ (قوله عقل و بلوغ) فلا تجب علی مجنون وصی لانہا عبادة محضۃ۔

## (۶۱) حرام مال میں زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علم ہر امام میں مسئلہ میں کہ میں نے ایک سال پہلے 90 ہزار روپے پیسہ میں رکھ رکھا ہے جسے ادراپ مجھے ایک سو ۱۰ روپے کی یاد تھی وہ 90 روپے کی ادراپ ہی ہون چاہی کہ کونسی چیز اس کے ہیں؟

الجواب حامداً وعلیاً قرآن پند امامیہ ہمارے میں سو کو ترک قرار دیا گیا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی سو سے باز نہیں آتا تو اس خطبہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کے حال کے ساتھ جس کا اعلان فرمایا لیکن اگر کسی نے ہر دستہ طور پر سو کے پیسے لے لئے تو اس کو بیعت نیت ثواب نے پورا ہر دھندہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ اس کے پیسوں کو اپنے مال کے ساتھ لایا تو اس نے گھر سے پورے وقت آئے۔ سو فی فیق اس کا جو مال کے مال سے حرام ہوا۔ اگرچہ اس مال سے صدقہ شریعہ کا کیا صورت مسئولہ میں ایک لاکھ کے مجموعہ میں ہر وقت کے فی اسے زکوٰۃ میں ادائیگی کی رقم کا سامان صدقہ مال کی طرف سے زکوٰۃ اور مال حرام کی طرف سے صدقہ شریعہ کا۔ پادشہ کی ہر مال کی بھی بیعت نیت ثواب کے نتیجے میں صدقہ مال کی جانب اور ضروری ہے۔

لصالحی الشیخہ: ۲۴۹۔ لو کان الحب مصاباً لا یطرحه الزکاة لان الکمل واجب التصدیق علیہ فلا یغیر حباً التصدیق بعصہ۔ قلت لکن قدما عن القبة والزاقبة ان ما وجب التصدیق بکله لا یغیر الشیخہ فی بعضہ لان المصسوب ان غنمت مصحابة او ورتهم وجب ردہ علیہم والا وجب التصدیق۔

وفي الدر المختار (۲۹۰)۔ ولو حلط السلطان المال المصسوب بحاله ملكه فحبب الزکاة فيه وبورث عنه لان الحلط استهلاك اذ لم یمكن تمييزه عند اخی حنیفة وقوله لولی اذ قلما یخلو مال عن غصب وهذا اذا کان له مال غیر من استهلكه مالم یخلو منفصل عنه یروی دینہ والا فلا زکاة کما لو کان الکمل حبناً

وفي الشنف (۱۱۲)۔ والرابع من أسباب وجوب الزکاة هو ان یكون المال حلالاً لان المال اذا کان حراماً لا یحطب من وجب ان یكون له خصم حاضر لیردہ علیہ واما ان لا یكون له خصم حاضر فیعطیه للفقراء کله ولا یحب ردہ لعل ولا کثیر والزکاة اعم ان تكون فی المال الحلال

## (۶۲) اولاد کو دینے کیسے لئے گئے ہوں کانوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان ہر امام میں مسئلہ میں کہ میں نے اپنے چند بچے دیے ہیں ان کے کانوں پر زکوٰۃ دینے کی شان میں وقت ان کو یہ دینا واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ مسرت مسرت میں ان مکانوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ بلکہ تشریف لگانے پر دیئے ہوئے ہیں اور ان کی آمدنی حساب تکلیف ہی سے تو سال بھر کے پانچ آدمی میں زکوٰۃ واجب ہے۔

لمصافی الحایة علی هامش الہدیۃ (۲۵۱: ۲۵۰)۔ ولو اشترى الرجل داراً او عبداً للتجارة ثم احرره  
یخرج من ان يكون للتجارة لانه لداً احرره فبعد المنفعة  
وفیه ایضاً (۲۵۳: ۲۵۲) اذا اجر داره او عبده بعد ان یدرهم لا تجب الزكاة ما لم یحل الحول بعد  
القبض فی قول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ

وفی الدر المختار (۲۶۲: ۲۶۱) او الفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعوموم  
وفی الشامی تحت قوله وفارغ عن حاجته الأصلية۔ فمر المشغول بالحاجة الأصلية والأولى  
فهماء ذلك حيث قال وهو ما يدفع الهلاك عن الانسان تحقيقاً كالعلقة ودور السكنى۔ فانه  
ذل۔ وليس فی دور المسکى لانها مشغولة بحاجته الأصلية وليست سائمة ايضاً

### (۶۳) دودھ کی غرض سے خریدے گئے جانور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے دودھ کے مقصد سے جانور رکھے ہیں وہ جنگل  
میں نہیں رہتے بلکہ میں خود ان کو گھریں یا دھرم میں خلافت میں لے کر آیا ہوں۔ انہوں پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً۔ اگر مرد و مکنت میں ان جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہے۔ لیکن اگر ان جانوروں سے حاصل شدہ دودھ کی قیمت پر زکوٰۃ  
واجب نہ ہو۔ بلکہ وہ زکوٰۃ کے حساب سے نہ ہو۔ اور اس پر سال بھی نہ ہو۔

لمصافی الہدیۃ (۲۸۱: ۲۸۰) والعقل الحامض فیما لا تجب فيه الزكاة۔ وليس فی العوامل  
والحوامل والعلقة صدقة كذا فی الہدیۃ۔

وفی الدر المختار (۲۸۲: ۲۸۱) (و لا یلی عوامل و علقوۃ) ما لم تكن العلقوۃ للتجارة۔

وفیه ایضاً (۲۸۳: ۲۸۲)۔ والأصل أن ماعداً المحجریں والسرائم انما یزکی بنية التجارة بشرط  
عدم المانع المؤدی الى الشیء و شرط مفارقتها لعدد التجارة وهو کسب المجال بالمال بعقد شرع

### (۶۴) دینی اور جنگلی جانوروں کے ملاپ سے پیدا ہونے والے جانور پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بہت سارے ہنود تیرا میں انہیں بھی بھیج  
جراتے ہیں جنگل کے جانوروں میں سے۔ جو جانور ان کی جنگلی جانوروں سے ملاپ ہو جاتا ہے یا پھنسا ہے کہ وہ فوراً جو جنگلی



کوئلہ نکلا ہے۔ کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ یا اس کا ٹیس نکالا جائے گا؟

الجواب: حامد او مصلیٰ۔ معدنیات کی تین قسمیں ہیں:

(۱)۔ پہلی قسم وہ ہے جو جامد ہو، اور آگ پر کھٹے سے پختی ہو، مثلاً سونا، چاندی اور لوہا وغیرہ۔

(۲)۔ دوسری قسم وہ ہے جو جامد ہو، لیکن آگ پر کھٹے سے نہیں پختی ہو، مثلاً چونا، گچ، یا قوت، زمر، فیروزہ مرہ وغیرہ۔

(۳)۔ تیسری قسم وہ ہے جو مائع ہو جامد نہ ہو، مثلاً پیڑا، دل وغیرہ۔ مذکورہ تینوں قسموں میں سے صرف پہلی قسم میں ٹیس ہے باقی دو قسموں میں ٹیس نہیں۔

کوئلہ چونکہ دوسری قسم میں ہے اور تیل و گیس تیسری قسم میں شامل ہیں اس لئے ان میں ٹیس نہیں ہے۔ البتہ انہیں فروخت کرنے کے بعد جو آمدنی ہوگی اگر وہ بقدر نصاب ہو، اور اس پر سال گزر جائے تو اس میں زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

لسا فی الہندیہ (۱/۱۸۵): واما المائع کالتقیر والنفط والملح وما لیس بسطیع ولا مانع کالتورۃ والحصن والحواجر والیواقیت فلا شیء فیہا

وفی الدر المختار (۲/۳۱۸): (و) من (کثر) اشی مال (مدفون) ذلہ الکفار لالہ الذی (وجد سلم او ذمی) ولوقا صغیرا النہی (معدن نقد و) نحو (حدید و) کل جامد یطبخ بالنار منہ الزببق فخرج المائع کسقط وفاز وغیر المنطع کمعادن الاحجار۔

وفی الشامیہ (۳/۳۱۹): ومانع کالماء والملح والقیح والنفط وما لیس شیئاً منہما۔ (قوله کسقط) وهو دھن یعلو الماء۔ (قوله فاز) والقار والقیح والنفط وما لیس شیئاً منہما۔

وفی الفقہ الاسلامی (۳/۱۸۵): والمعادن ثلاثہ انواع۔ جامد یدوب وینطبخ بالنار کالتقیرین (الذهب والفضۃ) والحدید والنحاس والرخاص ویلحق بہ الزریق، وهذا هو الذی یجب فیہ الزکوٰۃ وھو الخمس وإن لم یبلغ لصا ب۔ جامد لا یدوب ولا یطبخ بالنار کالحصن والتورۃ۔ والکحل والزریخ وسائر الاحجار کالباقوت والمسلج۔ ج۔ مانع لیس بجامد کالقار (الزفت) والنفط (النرول) ولا یجب الخمس الا فی النوع الاول۔

(۶۷) فلیٹ کا صرف نقشہ تیار کرنے کے بعد فروخت کرنا، نیز اس رقم پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ رواج ہے اور عام ہے کہ ایک شخص کی زمین ہے اور اس زمین پر فلیٹ بنائے گا اور وہ اپنے نقشہ و فیچہ وغیرہ لیا ہے اب بچنے سے پہلے ہی لوگ اس سے فلیٹ خرید رہے ہیں اور اس کے پاس رقم قسط وادارہ رہی ہے، اب عرض یہ ہے کہ اس طرح کی خرید و فروخت درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہو تو کیا ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب

من یا نہیں؟

الجواب: حامد و مصطفیٰ انہیں نے حد ۱۱۰ پر تعین ہو رہا ہے جو اس میں ہے جسے زکوٰۃ دینے والا دیکھتا ہے جو اسے دے دے، انہی ہوں کہ بعد میں نکلا پیچ نہ ہو، وہ حقائق لکھتے ہیں کہ بعد نصیحت میں موجود بھی ہوں تو بیخبر راست ہے، اور یہ سب سے اچھے میں داخل ہے۔

(۲۱)۔ بیچنے والا اگر ناقابلِ بالغ اور صاحبِ نسب ہے تو اس پر زکوٰۃ نہ لگے گی اور اگر پہلے سے صاحبِ نسب نہیں اور زکوٰۃ نہ لگے، بعد صاحبِ نسب بنا کر مال زکوٰۃ کے بعد زکوٰۃ لگایا جائے۔

سالمی لغار خانہ: ۲۰۳ تا ۲۰۶ الزکوٰۃ واحداً علی الحر العاقل البالغ المسلم اذا بلغ بصلابا ملکاً تاماً وحراً علیہ الحرول

و فی التہذیب ۳/ ۲۰۰۔ الاستصناع جائز فی کل ما جرى التعامل فیہ كالقنطرة والخف والاورني المستخدة من الصخر والحاس وما أشبه ذلك استحبنا كذا فی المحيط۔ ثم بما حاز الاستصناع قبلاً للناس فیہ تعامل اذا بین وجه علی وجه بحصل التعریف أما فیما لا تعامل فیہ كالأستصناع فی البساتین بأن یأمر حائکها لیحیک لہ فوباً یعول من عند نفسه لم یجز كذا فی الجامع الصغیر۔

و فی الفقہ الاسلامی (دلت ۵ عد ۳۶) ثم انتشر الاستصناع انتشاراً واسعاً فی العصر الحديث فلم یعد مقصوراً علی صناعة الاحدبہ والجلود والجارة والحفاد۔ وإنما شمل صناعات متطورة ومہمة جدا فی انحیاء المعاصرة كالتطائرات والسفن والمہارات۔ ولم یقتصر الامر علی الصاعات المحتلقة مادام یمکن ضبطها بالتفایس والمراصفات المتعددة وإنما یشمل فیہا إقامة العربیة وتوفیر المساكن المرفوعة وقد ساعد کل ذلك فی التغلب علی ازمة المساكن۔ ومن أبرز الاہتنة والتطبیقات لعقد الاستصناع بیع المورور والمارول والبیوت السکیة علی الخریطة ضمن اوصاف محددة، فبیع هذه الاشياء فی الواقع المقام لا یمکن تسویفہ الاہلی أساس الوعد العازلہ بالبیع او علی عقد الاستصناع۔ وبعد العقد صحیح اذا صدرت وحصة الباء ووضعت الخریطة و ذکر ت فی شروط العقد مواصفات الباء، بحيث لا تنفی حیثالہ مفتضیة الی النزاع والحلاف۔ وقد اصبح من السہل ضبط الارصاف۔ ومعرفۃ المفادیر و بیان سرع الساء سر، بیع الباء علی التہیکل أو مکب کمال الکسوة مع الاتحاق علی شروط الکسوة وأوصافها من النوع الجید والوسط أو العادی۔ وعدم تسدید النمن عنادة علی افساط ذات مواہد معددة وتجنب الانقساط جزاً من النمن ولا زکوٰۃ فیہا الا اذا فصح العقد۔



## (۶۸) دودھ بیچنے کیلئے پالی ہوئی بھینسوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال : یا رسول اللہ! میں نے اپنے گناہوں کی سزا کے طور پر ایک بھینس کا ہار دیا ہے، جس میں تیرہ بھینسوں کی بھینسیں ہیں، پھر پچاس روپے کا ایک ہار دیا ہے، پھر پچاس روپے کا ایک ہار دیا ہے، اب آپ سے پوچھنا ہے کہ کیا ان پر بھینسوں کی زکوٰۃ دینی؟

الجواب: عائدہ معلوم! صورت مسئلہ میں اگر آپ کے پوچھنے والے کو جو بھینسوں کی مالیت ہے، وہ بھینسوں کی مالیت ہے، نہ کہ بھینسوں کی مالیت ہے، اور اگر یہ بھینسیں دودھ بیچنے کیلئے پالیں ہیں تو اس صورت میں ان پر بھینسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، بلکہ دودھ سے حاصل ہونے والی آمدنی کی، عائدہ زکوٰۃ واجب ہوئی بشرطیکہ بھینس کے برابر ہو، اور مال گزر جائے۔

لما فی المدخل المختار مع رد المحتار: ۴/۲۳۴. والأصل أن ما عدا النحرين والسوابغ المعبر كمي  
بذات النجارة بشرط عدم السماع لمؤدى المي التي وشرط مقارنتها لعقد النجارة الخ وقوله ما عدا  
النحرين وما عدا ما ذكره كالحواجر والعقارات والمواسي الفلولة والعبيد والقياب والامتنعة  
وبحوذ لك من العروة.

وفيد ايضا: ۴/۲۳۴. وهي المكتبة بالرعي في أكثر العاقل قصده الذر والنسل والريادة والسعي  
لكي في السماع لو اسماها للحد ولا ركافة فيها ونز لنجارة فغبار ركافة النجارة لأن ركافة  
السهم ركافة التجارة مختلفان فمرا وسما

فوله مختلفان فلهذا وسبب لأن التقدر في حال النجارة رد، والعشر وفي السوابغ ما ياتي بيانه والنسب  
فيما هو العالي الثامي لكن بشرط مذ النجارة في الأول ونية الإسمعة للذر والنسل في الثاني  
وهي الفقه الاسلامي (۱۹۲۹: ۳). وأوجب الزكاة في أعيان العمار الاستغالية والمصانع والمغنى  
والطائرات وما شبيها من نجس هي صافي غلبتها عند توافر شرط المصا وبحوذ من العروة.

## (۶۹) سونے چاندی کے علاوہ دھات سے بنائے گئے زیورات میں زکوٰۃ کا حکم

سوال : یا رسول اللہ! میں نے اپنے گناہوں کی سزا کے طور پر ایک ہار دیا ہے، جس میں تیرہ بھینسوں کی بھینسیں ہیں، پھر پچاس روپے کا ایک ہار دیا ہے، پھر پچاس روپے کا ایک ہار دیا ہے، اب آپ سے پوچھنا ہے کہ کیا ان پر بھینسوں کی زکوٰۃ دینی؟

زکوٰۃ نکالوں گی؟ پر اگر کہہ دوں کہ جہاں سے لے کر جہاں تک پہنچاؤں گا۔

الجواب: حامداً ومصلياً۔ اگر غلط خیالات چنانکہ سونے اور چاندی کے علاوہ دوسری دھات کے سنے ہوئے ہوتے ہیں اور دوسری دھات میں جب تک تجارت کی نیت نہ ہو، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور چاندی کی طرح گورہ و مشک و چونکہ نصاب مقررہ سے کم ہے۔ اس لئے اس میں زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ نیت اگر وہ مال جو آپ کی ملکیت میں ضرورت سے زائد ہو، جن کی قیمت اور مذکورہ چاندی کی قیمت ملانی چاہئے، ان مجموعہ کی قیمت ساڑھے دو ہزار ہزار مال چاندی (۶۵۰ گرام) کی قیمت کے برابر ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ نیز چاندی اور دوسرے دھات پر ۲۰ گرام کے پانی پر چھانے کی وجہ سے زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔

لساقي البدائع الصانع (۲۰۸/۲): وكذا وروی الحسن عن ابي حنيفة فيمن كانت عليه رصاص او نحاس او موهبة بحيث لا يخلص فيها النقصه انها ان كانت للتجارة يعتبر قبضتها فان بلغت مائتي درهم من الدراهم التي تغلب فيها الفضة ففيها الزكاة وان لم تكن للتجارة فلا زكاة فيها لما ذكرنا ان الصفر ونحوه لا تجب فيه الزكاة ما لم تكن للتجارة الخ

## (۷۰) مال موہوبہ میں نیت تجارت کے بعد تجارت شروع کرنے سے پہلے زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک فیکٹری میں امامت کرتا ہوں، ملک نے مجھے بہت زیادہ کپڑا دیا تھا جس کا کاروبار کروں نہیں میں نے ابھی تک اس کو فروغ کر کے دیکھ لیا ہے تو کیا میرے اوپر اس کپڑے کی زکوٰۃ (الانصرہ) دینی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً۔ صورت مستند میں ان کپڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، مگر لے کر دینے کے لیے آپ کی ملکیت میں بطور ہبہ ہے، یہ ہبہ نہ وہی ہے نہ تجارت کی نیت کرنے سے نہ تجارت کا مال شمار نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اس مال کے ساتھ تجارت شروع نہ کی جائے۔

لعمالی النافذ حاشیہ (۲۳۰/۲): واخفقوا لیس اذا ملكها بالشرع كالهبة والصدقة والوصية والخلع والصالح عن دم التعمد وسوى التجارة عند التملك قال ابو يوسف نعمل ايته وقال محمد لا نعمل ايته، والقول ابي حنيفة كقول محمد كذا ذكره بعض المشايخ، وفي الهبة ايته: والقول الاحتلاف على العكس.

ولي الفقہ الاسلامی (۲/۸۷۰): والثالث: نية التجارة مصحوبة بعمل التجار فعلا، لان مجرد النية لا يكفي.

وفي الدر المختار (۲/۲۷۳): واما ملكه بصنعه كهيئة او وصية او نكاح الخ.

وفي الشامية تحت: قوله واما ملكه بصنعه الخ: أي ما كان متوقفاً على قوله وليس هادئة مال بعال كهيئة العقود إذا نوى عند العقد كونه للتجارة لا يصير لها على الأصح، لان الهبة والصدقة والوصية

لیست بمبادلة اصلا

## (۷) کرائے پر دیئے ہوئے مکانوں، دکانوں، کارخانوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال — کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ میری طارق روڈ دفین سینٹر میں کئی دکانیں ہیں جن کو میں نے کرایہ پر دیا ہے، اب میں اس کی زکوٰۃ کس طرح نکالوں، کیا دکانوں کی جو قیمت ہے اس پر زکوٰۃ ہے یا جو آمدنی کرائے کی صورت میں آتی ہے اس پر زکوٰۃ ہے؟

الجواب حامداً واصلحاً — دکانیں، کارخانے، زمینیں، مکانات وغیرہ اگر تجارت کیلئے نہ ہوں بلکہ انہیں صرف کرائے پر دیا ہوا ہے یا اپنے ذاتی استعمال میں ہیں تو اس صورت میں ان کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ ان سے حاصل ہونے والے کرائے پر زکوٰۃ واجب ہوگی بشرطیکہ کرائے کی آمدنی بقدر نصاب ہوا اور حوالان ہوں ہو جائے یعنی نصاب پر ایک پورا قمری سال گزر جائے۔

لسمافى الخاتمة على هامش الهندية (۳۵۳/۱) اذا اجر داره أو عبده براتبى درهم لاتبج الزكاة مالم يحل الحول بعد القبض فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى.

وفى الهندية (۵/۱): وأما سائر الديون المقر بها ففى على ثلاث مراتب عند أبى حنيفة ضعيف، وهو كل دين ملوكه بغير فعله لا بدلاً عن شئ نحو الميراث أو بفعله لا بدلاً عن شئ كالحوصة أو بفعله بدلاً عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع — لازكاة فيه عنده حتى يقبض نصاباً وبحول عليه الحول، ووسط وهو ما يجب بدلاً عن مال ليس للتجارة كعبد الخدمة وثياب البذلة اذا قبض مائتين زكى لما مضى فى رواية الاصل وقوى وهو ما يجب بدلاً عن سلع التجارة اذا قبض أربعين زكى لما مضى.

وفى الدر المختار (۳۰۵/۲): (و) اعلم ان الديون عند الامام ثلاثة: قوى، ومتوسط، وضعيف (نحو) زكاتها اذا لم نصاباً وحال الحول لكن لا فوراً بل (عند قبض أربعين درهماً من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة) فكلما قبض أربعين درهماً يلزمه درهم (و) عند قبض (مائتين منه) لغيرها (أى من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط كلتم سائمة وعبد خدمة ونحوهما معاهو مشغول نحو الحجة الاصلية كطعام وشراب و املاك ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فى الاصح — (و) عند قبض (مائتين مع حوالان الحول بعده) أى بعد القبض (من) دين ضعيف وهو (بدل غير مال) كمهر ودية وبدل كتابة وخلع الا اذا كان عنده ما يقيم الى الدين الضعيف كما مر.

وفى المشامة (۴/۲۹۵): وأجل سنة قسرية بالأهلية على المذهب وهى للثمانة وأربع وخمسون

وبعض يوم.



## (۷۴) اگر بکریوں کو گھر میں چارہ کھلایا جائے تو زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس پچاس بکریاں ہیں جن کو صبح و شام گھر میں چارہ ڈالتے ہیں لیکن دن کو جنگل میں چراتے ہیں تو کیا ان بکریوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟  
الجواب حامداً و مصلحاً۔ اگر بکریوں کو صبح و شام گھر میں چارہ ڈالا جاتا ہو، اور یہ چارہ ان کیلئے کافی ہو تو اس صورت میں بکریاں ملو قہ شیار ہوں گی یعنی جن کو چارہ اپنے خرچے سے کھلایا جاتا ہو، اگرچہ دن میں انہیں جنگل وغیرہ میں چرایا جاتا ہو، تو ان پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی بشرطیکہ وہ تجارت کیلئے نہ ہوں۔

لسامی الہندیہ (۱/۷۶) فان كانت تسام فی بعض السنة وتعلف فی البعض فان اسبغت فی اکثرها فهي سائمة والافلا کذا فی محیط السرخسی۔ حتی لو علفها نصف الحول لان تكون سائمة ولا تجب فيها الزکاة کذا فی التبيين

وفی الشامیہ (۲/۴۵۷) اذا لو حمل الذکاة الیها فی البیت لان تكون سائمة

وفی الدر المختار (۲/۲۸۲) (و) لا فی (بغال وحمیر) سائمة اجماعاً (لیست للتجارة) فلو لها افلا

کلام لانها من العروض (و) لا فی (عوامل وعلوفه) مالم تکن العلوفه للتجارة۔

## (۷۵) جس قرض کے ملنے کی امید نہ ہو اس پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دکاندار آدمی ہوں مجھ سے لوگ سامان وغیرہ خریدتے ہیں چونکہ یہ اسٹور ہے تو کچھ چھوٹے دکاندار مجھ سے سامان قرض پر بھی لے جاتے ہیں اور اس طرح کئی سال گزر جاتے ہیں لیکن وصولی نہیں ہوتی، اس طرح کافی سرمایہ بن جاتا ہے اب آیا جس قرض کی وصولی کی امید ہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں؟ یعنی اس کی ادائیگی فی الحال ضروری ہوگی یا ملنے کے بعد اور جس قرض کے ملنے کی امید نہ ہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہوگی یا نہیں اگر یہ قرض بعد میں مل جائے تو ماقبل والے سالوں کی زکوٰۃ ساتھ ہو جائے گی یا وہ بھی ادا کرنا ہوگی۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلحاً۔ قرض شدہ مال اگر کامل نصاب ہو، تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی، البتہ (قلی القلیل) قبضہ کرنے سے پہلے ادا کرنا لازم نہ ہوگا۔ بلکہ رقم وصول کرنے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ فی الحال ادا کرنا لازم ہوگی۔

باقی وہ مال جن کی وصولی کوئی امید نہ ہو، تو وہ مال شمار ہوگا، اور مال شمار پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ اور اگر مال معلوم ہو لیکن قرضدار کے مفلس ہونے کی وجہ سے وصولی میں تاخیر ہو، تو ایسا مال وصول ہونے سے گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہوگا۔

لسامی خلاصۃ الفتاویٰ (۱/۲۳۸) اما اذا حصدھا سنین ثم افادھا البیت لم یکن علیہ زکوٰۃ ماعضی

عند الذی یخالف ما اذا کان مقراً أو یعلم الفاسی ولو کان المدیون مقراً لکنه مفلس فعلى الزکاة  
لما مضى اذا قبضه

وفى الهندية (۱/۵۵۱): وفى مقربہ تحب مطلقاً سواء کان ملياً أو معسراً أو مفلساً کذا فى الکافي  
وفى الشاميه (۲/۲۶۶): (وقوله لا زکاة فى مال الضمار) الضمار بالصاد المعجمة بوزن حمار، قال  
فى البحر، وهو فى اللغة الغائب الذى لا يرجى فاذا رجعى فليس بضمار۔ لو کان له دين على وال  
وهو مقربہ إلا أنه لا يعطيه وقد طال به باب الحلیفة فلم يعطه فلا زکاة فيه ولو هرب غريمه وهو بقدر  
على طلبه أو التوكيل بذلك فعليه الزکاة.

## (۷۶) دوکان کے استعمال کیلئے رکھے ہوئے فریزر پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان منہاج اسلام مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنی دوکان کیلئے فریزر خرید لیا ہے (لحم تجارت  
یعنی بھل، بوس، وغیرہ رکھے کیلئے) مگر میرے گھر والوں نے نصف فریزر اپنے استعمال میں رکھا ہے یعنی دو خانے ہیں تو ایک خانے میں  
وہ گھر کا سامان وغیرہ رکھتے ہیں یعنی گوشت، تکی، دودھ، لسی اور بھرنی وغیرہ اور دوسرے خانے میں میں دوکان کا سامان یعنی بھل، بوس  
وغیرہ رکھتا ہوں۔ اب پوچھتا یہ چاہتا ہوں کہ یہ ضرورت اصلیہ میں بھی داخل ہوگی اور مال تجارت میں بھی داخل ہوگی۔ اب میرے لئے  
اس کی زکوٰۃ کیا حکم ہے؟ آیا سال کے ہمراہ نے پر زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوگی یا زکوٰۃ ساقط ہوگی؟ فراموشات کریں تاکہ میرا دل  
مطمئن ہو جائے۔

الجواب حامداً و مسلماً۔ مال تجارت یا اس سے حاصل شدہ آمدنی جب نصاب زکوٰۃ کو پہنچ جائے اور اس پر سال بھی گزر جائے تو زکوٰۃ واجب  
ہوتی ہے۔ باقی اسباب تجارت جیسے کارخانہ کی مشینیں، زراعت کے اوزار وغیرہ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ لہذا صورت مسئلہ میں جب فریزر  
بھل و بوس وغیرہ رکھتے کیلئے خرید لیا ہے نہ کہ بیچنے کیلئے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ خواہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہو یا نہ ہو۔

لحم الفاسی المحيط البیہانی (۳/۶۶۳): آلات الصناع الذین یعملون بها وظروف الامتعة لا یجب فیها  
الزکاة لانها غیر معدة للتجارة.

وفى الشاميه (۲/۲۶۵): (وقوله وكذلك آلات المحترفين) ای سواء کانت مما لا تسهلک عینہ  
فى الانقاع.

## (۷۷) سلائی، کڑھائی کے استعمال کیلئے رکھی ہوئی مشینوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان منہاج اسلام مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو بہنوں نے مل کر اپنے گھر میں کڑھائی کا کاروبار

شروع کیا تھا، جس کیلئے ہم نے دو مشین خریدی تھیں ان میں سے ایک کو بھی کھرا دار استعمال کرتی ہیں اور دوسری مشین اس کے کام لیا دہ ہوتا ہے البتہ گھر کا کام بھی اکثر اسی دوسری مشین سے کرتی ہیں۔ تو آیا اب دونوں مشینوں پر زکوٰۃ ہے یا صرف ایک پر؟ نیز دوسری مشین گھر کے استعمال میں بھی رزقی ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اور مال تجارت کی تعریف کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ ہر وہ چیز جو آلاتِ حرفة و پیشہ میں سے ہو، اس کی قیمت پر زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی جب نصاب تک پہنچ جائے اور سال بھی گزر جائے تو اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ لہذا سوال میں مذکور مشینیں بھی آلاتِ حرفة میں سے ہیں اگر ان کو صرف کڑھائی کے کاروبار کیلئے خریدا ہے نہ کہ بیچنے کیلئے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں، خواہ گھر کے استعمال میں ہوں یا نہ ہوں۔

(۲)۔ مال تجارت ہر وہ مال ہے جس میں خریدنے کے وقت تجارت کی نیت کی ہو۔

لسا فی ابی داؤد (۲۸۱/۱): لقوله عليه الصلاة والسلام عن سمرة بن جندب قال اما بعد فان رسول الله ﷺ كان يأمرنا ان نخرج الصدقة من الذي نعد للبيع.

وفي الدر المختار (۲/۲۶۳): (ولا في ثياب البدن).... وكذلك آلات المحترفين.

وفي الطحطاوی علی الدر (ص ۳۹۲): کتاب الزکوٰۃ: قوله وكذلك آلات المحترفين ای لا تجب فیها الزکوٰۃ.

## (۷۸) کام کاج کے میل، گائے میں زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ان گرمیوں کی چھٹیوں میں ہم دھنبا اپنی خالہ جان کے گھر گئے۔ ہم نے دیہاتی ماحول پہلی مرتبہ دیکھا تھا اس لئے کچھ زیادہ ہی مزہ اڑا رہا تھا۔ ہماری خالہ کے گھر آٹھ بڑے بڑے نسل تھے جو ان کی زمینوں پر میل وغیرہ کے کام آتے تھے۔ ہم دن میں زمینوں پر جاتے اور رات میں کھلے صحرائے میں بیٹھ کر خوب گپ شپ کرتے تھے، ایک دن باتوں باتوں میں زکوٰۃ کے مسائل پر بات چیت ہونے لگی تو میرے بڑے بھائی جنہوں نے چند ماہ در سر میں بھی پڑھا ہے وہ کہنے لگے کہ خالہ جان کی کاٹیں اور تیل وغیرہ پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، اس پر میں نے کہا کہ اچھا ہمارے گھر جو طوطے پٹے ہوئے ہیں یا خالہ جان کے گھر جو مرغیاں ہیں ان پر بھی زکوٰۃ واجب ہے؟ اس پر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر طے یہ ہوا کہ کراچی پہنچ کر مفتی صاحب سے معلوم کر لیا جائے۔ اب جب ہم یہاں پہنچ گئے تو بھائی نے مجھے یہ مسئلہ یاد دلایا تو اسے تصدیق لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ براہ کرم اس کا جواب دے کر احسان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ نسل اور گائے میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جب ان کی تعداد میں یا تیس سے اوپر ہو، اور اکثر سال باہر چرتے ہوں، یا تجارت کیلئے ہوں اور جو نسل اور گائے کام کاج وغیرہ کیلئے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ صورتِ مسئلہ میں چونکہ مذکورہ

تاکہ کھیتوں میں بل، وغیرہ کے کام آتے ہیں ان لئے ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور اسی طرح موطے اور مرغیوں میں بھی نہ ہوگا اس وقت واجب ہوگی جب وہ تجارت کیلئے پلے نہ ہوں۔

لسادۃ الجورۃ: البرقہ ۱: ۲۹؛ (ولیس فی العوامل والمحوامل والمعلوۃ صدقۃ) یعنی بالعوامل ولو سمیت وبالمعلوۃ ولو لم تسمی علیہا، لأن السبب هو المال التامی ودلیلہ الإسماعۃ أو الأعداد للتجارۃ ولم يوجد، ولأن فی المعلوۃ تترکب المیزنة، فینعدم النماء فیہا معنی۔

وفی البحر الرائق ۳۸۱/۲، (ولا فی العلوۃ والعوامل) للحدث: لیس فی الحوامل والعوامل والمعلوۃ صدقۃ، ولأن السبب هو المال التامی ودلیلہ الإسماعۃ أو الأعداد للتجارۃ ولم يوجد۔

وفی المسامیر ۲/۲۸۶؛ (اقولہ ولا فی عوامل) ای العی احدث للعمل کانتار الارض بالحرارة کالمغنی۔

وفی الشفہ الاسلامی والفتاویٰ ۱۹۱۲؛ (کوہا سائمۃ ای راعیۃ فی معظم الحول لا معلوۃ ولا معاملۃ فی حرث ونحوہ ہذا شرط عند الجمهور)۔

وفی فتاویٰ اللجنة الدائمۃ ۴۱۹۰۹؛ (تجب الزکاتۃ فی الارباب المتخذۃ للتجارۃ اذا بلغت فیہا نصف یا بنصفہا أو بضمہا انی غیر ہا معا یرکی وحال علیہا الحول، وبخرج ربع العشر من فیہما کما روض التجارۃ)۔

## (۷۹) کتابوں پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان و حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک روڈ اپنے دوست کے ساتھ ایک بہت بڑے عالم کے گھر گیا تو دیکھا ثناء اللہ بڑی سادہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ البتہ ان کے پاس دینی کتابوں کا ایک بڑا قیمتی اور گایاب اخیر و موجود ہے۔ ان کے بیان کے مطابق ان کی کچی بڑا کی بیٹنوں میں کتابیں ان کے پاس ہیں۔ اور بعض کتابیں تو ایسی تھیں جن کو بڑھنے کی شاید ہی غور تھی۔ ہر کیف ان کو دیکھ کر اور ان کی باتوں سے کہیں سوچنے لگا کہ پھر جب یہ دینی کتابوں کی زکوٰۃ نکالتے ہوں گے تو کتنی نکلتی ہوگی؟ لیکن میرا دوست کہنے لگا کہ دینی کتابوں کی زکوٰۃ نہیں ہوتی؟ لیکن میں نے خود ایک عالم کو دینی کتابوں کی زکوٰۃ نکالتے ہوئے دیکھا ہے۔ اب آپ ہمیں بتائیں کہ کیا دینی کتابوں پر انگریز و پنجابی جتنی کیوں نہ ہوں زکوٰۃ نہیں اس کی کیا وجہ ہے اگر ہے تو بتادیں۔

الجواب حاد و اصلیا شریعت مطہرہ نے زکوٰۃ تین قسم کے مالوں (نقدی، سونا، چاندی اور دھل تجارت) پر واجب کی ہے اس کے علاوہ جو چیزیں جو لوگوں کی ضرورت و حاجت و غیرہ کی ہیں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ اسی لئے کتابوں پر جب وہ تجارت کیلئے نہ ہوں تو زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر تجارت کیلئے ہوں تو زکوٰۃ ہوگی، پس آپ نے جس مال کو کتابوں کی زکوٰۃ دیتے ہوئے دیکھا وہ تو تین تجارت کیلئے ان کے پاس ہوں گی۔



لصافی الولو الحقہ (۱/۱۷۷): رجل له كتب من العلم ما يساوي مائتي درهم يحل له ان يأخذ الزكاة ان كانت الكتب مما يحتاج هو اليها للحفظ والدراسة والتصحيح. حل له اخذها فقها كان او حديثا او ادبا لانها مشغولة بحاجته فصار كتابا، اللبس، واما لمصايف هكذا الجواب ان كان عنده ما يحتاج اليها حل وان كان عنده زائد على قدر الحاجة وهو يساوي مائتي درهم لا يحل.

وفى الهندية (۱/۱۷۷): ومنها فراغ المال عن حاجته الاصلية فليس في دور السكنى وثياب البدن واثاث المساكن ودواب الركوب وعيد الخدمة وسلاح الاستعمال زكاة. وكذا كتب العلم ان كان من اهلها وآلات المحترفين.

وفى الشامية (۲/۲۶۲): وكتب العلم لاهلها فان الجيل عندهم كالهلاك فاذا كان له دراهم مستحقة بصرفها إلى تلك الحوائج صارت كالمعدومة.

## (۸۰) پاؤں میں لگائی ہوئی سونے کی راڈ پر زکوٰۃ کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ماموں کی ٹانگ ایک عادتے میں ٹوٹ گئی تھی، ڈاکٹروں سے مشورہ کے بعد ان کے پیروں سے جو کوہیت میں رہائش پذیر ہیں، ان کی ٹانگ میں سونے کی ایک راڈ ڈالوائی، کچھ عرصے بعد اللہ تعالیٰ نے جب انہیں صحت دی تو وہ گھر آ گئے۔ ماشاء اللہ بڑے پرہیزگار اور نیک آدمی ہیں۔ اب جب انہیں بتایا کہ راڈ سونے کی ڈالی گئی ہے تو وہ فکر میں پڑ گئے کہ اس کی زکوٰۃ بھی لگانی ہوگی۔ ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ اس پر بھی زکوٰۃ ہوگی۔ اپنی ولی قلمی کیلئے آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ براؤ کریم آپ بتائیں کیا اس راڈ پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی؟

الجواب حامد اومصلیٰ۔ صورت مسئلہ میں چونکہ یہ شخص اس راڈ کے کالے پر بغیر مشقت کے قادر نہیں ہے اور اسی طرح اس میں لمبائی نہیں ہے لہذا یہ من ویر مال نہار کی طرح ہے۔ اس لئے مذکورہ راڈ پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

لصافی الهندية (۱/۱۷۳): (ومنها كون النصاب ناميا) حقيقة بالنوالد والتنازل والتجارة او تقليدا بان يتمكن من الاستملاء۔

وفى الهندية (۱/۱۷۳): وبشروط ان يتمكن من الاستملاء بكون الحال في يده او يد نانه فان لم يتمكن من الاستملاء فلا زكاة عليه وذلك مثل مال الضمار كذا في التبيين۔ ومنه المفقود والأتق والمأخوذ مصادرة والساقط في البحر والمدفون في الصحراء المنسى مكانه۔

وفى الفقه الاسلامي وادلته (۳/۹۵): ولا زكاة عند الحنفية ايضا لعدم النسي في مال مفقود او ضال وجده بعد سنين ولا في ساقط في بحر استخرج بعد سنين۔

(۱۷۹/۳): ودلیل الحنفیہ علی عدم وجوب الزکاۃ فی هذه الاحوال: حدیث (( لا زکاۃ علی مال الضعفاء )) ای مالا يمكن الانتفاع به مع بقاء الملك.

## (۸۱) مرتد کا دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد بحالت اسلام مفروضہ زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک بڑے صاحب رچے تھے جو بڑے مالدار اور صاحب ثروت آدمی تھے کبھی کبھی نماز بھی پڑھا کرتے تھے لیکن زکوٰۃ وغیرہ بالکل ادا نہیں کرتے تھے کچھ ہی دن پہلے ایک قادیانی ان کے پیچھے لگا اور انہیں دعوت دے کر اس نے انہیں قادیانی کر دیا۔ اس پر ہم نے اپنے محلے کے امام صاحب کو بتایا تو انہوں نے بڑے میاں کو سمجھایا اور الحمد للہ اب وہ دوبارہ مسلمان ہو گئے ہیں اور باقاعدگی سے نماز بھی ادا کرنی شروع کر دی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو بھی ادا کر لیا ہے۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ قادیانی ہونے سے پہلے ان کے ذمہ جو زکوٰۃ واجب تھی کیا قادیانی (کافر) ہونے کے بعد وہ ساقط ہو گئی یا اب بھی ادائیگی لازم ہے۔ ہمارے مہربانی تسلی بخش جواب منایت فرمائیں۔ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ دینا فرض تھا لیکن اس نے نہیں دی اور بعد میں مرتد ہوا۔ لیکن مرتد ہونے کے بعد دوبارہ مسلمان ہوا۔ تو کیا اب دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہونے سے پہلے جو زکوٰۃ دینا فرض تھا، اس کا دینا لازم ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ چونکہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور اس کے وجوب اور بقاء دونوں کیلئے اسلام کا ہونا شرط ہے۔ لہذا اگر کوئی مسلمان صاحب نصاب تھا اور زکوٰۃ اس پر فرض ہو چکی تھی اور زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہو گیا۔ تو زکوٰۃ اس سے ساقط ہو جائے گی اور دوبارہ مسلمان ہونے کے بعد اس زکوٰۃ کا دینا لازم نہیں ہوگا۔

لسماعی الہندہ (۱/۱۷۱): ثم الاسلام كما هو شرط الوجوب شرط لبقاء الزكوة عندنا حتى لو ارتد بعد وجوبها سقطت كما في الموت فلو بقى على ارتداده سنين فبعد اسلامه لا يجب عليه شي لتلك السنين.

وفي الشامية (۲/۲۵۹): (قوله و اسلام) فلا زكاة على كافر لعدم خطابه بالقرع سواء كان اصلياً او مرتداً فلو اسلم المرتد لا يحاطب بشئ من العبادات ايام ردته ثم كما شرط للوجوب شرط لبقاء الزكوة عندنا حتى لو ارتد بعد وجوبها سقطت كما في الموت بحر عن المعراج.

## (۸۲) ٹریکٹر اور اس کے اوزار پر زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک زمیندار آدمی ہوں اور میری بہت ساری زمینیں ہیں جو سال کر کے پڑیکٹر سے کر میں اپنی زمین میں بچ بچا ہوتا تھا اب میں نے سوچا کہ ایک اپنا ٹریکٹر خرید لوں چنانچہ اس سال میں نے اپنا

ٹریکٹر اور ساتھ اس کے اوزار وغیرہ بھی خرید لئے ہیں۔ اب آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا ٹریکٹر پر بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟  
الجواب: مادہ اولیٰ۔ زکوٰۃ کے وجوب کیلئے ضروری ہے کہ وہ سامان جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے حاجتِ اصلیہ سے زیادہ غرضاً  
صورتِ مسئلہ میں ٹریکٹر اور اس کے اوزار حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

لصافی الهندیہ (۱/۱۷۳): ومنها فراغ المال عن حاجته الأصلية فليس في دور السكنى و ثياب البدن و أثاث المنازل و دواب الركوب و عبيد الخدمة و سلاح الاستعمال زکوٰۃ.

وفی الشامیہ (۲/۲۶۲): قوله فارغ عن حاجته الأصلية — قوله و فارغ عن حاجته الأصلية ما كان نصاباً من النقدين أو أحدهما فارغاً عن الصرف إلى تلك الحوائج لكن كلام الهداية مشعر بأن السواد به نفس الحوائج فإنه قال وليس في دور السكنى و ثياب البدن و أثاث المنازل و دواب الركوب و عبيد الخدمة و سلاح الاستعمال زكاة لأنها مشغولة بحاجته الأصلية وليست بنامية أيضاً.

### (۸۳) پیشگی ادا کی ہوئی اجرت پر زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے زمین اجارہ پر لی ہے اور ہر سال کی اجرت  
میں نے ادا کر کے پچھریں سال کی اجرت پیشگی ادا کر دی ہے تو کیا اس رقم پر جو کہ پیشگی ادا کی ہے زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟  
الجواب: مادہ اولیٰ۔ صورت مذکورہ میں پیشگی ادا کی ہوئی رقم سداً جری ملکیت سے نکل گئی اور اگر (مالک ارض) اس کا مالک ہو گیا ہے اس  
لئے اس رقم کی زکوٰۃ سداً جری نہیں بلکہ اگر کے اوپر لازم ہوگی۔ اگر وہ اس کی جیت صاحبِ نصاب ہو گیا ہو اور اس رقم پر سال گزر گیا ہو۔

لصافی فتح القدیر (۲/۱۶۵): وأما زكاة الأجرة المعجلة عن سنين في الإجارة الطويلة التي يفعلها بعض الناس عشوداً ويشترطون الخيار ثلاثة أيام في رأس كل شهر فتجب على الأجر لأنه ملكها بالقض.

وفیه أيضاً (ص ۱۶۶): ولو كان تقاضا في الأجرة والدار فظاهر أنه لا زكاة على المستاجر لزوال ملكه بالتعجيل ولم تعد لعدم الانقاس.

وفی الهندیہ (۱/۱۷۳): ويشترط أن يتسكن من الاستملاء يكون المال في يده أو يد نائبه فإن لم يتسكن من الاستملاء فلا زكاة عليه... وهو كل ما بقى أصله في ملكه ولكن زال عن يده زوالاً لا يرجع عوده في الغالب.

وفی الشامیہ (۲/۱۰۶): وفي العتابة إذا عجل الأجرة لا يملك الاسترداد.

## ﴿مصارف زکوٰۃ کا بیان﴾

### (۸۴) مصرف زکوٰۃ کی تعیین کا طریقہ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پچھلے سال جب زکوٰۃ لگائی تھی تو ایک صاحب کو مستحق سمجھ کر دیدی تھی، حالانکہ بعد میں تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ مستحق نہ تھے، مجھے آپ صرف احکامات دیں کہ ہم مستحق کی تحقیق کس طرح کریں تاکہ ہماری زکوٰۃ پہنچے حقدار تک پہنچ جائے۔

الجواب حامداً واصلحاً۔ مستحق زکوٰۃ کی تحقیق مندرجہ ذیل باتوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱)۔ غنن غالب کا ہونا کہ یہ مستحق زکوٰۃ ہے۔

(۲)۔ اس پر آثار فقر کا ہونا۔

(۳)۔ یا اس سے سوال کیا جائے کہ وہ مستحق زکوٰۃ ہے یا نہیں؟

لہذا اگر آپ نے اپنے غنن غالب سے کسی کو مستحق زکوٰۃ سمجھ کر زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ لگا ہو گئی ہماری رائے میں آپ اپنی زکوٰۃ مدارس دینیہ کو دیں کیونکہ مدارس دینیہ پانچین صحیح مصرف ہیں کیونکہ (۱)۔ علماء مستحق ہیں۔ (۲)۔ مسافر بھی ہیں۔ (۳)۔ اور اس میں ترقی و تہذیب کی اعانت بھی ہے۔

لساقي الهندية (۱/ ۱۸۹، ۱۹۰): اذا شك وتحرى فوقع في اكبر رايه انه محل الصدقة فلدفع اليه او سال منه فلدفع او رآه في صف الفقراء فلدفع فان ظهر انه محل الصدقة جاز بالاجماع وكذا ان لم يظهر حاله عنده.

وفي الخبر المختار (۴/ ۳۵۳، ۳۵۴): (دفع بصحر) لمن يظنه مصرفاً (فان انه عنده او مكانه او حرمي ولو مستأمناً أعادها) لنامر (وان بان غناه أو كونه ذعياً أو انه ابوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي لا) بعد لانه أتى بمافي وسعه حتى لم يقع بلا تحريم يجوز إن أخطأ. وفي الشامية تحته: (قوله لانه أتى بمافي وسعه) أي أتى بالتمليك الذي هو الركن على قدر وسعه اذ ليس مكلفاً اذا دفع في ظلمة مثلاً مان يسأل عن القايض من الت.

### (۸۵) ادائیگی زکوٰۃ کے وقت مستحق ہونے کی تحقیق کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جب زکوٰۃ دینا چاہتا ہوں تو اس وقت بہت سارے

لوگ میرے پاس رکتے دینے کیلئے آتے ہیں لیکن مجھے پتہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے کون غریب ہے اور کون امیر جبکہ وہ سب غریب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ایسی صورت حال میں میں کیا کروں؟

الجبواب حامداً ومصلحاً۔ تاہم اگرچہ زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ وصول کرنے والے کی تحقیق کی جائے لہذا اس صورت مسئلہ میں پہلے تحقیق کر لی جائے پھر اگر اطمینان ہو جائے تو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

للمألف الهندي (١٨٩٠، ١٩٠١): إذا شك وتحرق في وقوع في أكبر وأبه أنه محل الصدقة فُدِّع إليه أو سأل منه فُدِّع أو رآه في صف الفقراء فُدِّع فإن ظهر أنه محل الصدقة جاز بالاجماع وكذلك إن لم يظهر حاله عنده.

وفي الدر المختار (٢/٣٥٢، ٣٥٣) (دفع بنحو) لمن يظه مصرفا (فبان أنه عبده أو مكاتبه أو حرسي ولو مستأما أعادها) لئلا يمان غناه أو كونه ذميا أو انه ابوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمي (لا) بعيد لانه أتى بساقي وسعه حتى لو دفع بلا تحريم يحز إن أخطأ وفي الشامية تحته: (قوله لانه أتى بساقي وسعه) أي أتى بالتصديق الذي هو الركن على قدر وسعه إذ ليس مكلفا إذا دفع في ظلمة مثلا بان يسأل عن القايض من أنت.

(۸۶) زکوٰۃ کی ادائیگی سے حج کی جمع شدہ مطلوبہ رقم کم ہونے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں اگر کسی نے حج کیلئے رقم جمع کی ہو اور اس پر سال گزر جائے اور نصاب سے زیادہ بھی ہو وہ اپنا اگر اس سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو حج جو اس پر فرض ہے کیلئے باقیہ رقم سے داخلہ ممکن نہیں رہتا اس صورت میں کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت منقولہ میں حج در خواستوں کی وصولی کے ایام سے پہلے اگر یہ شخص نصاب حج و زکوٰۃ کا مالک ہو جائے تو اس پر صرف زکوٰۃ فرض ہوگی حج فرض نہ ہوگا لیکن اگر شخص مذکور نصاب حج و زکوٰۃ کا مالک در خواستوں کی وصولی کے درمیان ہوا ہے تو اس پر وہ دونوں فریضے واجب ہوئے ہوں گے اور ادا کی گئی کی صورت یہ ہوگی کہ پہلے حج ادا کرے کیونکہ حج کا جواب فی الفور ہے اور زکوٰۃ کو بعد میں ادا کرے۔

لعمالي الشامية (٢/ ٣٦١): (قوله كعافر في الزكاة) أي من بيان ما لا بد منه من الواجبات الأصلية كقوله وسلاحه وثيابه وعيده خدمته والآت حرفته وأثاله وقضاء ديونه وأصدقته ولومؤجلة كعمالي اللباب وغيره والمراد قضاء ديون العباد. ولذا قال في اللباب أيضاً وان جدمالاً وعليه حج وزكاة يحج به قبل الآن يكون المال من جس ماتجب فيه الزكاة فيصرف إليها.

وفيه أيضاً (٣٦٥/٢): (قوله وقت): ظرف متعلق بمحذوف خبر العبرة أى ثابتة وقت خروج أهل بلدها ولوقيل أشهر الحج بعد المسافة ط (قوله وكذا سائر الشرط) أى يعتبر وجودها في ذلك

الوقت: (نعمۃ) ذکر صاحب الدیاب فی مسکنہ الکبیر ان من الشرائط امکان السیر وهو ان یقی و یسکنه الذہاب فیہ الی الحج علی السیر المعتاد فان احتاج الی ان یقطع کل یوم اوفی بعض الایام اکثر من مرحلۃ لا یحب الحج۔

## (۸۷) زکوٰۃ کی رقم تھوڑی تھوڑی ادا کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علما کرام، مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ میں الحمد للہ صاحب نصاب ہوں اور ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی بھی کرتا ہوں، چوتھ میری زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت یہ ہوتی ہے کہ سال پورا ہو جانے کے بعد تھوڑی تھوڑی رقم ادا کرتا ہوں تو کیا اس طرح زکوٰۃ ادا کرنا صحیح ہے؟  
الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئولہ میں سال پورے ہو جانے کے بعد تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ ادا کرنا جبکہ زکوٰۃ کی قیمت سے وہ اگر غیر قدر کے ہو تو کمزور ہے اگرچہ زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اسلئے بہتر یہی ہے کہ آپ زکوٰۃ کی رقم یک مشت ہی نکال دیا کریں یا فرجستہ کر کے بعد سال پورا ہونے سے پہلے تھوڑی تھوڑی نکال دیا کریں اور سال کے آخر میں حساب کر لیا کریں۔ کیونکہ سب کا یہ فرض ہے کہ ہر سال پورا ہونے کے بعد بھی زکوٰۃ ادا کی اور موت آنے کی تو گناہگار ہونگے۔

لصافی المدر المختار (۲/۱۰۷۷، ۱۰۷۸)؛ (وقیل فوری) ائی واجب علی الفور و علیہ الفتویٰ کمالی شرح الوہابیۃ (فیائیم بتاخیروہا) بلا عذر (و ترد شہادہ) لان الامر بالصرف الی الفقیہ بعد فریۃ الفور وھی انا لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمنی لم تحب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ النہایم۔

## (۸۸) رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ ہمارے کراچی شہر میں لوگ عموماً رمضان میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، کیا رمضان میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہے؟ اگر درمیان سال میں کسی مستحق کو زکوٰۃ ادا کر دی جائے تو اس کا ثواب زیادہ ہے یا رمضان المبارک میں زکوٰۃ ادا کرنا کا ثواب زیادہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ رمضان المبارک کے جملہ افضال میں ایک فضیلت یہ بھی آئی ہے کہ ماہ مبارک میں نفل عمل فرض کے برابر ہو جاتا ہے جبکہ فرض عمل کا ثواب ستر گنا و بڑھ جاتا ہے لہذا ماہ مبارک میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب بھی زیادہ ہوگا، لیکن کیونکہ زکوٰۃ کی شریعت فقراء و مساکین کی حاجت پوری کرنے کے لئے ہوتی ہے لہذا جو صورت نفع للفقراء ہو اسکو اختیار کر کے زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا، اب اگر جولانِ حول سال کے درمیان میں ہو تو اسی وقت زکوٰۃ ادا کرنے میں زیادہ ثواب ہوگا کیونکہ اس وقت غریب لوگ اتنے زیادہ حاجت مند ہوتے ہیں اور تاخیر کرنے میں انکی حاجات کا لحاظ نہیں ہوتا، نیز کسی شرعی عذر کے بغیر زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنا گناہ

ہے۔ البتہ اگر حولان حول سے پہلے رمضان المبارک کے مہینہ میں زکوٰۃ ادا کی گئی یا حولان حول ہی رمضان المبارک کے مہینہ میں ہو رہا ہے تو ان دو صورتوں میں ماہ مبارک میں زکوٰۃ ادا کرنے کا ثواب زیادہ ہوگا۔

لما فی صحیح ابن خزیمہ (۱۹۱/۳) : من تقرب فیہ بخصلۃ من الخیر کان کمن ادى فريضة فيما سواه ومن ادى فیہ فريضة کان کمن ادى سبعین فريضة فيما سواه۔

وفی الشامیہ (۲/۳۲۴) : (قوله فیاتم بتاخيرها) ظاهره الالتم بالتاخير ولو قل كيوم او يومين لانهم فسروا الفوز باول اوقات الامكان۔ واللہ اعلم بالصواب

## (۸۹) کسی کے کہنے پر اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنا

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے کسی کو پیسے نہیں دیئے اور صرف اتنا کہہ دیا کہ آپ میری طرف سے زکوٰۃ ادا کریں اور اُس نے ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو کیا کہنے والے کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مسئولہ میں کہنے والے کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، البتہ اگر موکل نے پیسے واپس کرنے کی شرط لگائی تھی تو پھر وکیل موکل پر پیسوں کے سلسلے میں رجوع کر سکتا ہے اور اگر واپس کرنے کی شرط نہیں لگائی تھی اور وکیل نے اس کی طرف سے زکوٰۃ ادا کر دی تو یہ وکیل کی طرف سے ہے اور موکل کی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اس صورت میں ادا کرنے والا شخص موکل سے پیسے وصول کرنے کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔

لما فی الشامیہ (۲/۳۶۹) : قال فی البحر : ولو تصدق عنه بامره جاز ويرجع بما دفع عند ابي يوسف وعند محمد لا يرجع الا بشرط الرجوع اهـ تأمل۔

وفیه ایضاً (۳/۳۸۰) : لو قال اعطه عن كفارتی أو ادر کافه مالی و کذا عو ض عن هبتی أو هب لفلان عسی النفا لا يرجع بلا شرط الرجوع، ففی کل موضع ملک المدفوع الیه المال المدفوع مقابلاً بملک المال فالمامور يرجع بلا شرط ولو بلا مقابلة مال لا يرجع بلا شرط بترایة وتامام الکلام علی هذه المسائل ذکرناه فی تنقیح الحامدۃ۔

## (۹۰) کئی سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی سالوں سے میں نصاب کے برابر مال اپنے پاس رکھتا تھا لیکن کبھی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی اب میں نے اللہ پاک سے توبہ کی ہے اور ہر سال زکوٰۃ ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے تو کیا گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ جو شخص صاحبِ مال ہو تو اسے مالِ خدا کے لئے ایک تہائی سالانہ جہاد پر زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے۔ لہذا صورتِ سب سے پہلے یہ مسئلہ معلوم کرنا لازم ہے کہ اگر پہلے سال کی زکوٰۃ دیا کرتے تھے بعد ازاں صاحبِ مال سے گمراہ ہو گیا ہو یا نہیں۔ اگر مالوں کی زکوٰۃ لازم نہ ہوئی ہو تو نہ دیا کرتے تھے بعد ازاں صاحبِ مال پر زکوٰۃ لازم ہے۔ جو پھر جس مال کی زکوٰۃ دیا کرتے تھے صاحبِ مال پر ہر دو سال کی زکوٰۃ لازم ہے۔

لشافعی النہدۃ (۱: ۹۱)۔ رجل له مائتا درهم فحول عليه ثلاثة احوال الا بواضع المائۃ خمسة برکھ

للحول الاول حسبه لا غير لانه انقص المصاحب في الحول الثاني والثالث بذير الزكاة

ولی الشامیہ (۲: ۵۱۴)۔ وذكر في المنقضي رجل له ثمانمائة درهم دين حال عليها ثلاثة احوال فقبض

مناصب بعد اسی حقیقہ برکھ لکے الاولی غسۃ وللثانی والثالثۃ اربعۃ من عاتۃ وستین

## (۹۱) ادائیگی زکوٰۃ بذریعہ چیک

سوال کیا ہے جس میں ملائے تمام ہفتین دنوں میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ مال کے محکمے میں ایک صاحب رہتے ہیں بہت مال اور میں یہاں کوئی شخصانہ کی چیزوں کی دکانوں میں ہوں اس کے ساتھ ساتھ دکاندار بھی ہیں ہر سال رمضان المبارک میں اپنے مال کی زکوٰۃ کرتے ہیں۔ ان کے دفتر کے سامنے مستحقین کی فہرست لگی ہوتی ہے۔ لیکن یہ وقت رقم دینے کے ہوتے ہیں تحقیق وہ رقم کاپینک یا پیسے میں نو نو کیا کر میں نے بھی یہ امر دونوں کو دیکھا تھا۔ رقم سے بچائے میں بھی جب زکوٰۃ دیا کرتوں تو مستحقین کو پیسے دیتا ہوں گا لیکن سائنس میں سے ان میں سے یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ یہ مال سے کروا دیا جاتا ہوں کہ اگر کسی مستحق کو زکوٰۃ کی رقم سے بچائے اس رقم کاپینک یا پیسے دیتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ مسرت مسئلہ میں میں نے محکمے کے زکوٰۃ میں نقد رقم کی ہوتی ہے چیک یا ہاتھوں میں صورت میں جب تک یہ مستحق شخص اس چیک کو نقد کر لیں (کیسٹ میں جس میں اس کے کاغذ کوئی مالکانہ تصدیق نہیں کرے گا اس وقت تک اس کو وہ ہتھوں نہ دے گی ادائیگی میں نہ ہوگی۔ کیسٹ زکوٰۃ کیلئے یہ تحقیق کو محکمے میں مال کا مالک بنانا ضروری ہے جبکہ چیک بذات خود کوئی مال نہیں ہے۔

لشافعی البحر الرائق (۲: ۴۰۲)۔ ولو امر فقیر انقص دين له على آخر وواضع عن زکوۃ عين عدد جاز

لان المنقیر يقض عينا فكذا عساع عن

وعی الہندیہ (۱: ۱۰۸)۔ ولو امر فقیر انقص دين له على آخر وواضع عن زکوۃ عين عدد جاز

## (۹۲) منی آرڈر کے ذریعے زکوٰۃ مستحق تک بھیجنے کا حکم

سوال کیا ہے جس میں ملائے تمام ہفتین دنوں میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں وہاں پر سے تمام مال دے کر ہاتھوں میں نہ دے کر منی آرڈر کے ذریعے زکوٰۃ مستحق تک بھیجنے کا حکم



یہاں کاروبار شروع کیا۔ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے کاروبار میں بہت برکت دی ہے اور میرے کاروبار میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اور اس پر ایک سال سے زائد عرصہ گزر چکا ہے اب میں اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے قریب رشتہ داروں کے پاس مٹی آرڈر کے ذریعے بھیجتا چاہتا ہوں آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم مٹی آرڈر کے ذریعے سے بھیجنا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح مٹی آرڈر کی فیس زکوٰۃ سے ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔۔۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ مسلمان فقیر کو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے بغیر عوض کے مال کا مالک بنایا جائے۔ یہ زکوٰۃ چاہے خود سے یا دیگر کے ذریعے دے دی زکوٰۃ دا شمار ہوگی جس کا مالک فقیر بنے گا۔ لہذا صورت مسئلہ میں مٹی آرڈر کے ذریعہ زکوٰۃ کی رقم بھیجنا صحیح ہے۔ لیکن مٹی آرڈر کی فیس زکوٰۃ کی رقم سے دینا جائز نہیں۔ اگر زکوٰۃ کی رقم سے فیس دی تو وہ رقم جو فیس پر لگی ہے وہ زکوٰۃ کی ادائیگی شمار نہیں ہوگی اس کا دوبارہ ادا کرنا لازم ہوگا۔ اس لئے کہ فقیر اس کا مالک نہیں بناتا۔

للمنفعة الشخصية (۱/۷۰) فقہی تمليك المال من فقير مسلم غير هاشمي ولا مولاه بشرط قطع المنفعة من المملوك من كل وجه لله تعالى

وفى الدر المختار (۲/۲۵۶): وشرعاً (تمليك) خروج الاماحة، فلو اطعم يتيماً ناوياً الزكاة لا يحز به الا اذا دفع اليه المظعوم كما لو كساه بشرط ان يعقل القبض الا اذا حكم عليه بتفقيهم (جزء مال) خروج المنفعة، فلو اسكن فقيراً اداره سنة ناوياً لا يحز به (عينه الشارح) وهو ربع عشر نصاب حولي. وفى الشامية (۲/۲۵۷): (قوله الا اذا دفع اليه المظعوم) لانه بالدفع اليه بنية الزكاة يملكه فيصير اكلاً من مملكته بخلاف ما اذا اطعمه معه، ولا يخلو انه يشترط كونه فقيراً. ولا حاجة الى اشتراط فقر آبيه ايضاً لان الكلام فى التيمم ولا ابالة لافهم.

## (۹۳) بذریعہ ایزی لوڈ (Easy Load) زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہے اور وہ زکوٰۃ کی رقم کبھر مستحق زکوٰۃ ہے کہ وہ دینا چاہتا ہے وہ زکوٰۃ دینے کی یہ صورت اختیار کرتا ہے کہ وہ شخص بکر کے موہاں میں ایزی لوڈ کرتا ہے تو کیا اس سے اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ واضح رہے کہ ایزی لوڈ میں ٹکس کو منہا کر دیا جاتا ہے تو کیا ٹکس کی رقم وہ شخص الگ سے ادا کرے گا؟ یا جتنا ایزی لوڈ کرے یا ہے اتنا ہی زکوٰۃ کی ادائیگی میں شمار ہوگا۔

(۲)۔ بسا اوقات موہاں میں پیسے آجاتے ہیں جن کے متعلق کوئی علم نہیں ہوتا کہ کس نے پیسے ہیں از روئے شرع اس کا استعمال کیسا ہے؟ الجواب حامداً ومصلياً۔۔۔ زکوٰۃ ادا کرنے کیلئے اصل قیمت ہی در ضروری نہیں ہے بلکہ ہر وہ چیز جس سے مستحق زکوٰۃ کو قطع پہنچایا جائے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے لہذا صورت مسئلہ میں بذریعہ ایزی لوڈ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اس سے منہا ہونے والا ٹکس زکوٰۃ ادا کرنے والے کو

اپنی طرف سے دانا نہ دے گا اس لئے کہ سختی زکوۃ پر عمل کسی طرف سے زکوۃ کا مالک بنانا ضروری ہے لہذا اگر وہ اس تک پہنچے تو زکوۃ شہر و دیہات میں جو جگہیں اور زکوۃ میں شہر نہیں ہوئی ان مالک سے ادا کرنا ضروری ہوگا۔  
سورت ثانیہ میں جو رقم آپ تک پہنچی ہے اس وندانی وکے سمجھیں اور اس کا استعمال شرعاً جائز ہے۔ البتہ اگر کسی طرف سے پہنچے اس کے کا پیہ  
تسبیب سے وہ ان مالک سے لے کر ہے تو یہ اتنی مقدار رقم مالک تک پہنچا کر ضروری ہے۔

لما فی التولید الجوز (۱۵۷۱) رجل یعز د یوما لجعل یکسوہ و یطعمہ و یعمل مایکسو او مایا کل  
غسلہ من زکاة مالہ فالحکسۃ یحور لوجودہ و کتہ و هو التملیک و اما الاطعمہ ان دفع الطعام الیہ مدہ  
یحور ایضا لہذا النعلۃ وان کان لم یدفع الیہ و یا کل الیشیم لم یحور لانعدام التوکی و هو التملیک  
و فی السامیۃ (۲۵۵۱۲) (و اعتبار حاملہ الخ) اشار الی انہ لیس المراد دفع ما ینعہ فی ذلک التیوم  
عن سوال الفوت فقط بل عن سوال جمیع ما یتحتاجہ فیہ لنفسہ و عیالہ و لا وجه ان یظر الی  
ما یقتضیہ الحال فی کل فقیر من عیال و حاجۃ اخرى کدھن و نوب و کرمہ منزل و غیر ذلک۔  
و فی الضحطوری (۱۳۹۵۱) لا یشرط المذبح من عین مال الزکوۃ لانه لو امر انسانا بالمذبح عندہ

احقران

## (۹۴) ایزی نوڈ کے ذریعہ ادا کی گئی زکوۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے خیریت زکوۃ غریب آدمی کو ایزی نوڈ  
نمبر ۱۰۰ ایزی نوڈ بھی دیا تو کیا زکوۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں جواب دے کر منقول فرمائیں۔

الجواب حامد اوصحلیا زکوۃ کی ادائیگی نیلے تہائیہ (یعنی فقیر کو مکمل طور پر مالک بنانا) اور فقیر کا قبضہ کرنا ضروری ہے اس طور پر کہ وہ اپنی  
معرض سے خیریت کرے لہذا ایزی نوڈ کی صورت میں فقیر نیلے مکمل طور پر تمکین پائی جاتی ہے اور قبضہ بھی پایا جاتا ہے۔ لہذا ایزی نوڈ میں  
زکوۃ کی قیمت کی تو زکوۃ کی رقم کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

لما فی المحيط البرہانی (۲۰۶۳) لان النصاب اذا کان عنہ فالواجب تملیک جزء من کل  
وجہ لان الواجب فی باب الزکوۃ التملیک من کل وجہ

و فی الدر المنثور (۲۵۶۱۴) ہی تملیک خرج الا حاقہ فلو اطعم جیسا ناربأ الزکوۃ لا یعز بہ الا  
اذا دفع الیہ المظنوم (حرمہ مال) خرج المنفعۃ فلو اسکن فقیرا دارہ سنۃ ماویا لا یعز بہ الخ  
و فی الہامش و ندما قال فی العائر حاسۃ عمر المحيطہ اذا کان یعول یتیم و یجعل مایکسوہ و یطعمہ من  
زکوۃ مالہ فلی الکسۃ لاشک فی الجواب لوجود الرکن و هو التملیک و اما الطعام لما یدفعہ الیہ

بہدہ یجوز ایضاً لما قلنا بخلاف ما یاکلہ بلا دفع الیہ..... والمال کما صرح بہ اہل الاصول بما  
 ینمول ویذخر للحاجة وهو خاص بالاعیان فخرج بہ تملیک المنافع اھ۔  
 وفي الشفہ الاسلامی (۱/۳۶۹) : واما رکن الزکاة فهو اخراج جزء من النصاب بانہا ید المالك  
 عنہ وتملیکہ الی الفقیر وتسليمہ الیہ او الی من ہو نائب عنہ وهو الامام  
 وفي الہندیہ (۱/۱۷۱) : اذا وكل فی اداء الزکاة اجزائہ النبی عند الدفع الی الوکیل.....

## (۹۵) زکوۃ میں کسی منفعت کو زکوۃ کی نیت سے ادا کرنے کا حکم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں الحمد للہ ایک صاحب ثروت آدمی ہوں اور ایک  
 شریعت دانہ کی گزارہ ہوں، اپنی طاقت کے بقدر اسلامی احکام پر بھی عمل کرنے کی کوشش کرتا ہوں میری بیوی بھی ایک اچھے گھرانے سے  
 تعلق رکھتی ہے اس کے ہاں باپ نے شادی کے موقع پر اسے تقریباً چالیس تولہ سونا دیا تھا۔ میں پورے اہتمام سے اس سونے اور اپنی  
 جائیداد کی بھی زکوۃ نکالتا ہوں۔ اب مسئلہ آپ سے جو پوچھنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ میرا ایک مکان ہے جس کا ماہوار کرایہ چھ ہزار روپے  
 آتا ہے۔ وہ آجکل خالی پڑا ہوا ہے۔ اب میرا ارادہ ہو رہا ہے کہ وہ مکان بطور کرایہ پر میں اپنی خالہ زاد بہن کو جو مستحق اور غریب ہے دے  
 دوں۔ اور کرایہ کی رقم جو وہ مجھے دے گی وہ نولہ ہجڑے دے دوں جو ساٹھ ستر ہزار روپے زکوۃ کی مد میں لازم ہیں وہ بطور زکوۃ اسے  
 دوں۔ لیکن میری بیوی کہتی ہے کہ آپ انہیں پیسے بھی نہ دیں اور براہ کچھ نہیں کہ ہم چھ ہزار روپے انہیں زکوۃ دے رہے ہیں اور وہ اس  
 کے بدلے ہمارے مکان میں رہ رہی ہیں۔ لیکن میرا دل مطمئن نہیں تو سوچا آپ سے پوچھ لوں۔ آپ مجھے قرآن و سنت کی روشنی میں  
 بتائیں کہ آیا یہ صورت درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کوئی صحیح صورت جو یہ فرما دیں۔

الجواب حامداً ومصلياً۔ زکوۃ میں زکوۃ ادا کرنے والے کی طرف سے مال منعم کو نیت کے ساتھ مستحق فقیر کی طرف سپرد کرنا ضروری  
 ہے کسی منفعت کو زکوۃ کی نیت سے ادا کرنا درست نہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں مکان کرایہ پر دے کر اس میں ادائیگی زکوۃ کی نیت کرنا  
 درست نہیں کیونکہ وہ ایک منفعت ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے زکوۃ کی رقم کو اپنی خالہ زاد بہن کی طرف جو مستحق ہے ادا کر دیں  
 پھر اس سے کرایہ کی رقم وصول کریں۔

لما فی الدر المختار (۲/۴۷۱) : وحيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير زكاته ثم يأخذها عن دينه.

وفي الاشباه والنظائر (ج ۳۰) : ومن له على فقير دين وأراد جعله عن زكاة العين فالحيلة ان

يتصدق عليه ثم يأخذها منه عن دينه.

وفي الہندیہ (۱/۱۹۰) : ولو دفع الیہ دارا لیسکنہا عن الزکاة لا یجوز کذا فی الزاہدی.

## (۹۶) زکوٰۃ کی ادائیگی مال مستقیم سے ضروری ہے رومی مال سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان منکم اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو جائے اس بارے میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ یا تو اس مال سے ادا کرے یا اس کی قیمت ادا کرے اب پوچھنا یہ ہے کہ زکوٰۃ ادا کرتے وقت ان دونوں کے علاوہ اگر استعمالی اشیاء مثلاً مستعمل جوتے، کپڑے، سائیکل، سواری وغیرہ میں سے اس کی زکوٰۃ دے دیں تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور ان اشیاء کا زکوٰۃ میں دینا کیسا ہے؟ مینو اور ابراہام

الجواب حامداً ومصلیاً۔ فقہاء کرام نے زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے یہ اصول لکھا ہے کہ ہر ایسا مال جو مستقیم ہو یعنی کچھ نہ کچھ قیمت رکھتا ہو، اس سے زکوٰۃ ادا کرنا جائز ہے اور بقدر قیمت زکوٰۃ ادا ہو جائے گی البتہ ایسی چیز جو رومی ہو اور انسان اس کے استعمال کو ناپسند کرے تو مثلاً پرانے جوتے کپڑے وغیرہ زکوٰۃ میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ قرآن وحدیث میں بہترین مال سے صدقہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے اور کھلیا مال سے صدقہ کرنے کو ناپسند قرار دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تَسْلُمُوهُنَّ إِلَى الْبَلَاءِ** (ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی بہترین کمائی میں سے خرچ کرو، کھلیا چیز کا ارادہ نہ کرو)۔ اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ** (ترجمہ: تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک تم اپنا محبوب مال خرچ نہ کرو)۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی ادائیگی اپنے بہترین مال سے کرنی چاہیے۔ لہذا صورت مسئولہ میں استعمالی اشیاء مثلاً جوتے، کپڑے، سائیکل، سواری وغیرہ مستقیم ہونے کے زکوٰۃ میں ادا کرنا جائز ہے البتہ اس بھی مصلیٰ چیز میں زکوٰۃ میں ادا کرنا مکروہ ہے۔

لما فی القرآن الکریم (سورۃ آل عمران): **لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تَحِبُّونَ** الخ

(سورۃ البقرہ: ۲۶۷): **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا انْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَحْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ**

**وَلَا تَيْسَرُوا إِلَيْهِ مِّنْ نَّفْسِكُمْ** الخ

وفی تفسیر مطہری (۳۸۶/۱): **أَلَا أَنْ تَعْضُوا فِيهِ** یعنی لو کان لاحدکم علی رجل حق فجاهد

بہذا لم یأخذہ الا وهو یری اللہ قد ترک حلقہ قال الحسن وقنادہ لو وجدتموہ یباع فی السوق ما

أخذتموہ بسعر الحید۔ وروی عن البراء اللہ قال لو کان اھدی ذلک لکم ما أخذتموہ الا استحباء

من صاحبہ وغیظاً فکیف ترصون للہ ما لا ترصون لانفسکم هذا اذا کان المال کلہ جید فلیس لہ

اعطاء الرذی وان کان کل مالہ رذیاً فلا یاس باعطاء الرذی۔

وفی البدائع المصالح (۴/۳۹۱): **وَمَا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمُؤَدَّى فَمِنْهَا أَنْ يَكُونَ مَالًا مُنْقَرًا مَا عَلَى**

الاطلاق سواء كان منصوباً عليه أولاً من جنس المال الذي وجبت فيه الزكاة أو من غير جنسہ

والاصل أنَّ كل مال يجوز التصديق به نظراً يجوز ادا الزكاة منه ومالا فلا — غیر أنَّ المؤدی يعتبر

فیہ القدر والصفة فی بعض الاموال و فی بعضها القدر دون الصفة و فی بعضها الصفة دون القدر فان کان من السوائم فان اذی المنصوص علیہ من الشاة و غیرہ براعی فیہا صفة الواجب و هو ان یکون وسطا فلا یجوز الرذی الا علی طریق التظویم۔۔۔ وان کان من عروض التجارة فان اذی من النصاب ربع عشرہ یجوز کثما کان النصاب لانه اذی الواجب یکماله وان اذی من غیر النصاب فان کان من جنسه براعی فیہ صفة الواجب من الجید و الوسط و الرذی و لو اذی الرذی مکان الجید و الوسط لا یجوز الا علی طریق التظویم بقدره و علیہ التکمیل۔

و فی الغنہ الاسلامی (۱۹۷/۳) یشترط ان یکون الذی مالاً منقوماً علی الاطلاق سواء اکان عند الحنفیة منصوصاً علیہ ام لا من جنس المال الذی وجبت فیہ الزکوة ام من غیر حسد و یکبره تعد الصدقة بالرذی لقول الله تعالی ولا یممو الحیث منه تنفقون۔۔۔ و یستحب تعد احوال ماله واجته الہ لقوله تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما احببتم (۲۰۵۹)۔

## (۹۷) دوائیوں کی زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

سوال۔۔۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پاپوش میں میرا ایک دوا تھا ہے اور اب میں سال کے بعد اس کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ تو کیا میں اس دوائیوں کی مجموعی قیمت کا اندازہ کر کے زکوٰۃ ادا کروں یا تمام دوائیوں کا الگ الگ وزن کر کے قیمت نکالنے کے بعد زکوٰۃ ادا کروں۔ قرآن اور سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا شرعی حل فرمائیں۔

الجواب حامداً و مؤیداً۔۔۔ صورت مسئلہ میں تمام دوائیوں کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے اور قیمت وہ معتبر ہوگی جو ان کو یک دم فروختی کے وقت خریدائی جائے۔

لسانہ الہندیہ (۱/۱۷۹) ۱: و یقوم بالمضروبة کذا فی البین، و تعتبر القيمة عند حولان الحول بعد ان تسکون فیمنہا فی ابتداء الحول مائتی درہم من الدرہم الغالب علیہا الفضة کذا فی المستصوات، ثم فی تقویم عروض التجارة التحیسر یقوم بأیہما شاء من الدرہم و الدنانیر الا اذا کانت لا تبلغ باحدہما نصاباً فیحسد تعین التظویم بما یبلغ نصاباً ہکذا فی البحر الرائق و فی الدر المختار (۲/۲۹۸، ۲۹۹) ۲: فیزکیہما کیف کانا (او) فی (عرض تجارة قیمته نصاب) الجملة صفة عرض و هو هنا مالس بنقد۔۔۔ فأذا ان التظویم انما یکون بالمسکوک عملاً بالعرف (مغوماً باحدہما) ان ستویا فلواحدہما اروج تعین التظویم بہ، و فی الشامیہ (۲/۲۸۶) ۲: (قوله و هو الاصح) ای کون المعبر فی السوائم یوم الاداء اجماعاً هو الاصح

فانه ذكر في البدائع انه قيل ان المعبر عنده فيها يوم الوجوب، وقيل يوم الاداء الله وفي المحيط به  
يوم الاداء بالاجماع وهو الاصح انه فهو تصحيح للقول الثاني الموافق لقولهما وعليه فاعتبار يوم  
الاداء يكون متفقا عليه عنده وعندهما.

وفي الفقه الاسلامي (۳/ ۱۸۷): يقوم التاجر العروض أو المضائع التجارية في آخر كل عام بحسب  
سعرها في وقت اخراج الزكاة لا بحسب سعر شرائها ككتاب وجلود ومواد تموينية وتجب الزكاة  
بلا خلاف في قيمة العروض لا في غيرها لان النصاب معتبر بالقيمة فكانت الزكاة منها.

## (۹۸) زکوٰۃ دیتے وقت مستحق کو بتانا ضروری نہیں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ کسی آدمی کو زکوٰۃ کی رقم دیتے ہوئے یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اسکو قبول  
کر لو یا نہیں؟ اسی طرح اگر کسی طالب علم کو بطور انعام کے زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے تو کیا اس طرح کہنے اور دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟  
الجواب حامداً ومصلیاً..... کسی آدمی کو زکوٰۃ دیتے وقت یہ کہنا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے اسکو قبول کر لو بلکہ صرف یہ کہ یہ زکوٰۃ  
ہے اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور اگر کسی طالب علم کو بطور انعام زکوٰۃ کی رقم دیدی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی بشرطیکہ وہ طالب علم مستحق زکوٰۃ  
ہو یعنی سید یا صاحب نصاب نہ ہو۔

لصافی الشامی (۲/ ۲۶۸): «قوله (ب) اشار إلى انه لا اعتبار للتسمية، فلو سماها هبة او قرضاً لم يضر به في  
الاصح والى انه لو نوى الزكاة والتطوع وقع عليها عند الثاني لان بنية المرضى أقوى وعند الثالث يقع  
عنه والى انه ليس للتفسير احدهما سلباً علمه الا اذا لم يكن في قربة او قبيلته اخرج منه فيضمن  
حكما لادبانه. والله اعلم بالصواب»

## (۹۹) قیدی کو رہائی کے واسطے مال زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان و مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید جیل میں ہے اور جیل والے دہائی کیلئے رشوت کے  
طور پر پیسے مانگتے ہیں، اب عمرو اپنی زکوٰۃ کی رقم کے ذریعہ سے زید کو رہا کر دانا چاہتا ہے تو دریا یافت طلب امر یہ ہے کہ محمد کا ایسا طرح  
رشوت کے طور پر زکوٰۃ کی رقم ادا کرنے سے زکوٰۃ شرعاً ادا ہو جائے گی یا زکوٰۃ کے علاوہ چیزوں سے زید کو رہا کر دے۔ یہ لوگ رقم آنا  
سنت کے مطابق جواب تحریر فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... رشوت کا لین دین حرام اور ناجائز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے راشی (رشوت دینے والا) اور رشی  
(رشوت لینے والا) پر لعنت فرمائی ہے البتہ اگر کوئی دفع ظلم یا اپنی اور اپنے اہل و عیال کی عزت و آبرو کے دفاع کیلئے یا اپنا حق وصول کرنے

کیلئے رشوت دیتا ہے تو اس کی کفائش ہے لیکن لیرا اس صورت میں بھی حرام ہے، لہذا صورت مسئلہ میں اگر زید کو بے گناہ کیلئے کھایا ہے اور عمرو اس کی آزادی کیلئے رقم دینا چاہتا ہے تو اس کی کفائش ہے۔ چونکہ ادائیگی زکوٰۃ کیلئے تملیک فقیر شرط ہے لہذا اگر عمرو زکوٰۃ کی رقم دے آزاد کرانا چاہتا ہے تو عمرو کی زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی کہ زید مستحق زکوٰۃ ہو، اور اس کو یا اس کے وکیل کو اس رقم کا مالک بنادیا جائے۔ یا پھر اس کی اجازت سے خود وکیل بن کر ادا کر دی جائے۔

لما فی الولو الجبۃ (۶/۳): ان کان یرشوه لانه قد حوۃ فیعطیه الرشوة لیدفع الخوف عن نفسه فہذہ الرشوة لایحیل لלאخذ احدہ لان الکف عن التخويف کف عن الظلم وانه واجب بدين الاسلام فلا یحیل اخذ الرشوة للذالک و یحیل للمعطى الاعطاء لانه جعل المال وقایة للنفس وهذا جائز موافق للشرع وكذلك اذا طمع ظالم فی ماله فرشاه بعض ماله لایحیل لלאخذ و یحیل الاعطاء۔  
وفی بدائع الصنائع (۴/۳۵۷): ولو قضی دین حی فقیر، ان قضی بغير امره، لم یجز، لانه لم یوجد التملیک من الفقیر لعدم قبضه وان کان بأمره یجوز عن الزکاة لو جود التملیک من الفقیر لانه لما امره به صار وکیلاً عہ فی القبض فصار کان الفقیر قبض الصدقة بنفسه وملکته من الغرم۔

## (۱۰۰) حاجتمند ماں باپ کو زکوٰۃ دینا

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کی شادی ہوئی دو سال تک وہ اپنے والدین کے ساتھ رہا پھر ان دو سالوں میں جیسا کہ اکثر گھروں میں ساس بہو کا جھگڑا ہوتا رہتا ہے ان کے ہاں بھی اکٹھے ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے انہیں والدین نے اپنے کاروبار اور گھر سے الگ کر دیا، اس نے جا کر کاروبار شروع کر دیا اللہ نے کافی نوازا بڑا مالدار ہو گیا، اب اس کے والدین بہت غریب ہیں تو کیا یہ اپنے والدین کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟  
الجواب عاماً و مصلیاً۔ والدین کو زکوٰۃ دینا از روئے شرع جائز نہیں، اگر والدین غریب ہیں تو اس شخص کے ذمہ والدین کا نان و نفقہ واجب ہے اور صلہ رحمی کے طور پر بھی والدین کی ادا کی جائے۔

وفی الدر المختار مع رد (۲/۳۳۶): (ولا الی (من بینہما ولاد) ای بینہ و بین المدفوع الیہ لان منافع الاملاک بینہم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال۔

## (۱۰۱) بذریعہ حیلہ والدین تک زکوٰۃ کا مال پہنچانے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص ہے جو کہ غریب ہے لیکن اس کا بیٹا مالدار ہے تو اس کا بیٹا اس طرح کرتا ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم کسی غریب کو دیتا ہے اور بعد میں وہی غریب آدمی اس زکوٰۃ کی رقم

اس مالدار نے والد کو یہ کرا ہے۔ تو یہ اس مالدار کے مال کو زکوٰۃ دینا بھی صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب عا د و معلیٰ۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے ساتھ ہر طرف سے بھائی کا عظیم کام پاک میں اور عاریت پر لینا دینا یا کیا ہے اور مالدار کا لفظ (مالدار) ہے واجب ہے اسی وجہ سے والدین کو زکوٰۃ کا مال دینا شریعت میں ناجائز ہے، چنانچہ تاجدار الدین تک خیر کے ذریعے سے مال دینا جائز ہے، بہت زیادہ قطعاً مل ہے اور والدین کے (مالی حق) کو ان کے لئے عداوت ہے اور اگر کسی نے یہ حیران کن اختیار کیا تو اس کی ذوق (اشکی) درست ہو جائے گی۔

لعماسی الشامیہ (۳۳۶/۲) فرع بکرمہ من محتال فی صرف الزکوٰۃ الی والدہ المعسرین بان تصدق بها علی فقیر ثم صرفها للفقیر الیہما کما فی القیۃ لقال فی شروح الوہابیۃ وہی شہرۃ مذکورۃ فی غالب الکتب

### (۱۰۲) اپنے غریب بیٹے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان۔ عدا میں مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک بیٹا ہے جو بہت ہی غریب ہے، میں نے چاہتے ہیں کہ میں اس کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں؟

الجواب عا د و معلیٰ۔ اپنے اصول و فروع کو دیکھنا جائز نہیں، اگرچہ وہ غریب ہوں (بہت اسورت سنو)۔ میں اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

لعماسی الہندیہ (۱۸۸/۱) ولا یدفع الی اصلہ وإن علا وفرعہ وإن سفلی کلہما فی الکمالی  
وفی الشامیہ (۳۳۶/۲) (وقوله والی من بیہما ولاۃ) ای بینہ وہیں المدفع لہ لہ لأن صافی الاولاد  
بینہم منصلۃ فلا یتحقق التسلک علی الکمال ای اصلہ وإن علا کما یوہی واحدہ و متحدہ من قبلہما وفرعہ وإن سفلی کما ولاد الاولاد

### (۱۰۳) بھائی کا بھائی کو زکوٰۃ دینا اور اس پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان۔ عدا میں مسئلہ کے بارے میں کہ فقیری کتابوں میں معصوم ہے کہ آدمی اپنے باپ کو اپنے بیٹے کو یا اپنی بیوی وغیرہ کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا ہے، اس کی صحت کتابوں میں یہ بیان کی جاتی ہے کہ چونکہ ان مشن میں آدمی میں منافع مشترک ہوتے ہیں لہذا اس وجہ سے آدمی ان کو زکوٰۃ نہیں کر سکتا ہے اب فقہاء احناف نے اس معاملہ میں اصل حد "منافع مشترک" کو جان لیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر اسی علت کو مدعا بنالیا جائے تو اگر کسی کا بھائی اس کے ساتھ رہتا ہے اور اس نے اپنے بھائی کو اپنے مال و دلیہ میں تصرف کرنے کی اجازت دی ہوئی ہے اور منافع مشترک ہیں تو کیا یہ شخص اپنے اس بھائی کو زکوٰۃ نہیں دے سکتا ہے یا نہیں۔



حلت جو کہ "منافع مشترک" ہے اس میں بھی پائی جاری ہے اور اگر وہ سکتا ہے تو پھر اس علت کا کیا جواب ہوگا جو کہ سبب تقدیر میں مصرح ہے۔ برائے میرانی اس اشکال کا تقاضی کش جواب منیت فرمائیں۔ شکریہ۔

الجواب حامداً ومصلياً۔ صورت مسئلہ میں آپ کا بیان بھائیوں کو والدین پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اس لئے کہ والدین کو اور اپنی ادا کو اور شوہر کا اپنی بیوی کو زکوٰۃ دینا یہ ایسا ہی مسئلہ ہے۔ اور بیوی اپنے شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے یا نہیں؟ اس صورت میں حضرات فقہاء کرام کے درمیان اختلاف ہے، حضرات احناف کے نزدیک نہیں دے سکتی، اس لئے کہ بیوی کا نفقہ شوہر کے ذمہ شرعاً واجب ہوتا ہے اور جب بیوی شوہر کو زکوٰۃ دے گی تو شوہر ہی مال نفقہ کی صورت میں بیوی کو دے گا تو گویا بیوی کا اپنی ذات کو زکوٰۃ دینا لازم آئے گا جو کہ جائز نہیں ہے بخلاف بہن بھائیوں کے کہ ان کا نفقہ قضا، قاضی کے بغیر لازم نہیں ہوتا اس لئے ان کو زکوٰۃ دینے کی صورت میں مذکورہ بالاعتد بھی نہیں پائی جاری ہے تو ان کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

لصالحی الشامية (۳/۲۶۳)، (قوله والی من یتھما ولاد) ای یتھ وبن المدفوع الیه لان مصالح الاملاک یتھم متصلة فلا یتحقق التملیک علی الکمال هداية والولاد ————— ای اصله وان علا کتابوہ واجدادہ وجداله من قبلھما وفروعہ وان سفلی ————— وشمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولده من الربا ولا الی من نفاة کما سیأتی وقید بالولاد لحوازه لقبہ الاغارب کذا لاخوة والاعمام والاحوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة وصدقة. وفي الطهیرية: ویبدأ فی الصدقات بالاقارب، ثم الموالی ثم الجيران ————— الخ.

وفي اعلاء السنن (۸۸/۹): قوله: عن علی رضی اللہ عنہ، الخ ————— قال المؤلف: دلالة علی ان الزکاة الولد للوالد وبالعکس لا تحوز طاهرة، والولد عام لجميع الفروع، والوالد عام لجميع الاصول. قال ابن قدامة فی المعنی: قال ابن المنذر: اجمع اهل العلم علی ان الزکاة لا یحوز دفعها الی الوالدین فی الحال التي یجبر الدافع الیهم علی النفقة علیهم ————— اھـ. وفي رحمة الامة: والفقراء علی انه لا یحوز دفع الزکاة الی الوالدین وان علوا، والمولودین وان سفلیا ————— قلت: ولكن لفظ الاثر یعم کل والد وان علوا، وکل ولد وان سفلیا، واللہ تعالی اعلم ————— قال ابن المنذر: اجمعوا علی ان الرجل لا یعطى زوجته من الزکاة واما اعطاؤها للزوج فاحتمل فیہ، قال المؤلف: لم یحز اداء الزکاة الی الزوج عند امامنا الاعظم رحمة اللہ علیہ ————— الخ.

(۱۰۴) بیوی یا مطلقہ معتدہ کو نفقہ کی رقم بہیت زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ہفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری شادی آج سے دس سال پہلے ہوئی تھی، میری بیوی

غریب کو اسے تقسّم کی حقّی نہیں اس سے کہ کوئی اولاد نہیں ہوئی اور باری حقّی بھی زیادہ حقّی ہے۔ چھپے ہوئے تقسّم سے سنت۔  
 ملائکہ لائے ہیں۔ یہاں پر نقد غریب۔ اسے ہی ہے اس لئے اس کی حالت ابھی تک نہیں ہے۔ وہ مستحقّ زکوٰۃ بھی ہے۔ تو یہ نقد نقد  
 والی رقم سے زکوٰۃ کی نیت سے دے سکتا ہوں۔ "اب اس کے علاوہ رقم زکوٰۃ کی نیت سے اسے دے دیا جائے گا اس مسئلہ کو جلد بتائیں۔  
 الجواب: حاد و صلیبی۔ یہی کہ بلا فرق۔ مگر ۱۰۰۰ دینار جائز نہیں۔ نیز صورت مسئلہ میں آپ اپنی اس عقد کو ایک لکھتہ کی رقم زکوٰۃ کی  
 نیت سے نہیں دے سکتے۔ البتہ اسے تقسّم دے۔۔۔ جو اگر وہ تقسّم دے گا تو اس کی امانت زکوٰۃ سے ہی جائز ہے۔

لسماعی السحر الزانی (۲۳۰۰): دعوہ و روجہ و روجہ) ای لا یجوز المدفع لزوجہ ولا دفع المدفوع  
 لزوجہا أطلق الزوجة فسد الوحة من وجه فلا يجوز المدفع الى معتدة من ياتن ولو بئلا  
 ولى الهندية (۱۸۷۱): الرجعة نفاء النكاح على ما كان مادامت في العدة  
 وفي الدر المختار (۱۳۵۴): باب الرجعة: (هي استعادة المملک القائم) بلا عوض مادامت في  
 العدة)

وليه ابشاء (۳۳۲۲): (ولا انى من بينهما ولاد) ولو مملوكا لفقير (أو) بيتهما (زوجية) ولو مائة  
 بقوله ولو مائة: انى في العدة ولو بئلا

## (۱۰۵) کیا سید کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین؟ اس مسئلہ کے بارے میں کہیر الیک دروست ہے جواب ہے: آپ کو سید خطاب کرتے ہیں اور  
 و نسبت غریب ہے۔ اگر اسے کہاں مال۔ وہ حقّی رقم اس کو دیں کہ وہ ضروریات پوری کر سکے تو یہ اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ نہیں۔  
 الجواب: حاد و صلیبی۔ زکوٰۃ کی رقم سید کو دے سکتے ہیں۔ نیز صورت مسئلہ میں ایسے دوست کو جو اپنے آپ کو سید خطاب کرتا ہو اور وہ  
 مال کا سید بھی ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں۔ تاہم ان کی وہ بریہ وغیرہ سے کرایا یا بٹے ہوئے مال مثلاً اللہ و عشت ثواب اور پیارے بھائی  
 علیہ السلام کی شفاعت کا وسیلہ ہو۔

لسماعی السنین (۱۳۹۰): (و انى منى: ای لا یجوز دفعها الى بنی هاشم لقوله عليه السلام "ان هذه  
 الصدقات انما لوصاح الناس راجعاً لالتحل لمحمد ولا لآل محمد" رواه مسلم وقال عليه السلام  
 بحر اهل بیت لا تحل لنا الصدقة) رواه البخاری  
 وفي الهندية (۱۸۸۱): (ولا تدفع الى بنی هاشم وهم آل علی وآل عباس وآل جعفر وآل عقیل و  
 آل الحرث بن عبد المطلب) کذا في الهداية

و في الشامية (۳۵۰۴): (قوله و انى بنی هاشم الخ) اعلم ان عدمناك وهو الاب الرابع للنبی ﷺ

اعقب أربعة وهم: هاشم والمطلب ونوفل وعبد الشمس. ثم هاشم أعقب أربعة انقطع نسل الكل إلا عبد المطلب فإنه أعقب النبی عشر تصرف الزكاة إلى اولاد كل إذا كانوا مسلمين فقراء إلا اولاد عباس وحارث واولاد ابی طالب من علی وجعفر وعقیل.

## (۱۰۶) سیدہ کی غیر سید اولاد کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے چاروں میں ایک صاحب رہتے ہیں ان کے تین بچے ہیں انتہائی غربت اور گھیری کی زندگی گزار رہے ہیں۔ میں نے اپنے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ان کے لئے کچھ زکوٰۃ کی رقم جمع کی ہے اب کل جب یہ رقم میں ان کو دینے جا رہا تھا تو بائنی کو معلوم ہو گیا کہ وہ کہنے لگے کہ بیٹا انہیں زکوٰۃ کی رقم دینا درست نہیں؟ کیونکہ ان کی والدہ سیدہ تھیں۔ اور میری امی جان کہنے لگیں کہ ماں کا اعتبار نہیں ہوتا، باپ کو دیکھا جاتا ہے اور ان کا باپ سید نہیں ہے۔ میں عجیب تذبذب کا شکار ہو گیا۔ پھر وہ بھن میں آیا کہ کیوں تجھ پر اس کا فتویٰ ہی نکلو ان لوں۔ اسی لئے آپ کو زکوٰۃ دے رہا ہوں۔

الجواب حامداً و معلیاً۔ نسب باپ سے ثابت ہوتا ہے اگر باپ سید ہے تو اولاد سادات میں شمار ہوگی ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہوگا اور اگر صرف ماں سیدہ ہے تو اولاد سادات نہیں ہوگی ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ صورت مسئولہ میں آپ کی والدہ کی بات درست ہے آپ ان کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔

لصاحفی تفسیر روح البیان (۱/۳۶۳): (و علی المولود لہ) ای و علی الذی یولد لہ و هو الوالد و المالم یقبل علی الوالد لعلہ ان الاولاد لہا، لأن الوجہ انما تلد الولد للزوج ولذلک ینسبون الیہم لا الی الامہات.

وفی التاتار حاتیہ (۳/۸۶): وفی الظہیریۃ: امرأۃ ولدت بعد موت زوجها ما یسبها و بین الموت و سنان ان صلیہا الولد فی الولادۃ یثبت النسب من المیت فی حق من صلیہا.

وفی الشامیہ (۳/۵۴۰): فصل فی ثبوت النسب: ذکر ما یلزم من اعتداد ذوات الحمل و هو ثبوت النسب و هو مصدر لہ الی ابہ.

## (۱۰۷) وکیل کا غیر مستحق کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا دعویٰ میں بہت بڑا کاروبار ہے جس کی وجہ سے مجھے اکثر دینی جات پڑتا ہے اس بار میں نے وہی جانے سے قبل جتنی مجھ پر زکوٰۃ بن رہی تھی اس تمام رقم کا اپنے دوست کو وکیل بنا دیا کہ میری طرف سے اس کو مستحقین میں تقسیم کرونا، لیکن وکیل نے زکوٰۃ کی رقم ایک صاحب کو کہ باغی تھے ان کو یہی تو کیا وکیل پر ضمان آئے گا یا

نہیں؟

الجواب مبادیٰ اور مصلیٰ اگر وہ یک کو اس سے مستحق (غیر باقی وغیرہ) ہونے کا غالب گمان تھا یا وہ یک کو شک ہو لیکن پوچھنے پر مستحق ہو گیا یا اس کو فقر کی صف میں ان کی حیثیت میں ایک اور مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دینے کی تو ان صورتوں میں زکوٰۃ ادا ہوتی لہذا وہ یک پر کوئی گمان نہیں آئے گا اور اگر وہ یک کو اس کے غیر مستحق (باقی وغیرہ) ہونے کا غالب گمان تھا یا اس کو شک ہو لیکن تحقیق کے بغیر زکوٰۃ اس کے حوالے کر دی تو ان صورتوں میں زکوٰۃ ادا اس کو ہی لہذا وہ یک پر اس کا گمان آئے گا۔

لصافی الہندیہ (۱/۱۸۹) : اذا شك ونحوه فوقع في اكبر رايه انه محل الصدقة فدفع اليه او سال منه فدفع او رآه في صف الفقراء فادفع فان ظهر انه محل الصدقة جاز بالاجماع وكذا ان لم يظهر حاله عندك، واما اذا ظهر انه غني او هاشمي - فانه يجوز وتسقط عنه الزكاة في قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى هكذا في شرح الفخاوي واذا دفعها ولم يخطر بباله انه مصرف ام لا فهو على الجواز الا اذا تبين انه غير مصرف واذا دفعها اليه وهو شك ولم يتحرر او تحرى ولم يظهر له انه مصرف او غلب على ظنه انه ليس بمصرف فهو على الفساد الا اذا تبين انه مصرف وفي الشامية (۲/۳۵۶) : اما لو تحرى فادفع لمن ظنه غير مصرف او شك ولم يتحرر لم يجر حتى يظهر انه مصرف فيجزيه في الصحيح - واعلم ان - يجوز - لو كان جالسا في صف الفقراء صنع صنيعهم او كان عليه زعيم او سأل فاعطاه كانت هذه الاسباب بمنزلة التحري - حتى لو ظهر لحاله لم يعد - (قوله ولو دفع مالا تحرى) اي ولا شك كما في الفتح وفي الفهستابی بان لم يخطر بباله انه مصرف او لا وقوله لم يجر ان اخطأ اي ان تبين له انه غير مصرف فلو لم يظهر له شيء فهو على الجواز

(۱۰۸) وکیل کا اصل رقم اپنے پاس رکھ کر اپنی طرف سے رقم ادا کرنے سے زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مجاہد کرام و مفتیان مجتہدان مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک ماموں زاد بھائی ہیں جو کہ دینی کاروبار کرتے ہیں کچھ عرصہ پہلے وہ پاکستان آئے ہوتے تھے وہیں ان سے ملنے گئے ان کے گھر گیا خیریت دریافت کرنے کے بعد انہوں نے اپنے کاروبار کے متعلق تفصیل بتائی۔ ان کا بہت اعلیٰ بنانے کا کاروبار تھا۔ آخر میں میں نے ان کو مال تجارت کی زکوٰۃ کے متعلق بتایا کہ مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں ہر سال ضرور زکوٰۃ ادا کروں گا۔ اس سال کی زکوٰۃ یعنی بنتی قحی انہوں نے حساب لگا کر مجھے بطور وکیل سے دی کہ تم میری طرف سے زکوٰۃ ادا کرو تاہم میں نے وہ رقم ان سے لے لی۔ پھر بعد میں میں نے اپنی رقم سے بطور وکالت کے ان کی طرف سے زکوٰۃ ادا کی۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی نے وکیل کو زکوٰۃ کی رقم دی تاکہ وہ کسی مستحق

آدنی کو یہ ہے لیکن وکیل نے وہ عید رقم مستحق آدمی کو نہیں دی بلکہ اس نے اپنے پاس سے روپے ادا کر دیئے اور یہ کہیں کیا کہہ رہا ہے خود لے لے گا تو کیا اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مستور میں بہتر یہ ہے کہ اصل رقم ہی مستحق آدمی تک پہنچائی جائے البتہ اگر وکیل اصل رقم خود رکھ لیتا ہے اور اپنی طرف سے دوسرے روپے ادا کر دیتا ہے تو اس صورت میں بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

لما فی الدر المختار (۴/۲۹۹): (ولو خلط زکوٰۃ موكليه ضمن)

وفي الشامية تحته: (قوله ضمن وكان متبرعا) لانه ملكه بالخلط وصار مؤذيا مال نفسه فال في

النار وخاية إلا إذا وجد الإذن أو أجاز المالكان اهدى أجاز قبل الدفع الى الفقير

وفيه ابتداء (۵/۱۵۳): مطلب فيما تنعين فيه التقود مالا يتعين قوله (كنقود) فاذا اشترى بهذا

الدرهم له دفع درهم غيره وعدم التعين التقدير ليس على اطلاقه بل ذالك في المعاوضات وفي العقد

الفاسد على احد الروايتين۔ وفي الدرر والأمانات والهبة والصدقة والشركة والمضاربة والعصب

والوكالة قبل التسليم أو بعده.

وفي تقريرات الرافعي (۵/۱۴۶): وفي البرازية التقود قبل التسليم الى الوكيل لا تنعين وبعده قبل

لا تنعين حتى لا تنطل الوكالة بالهلاك وقال أكثر مشايخنا تنعين وتطل بهلا كذا۔ وفي حاشية

الحموي ذكر في غاية البيان ان المختار عدم التعين

## (۱۰۹) پیش امام کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقہ میں یہ دستور ہے کہ جب ایک عالم کو اپنا پیش امام بتاتے ہیں تو اس کے لئے کسی قسم کی تنخواہ یا نقد مقرر نہیں کرتے۔ بلکہ علاقہ کی رسم یہ ہے کہ لوگ یعنی محلے والے اس امام کو زکوٰۃ اور دیگر چیز جو صدق واجب سے ہو جیسے صدق فطر وغیرہ دیتے ہیں پہلے سے یہ بات طے نہیں ہوتی کہ میں امامت کروں گا تو تم مجھ کو زکوٰۃ وغیرہ دینا اس لئے پیش امام کو زکوٰۃ دینا امام کو بھی معلوم ہے کہ یہ رسم کی وجہ سے ہے یا امامت کی وجہ سے ہے اس لئے کہ کوئی تنخواہ نہیں اور قوم کو بھی معلوم ہے۔ کیا اس طرح امامت کرنے سے قوم کی زکوٰۃ بھٹکتی ہے یا نہیں اور پیش امام کیلئے اس طرح امامت کرنے میں کچھ نہی بات ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں تو سبب مجبوری حیلہ جواز کسکتے ہیں یا نہیں یعنی حیلہ جواز کی وجہ سے یہ "صدقات واجبہ" پیش امام کو دے دیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ فقراء وغیرہم کو زکوٰۃ کے مال کا مالک بنادیا جائے اور یہ مالک بنانا بھی بغیر کسی عوض کے ہو۔ صورت مستور میں کیونکہ امام صاحب کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کی رقم امامت کی وجہ سے دی جارہی ہے اگرچہ یہ بات طے نہیں ہوتی لیکن جب معروضہ یہی ہے اور رسم یہی چلی آ رہی ہے کہ زکوٰۃ ہی امام صاحب کو بطور اجرت (تخوفہ)



وفی الشامیہ (۳۳۶/۲): اقولہ: والی من یتھما ولاد) ای بیسہ وین المدافع الیہ لان المدفع  
الاملاک یتھم متصلة فلا یحقق التملک علی الکمال ہذا؛ والولاد بالکسر مصدر ولدت  
المراة ولادة وولادا معرب ای اصلہ وان علا کابویہ واجدادہ وجدانہ من قبلہما وفرعہ وان سفل  
وقید بالولاد لجوازہ لقبیۃ الأقارب کالأخوة والأعمام والأخوال الفقراء بل هم أولى لأنه صلة  
وصدقة

وفی الفقہ الاسلامی وادلئہ (۱۹۷۰/۳): ویجوز دفع الزکاۃ الی بقیۃ الأقارب الفقراء غیر  
المسکین کورین کالأخ والأخت والعمة والعہم والغال والغالہ ونحوہم — ویجوز دفع الزکاۃ لزوجة  
أبیہ وابنہ وزوج ابنتہ

### (۱۱۱) بھیک مانگنے والوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومتفقین مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ہر سال اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور میری اکثر  
بہنیں کوشش ہوتی ہے کہ میں اپنے ملک کے غریب اور فقراء کی اس زکوٰۃ کی رقم سے مدد کروں۔ چنانچہ میں اس تلاش میں رہتا ہوں کہ کوئی  
معذور، غریب اور نادار شخص کو دیکھوں اور اس کی زکوٰۃ کے ذریعے مدد کروں۔ لیکن بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ کافی صحت مند ہوتے  
ہیں مگر کام کرنے کی بجائے بھیک مانگ کر گزاراوقات کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جب تک ان کا صاحب نصاب ہونا معلوم نہ ہو جائے۔ تاہم بہتر اور اولیٰ یہ ہے  
کہ ان پیشہ و فقیروں کی بجائے سفید پوش مستحقین کو زکوٰۃ کی رقم دی جائے۔

لسافی الہندیہ (۱۸۹/۱): ویجوز دفعها الی من یملک الخ من النصاب وان کان صحیحاً مکسباً  
— ویجوز صرفها الی من لا یحل له السؤال اذا لم یملک نصاباً

وفی الطحطاوی علی الدر (۳۲۳/۱): وفی شرح الملتفی ویجوز الدفع الیہ ولو کان صحیحاً  
مکسباً کما فی العیایۃ لکن فی المعراج انہ لا یطیب له الاخذ لانه لا یلزم من جواز الدفع جواز الاخذ  
کظن الغنی فقراً، وهو غیر صحیح لنصرہم بجواز اخذها لمن لا یملک نصاباً نعم الاولی عدم  
الاخذ لمن له سداد من عیش

وفی الدر المختار (۳۳۹/۲): ای مصرف الزکاۃ والعشر — (هو فقیر وهو من له ادنی شیء) ای دون  
نصاب أو قدر نصاب غیر تام مستغرق فی الحاجۃ (ومسکین من لاشئ له) علی المذہب

## (۱۱۲) کام نہ کرنے والے اور فضول بیٹھے رہنے والے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا ضمانت میں مال کے کرام و مستحقین میں اس مسئلہ کے بارے میں کہ تمہارے پڑوسی میں ایک شخص ہے جو اپنی کام و بیعتیں کرنا سرانجام نہیں دیتا چاہتا ہے۔ آمدنی ہر گز نہیں کچل اور بیعتیں کو بھول جاتا۔ اس کے بچے بیکار ملتے رہتے ہیں تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئلہ میں اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ فقیر ہوں یا ملکی مصلحت سے ممالک ہوں یا ملکی مصلحت سے دین جائے کہ کام نہ کرے کہ زکوٰۃ لینے کا وہ دینی شہنشاہ ہے۔

لصالحی التمدین ۱۱۸۹ (میدان الفقیر) وهو من له ادنى شئ (هو مادون النصاب او فقير مصاب غير سام وهو مسروق في العاجلة فلا يحرره عن الفقر ملكك نصب كثيره غير مایة اذا كانت مستغرفة بالحاجة) ومساها السکین (وهو من لاشئ له بالحاجة الى المسئلة لقوته او مایاری بدیه وبحال له ذلك بخلاف الاول حيث لا تحل المسئلة له فالحاجة لا تحل لمن بملكه قوت يومه بعد مسرفة بدیه) وفي الدر المنثور (۲/۳۹۹) صواب المصروف ای مصرف الزکوٰۃ (هو فقير وهو من له ادنى شئ) ای دون حد الفقر مصاب غیر سام مسروق فی الحاجة (ومسکین من لاشئ له) علی مذهب وفي المسامیة تحتہ (رقوله علی المذهب) من ایه امور احالہ من الفقیر وقیل علی العکس والاول اصح وهو قول عامة السلف وفي الشامیہ (۲/۳۵۶) (رقوله فی مسکن غاربه) ای العفلا والافلا یصح الا بالدفع الی ولی الصغیر

## (۱۱۳) ماسی اور چوکیدار کو زکوٰۃ دینا

سوال کیا ضمانت میں مال کے کرام و مستحقین کے ذیل لوگوں میں ماسیوں کا مکرر کرنا ہے یا چوکیدار وغیرہ ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو غریب نہ کہ غنی سمجھتے ہیں زکوٰۃ لینے میں جہاں ان میں سے بہت سے لوگ مستحق زکوٰۃ نہیں ہوتے یا ان کو زکوٰۃ لینے سے زکوٰۃ اور دوسری بیعتیں کرنا ان کو حرام نہیں ہوتا یا وہ واقعی مستحق ہیں یا نہیں اور کیا اس طرح کسی نے کبھی پرہیز کرتے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً زکوٰۃ انھیں لینے پر مستحق زکوٰۃ ہونے یا غریبوں کی حالت کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہے اور نہ ہونے اور زکوٰۃ لینے والوں کی حقیقت کا محرم نہ ہونے یا ان کے بارے میں شک و شبہ مبالغہ کے میں اس کے مستحق ہونا یا نہ ہونا زکوٰۃ لینے والوں کی زکوٰۃ اور دوسری بیعتیں کرنا حرام ہونا یا نہ ہونا مستحق نہ تھے۔ اس کو زکوٰۃ لینے والوں کی بیعتیں



ہو کہ مائل مستحق نہیں ہے تو اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لہذا صورت مسئولہ میں ان ملازمین کا اپنے آپ کو مستحق نہ ہونے پر ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ (۱۶) ہونا ملے گی۔ البتہ یہ مائیں یا چوکیدار اگر واقعی مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں تو ان کا اپنے آپ کو مستحق بنا کر زکوٰۃ کا لالچ لینا بہت گناہ کی بات ہے اس پر بہت وعید آئی ہے۔

لسمافی الدر المختار (۳/۵۲): (دفع ببحر) لمن يظنه مصرفاً (فبان أنه عبده أو مکتابه أو حرمی ولو مستامناً أعاده) لئلا يصر (وإن بان غناه أو كونه ذمياً أو أنه أبوه أو ابنه أو امرأته أو هاشمی لا يعبد لأنه اتى بما فی وسعه حتى لو دفع بالبحر لم یحجر ان اخطأ.

### (۱۱۴) ۵۰۰ تنخواہ لینے والے مستحق ملازم کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر میں ایک ماسی کام کرتی ہے اور اس کو ۵۰۰ (پانچ سو روپے) ماہوار ملتا ہے۔ تو کچھ لوگ عداوت میں ہیں کہ اس کی زکوٰۃ سے مدد کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ ہر دو شخص جو صاحب نصاب نہ ہو یعنی جس کی ملکیت میں ساڑھے ہاون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا نقد روپیہ یا سوچا یا سامان تجارت یا ان چاروں اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ ساڑھے ہاون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نہ ہو، تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ لہذا صورت مذکورہ میں ماسی صاحب نصاب نہ ہونے اور قنای ہونے کی بنا پر زکوٰۃ کی مستحق ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مالک اس کو برادر است زکوٰۃ نہ دے اس لئے کہ بسا اوقات مالک بھی اس سے زیادہ کام لینے کیلئے زکوٰۃ دیتا ہے اور وہ بھی زکوٰۃ لینے کی وجہ سے بھی زیادہ کام کرتی ہے اور اس سے عوض کا شے پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ کسی اور شخص کے ذریعے بغیر بتائے اس کو زکوٰۃ دی جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔

لسمافی الشامیہ (۳۳۹/۲): (قوله ای دون نصاب) ای تمام فاضل عن الدين فلو مذبولاً فهو مصرف كما يأتي (قوله مستغرق في الحاجة) كمدار السكنى وعيد الخدمة ثياب البذلة وآلات الحرفة وكتب العلم للمحتاج إليها تدريساً أو حفظاً أو تصحيحاً كما الخ. والحاصل ان النصاب قسمان موجب للزكاة وهو السامي الخالي عن الدين وغير موجب لها وهو غيره فان كان مستغرقاً بالحاجة لمالكة اباح اخذها والاخره وواجب غيرها من صدقة الفطر والاضحية ونفقة القريب المحرم كما في البحر وغيره.

وفى مرآة الفلاح على صدر حاشية الطحطاوى (ج ۱ ص ۵۹): (باب المصروف) هو الفقير وهو من يملك ما لا يبلغ نصاباً ولا قيمته من اى مال ولو صحيحاً مكتسباً قال فى حاشية الطحطاوى او يملكه وهو مستغرق فى حاجته فمن لحق قلبه هذا او هذا فهو فقير.

(۱۱۵)

اس عورت کو زکوٰۃ دینا جس کا مہر بقدر انصاف ہو لیکن شوہر بوجہ غربت ادا نہ کر سکا ہو۔  
 عالم : کیا کرتے ہیں مائے امت؟ غنیمتیں میں سے کیا جانے ہمارے ہیں؟ اگر ایسے عورت کا مہر انصاف نے نہ ادا کیا ہے تو وہ  
 بے ایمان کی عورت زیادہ فریب ہے۔ انکس : مگر عورت بھی فریب ہے تو کیا اس عورت کو زکوٰۃ کا پیہر دینا بے ایمان  
 الجواب : عموماً مصورت مسہر میں عورت کا مہر چند پتھر انصاف ہے لیکن اس کا شوہر فریب ہے جس میں وہ مسہر میں ہے  
 عورت کی ہر ہر بات پر شک و شبہ کرے تو ایسا نہ کرنا چاہیے۔

نصافی المہذبہ (۱۰۹۰) : والدی نہ دی مؤجل علی انسان اذا احتاج الی الشفۃ بحور نہ ان ماحد  
 المر کاذبہ کعبہ الی حلول الاحرار کن الذیر غیر مؤجل فال کان من علیہ الذیر معسرہ یعجز  
 نہ احد الرکاة فی صبح الاقوال لاہ سر لہ ابن السبیل

وفی انصافہ (۳۶۶) : وفی التبع دفع الی الفی فلیہا مہر دین علی روحنا یلع بسلامہ وہو موسر  
 سحر لم طنست اعطاکھا لاجورہ کن لاسطی لو طلبت حار فال فی البحر المراد من مسہر  
 مسہورک تحجیلہ والا فہر دین مؤجل لا یسبح رھدا عقید لغیرہ عالی الحانہ ویكون عدم اعطائہ  
 بسر لہ المعزاد۔

(۱۱۶) صاحب انصاف کا اپنی غیر صاحب انصاف اولاد کیلئے مال زکوٰۃ پر قبضے کا حکم

عالم : کیا کرتے ہیں وہ زکوٰۃ وغنیمت کے مال سے؟

یہ عورت ہے اس کی زمینیں ہیں ان کے مال کا مالک ہے اس کے پاس پانچ گز مال ہے اور جو نقدی بھی ہو۔  
 اس عورت کا یہ مال پانچ گز مال ہے اس کی زمینیں ہیں اس کے مال کا مالک ہے اس کے پاس پانچ گز مال ہے۔  
 اس مال پر قبضہ کرنے میں عورت کو اولاد دینا ہے اس عورت کو زکوٰۃ دینا ہے۔

اس مال کی اولاد کو زکوٰۃ دینا ہے یہ عورت کو زکوٰۃ دینا ہے۔

اس مال پر عورت نے یہ مال اور نقدی اپنی اولاد کی ہمارے لئے رکھا ہے اور انکی کے زکوٰۃ دینا ہے تو کیا یہ ان کی ملکیت ہے۔  
 اس عورت میں زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۱۱۷) : زکوٰۃ دینا ہے یہ عورت کو زکوٰۃ دینا ہے۔

الجواب : عموماً صاحب انصاف مال کا مالک ہے اور اس سے زکوٰۃ دینا جائز ہر مال کے لئے ہے۔  
 یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی نے اپنی مال پر قبضہ کر لیا تو اس کی عورت کے مال کا مالک ہے۔

بالغ ہو تو محض نام کرنے سے اس کی ملکیت ٹار نہیں ہوگی بلکہ ان کا قبضہ کرنا ضروری ہے۔ اور اگر نابالغ ہو تو قبضہ کرنا شرط ہے محض نام کرنے سے ہی اس کی ملکیت میں آجائے گی۔ لہذا اسورت مسئولہ میں چونکہ بیوہ نے سونا اور نقدی اپنی اولاد کیلئے محض نام کر رکھی ہے تو وہ اولاد نابالغ ہے محض نام کرنے سے ہی ان کی ملکیت ثابت ہوگئی لیکن جو اولاد نابالغ ہے جب تک ان کے قبضہ میں نہ رہے اس وقت تک ان کی ملکیت ٹار نہیں ہوگی۔

لہذا اسورت مسئولہ میں مذکورہ خاتون نے چونکہ اپنا زیور اور نقدی بچوں کے لئے صرف نام کیا ہے اس لئے صرف چھوٹی نابالغ بیٹی کی ملکیت تو ان کے حصے کے بقدر میں ثابت ہو جائے گی البتہ بالغ لڑکیوں کی ملکیت ثابت نہیں ہوگی اور خاتون اس سونے اور نقدی کی وجہ سے بدستور صاحب نصاب میں انھیں زکوٰۃ دینا اور ان کا دوسروں سے زکوٰۃ لینا شرطاً جائز نہیں۔ لیکن ان کی بالغ اولاد اگر مستحق زکوٰۃ ہو تو ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اور صاحب نصاب مال اپنی بالغ اولاد کیلئے بطور مکمل قبضہ کر لے تو جائز ہے۔

لما فی الفقہ النافع (۱/۳۶۵): ولا يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملک لصاحب من ای مال کان لانه غنی و يجوز دفع الزکوٰۃ الی من یملک الخ من ذلك وان کان صاحباً مکتباً۔

وفی بدائع الصنائع (۸/۱۱۳): ولو نحل ابنه الصغیر شیئاً جازاً، وبصر قابضاً له مع العقد، کما اذا باع ماله منه حتی لو هلک عقب البیع یملک من مال الابن لصیرورته قابضاً للصغیر مع العقد، وبیعاً للرجل ان يعدل بین اولاده فی النحل۔

وفی البیرواجیہ (۱/۸۷): رجل له مائتا درهم علی انسان، هل یحل له اخذ الزکاة؟ ان کان من علیہ معسراً فالصحتار انه یحل، لان یدہ زائلة عن ماله، فصار بمنزلة ابن السبیل وان کان من علیہ موسراً مقراً بالدين لا یحل، لان یدہ ثابتة علی ماله، لانه یأخذہ متى شاء، وان کان منکراً، فان کان له بیئة عادلة لا یحل، لانه فی یدہ معنی، وان لم یکن له بیئة عادلة لا یحل ایضاً۔

وفی الشامیہ (۲/۳۳۷): ولا یشی امتشی منه الفقہانی المکتب وابن السبیل والعامل۔ قولہ، فارغ عن حاجتہ، قدر الحاجة هو ما ذکرہ الکراخی فی مختصرہ فقال: لا بأس ان یعطى من الزکاة من له مسکن، وما یثابت به فی منزله وخادم وفری وسلاح وثیاب البدن ان کان من اہلہ فان کان له فضل عن ذلك یبلغ قیمته مائتی درهم حرم علیہ اخذ الصدقة۔

وفی الدر المختار (۴/۳۵۰، ۳۳۹): ولا الی طفله بخلاف۔ طفل الغیبة فیجوز لانقضاء المانع وفی الشامیہ نحتہ: (قولہ وطفل الغیبة) ای ولو لم یکن له أب بحر عن القیة (قولہ لانقضاء المانع) غیلة للجميع والمانع أن الطفل بعد غنیاً یعنی ابہ بخلاف الکبیر فانه لا بعد غنیاً یعنی ابہ ولا الأب یعنی ابہ ولا الزوجة یعنی زوجها ولا الطفل یعنی امہ ح عن البحر۔

## (۱۱۷) مرنیہ کے بچوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچے نے حجامہ کی دیوی سے کسی مرنیہ کا کیا تھا اب نہ فوت ہوئے ہیں نہ ان مرنیہ کے بچے نہ؟ تعلق سے پہلے حجامہ سے تھیں بچے ہیں جو کہ غریب ہیں تو کیا زیادہ ان بچوں کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حجامہ اصلیا سورت مسولہ میں جو بچے حجامہ کے ہیں زیادہ ان سے کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ چنانچہ بچی زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتی۔ چنانچہ یہ کتاب ہے مگر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان بچوں کے ساتھ تعلقات قائم ہو چکے ہیں اس لئے برادرانہ سے خود ان کے ہاتھ سے ان کے لئے رقم دے سکتے ہیں۔

لما فی فتاویٰ النوازل ص ۱۴۰، دفع الزکوٰۃ الی صغیر عاقل وهو یعطی القرض بان لا یرمی ولا یحرم عہ بجز

وفي الشامی ۲/۳۵۳: (قوله الا اذا كان الولد الخ) عللہ فی العمادیۃ بان النسب یست من الماکح وقد ذکر فی الشریعۃ حواء مولد من الزنا یست النسب من المروج لاس الرامی فی الصحیح فلا دفع صاحب المراسن زکوٰۃ الی هذا الولد بجز ولو دفع الرامی لا یجز عدا خلافا للشافعی اذ فقد صرح بعدم جواز الدفع الی ولده من الزنا وان كان لها روح معروف وتصویر المسئلۃ بالموسمی مع العلم بأنها ذات روح لیخرج ما اذا لم یعلم بذلك لیکون الموطوء حینئذ موطوء شہیہ لاربی ولذا قال فی البحر وخرج ولد المنعی المہاجر وبعثا اذا تزوجت ثم ولدت ثم جاء الأول حیفاً علی قول الامام المرجوع عہ الاول لا یشول ومع هذا یجز دفع زکوٰۃ الیہم وشہادۃ تہم نہ کذا فی المسراج لعدم الفرعۃ طاهر وغلبہ فیغنی ان لا یجز ذلك للامی لوجود الفرعۃ حقیقۃ وان لم یست النسب منہ لکن المنقول فی الولو الوجوب جواز ذلك لہ علی قول الامام وروی رجوعہ وعلی الفتویٰ وعلیہ فلا یشول الدفع الیہم دور الناسی

## (۱۱۸) زانی کا فاشہ عورت کو زکوٰۃ دینا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کے ایک بیوہ کے ساتھ برے تعلقات ہیں فانی مرتبہ زانیہ بن گئے ہوئے دیکھا گیا ہے اور یہ شخص فانی مالدار ہے جب یہ بچے ہائی کی زکوٰۃ نکالتا ہے تو اس سے عورت کو دے دیتا ہے یا اس زکوٰۃ کو اس کے بیوہ کو دے دیتا ہے یا اس کو دے دیتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوٰۃ کی فقہی شرط عامہ موم و حرام ہے لیکن ادائیگی زکوٰۃ میں نیت اور مصرف کا اعتبار ہے۔ آپ رحمہ اللہ کے نزدیک صورت میں اگر فاشہ عورت محتاج یعنی مصرف زکوٰۃ ہے اور زانیہ نیت زکوٰۃ اسے مال دے دیتا ہے تو فریضہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی لیکن زانیہ کا اس فاشہ عورت کو زکوٰۃ دینا مکروہ ہے، لہذا اس فاشہ عورت کو زکوٰۃ دینے سے احتساب کرے تاکہ ان کے درمیان روابط منقطع ہوں اور باہمی میاں پیدائے نہ ہو جو کہ زنا کا سبب ہے۔ نیز یہ کہ صلحاء کو مال زکوٰۃ دے دینا "بشرط مصرف" افضل ہے۔

لسا فی الہدایۃ (۱/۸۷): (منہا الفقیر) وهو من له ادنی شیء وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة فلا یخرجہ عن الفقر ملک نصاب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا كانت مستغرقة بالحاجة، کذا فی فتح القدیر التصدیق علی الفقیر العالم الفضل من التصدیق علی الجاهل کذا فی الزاہدی.

وفی الدر المختار (۲/۳۳۹): ای مصرف الزکاة والعشر — (هو فقیر، وهو من له ادنی شیء) ای دون نصاب أو قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة.

وفی الشامیہ تحتہ: (قوله هو فقیر) قدمہ تبعاً للآیۃ ولأن الفقر شرط فی جمیع الاصناف الا العامل والمکاتب والین السیل.

## (۱۱۹) میڈیکل کالج کے طلباء کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے گھر کے قریب ایک میڈیکل کالج ہے جس میں کثیر تعداد میں طلباء زیر تعلیم ہیں بعض لوگ ان کو زکوٰۃ کی رقم دیتے رہتے ہیں کہ یہ مسافر طلباء ہیں تو کیا ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی؟ نیز میڈیکل کالج وغیرہ کے طلباء کو زکوٰۃ دینا زیادہ افضل ہے یا مدارس دینیہ کے طلباء کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں اگر میڈیکل کالج کے طلباء میں کوئی مستحق زکوٰۃ (فقیر غیر باغی) ہو تو اس کو زکوٰۃ کی رقم دینی جائز ہے اور اس طرح ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ البتہ دینی مدارس کے طلباء کو زکوٰۃ دینا افضل ہے اس لئے کہ اس میں ترویج دین پر اعانت بھی پائی جاتی ہے۔

لسا فی الہدایۃ (۱/۸۷): (منہا الفقیر) وهو من له ادنی شیء وهو ما دون النصاب أو قدر نصاب غیر نام وهو مستغرق فی الحاجة فلا یخرجہ عن الفقر ملک نصب کثیرۃ غیر نامیۃ اذا كانت مستغرقة بالحاجة، کذا فی فتح القدیر. التصدیق علی الفقیر العالم الفضل من التصدیق علی الجاهل کذا فی الزاہدی.

وفی الدر المختار (۲/۳۳۹): ای مصرف الزکاة والعشر — (هو فقیر وهو من له ادنی شیء) ای دون نصاب أو قدر نصاب غیر نام مستغرق فی الحاجة.

## (۱۲۰) زکوٰۃ کی مد سے غریب کی شادی کروانے کا حکم

سوال کیا کرتے ہیں حاکم الزمہ و ملتزمان و قاضیوں مستند، اس سے مراد نقل و حرکت کی پریشانی میں مبتلا ہونے والی شادی ہے اور معاشرے میں طرز و طریق کی بنیادیں کھیل رہی ہیں اس کی رو سے تمام تینوں امور کو ملے ایک حکم بنائی ہے نہ کہ یہ کہ ایک کو ایک سے جدا کر دے اور صدقات اس کے لئے غریب بڑے اور ان کی شادیوں میں صرف خرچہ کیا جائے گا نہ کیا نہ ہو یا کام نہ لگے ہے یا نہیں یا خیر اس کا تیسرا نام دوسروں کو بھیجے یا نہیں؟

الجواب حامد ابو مصطفیٰ: یہ روایت چاہے کہ مد سے زندگی کے چھپے میں بنوادی طور پر شادی کرنے کی تعلیم دی ہے اور یہ نفس غریبی (چاہے دوسروں کے کام پر ہی کیوں نہ ہو) کی فتنے سے حماقت کی ہے۔ لہذا اگر اسے دیکھو اور دوسری شادیوں میں جو صورت عام پر فعل غریبی ہوتی ہے اس سے کٹ کر یہ روایت چاہئے اور مجھے اور دیگر واقعات پر گہرا چہرہ ہے کہ جو اس حماقت نے اندر راہ دار اس سے مقرر شدہ ہونے پر اس کے بعد یہ واضح ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ کی ملائی کیلئے لازمی شرط یہ ہے کہ وہ فقیر و محتاج کی حیثیت سے ہوا ہوا ہو جسے اس کے لئے تعلیم کو پونے کر دے اس کے بعد اس سے اس کا رخصت کرنا حرام نہیں اور اگر وہ فقیر و محتاج کی حیثیت سے ہوا تو پھر تعلیم و رخصت زکوٰۃ کی مد سے شادی کے اخراجات نہ کرے۔ بلکہ جس شخص کی شادی اس کے لئے ضروری ہو تو وہ زکوٰۃ کی مد سے (زکوٰۃ) ایسا مادی شادی کے اخراجات کا اس کو مالک بن جائے۔ یہاں تک کہ وہ زکوٰۃ کی مد سے اس کو مالک بن جائے۔

السامی الهندی (۱۰۰۰ھ)۔ یہی تعلیمک العادل من فقیر مسنہ غیر ہاشمی ولا مولاد بشر طقطع المشعة عن المملک من کل واحد تعالیٰ.

وفی ایضاً (۱۹۰۰ھ)۔ اذا دفع ترکوة الی الفقیر لایتم الدفع مالہم یغنیها أو یقصها للفقیر من مد ولایة علیہ معہ الا.

وفی الدر المنجبار (۲۴۴۱ھ)۔ وبسبب ان یکون الصرف بتعلیمک الا باحدا، وفی الشامیة تحت وفی التعلیمک اشارۃ الی انه لا یصرف الی مجنون وھی غیر مراهق الا اذا قص لیس من مجنون فقه کلاب و توحی

وفی ایضاً (۳۴۵۲ھ)۔ (قولہ فیسور لو نامرہ) ہی یجوز علی الرکوة علی اند تعلیمک مد لانه لا من کونه تعلیمک وهو لا یفیع عند امرہ بن عند اداء النماز و قضی ثلاث

## (۱۲۱) مہتمم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

سوال یہ کہ جس میں مد سے زکوٰۃ دینے کا حکم اس مسئلے پر ہے کہ وہ کسی کو دے کر کہ مہتمم حضرت ابی غریبہ و ابی ہریرہ

زکوٰۃ اور دیگر عطیات وصول کرتے ہیں اور بعد میں طلباء کی ضروریات میں خرچ کرتے رہتے ہیں تو کیا مجرم کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا جب وہ طلباء پر خرچ کرے گا اس وقت ادا ہوگی؟  
الجواب: حامداً ومصلياً۔ چونکہ عام طور پر مقیم حضرات طلبہ کی طرف سے زکوٰۃ قبضہ کرنے کیلئے وکیل ہوتے ہیں تو ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی کیونکہ وکیل کا قبضہ مکمل کا قبضہ ہوتا ہے۔

لما في الدرر المختار (۲/۳۶۹): ولو حلط زكاة موكليه ضمن وكان مبرعاً الا اذا وكله الفقير اه  
وفي الشامية تحفته: (فوله ضمن وكان مبرعاً) لانه ملكه بالخلط وحارم مودها مال نفسه قال في  
التسار خالية: الا اذا وجد الاذن او اجاز المالكان اى اجاز قبل الدفع الى الفقير (فوله اذا وكله  
الفقراء) لانه كلما قبض شيأ ملكوه وحارم خالطاً مالهم بعضه بعض ووقع زكاة عن الدافع

### (۱۲۲) اگر بینک زکوٰۃ کاٹ لے تو زکوٰۃ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے پندرہ سال قبل اپنی رقم بینک میں جمع کرادی تھی تاکہ چوری سے محفوظ ہو جائے اور ہر سال بینک والے اس کی زکوٰۃ کاٹ لیتے ہیں۔ تو کیا اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا وہ بارہ مجھے خود ادا کرنی ہوگی؟

الجواب: حامداً ومصلياً۔ صورت مسئلہ میں بینک میں رقم جمع کراتے وقت یا جب انہوں نے زکوٰۃ کی رقم کاٹ لی ہو یا وہی وقت اگر آپ نے زکوٰۃ کی میت کی ہو تو اس بینک میں موجود رقم کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اور اگر آپ نے سرے سے زکوٰۃ کی میت ہی نہیں کی تو اس طرح زکوٰۃ کی رقم آپ کے اکاؤنٹ سے کٹ جانے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ آپ کو وہ بارہ زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

لما في الهندية (۱/۱۷۱): وجلي ادى زكاة غيره عن مال ذلك الغير فاجازه المالك فان كان المال قائماً في يد الفقير جاز والا فلا.

وفي الشامية (۲/۳۶۹): لو ادى زكاة غيره بغير امره فبلغه فاجاز له بغير لائها وحدت لغاذا على المنتصدق لائها ملكه ولم يضر لائها عن غيره فلفذت عليه اهل لكن قد يقال تجزى عن الامر مطلقاً لقاء الاذن بالدفع قال في البحر: ولو تصدق عنه بامرء جاز.

### (۱۲۳) بینک والوں کا مالک رقم کی اجازت کے بغیر زکوٰۃ کاٹنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اور میرے بڑے بھائی باشم صاحب نے مل کر کاروبار شروع کیا تھا۔ الحمد للہ کچھ ہی عرصہ کے بعد ہم نے حساب لگایا تو ہمیں خوب منافع ہوا چنانچہ ہم دونوں بھائیوں نے آپس کے

مثلاً اس سے منافع شدہ رقم کو ایک میں سے ۱۰۰ روپیہ چھپے ہوئے ایک میں اپنی رقم نکالواتے ہیں۔ ایک میں ۱۰۰ روپیہ زکوٰۃ دے دیتے تو یہ مالوں سے کہا کہ ہم نے آپ کی اصل رقم پر چھٹی ۱۰۰ روپیہ چھپائی ہم نے وہ دیکھی۔ اب آپ سے چھپایا یہ کہ کہ زکوٰۃ اس مال پر نہیں اُتاتے۔ مالوں کی اہمیت کے بغیر اصل رقم سے زکوٰۃ دے کر یہ رقم کو کیا زکوٰۃ دے دیا ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسنونہ کے مطابق اگرچہ مال کے حاکم دوسری اجازت کے بغیر اصل رقم سے زکوٰۃ دے دیتے ہیں تو یہ زکوٰۃ اگرچہ برقی۔

لصافی المہذبہ (۱/۱۰۱) وجعل ادی رکاتہ غیرہ عن مال ذلک العبر لاجارہ المالك لان کما المال فلانما علی بد الفقیر حار والا فلا

وفی الشامیہ (۲/۲۹۹) لو ادی رکاتہ غیرہ بغير امرہ فلیعہ فاحراز لم یجز لایہا وحدت تعدد علی المتصدق لانها منککہ ولم یعصر، مانا علی غیرہ فتعدت عنہ لکن لد یعدل نجزی علی الامر مطلقاً لبعاء الاذن بالدفع قال فی البحر ولو تصدق عنہ مامره جاز

### (۱۲۳) زکوٰۃ زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ اگرچہ مال کا مالک کسی کو توں نے اپنی زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ دکان سے دے دینی نقد میں من کر دینی رقم نہیں کوئی یعنی یہ ماحول یہ نہیں بد مالکان کی رقم مستحق تلمذ پہنچ چکی ہے یا اس طرح مال کو نقد میں رقم میں دے دینے سے زکوٰۃ دے دینی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوٰۃ کی یہ شکل پہلے مستحق کو مالک مال ضروری ہے، اگرچہ احقر کی مالکانگی چاہے مالک خود کرے یا کسی اور سے کرے۔ مالک کے مستحق و درقر یہ ہے۔ اس میں سے زکوٰۃ دے دینی ہے۔

اب صورت مسنونہ میں اگرچہ مال و نقد میں مال پر یعنی اعتماد ہے کہ واقعی یہ مال مستحق تلمذ پہنچ چکی ہے یا اس طرح مال کو نقد میں رقم میں دے دینے سے زکوٰۃ دے دینی ہے اور اگرچہ مال دکان پر مال نہیں ہے تو ان کو زکوٰۃ دے دینا جائز نہیں ہے اور اگر اعتبار ہے کہ جو مال خود زکوٰۃ کی رقم دینے کو دے دے یا دے دینی کرے یا نہ کرے۔

لصافی الشامیہ (۲/۲۹۹) وهما کل العا یستفید التصرف من الموقوف وقد امره بالدفع الی فلان للاملاک الدفع الی غیرہ کمالو اوصی لرید منکک المیس للوصی الدفع الی غیرہ فتأمل

### (۱۲۵) ٹرسٹوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مجاہدین مسئلہ کے بارے میں کہ چھپے ہوئے مالوں سے یہ مال یاں مختلف اشخاص کے مال



زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے آتے رہے اور میں ان کو زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کی نیت سے دیتا رہا لیکن اس سال میرے ذہن میں یہ پہلا بار ہوا کہ یہ مختلف تنظیموں اور ٹرسٹوں والے جو زکوٰۃ اور صدقات وصول کرتے رہتے ہیں، ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟ الجواب حامداً و مصلياً۔ آجکل ہمارے ہاں مختلف تنظیمیں اور ٹرسٹ زکوٰۃ وصول کرتے ہیں اگر تحقیق سے تحقیقی طور پر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ صحیح مصارف میں خرچ کرتے ہیں تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور جن ٹرسٹوں اور تنظیموں کے بارے میں معلوم نہ ہو، ان کے بارے میں پہلے تحقیق کرنی جائے اُس کے بعد اُن کو زکوٰۃ دی جائے۔ اگر بغیر تحقیق کے زکوٰۃ دی اور معلوم ہو کہ زکوٰۃ انہوں نے صحیح مصارف میں خرچ نہیں کی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور دوبارہ زکوٰۃ دینا لازم ہوگی۔

لصافی الہندیہ (۱/۱۷۱): اذا وكل في اداء الزكاة اجزائه النية عند الدفع الى الوكيل فان لم ينو عند التسوكل — فلو دفع الزكاة الى رجل وامره ان يدفع الى الفقراء فدفع ولم ينو عند الدفع جاز ولو دفعها الى الذمي ليدفعها الى الفقراء جاز لو جرد النية من الامر —

وفى الدر المختار (۲/۲۶۹): او دفعها للذمي ليدفعها لأن المعبر للفقراء جاز نية الامر. ولذا لو قال هذا سطوع او عن كسارتي لم يواه عن الزكاة قبل دفع الوكيل صح ولو حلف زكاة مؤكله ضمن وكان متبرعاً اذا وكله الفقراء.

وفى الشامية تحفة: (قوله ضمن وكان تبرعاً) لأنه ملكه بالحلف وصار مودعاً مال نفسه قال في التتار حاشية إلا اذا وجد الإذن أو أجاز المالك أن يأجر قبل الدفع إلى الفقير — وينتقل بهذا العالم إذا سأل للفقراء — قلت مقتضاه أنه لو وجد العرف فلا ضمان لو جرد الإذن حينئذ دلالة والظاهر أنه لا بد من علم المالك بهذا لعرف ليكون إذا ما منه دلالة.

## (۱۲۶) کسی تنظیم یا ٹرسٹ کو زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں ایک تجارت پیشہ آدمی ہوں، الحمد للہ ہر سال اجتماع سے زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس سال کچھ سیاسی تنظیم والے زکوٰۃ لینے کیلئے میرے پاس آئے لیکن انہیں زکوٰۃ دینے میں مجھے شک پڑا کہ معلوم نہیں انہیں زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اس لئے میں نے چاہا کہ میں پہلے مفتی صاحب سے پوچھ لوں کہ زکوٰۃ کی رقم کسی سیاسی تنظیم یا ٹرسٹ کو یا کسی مذہبی تنظیم کو دینے سے ادا ہو جائیگی؟ یا پہلے تحقیق کر لینا ضروری ہے کہ یہ لوگ صحیح جگہ خرچ کرتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً۔ صورت مسئولہ میں صرف کسی مذہبی یا سیاسی تنظیم کو زکوٰۃ ادا کرنے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ اسوقت ادا ہوگی جب مصارف میں پہنچ جائے اسلئے تحقیق کر لینا ضروری ہے اور تمہیک اسوقت تحقیق ہوگی جب فقراء یا ان کے وکیل اس پر قبضہ کر لیں گے۔

لصافی الہندیہ (۱/۱۹۰): اذا دفع الزكاة الى الفقير لایتم الدفع مالم يقبضها ويقبضها للفقير من له ولاية عليه.

(۱۲۷) ؛ کیسے کے وقت لوٹے مال میں اذانِ نبویؐ کی نیت کا حکم

سوال: کیا دانتیں ہیں حلالہ کراہم و نہیین و منہم ان مسئلہ کے بارے میں کہ میری ماں کاظمہ ہادیہ میں کپڑے کی ایک ٹان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے  
مقتضیٰ بارہ سے اچھا کڑا کر ابو جاحیہ سے بدلتی سے صدق و خیرات اور کو کو بھی نکالتا ہوں۔ اب مسئلہ دارے ساتھ کچھ یہ ہے کہ ہم  
مکملہ اسے بدلتا کر پیرہہ بہت مانتے ہیں اور بدلتی بھی کر کے لے جاتے ہیں۔ اب اگر میں ان کو پیسہ دیتے سے پہلے زکوٰۃ کی نیت  
رکھوں تو کیا وہ زکوٰۃ میں شمار ہو جائے گی؟ میں نے ان کو بھی ڈاکٹر وغیرہ کو لکھنے کو بھی لکھا ہے اس وقت اس پیسہ میں زکوٰۃ کی نیت لی جا  
سکتی ہے؟

الحجاب حامداً وعلیاً اور انکی زکوٰۃ میں شریعت اور ضرورتی ہے یعنی کسی فقیر کو مالک نہ نا۔ لہذا صورت مسئلہ میں تنظیم والے جو رقم وصول کرتے ہیں انکو تنظیم کے اصولوں کے تحت زکوٰۃ اور انھیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں تسلیم نہیں ہائی جاتی اور اگر اپنے لئے وصول کرتے ہیں اور سختی لازم نہ بھی ہیں تب انہوں میں زکوٰۃ دینا واجب نہ ہوگا۔ چنانچہ سے زکوٰۃ اور انھوں اور اسی صریح ذکا کر سختی زکوٰۃ ہیں تو ان کو بھی زکوٰۃ دینا واجب نہ ہے۔ یہاں زکوٰۃ کو ایک طور پر دیکھی جائے کیونکہ یہ اہم مقامات میں سے لئے حساب ہے نہ کہ غنائم سے۔ (امین صاحب)۔

لما في القديس ١٥٠١) وما أحد قلعة زماننا من الصداقات والعشور ونحوه (الحياة

والمصادر التي يفترض جمعها عن أرباب الأمور إذا تروا عند الدخول التصلى عليه

وفي الشاهد ٢٠٠٢، عنه ان بعض فقة التجار يقن ان ما يؤخذ من المكس يجب عه الا

مرفوعه الى مكان واحد على سائر

بإحسانه مهبط وحيد - يرفع الخراب المدة ويؤدى النجار أكثر من العوصى ولذا قال في

والمراد به ان يكون المستحق زكاة فله صحيح انه لا يقع على الزكاة وأشار بالنصحيح الى

القول بأنه إذا يرى عبد الله دفع المصنف في علي الجكاس جاز لأنه فقير بما عليه من التبعات الخ.

وفي العدد ٢٨٩٠ وكذا ١٥١٥٠ مع اني كبل حمائر بنية الصدقة لانهم بما عليهم من الجبات

صاحب القراء والأعيان الإلهية

وهي المدد البحار ٢٠٠٠، وسيطره ان يكون (لصرف وتعليقاً) (لا) بصرف (أي بناءً على

المسيح والنجاة

## ﴿جن جگہوں پر زکوٰۃ کی رقم نہیں دی جاسکتی﴾

### (۱۲۸) زکوٰۃ کی رقم سفیر کو بطور تنخواہ دینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک دینی ادارہ ہے جس کی کوئی ذاتی آمدنی نہیں ہے ہم اخراجات پورے کرنے کیلئے ایک سفیر مقرر کرتے ہیں جو لوگوں سے زکوٰۃ و صدقات و خیر و وصول کرتا ہے جس کو ہم تنخواہ دیتے ہیں تو کیا سفیر کو زکوٰۃ کی رقم سے تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ چونکہ زکوٰۃ کی رقم بطور عوض دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اس لئے زکوٰۃ کی رقم سفیر کو بطور تنخواہ و کمیشن کے دینا جائز نہیں اور اگرچہ بعض دینی اداروں میں جو سفارتی نظام رائج ہے اس میں دیگر مقاصد بھی پائے جاتے ہیں مثلاً سفیروں میں امانت داری کا کیا ب ہو اور چٹ چٹ کر مانگنا اور غلط بیانی سے کام لینا اور زکوٰۃ کی رقم سے کھانا پینا وغیرہ لہذا اہل مدارس کو اس معاملے میں احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔

لسا فی الہدیہ (۱/۱۹۰) : ولو لوی الزکاة بما يدفع المعلم الی الخلیفۃ ولم یستاجرہ ان کان

الخلیفۃ بحال لو لم يدفعہ یعلم النیان ایضاً اجزأه والا فلا.

وفی الطحطاوی علی الدر (۱/۳۳۲) : قوله ولو دفعها المعلم لخلیفته) ای من ہو نائب عند نظیرہ

اذا دفعها المجر لمن استاجرہ أو الشیخ لمن یحضرہ.

وفی الشامیہ (۲/۳۵۲) : قوله او مہدی الباکورۃ) وفیہ فی التبار حایۃ بالنی لانسای شینا

وصفیوہ انہا لولہا قیسمہ لم یصح عن الزکوٰۃ لان المہدی لم يدفعها الا للعرض فلا یجوز اخذھا

الادفع ما یرضی بہ المہدی والرائد علیہ یصح عن الزکوٰۃ.

### (۱۲۹) مدارس کے سفراء کی شرعی حیثیت اور ان کیلئے مال زکوٰۃ سے کمیشن لینے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدارس کے جو سفیر حضرات ہوتے ہیں وہ مدارس کے طلباء کیلئے زکوٰۃ و خیر و وصول کرتے ہیں، کیا زکوٰۃ کی رقم سے ان کا کمیشن لینا صحیح ہے؟ محصل رقم میں اجرت ملے کر کیا ہے؟ کیا مدارس کے سفیر حضرات عاقلین زکوٰۃ کے حکم میں ہیں؟ اگر کوئی فرق ہو تو مبرہن و مدلل انداز میں واضح فرمائیں۔ مینا تو بڑا

الجواب حامداً ومصلياً۔ مدارس کے سفراء کو زکوٰۃ وصول کرنے کی اجازت ہے۔ لسا فی البدائع : ولا یجوز قبض الاحسی

لتفسير المذبح العاقل الايتو كيلد ۱۵۲۳

تین دنہ کے بعد زکوٰۃ کی رقم وصول کرنے میں صاف ظلم کا حق ہے۔ لہذا فقہاء نے اس کے بعد تصدقات الفقراء  
والمساكين الیہ (القرنہ ۶۰) صدقہ تہ فحق ہے غریبوں اور محتاجوں کا۔ البتہ زکوٰۃ کی وصولی پر سترہ سو تین اہرت  
یاد رہت ہے۔ لیسالی الملتفی الاحمر الاحمر الخاص بسحق الاجر (۱۶۵۲)۔ لیکن وصول ہونے والی زکوٰۃ  
رقم سے زیادہ اہرت متعین کرنا درست ہے۔ لیسالی البدیع: بعض مسیحیۃ النہی باستنجاہ بعض الحار ج ۵ ص ۵۱۴۔  
نہی ان تہوں سے حلیۃ تمایب کے بغیر جرت لیا۔ مگر ہے۔ لیسالی البدیع: والزکوٰۃ لا تخرج ان تدفع عوضا عن شی  
۱۶۴۰۔ البتہ زکوٰۃ کی رقم سے اجرت متعین جیسی سورت میں غیر نفقات اور مثل کے مستحق ہوں گے جو کہ متعین اجرت سے  
زیادہ نہیں ہوتی۔ لیسالی البدیع: ومحب احمر المثل لا یجاوزہ المسمی (۵۶۶)۔ اگرچہ تمایب کے بغیر زکوٰۃ کی رقم  
سے جرت دینے کی حق تو واقعی رقم کے بقدر زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ لیسالی البدیع: ولا یخرج عن العهد  
بالعمل بل بالاداء للفقیر (۱۶۰۲)۔

غرض اہرت کو ملنے پر حق کسی رقم صدیقہ دینے پر ہوتا ہے۔ لیکن عام پر درست نہیں۔

۱۔ مالین زکوٰۃ (مالیہ مالی) دیتے ہیں کہ میں دوسرے سے زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کے لیے متعین کیا ہے۔ بخلاف مال غیر مالکات  
ہے کہ وہ مال یا زکوٰۃ دیتے ہیں۔ ان کے نام نہ۔ موصول ہوتے ہیں۔

لیسالی البدیع: وانما العاملون عنہا لیتیم الذین تصبہم نجایۃ الصدقات (۳۹۷۱۲)۔ ولی الہدیۃ:

دوسرا عامل (جو ہوسے بعد الاداء لایفاء الصدقات والعشور کدالی المالکی ۱۸۸۱۶)

۲۔ ہر طرح کا مال دیتے ہیں (زکوٰۃ دیتے ہیں)۔ ان سے جزیہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حق ہے۔ اسی طرح مالین زکوٰۃ بھی مالین سے  
جزیہ وصول کرنے کا حق ہے۔ ان کے کہ کثیر۔ ان کی نیابت حاصل ہے۔ بخلاف غلام کے۔ ان کی حاکمی نیابت حاصل نہ ہوتی  
نہ جزیہ سے جزیہ زکوٰۃ وصول کرنے کی تخصیص ہے۔

لیسالی البدیع: ۱۵۰۲۔ ولا یجوز فیش الاحس للفقیر الذال الاہو کلہ

ولی البحر الخونی: ۳۶۹۰۲۔ ومن سب عن اداء زکوٰۃ مالہ واحدا الامام کرہۃ۔ والفقیر بہ  
المعجل ان کان فی الاموال فندۃ فامہ بسقط الفرض عن اربابہا باحد السلطان اربانہ۔ لان  
ولایۃ الاحصہ

ولی الشافعی: ۲۹۰۱۲۔ ولی محتسب الکوخی اذا اخذها الامام کرہا عوضها موضعها اجرا لان لہ  
ولایۃ اخذ الصدقات فقام احدہ مناد دفع المالك وفى القنۃ فی اشکال لان البیۃ فی شرط ولی

یوم حد منہ بعد۔

قلت: قول الکرمی لتمام اخذه الخ يصلح للجواب تامل، ثم قال فی البحر: والمفتی به التفصیل ان كان فی الاموال الظاهرة يسقط الفرض لان للسلطان او نائبه ولاية اخذها، وان لم يضعها موضعها لا یسقط اخذه وان كان فی الباطنة فلا اهـ. وفيه ايضاً (ص ۲۶۸): والی ان الساعی لو اخذها منه كرهالاً يسقط الفرض عنه فی الاموال الباطنة بخلاف الظاهرة هو المفتی به.

۳۔ کسی اجنبی شخص کیلئے جائز نہیں کہ وہ از خود زکوٰۃ وصول کرے الا یہ کہ اسے فقراء یا عزیزین وکیل بنادیں، تو جائز ہے۔ جبکہ عاملین حاکم کے نائب ہونے کی وجہ سے اس بات کے محتاج نہیں کہ انہیں کوئی فقیر یا مزرکی (زکوٰۃ دینے والا) وکیل بنائے، بلکہ وہ حاکم کے نائب ہونے کی وجہ سے فقراء کے نائب اور عزیزین کے وکیل ہوتے ہیں۔ پس سزاوار حضرات کو جب تک کسی کی طرف سے نکالت برائے زکوٰۃ کی اجازت نہ ہو، جب تک زکوٰۃ وصول کرنے کا حق و جواز نہیں۔

لسامی البدائع (۵/۲): ولا يجوز قبض الاجسی للفقير البالغ العاقل الا بتوكيله.

وفی (ص ۳۴۱): لان یدہ کید الامام وهو نائب عن الفقراء.

وفی (ص ۳۸۶): فصار ارباب الاموال كالوكلاء عن الامام.

وفی البحر: لان یدہ کید الفقراء (۲/۳۶۸)، وفی (ص ۳۶۹): فقام اخذه مقام دفع المالك.

۴۔ اگر عاملین کے ہاتھ سے زکوٰۃ کا مال ضائع ہو جائے تو ارباب اموال (اصحاب زکوٰۃ) سے زکوٰۃ ساقط ہو جاتی ہے کیونکہ اسے حاکم کی ولایت حاصل ہونے کی وجہ سے وہ فقراء کا نائب اور مجملہ مصارف زکوٰۃ میں سے ہے، بخلاف ان سزاوار کے جو ارباب اموال کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں ان کو حاکم کی ولایت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے وہ فقراء کے نائب اور مجملہ مصارف زکوٰۃ میں سے نہیں ہیں۔

لسامی البحر (۲/۳۶۸): لو المرز من النصاب خمسة ثم ضاعت لانسقط عنه الزكاة ولو مات بعد

الموازا كانت الخمسة ميراثاً عنه بخلاف اذا ضاعت فی ید الساعی، لان یدہ کید الفقراء.

وفی المہندبة (۱/۱۸۸): ولو هلك المال فی ید العامل او ضاع، سقط حقه واجرا عن الزكاة عن

الموقین کذا فی السراج الوهاج.

وفی الشامية (۲/۳۳۰): ولو هلك ما جمعه من الزكاة... الا ان فيه شبهة الصدقة بدليل سقوط

الزكاة عن ارباب الاموال.

وفی (ص ۳۰۹): وقوله لمالیه من شبهة الزكاة) ای وهو من جملة المصارف.

۵۔ عاملین زکوٰۃ کیلئے آزاد و مسلمان ہونا شرط ہے، غلام اور غیر مسلم کو عامل بنانا حرام ہے، کیونکہ غلام بھی ایک منصب اور واجب اسلام ہے جو کہ غلام اور غیر مسلم کے لائق نہیں۔ بخلاف سفارت و نکالت کے کہ غلام اور ذمی بھی اس کا اہل ہو سکتا ہے چنانچہ ذمی اور غلام کو زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے وکیل وغیرہ بنا جائز ہے، برخلاف عاملین کے۔

لنعماني (الجز ٤: ٣٩٩). ولو دفعها إلى دمي ليدفعها إلى الفقراء جز لم حوز الله من الأمر  
وفي (٣٥٣): ولم يشترط العربيه، لأن الدفع إلى غير المحتوجين  
وفي (ص ٥٠٢): ويشترط في التعامل أن يكون حراً مسلماً، فلا يصح أن يكون عبداً لولاية.  
ولا يصح أن يكون كافراً لأنه لا يبي عبي المسلم  
وفي (البدائع ٣٩٠٠): ولقد تم وتكمل دمياء ما جاء الزكاه جز، لأن المؤدى في الحقيقة هو المسند  
وفي الهندية ١١٩٤: ويشترط في التعامل أن يكون حراً مسلماً

(۱۳۰) سفیر کے لئے زکوٰۃ وغیرہ کے پیسے استعمال کرنے کا حکم

سوال : اگر قربانے ہیں ملے آرام و خوشی و دنیاوی مسئلے ہمارے ہیں کہ رمضان المبارک میں کبھی تھکا دیں حدیث کے لیے احادیث اپنی تالیف لاتے ہیں مگر اس سے چند اصول کرتے ہیں اور اسی سے لکھنا چاہتے ہیں اور اگر وہ خواہات پرور کرتے ہیں تو کیا یہ وہی نہیں چند ہے کہ کماؤں و خوشی کرنا ہے ۔ "تجربہ کاران کے پاس انٹر پیسز کو کھانا کھانا ہے ؟"

الجواب : علامہ مصلحی : تجاربہ کاران نہیں چاہتے ۔ تجاربہ کاران سے کھانا چاہیے چاہا نہیں ہے ۔ ولایت انور ان کے پاس اپنے پیچھے نہیں دیکھتے تو ان سے مشکوٰۃ الیسی یا حتی اور سے قرض لے کر استعمال کریں بعد میں اگر کوئی اور دوزخ میں داخل ہوا تو ان کی عمارتیں سے ان میں سے کچھ دھامد پائے جاتے ہیں مثلاً صفحہ ۱۱ میں خیانت کی مراثی و غلط چالانی سے کام لینا مانگتے ہیں اصرار کرنا انہی چیزوں سے بطور توجیہ ۔

۱۱۔ انہی چیزوں سے کھانا چاہیے اور نہ کھانا اور نہ استعمال کرنا کھانا ۔ اس کے علاوہ ان میں علم و طلب و ادب حدیث کی تحقیق بھی ہے ان لیے اس حدیث و اس موافق میں مضابط سے کام لینا چاہیے ۔

شماهی النظار حایه (۲۹۴) سل علی معلم له خلیفه فی المکتب بعلم النبیان و یحفظهم و یکتب  
 ناولو اجمع و لم یستاجرہ بشئ معنوه و ما اشترط شیاً و المعصم یعطیه فی الاحابین در اجم بهیہ الرکاة من  
 یحیر علی الر کافہ قال: معہ الا ان یشکر لو لم یعطه لم یعمل له ذلک فی مکتبه  
 و فی الطحطاوی علی المبرہ ۳۳۲، فوالہ راولو دھما المعلم لخلیفہ] آی من هو نائب عمہ و نظیرہ  
 و دھما الموعر من استأجرہ و لنیح ابن یحمرہ.

وعلى الناحية ١٣٥١:٢. قوله: «المهدي المذكورة» ولقده في النسخة بخطه لا تساوي شيئا ومعيه ما بها لولها قيمة لم يصح عن الزكاة لأن المهدي لم يدعيها إلا للعرض فلا يجوز أخذها إلا ما دفع سارصه به المهدي والراشد عليه بصر عن الزكاة قوله لم لم يعطه صبح والا لا أي لأن انه قد يكون معزلة العرض وفيه ان العدل والحق المهدي المذكورة كذا في النسخة بخطه في النسخة

## (۱۳۱) زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دینی ادارے کا خادم ہوں بتا رہے ہیں مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم کافی مقدار میں موجود ہے لیکن نقلی صدقات وغیرہ کی رقم نہیں ہے تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا جائز ہے جبکہ وہ بار بار مطالبات کر رہے ہیں؟

الجواب حامداً و معلیاً۔ صورت مسئولہ میں زکوٰۃ کی رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا جائز نہیں ہے کیونکہ صدقات واجبہ کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ ان کو مصارف پر بطور تملیک بغیر کسی عوض کے صرف کیا جائے لہذا تنخواہ میں دینا جائز نہیں اگر کارکنان مدرسہ کوئی شرعی حیلہ کر کے دیں تو جائز ہے ورنہ شرعی حیلہ کے بغیر جائز نہ ہوگی۔

لسالسی الہندیہ (۱۹۰/۱): ولو نوى الزكاة بما يدفع المعلم الى الخليفة ولم يستأجره ان كان الخليفة بحال لو لم يدفعه يعلم الضمان أيضاً أجزاء والا فلا وكذا ما يدفعه الى الخدم من الرجال والنساء في الاعياد وغيره ا نسبة الزكاة: كذا في معراج الدراية.

وفي الدر المختار (۳۵۶/۴): ولو دفعها المعلم لخليفته ان كان بحيث يعمل له لو لم يعطه صح والا لا وفي الہندیہ (۱۹۰/۱): اذا دفع الزكاة الى الفقير لا يتم الدفع مالم يقضها او يقضها للفقير من له ولاية عليه نحو الاب والوصى يقضان للوصى والمجنون كذا في الخلاصة او من كان في عياله من الاقارب او الاحباب الذين يعولونه والمملوك يقض للقيط.

## (۱۳۲) زکوٰۃ کی رقم قبل التملیک تجارت میں لگانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) ایک آدمی نے زکوٰۃ کی کافی رقم مدرسہ کو دی اب مدرسہ والے اس رقم سے مدرسہ کی کفالت کیلئے اس رقم کو تجارت میں استعمال کر رہے ہیں جس سے پورے سال مدرسہ کی کفالت ہو جاتی ہے، تو اب آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ کیا زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کیلئے تجارت کی غرض سے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) دوسری بات آپ حضرات سے یہ پوچھنی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کے اساتذہ کو تنخواہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم کے مصرف کیا کیا ہیں اور کیا کیا نہیں؟ اور اگر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

الجواب حامداً و معلیاً۔ (۱)۔ زکوٰۃ کی رقم کو قبل التملیک تجارت میں لگانا درست نہیں۔

(۲)۔ اہل مدرسہ کیلئے مدرسہ میں آنے والی زکوٰۃ بلا تملیک اساتذہ کو تنخواہ کے طور پر دینا جائز نہیں ہے البتہ تملیک کرانے کے بعد طلبہ

نہ نہ دینی مصراع مثلاً اہل توحید کی مخلوق پر پختی کی برکتی اعلیٰ و خیر و عیسیٰ استعمال کرنا درست ہے اور غلط ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

نعماني الثنايا حانيفه ٢٠٢٢ : لا تصوم في بناء مسجد وقنطرة وفي شرح الطحاوي ورواها وفي شرح المنقذ ولا يبنى بها قبر ولا يفتنى بها دين ميت ولا يعق عبدا ولا يكف ميتا. والحيلة لمن اراد ذلك ان يتصدق بربو الدر كذا على فقير ثم يامره بعد ذلك بالصرف الى هذه الوجوه فيكون صاحب المال ثواب الصدقة وللدلك الفقير ثواب هذا الصرف وهي الشامية ٢٠٢٩/٢١ ولله الداء كله الفقراء، لانه كلما قبض شيئا ملكوه.

وفيه إيضاح ٤٠٠٠: (قوله ولا يفرح عن العهدة بالانزول) علو جماعت لا تستقطب عنه الدر كفاة ولو كانت  
كانت مبرر إذا عنه

(۱۳۳) مدیون کا دامن کو قرض لوٹاتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علامہ گرامرشین مظام اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کچھ رقم قرض لی تھی اور وہ اپنے کاروبار میں استعمال کیا تھا اب افسوس کہ وہ روپا چل رہا ہے اور میں اس میں سے زکوٰۃ لے کر مانگا ہوا ہوں۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ یہ اور دوست جس سے میں نے قرضہ لیا تھا وہ ایک غریب اور تنگ آدمی ہے تو کیا میں اس کو قرضہ ہی دینی چاہتی ہوں یا اس میں سے زکوٰۃ کی ایسے کروں تو کیا میری زکوٰۃ ادا ہوگی۔ کیا نہیں؟

(۲) کیا بھی جلاویں کر لیا مگر میں (جس نے قتل کیا ہے) کو ادا کر دے اور کو قہر دیتے کبے کہ میں زکوٰۃ میں شریک ہوں۔  
 یوں کہ زکوٰۃ وصول کرنے فوراً مجھے یہ وقت دے دے اور مجھے یا کبھی یہی زکوٰۃ سے واپس کر کے کو کیا زکوٰۃ ہو جائے گی؟  
 الجواب حامد و معلیٰ (۱) مگر میں کا اپنے قتل نہ ہوا کو زکوٰۃ دینا درست ہے بشرطیکہ وہ مستحق (یعنی مصروف زکوٰۃ) ہو چکی ہو قتل نہ  
 ہو۔ تکی کے وقت زکوٰۃ کی ادائیگی کی نیت کر لیا تو یہ زکوٰۃ درست نہیں کیونکہ زکوٰۃ کا بھی کسی شخص کے مستحق زکوٰۃ کو مالک بنانا شرط ہے اور  
 صورت مسئلہ میں قتل نہ ہوا تکی تو مستحق میں سے اور پہلے سے واجب حق۔ لہذا فرض زکوٰۃ میں سے یہ ایک کی مستحق اور باقی جب  
 صورت نہ ہو رہی ہے۔

(۲) اسوہ سے مسئلہ میں نیت پورہ تھیں کہ یہ جو بنے کی وجہ سے ان پر زکوٰۃ کی ادائیگی ہو جائے گی ان کے لیے قرعہ کی ادائیگی کو سمجھا جائے۔

لما في ملئني الاثر (١٩٨) هي سلبك جزء من المال معين شرعا من فقير مسلم غير هاشمي ولا مؤلف مع نظم المنفعة عن الممنك من كل وجه لله تعالى.



ولی التنازل خانیہ ۱۶: ۶۰۵، والحملۃ فی الجوز ان یتصدق عبہ بخمسۃ اھرام عینا وبوی بد زکاة  
 العائین لم یأخذھا من قضاء عن ذنبہ فجوزہ لذلك ولی الملاحظ ولردفع الزکاة الی مظلومہ المعسر  
 ثم دفعہ المعسر الی الطالک معہ یمحیہ لہ ذلک ان کان مفر شرط وان کان بشرط لا یمحیہ  
 وفي التعلیق الاسلامی والندم ۳: ۹۸۰-۱۹۸۱: ان المسامحة بالدين لا تجزئ عند الحنفية عن  
 الزکاة، وإنما يجب إعطاء الزکوة للمفقر ويمكن استيفاء الدين منه بعد ذلك فيعطيه الزکاة، ثم بعد  
 ان يستلمها يقول لہ: أعطی دینی، وكذلك أحاز الحاملة لإعطاء للمدين لم يستل من حقه،  
 حاله یحکم حيلة ای بان شرط عبہ ان یردھا علیہ من ذنبہ.

### (۱۳۳) مال زکوٰۃ سے غیر مسلم کی مدد کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے فہم وفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چچا زاد بھائی نے کیپیٹلش ایک ریفری ادارہ کھولا  
 ہے، اس ادارہ میں جس طرح ملک بطور ادائیگی بیچتے ہیں ای طرح مسلمان اپنے زکوٰۃ بھی اس ادارے کو دیتے ہیں اس ادارے  
 میں - جمعی رقم کا ٹیچہ دینا مناسب ہے یا نہیں؟ اب مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کیا رقم اس ادارے کے پاس کافی مقدار میں جمع ہوگئی ہے، اسباب  
 غیر شرعی پر اس رقم کو خرچ نہیں کرتے تو حکومت کی طرف سے جڑے جانے کا خطرہ ہے کہ یہ ریفری ادارہ انہیں ملکہ خاص طبقہ کو پال رہا  
 ہے۔ اگر لگاتے ہیں تو شرعاً صحیح نہیں ہے۔ آپ شرعی اعتبار سے رہائی ڈال کر بتائیں کہ آیا اس صورت میں غیر مسلم شخص پر زکوٰۃ عطا  
 درست ہے۔ اگر نہیں تو آپ انھیں کیا صورت اختیار کرنا چاہیے۔

الجواب: ہمد واصلیاً۔ ان کے اس ریفری ادارے میں زکوٰۃ اور اس کے علاوہ جو رقم بطور ادائیگی عطا ہے، وغیرہ، جو اجناس، کام، بیانی  
 وغیرہ دیتے ہیں ان سب کو زکوٰۃ اور عطا کے شہر سے متحدہ و متحدہ کر کے رکھیں، اگر کوئی کافر محتاج مدد طلب کرے آئے تو عطا  
 دے دیں۔ میں نہ کہ میں اس نے کتنی صدقات اور عطا سے کافر مدد کرنا یا محتاج سمجھ ہے۔ یا زکوٰۃ کی رقم یا اجناس یا کام  
 دے کر، اور صرف مسلمان فقیر کو ہی دے سکتے ہیں زکوٰۃ والا حد یہ تو خاص کاموں میں خرچ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی کافر کو دینا جو نہ ہے بلکہ  
 کافر ہی مدد صرف اہل مدد عطا دے سکتے ہیں اور مسلمان محتاجوں کی مدد میں سے ہر ایک شے سے کر سکتے ہیں۔ اس طرح  
 آپ نہ یہ اور حکومت کی چیز سے فی سکتا ہے۔ واللہ یمانہ وتوفی الھم واصحابہ۔

لنظامی التنازل خانیہ ۴: ۴۷۳: ولا يجوز ان يدفع الزکاة الی کسی وفي الخاتمة: ولا الی الحریمی ولی  
 شرح الطحاوی: فالحملة فی هذا من حسن الصدقة يجوز صرفها الی المسلم ولا يجوز صرفها الی  
 الحریمی وإنما اهل الذمة لا يجوز صرف الزکاة الیہم بالاتفاق ويجوز صرف النطوع الیہم بالاتفاق...  
 وفي فتاویٰ الہدیہ ۱: ۱۸۸: وإنما اهل الذمة فلا يجوز صرف الزکاة الیہم بالاتفاق ويجوز صرف





وَقَالَ الْبُزْجَانِيُّ ١٢١١ هـ عَلَى نَحْوِ حَقِّهِ، مَا لَمْ يَكُنْ فِيهِ غَيْرُ هَامِئٍ وَلَا  
مُزَادٍ مَعَ قِطْعِ الْمَقْطَعَةِ عَلَى الْمَسْجِدِ مِنْ كُلِّ وَاحِدَةٍ تَعَالَى

(۱۳۶) وکیل کا کسی دوسرے کو زکوٰۃ دینے کا حکم

[illegible]

الجواب: حامد و مصطفیٰ: حضور سے مشغول ہیں آپ! : اے ابراہیم! یہی کہی اور میں پریشان ہو گیا، کیونکہ وہاں کو خلیفہ تصرف بہت اچھی ہے۔  
 سے ملت جس سے معین ٹھیک روز کو آپ کی رقم اور اس کے تمام حصے مفدا کو اس کو اس کی حالت کرنی یا مرنے سے۔

المعالي الخاتمة ٢: ٢٠٤: وف أو كبل الصابيد الصرف من الفز كل وقد امره بالدفع الى لال  
ولا يملك الدفع الى غيره كماله في لربته كذا ليس مؤصص الدفع الى غيره والله اعلم بالتصواب

(۱۳۷) زکوٰۃ کی رقم سے قرآن مجید یا کتا نہیں خرید کر دوسرے کے طلبہ کو دینے کا حکم

سوال: کیا قرآن مجید ہفتاد مرتبہ تلاوت کرنا اور اس مسئلہ کے بارے میں دعا کے محکمے میں ایسا دعا ہے اور اس میں فریب ہے؟  
 جواب: قرآن مجید ہفتاد مرتبہ تلاوت کرنا، تو یہ دعا ہے قرآن مجید کو پڑھ کر ان کو پڑھنے سے روکنا ہے۔

لوگو! اب ہم وہ مصیبت سہارا ہیں۔ ہر سختی پر ہمارے پیچھے ہوں گے۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام میں کامیاب کرے گا۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام میں کامیاب کرے گا۔ ہمیں یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر کام میں کامیاب کرے گا۔

السليبي شاذي المواليد، هـ ١١٢٠ د، دفع الزكوة إلى صغير عفاق وهو بعقل ناقص، من لا يرمى ولا  
يجلد له عنه حار.

روى الهندي (١٤٠١): أما تفسير هاهي تملكه المال من فقير مسلم بشرط قطع السمعة عن  
السمعة من كل واحد فانه تعالى هذا في الشرع كذا في النسب

والى الخاتمة (٢٠١٠: ٢٠٩). أما إذا أدى من خلاف جبهه للقيمة معتردا اتفاقا

رفی المزمع المختار: ۳۳۹، (ولا ای عطفه) بحلاف وندۀ الشکیر.

نقد عام، جس سے مراد ہے۔

نسائی خلاصہ المتأوی: ۳۳۳، ولو دفع الی صبیان افارہ در ہم فی یام العید بھی عیدی میں

شرک کو نام دفع الی من یشتر مقدومہ صدیق بھور

ولی التمام: ۲۱۸:۲ شرط صدقہ ادا نہایہ مفارنہ لہ اشار الی ان الاعتراف للنسبہ ثلث سدا

جہ اوف صا تحزیہ فی الاصح

وفی الدر المنجار: ۲۹۹، ولو حلفوا زکوۃ موکلبہ عمن وکان متبرعا الا اذا وکلبه الفقراء،

وفی التمام: تحتہ (قبولہ اذا وکلبه الفقراء) لانه کلما قبض شئ ملکوه وصار خلایفہ ذلہم معہ

بعض ووقع لزکوۃ عن الدافع.

## (۱۴۰) زکوۃ کی رقم سے قبرستان خرید کر وقف کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام فقہین عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کا مال سے کوئی نے اپنی اپنی زکوۃ کی رقم مار

ن سے زمین خرید لی اور اسے قبرستان کیسے وقف کر دیا تو یہ قبرستان کی زمین زکوۃ کی رقم سے خریدی جائے گی یا نہیں؟ اگر ہاں تو

پران قبرستان کا کیا بنے گا؟ یہ بھی عرض فرمائیے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ چونکہ زکوۃ کا کسب ہونے سے یہ شرط ہے کہ زکوۃ کی رقم فائز حق کو، کس کا مال ہے نہ قبرستان مسجد

میں زمین خرید کر اور اس مال زکوۃ سے خریدنے کی صورت میں یہ شرط نہیں پائی جاتی اس لئے قبرستان مسجد وغیرہ کی زمین زکوۃ کی رقم

سے نہیں خریدی جائے بلکہ صورت مسئلہ میں زکوۃ کی رقم سے جو قبرستان خرید لیا ہے اس سے زکوۃ نہیں ہوتی بلکہ وہ زکوۃ دار کی

ذمہ ہے بلکہ قبرستان کی زمین چونکہ عرصہ کے لئے وقف کر دی گئی ہے اس لئے وہ اسے بھی چاہئے جس قبیلہ اس میں زمین

خریدنے والوں کی غلیظت سے ہونے کی وجہ سے وقف وقف کرنا مثلاً خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

نسائی التمام: ۵۸۱، ولا يجوز ان يسي مال زکوۃ المسجد وکذا الفاطر والمغایات واصلاح

الغرفات وکری الانهار والحج والجهاد وکل مالا تمليك فيه

وفی الدر المنجار: ۳۳۴:۲ ولا يصرف الی بناء منور ومسجد ولا الی اكله هب وفضاء دبه

ولی التمام: تحتہ اقوله بحر مسجده کساء الفاطر والمغایات واصلاح المطرفات وکری الانهار

والحج والجهاد وکل مالا تمليك فيه

وفی الدر المنجار: ۳۳۸:۲ (هو) نفعه انجس ومرعہ انجس القیس علی حکمہ وملك

لواقف والنصدق بالمسجدة ولو فی الحمله والاصح انه (عده) حائز غیر لازم کالعاریه (وعده) حائز

(۱۳۸) مالِ زکوٰۃ سے کتبِ شائع کرانے کا حکم

[illegible]

لیکچرر جامعہ اسلامیہ، دانش زکوۃ، علیہ وسلم کی سنت میں زکوۃ کا مالک ہونا ضروری ہے، اگرچہ ان کا حق ہے۔ زکوۃ۔  
 اس میں سے کوئی شخص یا تنظیم کو مل جائے، اس سے اس کی عبادت زکوۃ نہیں ہوگی۔ ہر ایک کو یہ سبب ملنی چاہیے کہ عبادت میں  
 اس کی توفیق ملے۔ اس کے مستحق طلبہ، چاہیے کہ اس سے زکوۃ دیا جاسکے۔ لیکن مستحق کی حیثیت کو نظر میں رکھنا چاہیے۔

للمسألة الجديدة، ١٩٥١، من عليه أن كذا في الواقع يكفى من عن وكذا ماله لا يجوز الرحلة فيه  
أن يشهد في هذا على فخر من أهل البيت فهو يكفى به الميت المذكور له ثواب الصدقة وأهل  
البيت ثواب التكسب وكذلك في جميع أبواب الخير التي لا يقع بها استليك كعمارة المساجد  
وسائر القنابر والمزاحات لا يجوز حرق الزكاة التي هذه لم تجز  
وفي الميزان المختار ١٢٥٩: روي عن علي بن أبي حمزة عن أبيه عن الحسن بن علي بن فضال  
عن أبيه عن المصنف كماله كماله عن الحسن بن فضال  
وفي الشاهيدية قوله لا إذا دفع إليه المستعمل، لأنه مبالغ في دفع الزكاة بمالكه فيصير أكلام ملكه

(۱۳۹) زکوٰۃ میں کتابیں دینا، نیز وہی کتابیں انعام کے طور پر عطا ہو دینا

سوال : یہ آیت میں ملوے اور اہل عقیدتین کے لئے اس سلسلے کے بارے میں کیا حکم رکھتا ہے؟ اپنی ضرورت پر کیا جواب دے گا؟ کیا اس سورت میں نکال دینے کے لئے اس طرح ان کی ضرورت ہے؟ یہ فی الواقع کیا ہے؟ کیا اس سورت میں چار نکات لکھنے والے وطباء میں تفسیر کی بات حق میں ان کے لئے یہ جواب دے کر مطمئن ہو جائیں۔

لیو پلچہ اور پلینس کے متعلقہ ان کے کوئی خاص نام نہیں۔ یہ ان صورت میں اور اس طرح سے رنگوں اور ہوا کے  
کی آتشوں کے ساتھ، ان کے جانب سے رنگوں کے وقت وصول ہونے میں اس وقت ہیں اور طبعاً ان کے جانب سے اجازت ہوتی ہے کہ ان کے  
... یہ ان کے ساتھ ہیں جس طرح ان کے متعلقہ ان کے کوئی خاص نام نہیں۔ یہ ان صورت میں اور اس طرح سے رنگوں اور ہوا کے

ہو حبسہا علی حکم (ملک اللہ تعالیٰ وحرف متعینا علی من احب) ولو غلبا فیلزمہما حیوٰز لہ  
ابطالہ ولا یووت عنہ وعلیہ الفتویٰ۔

وفی الشامیہ (۳۳۹/۴) (قولہ وعلیہ الفتویٰ) ای علی قولہما یلزمہ: قال فی الفتح والحق ترجیح  
قول عامة العلما بلزومہ لان الاحادیث والآثار متطافرة علی ذالک واستمر عمل الصحابة  
والتابعین ومن بعدهم علی ذالک فلذا ترجح خلاف قولہ اھ۔

## (۱۳۱) زکوٰۃ کے پیسوں سے مدرسے کے کتب خانے کی کتابیں خریدنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم مہمان کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں رہتے ہیں پچھلے  
دو سالوں سے ہم نے اپنے گاؤں میں مدرسہ بنایا ہے جس میں تقریباً ۲۰۰۰ طالب علم ہیں۔ طالب علموں کیلئے اور اساتذہ کرام کیلئے مدرسہ کا ایک  
کتب خانہ بھی بنایا ہوا ہے، جس میں کتابیں بہت ہی کم ہیں جس کی وجہ سے اساتذہ کرام اور طالب علموں کو بہت پریشانی ہوتی ہے چنانچہ ہم  
زکوٰۃ کے پیسوں سے کتابیں خریدنا چاہتے ہیں۔ آپ سے یہ معلوم کرنا تھا کہ آیا ہم زکوٰۃ کے پیسوں سے مدرسے کے کتب خانے کیلئے  
کتابیں خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ قرآن اور سنت کی روشنی میں اس مسئلہ کا شرعی حل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً۔ زکوٰۃ کا لے کے بعد بغیر تمذیک کے کتابیں خرید کر کتب خانے میں وقف کرنا درست نہیں ہاں اگر زکوٰۃ کی رقم  
مدرسہ میں جمع کرادی جائے تو چونکہ عام طور پر مجتہم صاحب طلبہ کی طرف سے وکیل ہوتے ہیں تو جو زکوٰۃ کی رقم وکیل بن کر مجتہم صاحب  
وصول کرتے ہیں وہ مدرسہ کے وقف کی ملک میں آجاتی ہے اور عام طور پر مدرسے والے اس رقم سے طلبہ کے تمام اخراجات پورے کرتے  
ہیں مثلاً قیام، طعام، حاشیہ وغیرہ تو پھر اس رقم سے طلبہ کے استعمال کیلئے کتب خانے کے واسطے کتابیں خریدنا بھی درست ہو جائے گا۔

لسمافی الدر المختار (۲/۲۶۹) ولو خلط زكاة موكليه ضمن وكان متبرعا الا اذا وكله الفقهاء

وفی الشامیہ لاحتہ (قولہ اذا وكله الفقهاء) لانه كلما قبض شيئا ملكوه وصار خالطاً مالههم بعضہ

بعض وقع زكاة عن الدافع

## (۱۳۲) زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کیلئے جگہ خریدنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک قبرستان ہے جس کا رقبہ بہت کم  
ہے اور ادا ہے کہ اس سال لوگوں سے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کر کے کچھ زمین قبرستان کیلئے خرید لیں تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کیلئے جگہ  
لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ زکوٰۃ کی رقم کا کسی مستحق کو مالک بنانا ضروری ہے اس لئے صورت مسئولہ میں زکوٰۃ کی رقم سے قبرستان کیلئے جگہ

لیزا یا نہیں اس سے زکوٰۃ لائیں ہوگی۔

لحمائی الہندیہ (۱۸۸۱ء)۔ ولا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد وكذا القنطر والسقايات واصلاح  
الطرقات وكبرى الانهار والصح والجهاد وكل مالا تملكك فيه۔

وفي الدر المختار (۳۳۲) : ولا يصرف (الى بناء) نحو (مسجد)

وفي الشامية تحتہ: (قوله نحو مسجد) كبناء القنطر والسقايات واصلاح الطرق وكبرى الانهار  
والصح والجهاد وكل مالا تملكك فيه وبلي

### (۱۳۳) مسجد میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگانے کا حکم

سوال : کیا راستہ ہیں ملانے کو ہم ہفتیان مقام میں مسئلہ ہمارے میں کہ ہمارے محل کی مسجد انتہائی خستہ حالت میں ہے۔ میں  
نے اپنے خاندان والوں اور دوست احباب سے کہنا کہ تقریباً کسی ہزار روپے پیش کیے ہیں ان روپوں میں پچاس ہزار روپے میرے  
ذیبت دوست کے ہیں جو کہ فوت میں تھیں۔ لیکن یہ قریبوں نے مجھے زکوٰۃ کی رقم دی ہے۔ اب جب میں نے یہ رقم اپنی مسجد  
امام صاحب کو دی تو وہ کہنے لگے کہ زکوٰۃ کی رقم مسجد میں نہیں لگائی جاسکتی۔ لیکن یہی میں لگائی جاسکتی اس کی کوئی حقول مجھ کو ملے ہیں۔  
میں نے براہ راست آپ میری اس مسئلہ میں رہنمائی فرمائی کہ اگر فرمایا جائے کہ اپنی زکوٰۃ کی رقم مسجد میں نہیں لگا سکتے۔ مجھے انہی امام صاحب  
نے آپ سے پوچھنے کا مشورہ دیا تھا۔ براہ راست اپنی رقم مسجد میں نہ لگا سکتے۔

الجواب حامداً ومصلحاً : ادا کی زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ کسی مستحق کو اس مال کا مالک بنایا جائے اور مسجد میں جو نہ یہ شرط ملے وہ ہے کہ  
میں نے مسجد میں زکوٰۃ کی رقم نہیں لگائی جاسکتی۔

لحمائی القوان الکریہ (الترجمۃ) : انما المضد قائم للفقراء والمساكين والمملین علیہا والمؤلفۃ فلفونہم  
وفي الزخات والغازین وفي سبیل اللہ وان السبیل لرونحة من اللہ واللہ علیہم حکیم

وفي الصحيح للإمام البخاری (۲۰۳) : عن ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ وفيہ ان اللہ قد  
افترض علیہم صدقة تؤخذ من اغنیائہم وتروء علی فقرائہم۔

وفي الہندیہ (۱۸۸۰ء) ولا يجوز ان يبنى بالزكاة المسجد . وكل مالا تملكك فيه . الخ

وفي الدر المختار (۳۳۲) . وبشرط ان يكون الصرف (تمليكاً) لا اباحة كساغر (لا) يصرف الى  
(بناء) نحو (مسجد)

وفي الشامية تحتہ: لعمري صدقة السبيلك معہ۔



## (۱۳۴) زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال بنانے کا حکم

سوال کیا کرتے ہیں کہ اگر مطلقانہ نظام میں مسئلہ کے وارے میں کسی ایسے الزموں سے جس میں مال و انسان اسباب سے ہیں ان کو سے زکوٰۃ کی رقموں کے لئے ہسپتال، داروں میں میں غریبوں کو مفت کھانا کیا جائے تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال بنانا جائز ہے؟

الجواب مادہ و معنیاً زکوٰۃ کی رقمیں صرف ایسی مستحقین و ماعنہ کی رہائش کے لئے ہیں، نہ مال کا، نہ انسان کا، نہ مال و انسان کے بڑا صورت سے اس میں کوئی فرق ہے۔ اور سے ہسپتال بنانا جائز نہیں، زکوٰۃ کی رقمیں صرف ایسی مستحقین کے لئے ہیں جو مال و انسان کے لئے ہیں۔

نسائی البدیہہ (۱۸۸۰ء) ولا يجوز ان يسي بالقر كذا المسجد وكذا الفطر والسفريات واصلاح

انظرفات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل ما لا يملك فيه

بحسب الشريعة (۳۵۴) قوله يجوز مسجد كذا الفطر والسفريات واصلاح الضرفات وكرى

الانبار وكل ما لا يملك فيه

## (۱۳۵) زکوٰۃ کی رقم سے میت کا قرض ادا کرنے کا حکم

سوال کیا کرتے ہیں کہ اگر مطلقانہ نظام میں مسئلہ کے وارے میں کسی ایسے الزموں سے جس میں مال و انسان اسباب سے ہیں ان کو سے زکوٰۃ کی رقموں کے لئے ہسپتال، داروں میں میں غریبوں کو مفت کھانا کیا جائے تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال بنانا جائز ہے؟

الجواب مادہ و معنیاً زکوٰۃ کی رقمیں صرف ایسی مستحقین و ماعنہ کی رہائش کے لئے ہیں، نہ مال کا، نہ انسان کا، نہ مال و انسان کے بڑا صورت سے اس میں کوئی فرق ہے۔ اور سے ہسپتال بنانا جائز نہیں، زکوٰۃ کی رقمیں صرف ایسی مستحقین کے لئے ہیں جو مال و انسان کے لئے ہیں۔

نسائی البدیہہ (۱۸۸۰ء) ولا يجوز ان يسي بالقر كذا المسجد وكذا الفطر والسفريات واصلاح

انظرفات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل ما لا يملك فيه

بحسب الشريعة (۳۵۴) قوله يجوز مسجد كذا الفطر والسفريات واصلاح الضرفات وكرى

الانبار وكل ما لا يملك فيه

نسائی البدیہہ (۱۸۸۰ء) ولا يجوز ان يسي بالقر كذا المسجد وكذا الفطر والسفريات واصلاح

انظرفات وكرى الانهار والحج والجهاد وكل ما لا يملك فيه

بحسب الشريعة (۳۵۴) قوله يجوز مسجد كذا الفطر والسفريات واصلاح الضرفات وكرى

الانبار وكل ما لا يملك فيه

## (۱۳۶) زکوٰۃ کے مال سے افطار کروانے کا حکم

سوال کیا کرتے ہیں کہ اگر مطلقانہ نظام میں مسئلہ کے وارے میں کسی ایسے الزموں سے جس میں مال و انسان اسباب سے ہیں ان کو سے زکوٰۃ کی رقموں کے لئے ہسپتال، داروں میں میں غریبوں کو مفت کھانا کیا جائے تو کیا زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال بنانا جائز ہے؟

میں رمضان المبارک کے مہینے میں فقط چوبیس یا پانچ ماہوں کا انتظام بھی ہوتا ہے مجھے یہ بہت اچھا کتاب ہے جس نے ماں کے ساتھ بہت قیمتی باتیں کہیں ہیں جن میں اس طرح کا انتظام ہزاروں مسکینوں میں ایک ہزار کی ضرورت ہے۔ میرے دوست نے مجھے مشورہ دیا کہ تم زکات میں زکوۃ کی حد میں ایک ہزار لے لو اس سے یہ کام کر لیا کرو اس طرح تم زکوۃ بھی دے دو گے اور جو لوگ تیار ہو جائیں وہ دے دے، لیکن یہ اہل علمین کا ہونا چاہیے آپ سے تجزیہ کر لو۔ ہر ایک کو اس مسئلے کو سمجھنا پڑا۔

الجواب: ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ اس سے جس کو زکوۃ کا مال دینا چاہیے وہ زکوۃ کا مستحق ہو اور اس کو زکوۃ کے مال کا تلف نہ کیا جائے اور اصل اعتبار یہ ہے کہ مسکینوں کے لئے مال سے انتظام کر دیا جائے نہ کہ زکوۃ کے مستحق ہیں اور ان کو اصل اعتبار وہ مال کا تلف نہ کیا جائے چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیوض میں ڈال کر یا اللہ تعالیٰ کے فیوض میں ڈال کر زکوۃ کی صورت میں دے جائے کی اور اگر ان سے کچھ لے جائے تو ان صورت میں زکوۃ کی ادائیگی نہ ہوگی تاہم عام طور پر ان مقامات میں یہ مستحق نہیں۔ زکوۃ دینے میں اس سے زکوۃ کے مال سے انتظام کرنا چاہیے نہ کہ یہاں تک کہ مستحق نہ ہو جو کہ ہر جگہ ہر طرح کے طریقوں کے ذریعہ ہر جگہ ہر طریقے سے مستحق افراد ہوتے ہیں۔

نصافی الشافعیہ ۳: ۵۵۲: ۱۰ اذ ان كان يعمل بيتاً ويجعل ما يكسوه ويقطعه من زكوة ماله على المكسوه لا شك في العوار لوجود البركن وهو التملك وما الطعام فما يقطعه اليه بيده يجوز ايضا ما خلفه بخلاف ما ياكله بلا دفع اليه

وحی الہیہ ۱۸۹۰: ۱۹۰: ۱ اذ انک ونحری فوقع فی اکبر رأیہ انه محل الصدقة لدفع اليه او سال منه مدفع او وادعی صدقہ الصدقة لدفع فان ظهر انه محل الصدقة حاز ما لا جماع وقد ان لم يظهر حاله عده وما اذا ظهر انه عی او هانسی او کافر او مولیٰ الهاشمی او ابو الدان او العولودون او الروح او البرود حانہ يجوز وتسقط عنه الزکوۃ واذ دفعها ولم يحظر بانه انه مصرف أم لا فهو علی الحیاز الا اذا تبین انه غیر مصرف واذ دفعها اليه وهو شاک ولم يحظر او نحری ولم يظهر له انه مصرف او عی علی غنہ انه ليس مصرف فیز علی الصفا الا اذا تبین انه مصرف

وحی الدار المسحور: ۳۵۳: ۳۵۴: ۱ ودمع منحرف لمن يظنه مصرفاً عی انه عده او مكانه او حرمی ولم يمسحور او عادها لمصرف وان بان غناه او كونه دماً او ابوه او ابنه او امرأه او هاشمی لا بعد لانه انی بما فی وسعه حتی یو دفع ملا نحرف لم يحظر ان انعط.

(۱۳۷) مال زکوۃ سے چنک اور ڈاکھانے کے اخراجات ادا کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مکاتہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ میرا والد دے گا وہی مال ایک اور سے شکر ہے۔

اور اس کے طلبہ کے پاس زکوٰۃ بھیجی اور ظاہر ہے کہ جب تک پاؤں اکٹھے نہ کر دیے جیئے تے جو اخراجات آئیں گے تو کیا ان اخراجات کو زکوٰۃ کی رقم سے کاٹنا صحیح ہے یا اپنی جیب سے یا اخراجات ادا کرنے ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ بینک اور اکاٹھے کے اخراجات مال زکوٰۃ میں سے خرچی کرے یا نہ نہیں کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ پہلے مستحقین کو زکوٰۃ مال زکوٰۃ کا مالک ہے ضروری ہے۔ صورت مسئولہ میں مستحق زکوٰۃ اکاٹھے اور بینک کے اخراجات کا مالک نہیں جتنا کہ مال زکوٰۃ کو نہ ان اخراجات پہلے استعمال کرے اور نہ نہیں۔

لما فی الہدیہ (۲/۳۹۲): من علیہ الزکاة اذا اراد ان یکن میناً عن زکاة مالہ لا یجوز (والجبلۃ فیہ ان یتصدق بہا علی فقیر من اهل المیت) ثم ہو یکنف بہ المیت لیکون له ثواب الصدقہ ولا حل المیت ثواب التکفین وکذلک لی جمیع ابواب البر الی الایع بہا التملیک کعمارة المساجد و بناء القناطر والرباطات لا یجوز صرف الزکاة الی هذه الوجہ

وفی الدر المختار (۲/۴۵۶): وشرعاً (تعلیق) صرح الاباحۃ فلو اطعم یتیمان و یا الزکاة لا یجوز الا اذ دفع الیہ المظوم کما لو کسہ بشرط ان یقبل القبیض

وفی النسب لحنہ (وقوله الا اذا دفع الیہ المظوم) لانه بالدفع الیہ بینه الذکاة یملک فیصیر اکلام من ملکہ وفی الطحطاوی (۱/۳۸۸): (وقوله یملک) هو ما علیہ المحققون من اقل الاصول لانہا رجعت بالوجوب الذی هو من صفات الاعمال ووجوب علم الفقہ فعل المکلف۔

## (۱۳۸) مالی زکوٰۃ سے لاجریری بنانے اور کتابوں کو اجرت پر دینے کا حکم

سوال۔ نیا فرماتے ہیں علامہ کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ماہنامہ سے بچے پیا نہیں بنو سکتے۔ دکانوں سے بھی اس کی تصدیق کروئی ہے کیا یہ صورت متنبخ نکال کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۱) ایک آدمی لایہ بری پٹا چاہتا ہے کہ ہر کوئی آکر اس میں مطالعہ کر سکے تو کیا وہ زکوٰۃ صدقات واجبہ دالہ ہوس لاجریری میں لکھ سکتا ہے یا اگر وہ کتاب اجرت پر دے تو پھر کیا حکم ہوگا؟ جزائکم اللہ تعالیٰ فی الدارین۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ کسی کو اولاد و بیٹا نہ پانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے اور احکامات فرمادے اور جس کو چاہے نہ دے۔ جزائکم اللہ تعالیٰ کہ تم کوئی عیب نہیں ہے اور نہ ہی ذاتی پرورے حکم تعمیل ہے لہذا جس صورت کا جو ہر شخص جہاں پر قادر ہو وہ اس کو فتح نکال کا دعویٰ اسے کائنات ماحول نہیں ہے۔

(۲) زکوٰۃ اور صدقات واجبہ میں کسی کو مالک غلام ضروری ہے۔ لہذا صورت مسئولہ میں زکوٰۃ صدقات واجبہ کو بغیر تصدیق سے لاجریری پر لکھا اور نہ نہیں ہے۔ البتہ صدقات تالقدنی و تم کو اس پر لکھ سکتے ہیں۔ باقی کتابوں کو اجرت پر دینے کو فقہاء نے منع کیا ہے اور



اور کتاب صاحب عمال، سببت (لوفر قہ علیہم لایخص کلام) اور لافصل بعد دہنہ (تکلیف) فلا  
بکسرہ، وعی التامیۃ نسخۃ الظاہر، اہ لافرق بین ھوئ الحساب مابہ اور لاسمی لو اعطاء عروضا  
سبع شاما ھکذا لک

## (۱۵۰) بیئے کا غریب باپ کیلئے زکوٰۃ لینے کا حکم

ہوایا فرماتے ہیں علامہ کرامہ مقتیان علامہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ بندہ محمد محمد علی جو کہ مراد ہے دن بھر مزدوری کرتا  
ہے، ہم سب نے ۱۷۱۰ھ میں بیٹی بیٹے، اہل والدہ سمیت، خرچ و اخراجات بندہ کے سر ہیں، چھوٹے چھوٹے بیٹے ہیں پندرہ ستر پہلے  
والدہ صاحبہ نے سوپ تھے، فی قوتہ ان بالکل فوینے تھے مگر کس نامہ جو کہ تھا گویا مراد ہوں سے ہیں، بارہ تھیں اپنے اور، ابھی کا  
وہاں اتنی جی جاتی ہے، اور اب آگھیں تھیں بالکل غریب ہو گئی ہیں، اور مرادہ کچھ کر لے جاتا ہے، تھیں، ان کی آنکھوں کا علاج  
تھی، وہاں ہے اور ان کی رہائش کیلئے جو چھوٹا ہوتا ہے، ان کی بہت باتوں کی ہے جو بالکل نذر ہے کسی بھی وقت اگر باتیں ہوئی تو مارا  
پائی پائی ہو جائے گا اور اب دیتے بھی سوائے کام نہیں ہے۔ والدہ صاحبہ کیلئے اور ٹھہری بہت درست کرتے ہیں، انہوں سے زکوٰۃ فی رقم لی  
یا مکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت استیصال میں اور اتفاق آپ کے والد غریب، مستحق زکوٰۃ ہیں تو زکوٰۃ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

لما فی المسئلۃ (۱۰۱-۱۰۹) (روصبا المسکین) وهو من لاسمی لہ لمحتاج الی المسئلۃ لقرونہ اور  
مابو زی مددہ وبجل لہ الک

وعی التامیۃ (۱۰۲-۱۰۳) لقولہ مستغرفی لہ الحاجۃ کذا المسکین وعید المدفعۃ ویتاب البدلہ و  
الاب التحرف لہ وکتب العلمہ للمحتاج الیہا تدربا اور حفظا او تصعبھا کما مر اول الزکوٰۃ  
وبجل صرف انہ کافان لہ لاجل لہ البائتہ بعد کونہ فقیرا

## (۱۵۱) تملیک کے بعد زکوٰۃ کی رقم تعمیرات وغیرہ جیسی مد میں استعمال کرنے کا حکم

ہوایا فرماتے ہیں علامہ کرامہ مقتیان علامہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ان کی ہر سب سے بہتم نے طلبہ و طالبات اور بانی کی ہے  
اپنے آپ نے نہیں کیا کہ ان کی طرف سے زکوٰۃ صدقات و مشروعیہ وصول کر کے ضروریات مدرسہ طلبہ کی اپنی صوبہ یا پھر خرچ کرے  
نہ وہ اپنے ملکہ زکوٰۃ، نفع و ذوقی صدقات دیتے ہیں جس سے بہتم مدرسہ خود خوش کے علاوہ تعمیرات زمین کی خریداری زیادہ  
مدرسہ اور کتب خانہ مدرسہ کی خریداری میں بھی خرچ کر دیتے ہیں طلبہ و طالبات نے اس کیلئے بھی اجازت دینی ہوئی ہے کہ مدرسہ کے  
مدرسہ اور ان کیلئے زمین کی خریداری اور مدرسہ کیلئے کتب و لیبرو کی خریداری پر اپنی صوبہ یا پھر خرچ کر سکتے ہیں۔ اب اس مسئلہ پر





یا غشی فہا یحتاج الی السبلۃ سورۃ وما یواری بذہ و یحل لہ ذلک بخلاف الازل یرجع صرف  
لرکاف لمن لا یتحاج لہ العسالہ بعد کونہ فقیر

## (۱۵۵) طلبہ کے قیام و طعام ہونے کے باوجود مدرسہ کیلئے بذریعہ حیلہ زکوٰۃ لینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مدرسہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم کیا ہے؟  
جواب میں ہے کہ اگر مدرسہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم ہے تو اس کے لئے ایک پلٹ بھی لڑنا یا  
کے لئے جس کے لئے پلٹ لڑنا ہے۔ اگرچہ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے نہیں ہیں، مگر انہیں بھی پلٹ لینے کا حکم ہے۔  
وقت کموں کو وہاں چلے جائیں گے۔ پھر یہاں تک کہ یہ حالات میں مدرسہ کو لینے کی زکوٰۃ صدقات و عبادت و جمعہ کوئی ضرور  
انہیں سے وصول کر لے۔ مدرسہ کی ضرورت اور تحریک و پرجوش کرنا چاہئے یا نہیں؟

جواب میں ہے کہ اگر مدرسہ میں تعلیم کے واسطے لڑنے والے طلبہ ہیں، تو انہیں زکوٰۃ لینے کا حکم ہے۔ اگر مدرسہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم ہے تو اس کے لئے ایک پلٹ بھی لڑنا یا  
کے لئے جس کے لئے پلٹ لڑنا ہے۔ اگرچہ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے نہیں ہیں، مگر انہیں بھی پلٹ لینے کا حکم ہے۔  
وقت کموں کو وہاں چلے جائیں گے۔ پھر یہاں تک کہ یہ حالات میں مدرسہ کو لینے کی زکوٰۃ صدقات و عبادت و جمعہ کوئی ضرور  
انہیں سے وصول کر لے۔ مدرسہ کی ضرورت اور تحریک و پرجوش کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب علیہ معلوم ہے کہ زکوٰۃ اگرچہ صدقات و عبادت و جمعہ کو لینے کا حکم ہے، مگر مدرسہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم ہے۔  
اگر مدرسہ میں طلبہ کے قیام و طعام کے لئے زکوٰۃ لینے کا حکم ہے تو اس کے لئے ایک پلٹ بھی لڑنا یا  
کے لئے جس کے لئے پلٹ لڑنا ہے۔ اگرچہ اس میں تعلیم حاصل کرنے والے نہیں ہیں، مگر انہیں بھی پلٹ لینے کا حکم ہے۔  
وقت کموں کو وہاں چلے جائیں گے۔ پھر یہاں تک کہ یہ حالات میں مدرسہ کو لینے کی زکوٰۃ صدقات و عبادت و جمعہ کوئی ضرور  
انہیں سے وصول کر لے۔ مدرسہ کی ضرورت اور تحریک و پرجوش کرنا چاہئے یا نہیں؟



لا ینظر حق العیر اولاد خال شبهة فیہ ولتصوبہ باطل فہی مکروہۃ

وهی المفسدۃ الاسلامی (۱۹۲۳:۳)۔ ونحل الزکاة لطالب العلوم السریة، لان نحصل العلم لورع

کتابہ وبحاف من الاجل علی الکسب الانقطاع عن التحصل

وهی الانسداد والظنار (ص ۶۰۹)۔ الثالث لی الزکاة، من له نصاب اراد منع الوجوب عہ فالحيلة ان

یتصدق بذرهم منه قبل التمام او یهب النصاب لابیه الصغیر لیل التمام بیوم، واحفظوا علی الکراہۃ و

مناہیانہ رحمہم اللہ تعالیٰ اعلموا بقول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ دفعا للضرر عن الفقراء۔

## (۱۵۶) غیر رہائشی طلباء کیلئے زکوۃ وصول کرنے کا حکم

۱۔ ایضاً کہتے ہیں ہمارے اراک، مفتیان، عظامہ اس مسئلے سے کہیں کہ ایک دینی ادارے کے اندر پڑھ رہا چارہ ماہیہ رہائشی بچے  
آج کل بھید کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور وہ ماہیہ قدر میں نیچے ستر ہیں، اور ان کے انتظامی اخراجات بھی اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ  
ان کے چھاننے سے زیادہ بچے ہیں جو کہ پانچ سو روپے کی سکت نہیں دیتے۔ اور وہ یہ کہ انہوں نے صدقات غیر واجب وصول کرنے  
کا یہ طریقہ سے درمیان فراہمات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن موجودہ حالات کے پیش نظر ضروریات صرف ان سے حاصل  
نہیں ہو رہی ہیں۔ یہ ادارہ مفت تعلیم حاصل کرنے والے مستحق بچوں کا کھانا پینے پر صدقات واجب کی مدد سے رقم وصول کر رہا ہے؟  
اس کی صحیح جوابی صورت سے کا کرنا فرمنا خدا کا کام ہے۔

الجواب حامداً واصلحاً۔ زکوۃ کے مسائل فقہ اور مسائلمین کا حق ہے۔ اور فقہی ملامتی حیثیت ہمارا اور طلباء (جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں)  
زکوۃ سے زیادہ روشن ہیں۔ چونکہ ہمارے طلباء جب مدارس سے تعلیم کے حضرات کے انتظام کو قبول کرتے ہیں تو کیا یہ ان کی طرف سے  
صدقات وغیرہ کے وصول کرنے کے لئے ممکن بن جاتے ہیں، اس لئے انہیں حضرات یا ان کے نائبین طلباء کی طرف سے وکالت بن کر  
زکوۃ وغیرہ کو قبول کرتے ہیں، اگر کہ طلباء کی ضروریات مثلاً کھانے، پہنے، کپڑے، وغیرہ میں خرچ کیا جاتا ہے۔ تب ان صورت سولہ  
میں اگرچہ ان کے اندر طلباء کے لئے کھانے پینے کا پڑا۔ اور طلبہ اطفال وغیرہ کا نظام موجود ہو تو ان صورت میں کہ تمام غیر طلباء کی طرف سے  
وکیل ان کو زکوۃ وصول کر سکتے ہیں، اور اگرچہ ان طرف سے ان کا نظام موجود ہو تو جو تمام زکوۃ وصول کرنے سے احتساب کرنا  
چاہئے۔ اس طرح طلباء کے لئے کی ہوئی رقم سے زکوۃ وغیرہ ادا کرنا بھی جائز نہیں۔

لما فی المحيط البرہانی ۱۲۱۲:۳۔ ولا یصرف فی بناء مسجد وخطوة ولا بقصی بہا دین مہت ولا

بعضی عدا ولا یکن مہتا۔ والحيلة لمن اراد ذلك ان یتصدق بعقدار وکوفہ علی فسر نہ بامر بعد

ذلك ما یصرف لہذا الوجہ، لیکن لصاحب المال ثواب الصدقة والمطہر ثواب ہذا القومہ

وهی المہدیة ۱۱۸۔ الصدق علی الطہر العالم الفصل من التصدق علی الجاهل

وہی الشامیہ ۱/ ۲۶۶: "قوله (ادوا كلہ الفقراء) لانه كلما قضيت ملكوہ و حار حلقا مالہم  
عقبہ بعض و وقع ركوفہ عن المدفع. لكن بشرط ان لا يبلغ المال الذي يبدو الوكيل نصبا فلو دفعه  
و عظم به المدفع لم يحزه اذا كان الاخذ و كذا عن الفقير قلت هذا اذا كان الفقير واحدا. فلو  
كان متعدد لم يلازم ان يبلغ لكن واحد نصبا لان مالي بدل الوكيل مشترك بينهم.

### (۱۵۷) مستحق یا وکیل مستحق کے مال زکوٰۃ کو وصول کر لینے کے بعد مال کے ہلاک ہو جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اہل سنت کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ایک اور سے نہ ہتھم صاحب  
میرے پاس آتے رہتے ہیں ان کو زکوٰۃ سے رقم دینا چاہوں اس مرتبہ جب وہ زکوٰۃ کی رقم کے لئے کہے تو ان سے کسی نے نہ دیتی تھیں  
لی تو اب آپ سے معلوم یہ کہ میری زکوٰۃ ادا ہو گئی یا دوبارہ مجھے زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی؟  
الجواب عاذا و صلیا زکوٰۃ کی رقم جب کسی مستحق یا وکیل مستحق کو بیعہ زکوٰۃ دائی جائے اور وہ قبضہ بھی کر لے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے اور  
مستحق ہر حالت میں بطور حلالہ فی طرف سے مل رہا ہوتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں ہتھم صاحب کے قبضہ کر لینے سے آپ کی زکوٰۃ ادا  
ہو گئی اور زکوٰۃ دینے کی ضرورت نہیں۔

السامی الشامیہ ۱/ ۲۶۶: قوله (ادوا كلہ الفقراء) لانه كلما قضيت ملكوہ و حار حلقا مالہم

عقبہ بعض و وقع الركاف عن المدفع

وہی الدر المختار ۱/ ۲۷۰: ولا يخرج عن المہدة بالغرل بل بالاداء للفقراء

وہی الشامیہ تہجہ (قوله) ولا يخرج عن المہدة بالغرل) فلو ضاعت لا تسقط عنه الركاف ولو مات

كانت ميراثا عہد بخلاف ما اذا ضاعت في يد السامی لان يده كبد الفقراء

### (۱۵۸) مستحق زکوٰۃ یا اس کے وکیل سے زکوٰۃ کی رقم ضائع ہو جانے سے اور ایسی زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اہل سنت کے بارے میں کہ ہم کو ایک شخص میں رہائش پذیر ہیں اللہ کے فضل سے  
میں نے بیت اپنے اور دوسری اچھا چل رہا ہے۔ میرے سال رمضان المبارک میں زکوٰۃ کا لے لیتے ہیں آخر تو صاحب کو ایک سو اسی سو  
تھوڑے سے ان کو دیتے ہیں باقی اپنے شہر میں دے دیتے ہیں اس مرتبہ جب ہم نے زکوٰۃ لائی اور مولانا نے یہ کہی تو جب وہ  
اچان نہ میں سونے پچھتے گا زکوٰۃ کی رقم دانا صاحب کی بھی نہ دے رہی رقم ان کو لے گئے جس میں ہماری زکوٰۃ کی رقم بھی تھی جب نبیوں  
نے خبر دی تو بہت غصے ہوئے آپ پر پٹائی یہ کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہو گئی یا نہیں اس لئے آپ سے رجوع کیا جا چکا ہے خدا سے  
تو کیا کہ اب زکوٰۃ کی رقم ہم سے چھپنے سے پتہ چھپنے ان کو لے لیتے تو ماننا ہی زکوٰۃ ادا ہو گئی یا دوبارہ دے دے ان سے کہہ دے۔ میرا پانی

بعد ہی جواب عنایت فرما کر شکر یہ کا موقعی عطا فرمایا۔

لجواب سادہ (وصلیا) اگر کوئی شخص اپنے مال میں سے ہلیت زکوٰۃ رقم کی ادائیگی کرتا ہے اور مقررہ زکوٰۃ یا اس کے وہی نوید یا بکالت تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے چاہے وہ بلاک کی تینوں نہ ہو جسے ہاں اگر ابھی صرف رقم ایک کی تھی اور اس کی ادائیگی نہیں کی تھی پھر وہ کسی کی عیادت میں بلاک ہو جاتی ہے تو اس صورت میں زکوٰۃ اور نہیں ہوتی۔ پس صورت مسئلہ میں جب آپ نے مذکورہ 1000 کا ساکب و زکوٰۃ کی آمد میں رقم دے دی تو آپ کی زکوٰۃ ادا ہوئی اور میان راستے میں رقم کے بلاک ہوئے کی بناء پر آپ کی زکوٰۃ فی الواقعہ پانچوں فرق نہیں آئے گا ہفتہ آپ کو پانچ دن ہونے کی ضرورت نہیں۔

للعافي المحيط البرهاني (٢١٠/٣) وقال القدوري في كتابه: لو هلك الحال في يد العامل سقط حقه، وجزأت عنه الزكاة، أما سقوط حقه فلأن حقه في الحال الذي في يده يسقط بهلاكه كمال السهارة إذا هلك في يد المضارب بعد العمل، أما جواز الزكاة فلأن قبض العامل معه الحول واقع للتقير وكذا كقبض الفقير بنفسه لا يجوز الزكاة إلا إذا قبضها الفقير أو نصحها من يجوز القبض، فله أن لا يئنه عليه.

وهي الشامية (٢٦٨)؛ وبشرط صحة أوائنها بصفة مقابلة له [أي للإداء] (ولو) كانت المقارنة (حكمها) كما لو دفع ببلانية ثم بوى والمال فضم في يده الفقير أو بوى عند الدفع للوكيل ثم دفع الوكيل ببلانية ولا يخرج عن العهدة بالقرن بل بالإداء للفقراء (وقوله التامى ولا يخرج عن العهدة بالقرن) فلو شاعت لانسقط عنه الزكاة ولو ماتت كانت ميراثا عنه، بخلاف ما إذا شاعت في يده السامي لأن يده كيد الفقراء يخرج عن المحيط.

والى الخامسة (٢/ ٢٦٩): قوله اذا وكله الفقراء لانه كلما قبض شيئا منكوه و صارت حاله ما لهم بعضه  
سحق ووقع زكاة عن الدافع نكر بشرط ان لا يبلغ المال الذى سده اليه كبل نصابه فلو بلغته وعلم به  
الدافع لم يجزه اذا كان الاخذ وكلا عن الفقير كما فى البحر عن الظهيرية قلت: وهذا اذا كان الفقير  
واحدا فلو كانوا متعددين لامد ان يبلغ لكل واحد نصابه لان ما فى يد الوكيل مشترك بينهم فاعدا كانوا  
ثلاثة وما فى يد الوكيل بلغ نصابه لم يصبروا اغنياء فتجزى الزكاة عن الدافع واما اذا لم يكن  
الاخذ وكلا عنهم فتجزى وان بلغ الفقير من نصابه كثيرة لانهم لم يصنكوا شيئا معا لى يده.

(۱۵۹) نصاب زکوٰۃ، صدقہ، فطر اور قربانی میں قیمتی کپڑوں کو شامل کرنے کا حکم

سوال : یاد رہے جس طرح نواسم و مقتضائی نظام اس مسئلہ کے بارے میں نہ جس ایسے جامعہ کا قاضی ہوں، اسے مطالبے میں قائل

[illegible]

الحجاب جاہد اوصطیٰؒ سونے چاندی کے علاوہ باقی تمام شیعہ و مجوسی (سہاوان) ہمیں داخل ہیں۔ اور سہاوان میں جب تک تہجد کی نیت نہ ہو، وہاں نائی نہیں ہو سکتا ہے اور اگر کوئی نصاب میں مالی کمی کا باعث نہ رہی ہے۔ ہذا کپڑوں کا نصاب آقاؐ میں شامل نہیں ہو گا۔ کاجیے جیسے پتے جوڑے بھی ہوں۔ البتہ نصاب صمد لفظ اور قرآنی میں صمد، غنۃ (ولہداری) ضروری ہے جو بقیہ نصاب والی ہے۔ حاصل ہو جائے۔ اگر یہ وہ نصاب غیر نائی ہو۔ اس وجہ سے صمد لفظ اور قرآنی کے نصاب میں ان کپڑوں کو شامل کیا جائے گا جو درجہ اولیٰ استعمال سے نہ ہوں، یعنی وہ پتے جو آؤنی کے پاس استعمال سے زائد ہوں۔ اور بقیہ نصاب ہوں مگر اس پر صمد لفظ یا لام قرآنی آئیں تو صمد لفظ اور قرآنی الیٰ حب ہوگی۔

لشخصية الهندية: ١٩٠٠-١٩٠١ م. أما شروط وجودها: أهمها طرح العامل اعترافه حاجته الأصلية فليس في دور السكنى ونائب البدل وثبات المنازل ودورات التركيب وعيد الخدمة ومسالخ الاستعمال وكذا طعام أهله وكذا الحرز والقرينة واليقوت ومحوها إذا لم يكن للتجارة

أحد هذه : (1) ومنها كون المصنوب ناميا ، حقيقة بالتميز والاندماج في السائل ، والتجارة أو تقديره ، فإن يصحك من الاستثناء ، إلى قوله : (2) ، محققا ، فعلى العلى ، ماسو الذهب والفضة ويكون الاستثناء ، فيه سنة التجارة والاستثناء ، وبه التجارة : (3) الاستثناء ، لا تعب ، مالم تنصل بفعل التجارة

صدقته العظمى هي واحدة على البحر المسلم المائتة لمقدار انصاف فاضل عن حوائج الاصلية ولا يعتبر فيه وحسن النماء ويعلق بهذا انصاف وجوب الاصلية ووجوب شفقة الاقارب

وفى المدخل المختار مع الرقم ٢، ٢٥٩، ٢٦٢، ٢٦٣؛ وسيبىه الى سبب الفتح فيها؛ فملك شباب حولى ا  
 فيها؛ الى قوله؛ فاجع اعن حاجته الاصلية؛ لان المشغول بها كالمعتوه؛ وسيبىه ابن ملك بها

بدفع غنہ الہیالک تحفیفاً کبانه او تقدیراً کذبہ زنام لو تقدیراً بالفطرۃ علی الاسماء ولو بنالہ  
 وہی الشامیہ (۳۲۴:۴): (قوله وقار ع عن حاجتہ الاصلیۃ) اشار الی امہ معطوف علی قوله عن دیم  
 لیس ان قال ولیس فی ذور السکی وثبات البدن وأثاث المعاول ودواب الركوب وعبد الخدمة  
 وسلاح الاستعداد وکذا لایہا متعولۃ حاجتہ الاصلیۃ، ولینت شامیہ ایضاً وقال الشامی ایضاً  
 فی تفصیل ما قبل فیکون التفہیم بالاسماء احترازاً عن اعتبارها والتفہیم بالحوارج الاصلیۃ احترازاً عن  
 اعتبارها فاذا کان معہ ذراہم المسکین لیسہ صرفہا الی حاجتہ الاصلیۃ لا یجب الزکاة فیہا اذا حال  
 التحول وہی عدد

ج۱۰ ش: ۲۹۳: ۱. قوله ما ولو تقدیراً الصاء فی الملقۃ بالمعد الریادۃ الی قوله وفی الشرع وهو  
 یخرج من غیرہ فی تقدیرہ فی الحقیقی الریادۃ بالتوالد والتاسل والنجارات والتقدیر یمکنہ من  
 رادۃ حکم الی شیء بدو بدو

ج۱۰ ش: ۲۹۳: ۲. قوله ویسیر فی الیاف ای تعسر قیمتہ ان یوی فیہ النجارتہ نھر وتقدم فیل  
 ج۱۰ ش: ۲۹۳: ۳. قوله

لعل الشامی فی ذلک عی النقدین لا یحتاج الی بیہ المجازۃ کما فی التسمی وغیرہ وکذا ما کان  
 یخرج فی سرائر الیہ لعمولی ذلک

وہی الشامیہ (۳۶۰:۳۵۵): (عفی کل) حر اصلہ ولو صغیراً معجوناً  
 ج۱۰ ش: ۳۶۰: ۱. قوله متعولۃ اصل علی جہ جنتہ الاصلیۃ کدیہ وحوارج عما لدوان لم ینسب کسائر (وبہ) ای بهذا

نصب المجزۃ الصلۃ کما فی وجوب الاصلیۃ ونقۃ المعازرۃ علی الواجح  
 ج۱۰ ش: ۳۶۰: ۲. قوله کدیہ ای فی مالہ وعلی یسکت فیل مصاب وقدما بیانہ ثمة

ج۱۰ ش: ۳۶۰: ۳. قوله فی التنبیخ وکذا امصاب الفطر الشامی فی الفطرۃ.

## (۱۶۰) زکوۃ صدقات اور حود وغیرہ کے مصارف

سوال: یا اے میرے صاحب زان! متفقین نظام دینی میں ماضی نے ہم سے کیا

۱۱۱. ای قرآن میں مذکور ہے (مسجد حرم، غریب، مسکین، یم،)

۱۲۱. صدقین تم وحق (۱) نے سامان میں مسجد مدینہ (۱)

(۲) : وحق (۱) مسجد مدینہ (۱) نے (۱)

(۱۵) جائز آمدنی یا جائز آمدنی سے نکلے ہوئے مسجد یا مدرسہ کے لئے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً (۱۱)۔ اے: ایسے سے حاصل شدہ رقم حرام ہے جس سے چھٹا آزادی اور ضروری ہے اگر خدا خواست ایسا دل و لکھ میں آج آپ قوت وصل، لکھ کو دائیں لکھنا، آپ نے ان کو (۱۱) ممکن نہ ہو تو اس رقم کو خرما، اور مسکین پر بغیر قیمت قریب کے صدقہ کرنا جائز ہے۔ (۱۲)۔ رقم کو (۱۱) صدقہ الیہ میں تمہید یعنی مالک یا شرط ہے بغیر تمہید کے مسجد یا مدرسہ کے تعمیراتی امور یا خیر میں (۱۳)۔ مسکین سے مسجد یا مدرسہ کے لئے مستحق خیر موجود ہوں ان پر خرچ کرنا جائز ہے۔ اور صدقہ باللہ بغیر تمہید کے کسی بھی نہ رخی میں لائے ہیں۔ (۱۴)۔ اپنی جائز آمدنی اور جائز آمدنی سے پہلی بنیادی ضروریات کا خرچہ کرنے کے بعد بچتا ہو سکے مسجد یا مدرسہ سے یا خیر تھان یا جائز، عیش سعادت ہے۔

لما فی البحر الرائق (۳۹/۴) : وما عدا کما فهو نفس الا اذا الى المصروف لیس التملیک کما فی الزکاة  
ولیس بدائع الصنائع (۱۵/۱۲) : وما عدا صدقة التطوع فيجوز دفعها الى هؤلاء، والدفع اليهم اولى لان له  
اجر من الصدقة واجر الصدق وكوبه دفعاً الى نفسه من وجه لا يمنع صدقة التطوع، قال: نسی  
تتبعه الفقہ المرجع علی نفسه صدقة، وعلی عیالہ صدقة وکل معروف صدقة.

وفی المشافہ (۱۹/۵) : والحاصل ان من علم ارباب الاموال وحب ردہ علیہم والا فان علم عین  
الحر لا یجوز له ویصدق به بید صاحب الخ

## (۱۶) عورت کیلئے صدقات دینے کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو عورتوں کے لئے صدقات دینے کے بارے میں پوچھنا تھا کہ عورتیں  
دینے والی عورت کیلئے صدقات دینے کے لئے نہیں ہے، لیکن یہ مطلب ہے کہ عورت کا مشکل کے ادا کر سکے، اگر فقیر عورت صاحب بیمار نہ اسے  
میں صدقات خیرات لازم لوگ ہی دینے تو خیر نہیں ہے سب کیلئے ہے۔ عورت پر جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً: سوال میں مذکور صدقات خیرات سے اگر صدقات الیہ مثلاً زکوٰۃ مرد ہے تو بچہ زکوٰۃ کے واجب ہونے میں  
انفرادی حیثیت کا اعتبار ہے، لہذا اگر عورت میں رہے تو عورت کی ذاتی ملکیت میں بقدر نصاب، ان کو دینا ہے تو حلال قول مبنی ایک سوال کا  
جواب دینے پر اس کے اس کے مال کی زکوٰۃ واجب آتی ہے۔

سما فی البندیہ (۱۸/۱) : فان كان نصيب كل واحد مما يبلغ نصاباً وجبت الزكاة والا فلا فان  
كل من نصيب احدهما يبلغ نصاباً ونصيب الاخر لا يبلغ وجبت الزكاة على الذي يبلغ نصيبه نصاباً  
دون الاخر

اور صدقات خیرات سے مراد صدقات مال ہے تو عورت میں رہنے والی عورت یعنی بیوی کے لئے اپنے مال سے دینا جائز ہے لیکن شوہر کے مال سے

صدقہ خیرات خرچہ ہے تو شریکِ رفاہ مندی نہ ہوتی ہے، لہذا فی الحقیقت "لا یحل مال امرء الا بطیب نفعہ" یعنی کسی شخص کا مال کسی مالِ امر فی دل و رفاہ مندی کے بغیر حلال نہیں ہے۔

[illegible]

نسباً في هذا النسب (٢٩٩) ان كانت الثمرة محاذ من النروج صراحة او دلالة او عرفاً حار

لما الاتفاق من بين روحها ونفها الآخر والا فلا عليها وزر اذا انفت

(۱۶۲) فقہاء کرام کا لفظ صدقہ کو زکوٰۃ کے معنی پر محمول کرنے کی وجہ

سوال کیا قربت ہے؟  
 جواب سلام انسان علیہ السلام مسند کے درمیان میں کہ میں ایک مسجد کا امام ہوں جو کہ چھوٹے سے محلہ  
 کے لوگوں پر پڑھتا ہے۔ میں نے جو معلوم ہوتا ہے بتا دیا ہوں اور آپ سے دیکھ کر بتا دیں ہوں۔ راضی انسان کہ میں نے تو خود موصوف  
 سے بہت سیکھا ہے۔ انہی مسائل کے دیکھنے میں ایک اشکال تو میں نے آج خود تلاش کیا تھا کہ میں نے اس لئے آپ کی خدمت میں پیش  
 کیا ہوں مسئلہ یہ ہے کہ حدیث میں تو مطلق حدیث کے دینے کا حکم ہے۔ اور آپ سلام انسان اس کو بھی حدیث میں آئے والے الفاظ صدق  
 اور تو جتنے بھی پر عمل کر رہے ہیں۔ اس صحیح میں کیا وجہ ہے؟

الحجاب حامداً ومصلياً انك صدق قلت ميں ماس نے اسے جو کوا کہا ہے ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے فرمائی یا جانے۔ اور انکا صدق اپنے اصلی معنی پر رہے حامی نے نقلی صدق کو بھی کہہ دیا ہے اور صدق المرض (مراؤ) کو بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن جب غلط صدق (ظلق) بولا جائے اور نقلی صدق کا نقلی قرینہ دیکھو یہ ہوتا ہے ذرا پی سی کھول کر اس کے چہرہ پر کر ان مجید میں اسکا صدق کو زکوٰۃ پر کھول کر آیا ہے۔ (انصار) الصدقات للفقراء سورۃ نوحہ ۲۰۷ اے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ نظرہم سورۃ نوحہ ۲۰۳ اے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ صدقہ غیب میں ہے یا وہی ہے اور نقلی صدق کا نقلی قرینہ ۱۰ ہوا نہیں ہوتا بلکہ قرآن سے یہ بات واضح ہو رہی ہوتی ہے کہ یہاں صدقات واجبہ (انعام الہی) مراد ہیں تو اسے فقہاء ائمہ اطہر زکریاؑ مجید صدقات واجبہ (زکوٰۃ) پر کھول کر لیتے ہیں۔ اور یہاں قرآن سے یہ بات واضح ہو رہی ہوتی ہے کہ یہاں صدقہ کا قلم مراد ہیں وہاں سے زکوٰۃ کا قلم ہی لیا جاتا ہے۔ اس سے زکوٰۃ مراد نہیں لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ آج غیب سے اللہ علیہ وسلم نے مرثا وافر و بہترین صدق جو کہ کوئی نہ جھگڑا نہ اٹھاتا ہے۔ واضح ہے کہ یہاں صدق سے مراد زکوٰۃ نہیں اس کی تصریح پر زکوٰۃ قرآن سے ہو چکے ہو گئے تو کھانا لکھا۔ یہاں صدق سے مراد نقلی صدق ہے کہ یہ شخص بھی صدق نہ ہے نہ اسے چاہئے کہ وہ جو کہہ چاہے کہہ دے جیسے ہم کہنا کہ اٹھا۔ اس کا قصہ کہ یہ ہے کہ فقہاء ائمہ اطہر زکریاؑ مجید صدق کو زکوٰۃ پر کھول کر نہیں لے لے جاتے جہاں قرآن سے یہ بات واضح ہو رہی ہوتی ہے تو یہ اسلوب قرآن کو ذرا پی سی کھول کر لیتے ہیں۔

لدا فی النسخ للفرطی، ۱۶۶، "اما الصدقات للفقراء والمساکین" الخیرة: ۱۰۰، والصدقة

منی اختلفت فی القرآن فیی صدقة الشریع

وفی الصحیح لـ ۳۶۶، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "من لا

یتصدق احدکم فله عار"۔ یہ طلب الاخذھا عنہ بسبب فیہا کما یروی احدکم فلزہ او قلوص

حتی یقول منی نحرہ ۲۰۰

وفی التیسر الحضانہ ۳۳۶۔ "اما الصدقة الزکاة، واما عبر عنها بالصدقة افتداء بقوله

تعالیٰ "اما الصدقات للفقراء" قوله ۲۰۰ بالصدقة الزکاة" سمیت بها لدلالیہا علی صدق الصد

یعنی بہ

وفی العیالہ علی ہامش فتح الذہبی ۱۰۱، ذکر فی الموطأ فی محمد بن محمد بن عبد اللہ بن داود

کتاب الزکاة بوزکاة لـ ۳۰۰، افتداء، کتاب رسول اللہ ﷺ و ذکر الصدقة و اراد بها الزکاة افتداء

بقوله "اما الصدقات"

وفی قاموس الفقہی ص ۶۰۰، صدقة ما یعطی علی واحد العربی للہ تعالیٰ والصدقة بمع

صدقہ لیس۔ صدقة شریع منی ۲۰۰



## بَابُ الْعَشْرِ وَالْخَرَجِ

(عشر اور خراج کے مسائل کا بیان)

### (۱۶۳) زکوٰۃ عشر اور خراج کی تعریف، حکم اور ان کے درمیان فرق

سوال : ان بات میں علامہ کرامہ مفتیان علیہم السلام کے بارے میں کچھ آپ سے چند چیزیں کی شرعی تعریف اور حکم پوچھنا ہے اور ان میں فرق۔ دو یا آپ بتا دیں۔ زکوٰۃ عشر و خراج میں یا فرق ہے؟ ان کا ضم کیا ہے؟ اور ان کی شرعی تعریفیں کیا ہیں؟ اور ان میں جو جہت جواب دیجئے گا۔

الجواب : عا دہ و معلوم اصطلاح شریعت میں زکوٰۃ مال مخصوص کا مخصوص اصطلاح تو انہی کی رہی۔ مثلاً کھیلے مالک مال کا نام ہے زمین سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس پر جو زکوٰۃ آتی ہے اس کو عشر کہتے ہیں اور جس زمین کو مسلمان فتح کرنے کے بعد ان کے اصل مالکان کے حوالے نہ کر کے اس کی پیداوار کا ایک مخصوص حصہ ان سے لیں یہ اس زمین پر مخصوص ٹیکس یا عدا کر ہیں اس کو اصطلاح شریعت میں خراج کہتے ہیں۔ زکوٰۃ عشر کا قصہ یہ ہے کہ یہ دونوں مسلمانوں پر فرض ہیں اور فرق ان میں یہ ہے کہ ایک ٹیکس ہے جو ان پر لازم ہے۔

عشر زکوٰۃ کی ایک قسم ہے۔ لیکن مال تجارت اور سود پر یا غنموں میں مقدار واجب زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ اور زمین کی پیداوار میں مقدار واجب مقرر کیا ہے۔ زکوٰۃ کہیں صاحب نصاب ہوں اور مال پر ہوں یا حول ہوں (سب کا زکوٰۃ شرط ہے۔ جبکہ عشر میں دونوں شرطیں نہیں۔ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ واجب ہوتی ہے جبکہ عشر چھ مرتبہ زمین سے پیداوار حاصل ہواقی مرتبہ واجب ہوتا ہے۔ زمین مانع نہیں ہے۔ لیکن مانع نہیں۔

خرج بھی زکوٰۃ و عشر کی طرح واجب ہے۔ یعنی زکوٰۃ و عشر میں عبادت کا معنی پیداوار ہے اور خراج میں غنموں کا۔ زکوٰۃ و عشر ابداء مسلمانوں پر لازم ہے جبکہ خراج ابداء کاملوں پر لازم ہے اور انتہا مسلمانوں پر بھی لازم ہو سکتا ہے۔

لسانی خلاصۃ الفتاویٰ (۲۳۵) الزکوٰۃ انما تصب اذا ملک ثمنها ثامناً یا حیلاً کمالاً افعال

النامی فوائد السابغة و مال التجارة

وفی الدر المختار (۳۴۱) و انتصب فی اسبقی سماء انی مقرر و وسیع کثیر (بلا شرط بصاب)

راجع للمکمل و بلا شرط (بقاء) و حوال حول لان فیہ معنی المعونة و لئلا کان للامام احدہ جبراً

و یجوز مع التبرکة و یجب مع الدین و فی ارضہ و محبہ و محبونی و مکتب

وفی الفقہ الاسلامی رد المحتار (۱۶۰۶) فان الخراج و العشر حقان محلان دنا و محلا

وبما وتمت لارضية انا حذراته . لان العبرية معنى لاعداء والخراج له معنى العقوبة لانه  
اختلاف بين معديا كذا في عهد الله الى المخرج والخراج يتعلق بالمذنب وانما اختلاف بين المذنبين  
من انفسهم فليس المخرج في حد بدونه وبما المخرج الارض السابعة الى الصالحة للرب .  
بدلنا وحيه وان لم نخرج الارض

(۱۶۳) کن صورتوں میں فشر جاتا ہے اور کن میں نصف فشر ہوتا ہے؟

[illegible][illegible]

نیل فی اللہ، لعلکم: ۲۲۹ حب فی: یعنی سعادۃ ای مضی: وسیع، اکبر: عبادۃ ۳۱:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
الحمد لله الذي هدانا لهذا الذي كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

وقلى الله سبحانه وتعالى في سورة النحل: ﴿وَإِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ وَإِلَىٰ إِلَهِكَ رُجُوعٌ﴾. وهذا هو المعنى الذي مرّ عليه في قوله تعالى ﴿وَلَا يَمْلِكُ لَهُمْ أَعْيُنُكُمْ وَأَنْتَ أَتَعْلَمُ﴾. لأنّ العبد في العزلة من عبادة الله تعالى في مستقرّ قلبه هو زيادة الكلفة كما علمت وهي من جملة ما في عبادة الله تعالى من كلفة. ثمّ إنّه لا يملك لأنّ العبد عندما انشغل بالشرب لا يصحّ له أن يعبّد الله تعالى ويصحّ له أن يشرب. والله تعالى أعلم.

والجاء في نسخة المخطوطات وادله ١١٠٣ ، اتفق الفقهاء على ان العترة يجب فيها سبني بعد موته  
 ائمه كتمسك من ائمه ... لأما ما ذكره من غير معروف وهو الذي يسمون من ما قرأه  
 به ، حتى يصل اليك من غير ما نحن كالدلائل البواقي هو اوجه

وفی التوبة ۱۸۱۱ وما سقى بالذلال والدالية فیه نصف العشر وان سقى سبحا والدالية  
بعضاً كثر النسبة فان استويا يجب نصف العشر

## (۱۶۵) نصف عشر کی غلت پانی کی موت (خرچ) ہے

سوال : یاد مانتے ہیں ملک انعام، شکیان، حکم اس مسئلہ کے۔ میں نے ایک سال کافی عرصے سے گھٹ پیمانہ پر آب زکوٰۃ  
میں سے پانی دشمن پانی تو بھی وہی گیل ہے۔ سوچو، اور اور پھر آپ اس مسئلہ پانی پانی تحقیق سے لکھا کا ذکر کریں۔ اس پر تھا۔ نصف عشر  
کی اصل سے یاد مانتے پانی کا خرچہ کر زمین پر اب کرنا یا موت ہو، یکہ جائے گا۔ ان پانی تو سنت کا ہو، الین (وہی چیز) میں سے  
ان پانی خارج ہوا ہے تو خرچہ کی غمت ہے؟

الجواب : حارہ اور مصفاً نصف عشر ہے۔ خرچہ پانی کی موت ہے۔ وہ اذیت سے مراد یہ ہے کہ پانی تریا کر یا ہو، پانی تو مٹنے کا  
موت میں زمین شد چاہے خرچہ آتا ہو، عشر نہیں، شیشی کے ذریعہ پانی زمین تک پہنچا دیا جاتا ہے، اس میں نصف عشر واجب ہو، الین  
یہ امر، اور الین وغیرہ میں موت کا اعتبار نہیں ہے۔

للمسحط المسحط البرہامی (۳-۲-۳) ما سقى التوبة او سقى سبحا فیه نصف العشر، وما سقى بحرب او  
دابة او سقى فیه نصف العشر، ما ورد الاثر عن رسول الله ﷺ، واجمعی فی الفتاوى اختلاف  
فصل التوبة وکربها

وفی الذی المحضار (۲-۳۲۸) او، يجب إسته في سقى عرب، (ودالية) (ملا دفع مؤن)  
وفی التوبة محضه : غیر ملای دفع مؤن، ای يجب العشر فی الاول ونصفه فی الثاني ملا دفع اجرة  
لعمال ونصفه السفر وکری الانهار واجرة الحفاظ ونحو ذلك بل يجب العشر فی التکلی لا  
عبد الصلوة والسلام حکم بغاوت امواص لثفاوت التوبة ونو رفع التوبة کان الواجب واحدا  
وهو العشر نساً فی البانی

## (۱۶۶) عشر وخراج کی شرائط، نیز پاکستان وغیرہ میں عشر وخراج کا حکم

سوال : یاد مانتے ہیں ملک انعام، شکیان، حکم اس مسئلہ کے، یہ ہے میں کہ جو وہاں روئے کے ملک سے آباد ہونے والے  
میں یہ شہادت بدعت، پاکستان، دو مہینوں میں، غیر اور روئے ملک، ان میں عشر وخراج واجب ہوا، ایسے ایسے اور میں  
مذاہب ان کے جواب میں ہے، میں نے یہاں ممانعت کا سوال کیا، وہی ہے، لیکن یہاں ممانعت کی زمین شریک مصدر ملی  
وہاں



البعشر فصارت تسقى بماء الخراج وماء الخراج، ماء هذه الانهار الصغار التي حفرتها الاعاجم  
واما ماء السبحون والجحون والدجلة والفرات خراجی عند ابی یوسف رحمه الله تعالى عشر  
عند محمد رحمه الله تعالى.

## (۱۶۷) فصل بونے سے پہلے یا بونے کے بعد اور اُگنے سے پہلے عشر ادا کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کے اکثر لوگ زمیندار ہیں اور الحمد للہ  
ویدار بھی ہیں زکوۃ عشرہ غیر زمینوں کا ادا کرتے ہیں۔ لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جو حج بونے سے پہلے ہی فصلوں کا عشر ادا کر دیتے ہیں اب  
آپ یہ بتا دیں کہ کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ اور اگر کوئی شخص حج بونے کے بعد اور فصل اُگنے سے پہلے عشر ادا کر دے تو کیا اس سے عشر ادا  
ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ (۱)۔ اگر کوئی شخص فصل بونے سے پہلے عشر ادا کرے تو اس صورت میں اس کا عشر ادا نہیں ہوگا۔  
(۲)۔ اگر کوئی شخص فصل بونے کے بعد اور اُگنے سے پہلے عشر ادا کرنا ہے تو اس صورت میں بھی اس کا عشر ادا نہیں ہوگا اگرچہ اس میں  
اختلاف ہے لیکن راجح یہی ہے کہ اس کا عشر ادا نہیں ہوگا۔  
(۳)۔ اگر کسی شخص نے فصل اُگنے کے بعد عشر ادا کیا تو اس صورت میں اس کا عشر ادا ہو جائے گا۔  
لیذا صورت مسئلہ میں فصل بونے سے پہلے یا بونے کے بعد اور اُگنے سے پہلے عشر ادا کرنا درست نہیں اس سے عشر ادا نہیں ہوا لہذا دوبارہ  
عشر ادا کرنا لازم ہوگا۔

لسماعی الہندیہ (۱/۱۸۶): ووقته وقت خروج الزرع وظهور النمر عند ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ  
کذا فی البحر الرائق، فلو عجل عشر أرضه قبل الزرع لا يجوز ولو عجل بعد الزراعة بعد النبات  
فانه يجوز ولو عجل بعد الزراعة قبل النبات فلا يظهر انه لا يجوز.  
وفی الشامیہ (۲/۳۹۳): (قوله والاظهر الجواز) فی نسخة عدم الجواز وهي الصواب قال فی النہر.  
والاظهر انه لا يجوز فی الزرع قبل النبات وكذا قبل طلوع النمر فی ظاهر الروایة.

## (۱۶۸) عشر میں پیداوار کی جنس یا رقم دینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان نظام اس مسئلہ میں کہ میں دیہات کا رہنے والا شخص ہوں میرے کئی باغ ہیں پہلے زکوۃ ادا نہیں کی اس  
سال اور انکی کی قدر ہوئی اور سنا ہے کہ باغ کے پھل پر عشر واجب ہوتا ہے اب آپ سے معلوم کرنا ہے کہ باغ میں پھل آنے کے بعد اس  
میں عشر کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ نیز اگر باغ کو فروخت کر دیا جائے تو انکی قیمت کا چالیسواں حصہ دیا جائیگا یا عشر کے اعتبار سے انکی



## (۱۷۰) قرض کو عشر سے مستثنیٰ کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان و نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال میری زمین سے دو سو من گندم ہوا ہے۔ میں بڑے سال اس میں سے عشر نکالتا ہوں، اس سال مجھ پر کافی قرض ہو گیا ہے، میں نے ایک سو مولوی صاحب سے سنا تھا کہ جس پر قرض ہوتا ہے اس پر زکوٰۃ نہیں کیا میں اس سے بھی زمین کا عشر نکالوں، مجھ پر قرض بھی ہے۔ براہ کرم گنج بات سے جلد مجھے آگاہ فرما دیں۔  
الجواب عاذاً و معلیاً اگر کوئی آدمی مقروض ہو تو یہ قرض و جوہ زکوٰۃ کیلئے تو مانع ہے لیکن جوہ عشر کیلئے مانع نہیں ہے۔ لہذا آپ پر ہر سال کی طرح اس سال بھی عشر کا نکالنا واجب ہے۔

لما فی التاتار حایہ (۲/۳۳۰): وجب العشر علی المدیون بخلاف الزکاة  
وفی الشامیہ (۲/۲۶۱): (قولہ) ولا یسرع الدین وجوب عشر وخراج والکلام الآن فی موانع  
الزکاة، لکن لما کان کل من العشر والخراج زکاة الدروع والتمیز قد بینوہم ان الدین یسرع وجوبہما  
بہ علی دفعہ۔ (قولہ لانیسا مؤنۃ الارض السامیہ) حتی یجب فی الارض الموقوفۃ وارض  
المکاتب، بدائع

## (۱۷۱) کرایہ، آرٹھتی، منشی وغیرہ کے کمیشن سے پہلے عشر ہوگا یا بعد میں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان و نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم لوگ فصلیں کاشت کرتے ہیں اور انہیں دوسرے شہر میں فروخت کیلئے بھیج دیتے ہیں اور دوسرے شہر جیسے میں کافی سارے اخراجات بھی ہو جاتے ہیں مثلاً اگر کل پیداوار کی قیمت بنتی ہے ۹۰ ہزار لیکن اس میں کرایہ ہے گاڑی وغیرہ کا، آرٹھتی اور منشی کا کمیشن ہے۔ یہ سب نکالنے کے بعد ہمیں ۸۰ ہزار رہے پہنچتے ہیں۔  
تو اب ہم عشر میں ۹۰ ہزار کی قیمت کا اعتبار کریں گے یا ۸۰ ہزار کی قیمت کا۔ برائے نہر ہانی جلد جواب عنایت فرمائیں۔  
الجواب عاذاً و معلیاً چونکہ عشر کل پیداوار پر واجب ہوتا ہے اس لئے صورت مسئلہ میں عشر نکالنے کیلئے کل پیداوار کی قیمت کا جو کہ ۹۰ ہزار ہے اعتبار کیا جائے گا۔

لسافی الشامیہ (۲/۳۲۸): (قولہ بلا رفع مؤن) ای یجب العشر فی الاول ونصفہ فی الثانی بلا رفع  
اجرة العمال ونفقة البقر وکری الانہار واجرة الحافظ ونحو ذالک ذکر، قال فی الفتح یعنی لا یقال  
بعدم وجوب العشر فی قدر الحراج الذی بمقابلة المؤنة بل یجب العشر فی کل لانه علیہ الصلوة  
والسلام حکم بمساوات الواجب لتفاوت المؤنة ولورفعت المؤنة کان الواجب واحداً وهو العشر  
والسافی الباقی لانه لم یزل الی نصفہ الا للمؤنة والیافی بعد رفع المؤنة لامؤنة فیہ فکان الواجب

دائماً العشر لكن الواجب قد تفاوت شرعاً فعلمنا انه لم يعتبر شرعاً عدم عشر بعض الحاراج وهو  
الفقر المساوی للمؤنة اصلاً

وهی التهنئة: ۱۸۰/۱: المال الذي يجب فيه الزكاة ان ادى وكنته من خلاف حصة ادى فبدر فيضه  
الواجب اجماعاً

## (۱۷۲) پیداوار کے اخراجات عشر کے بعد نکالے جائیں

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہین دینی اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کسی بہت نامی مٹھی زینیں میں نہیں پریم۔ بہت  
اخراجات آتے ہیں میں ان میں کام کرتا ہوں اور فسطوں نے پیار ہونے پر فطر بھی ادا کرتا ہوں اب دریافت یہ کرتے ہیں کہ آیا مشروبات  
کافے کے بعد دواغیر جائے گا یا اخراجات نکالنے سے پہلے یہ۔ اخراجات پر تک بہت زیادہ ہو جاتے ہیں قیمتوں میں بہت اضافہ  
مزدور بھی کام کرتے ہیں ان کی تنخواہیں دینی، دینی میں اراضی وغیرہ اخراجات کل پیداوار سے بھی لا جو جاتے ہیں تو انکی صورت میں کٹے یا  
نہا جائے۔ اس کے ہم باقی قرآن و سنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً عشر اخراجات نکالنے سے پہلے پوری پیداوار سے ادا کیا جائے گا۔

مسألة في التسمية: ۳۲۸/۲: قوله لا دفع مؤن: أي يجب العشر في الآون ونصفه في الثاني بلا دفع  
أجرة العسبال ونفقة البقر وكثر الامتياز وأجرة الحافظ ونحو ذلك درر قال هي الفح بعض لا يقال  
بعدم وجوب العشر في قدر الحاراج الذي يعقابلة المؤنة بل يجب العشر في الكل لأنه عليه السلا  
و السلام حكمه بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة ولو وقعت المؤنة كان الواجب واحداً وهو العشر  
دائماً في الساقى لأنه لم يوس إلى نصفه الا للمؤنة و لباقي بعد دفع المؤنة لا مؤنة فيه فكان الواجب  
دائماً العشر لكن الواجب قد تفاوت شرعاً فعلمنا انه لم يعتبر شرعاً عدم عشر بعض الحاراج وهو  
الفقر المساوی للمؤنة اصلاً

## (۱۷۳) کھاد اور دوائی وغیرہ کا خرچہ عشر سے پہلے نکالا جائے یا بعد میں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہین دینی اس مسئلہ کے بارے میں کہ تار سے مالتے میں ایک ٹبر ہے جس سے ہم کوٹ سمیت  
یہ اب کرتے ہیں اور اس پر بھی مختلف آیات معائنہ ہے لیکن یہاں جس کی وجہ سے کھاد اور دوائی وغیرہ کا بہت خرچہ آج رہا ہے تو کیا اس  
صورت میں ہم کوٹ سے یہ ۱۰٪ دواں حصہ دے کر یہ بچا دواں؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسألہ میں کھاد، دواں وغیرہ خرچہ نہیں ادا کیا جائے گا۔ بلکہ پوری پیداوار میں سے عشر (دسویں حصہ) بچا دواں۔



لما فی الشامیة (۳۲۸/۲): (قوله بلا رفع مؤن) أى يجب العشر فی الأول و نصفه فی التامی بلا رفع  
 أجره العمال و نفقة البقر و كرى الأنهار و أجره الحافظ و نحو ذلك ذر قال فی الفتح یعنی لا یقل  
 یعدم وجوب العشر فی قدر الخارج الذی بمقابله المؤنة بل يجب العشر فی الكل لأنه علیه الصلابة  
 و السلام حکم بتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة و لو رفعت المؤنة کان الواجب واحداً و هو  
 العشر دانساً فی الباقي، لأنه لم یزل إلى نصفه إلا للمؤنة و الباقي بعد رفع المؤنة لا مؤنة فیہ فكان  
 الواجب دانساً العشر لكن الواجب قد تفاوت شرعاً فَعَلِمْنَا أَنَّهُ لم یعبر شرعاً بعدم عشر بعض  
 الخارج و هو القدر المساوی للمؤنة أصلاً.

### (۱۷۴) اجرت پردی ہوئی زمین پر عشر کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک آدمی سے زمین کرائے پر لی ہے اور میں  
 اس زمین میں فصلیں وغیرہ لگاتا ہوں اور بیچتا ہوں تو کیا عشر کی ادائیگی مجھ پر لازم ہے یا مالک پر جس سے میں نے زمین کرائے پر لی ہے؟  
 ہمارے مہربانی رہنمائی فرمائیں۔ شکریہ

الجواب حامداً و موصلیاً..... چونکہ عشر زمین کی پیداوار پر واجب ہوتا ہے اور پیداوار کا مالک اجارے کی صورت میں مستاجر ہوتا ہے اور مالک  
 زمین کو صرف کرایہ دیتا ہے اس لئے عشر مستاجر پر واجب ہوگا نہ کہ مالک زمین پر۔

لما فی الشامیة (۳۳۴/۲): (قوله و یقولہما تأخذ) قلت لكن فی زماننا عامة الاوقاف من القرى  
 و المزارع لربها المستأجر یستأجر غراماتها و مؤنھا یستأجرھا بدون أجر المثل بحيث لا تنفی  
 الأجرة، ولا أضعافها بالعشر أو الخراج المقاسمة فلا یبغی العدول عن الاثناء یقولہما فی ذلك  
 لانهم فی زماننا یقدرون أجره المثل بناء علی ان الأجرة سالمة لجهة الوقف و لا شیء علیه من عشر  
 و غیرہ اما لو اعترض دفع العشر من جهة الوقف وان المستأجر لیس علیه سوى الأجرة فان أجره  
 المثل لیزید أضعافاً كثيرة كما لا یخفی فان امکن اخذ الأجرة كاملة فبغی بقول الامام و الا فقولہما  
 لما یلزم علیه من الضرر الواضح الذی لا یقول به احد والله تعالی اعلم.

### (۱۷۵) زمین کے اجارہ کی صورت میں عشر کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ میں نے ایک آدمی کو ۱۰ ہزار پر زمین اجارہ پر دی اس رقم میں زکوٰۃ فرض ہے  
 یا عشر؟ حالانکہ میرے اوپر فرض بھی تھا جس وقت اس رقم کو میں نے وصول کیا اسی وقت دائن کو دیدی۔

نیز انکس مشرک حساب نہیں ہوتا ہے: دو گنا لگاتار سے (۱۰) سے ملائے میں یہ دستور ہے کہ مثلاً اخروٹ اگر کم ہو تو اس پر دو سو گنا لگ کر کے مشرک شمار کرتے ہیں اور اگر اخروٹ زیادہ ہوں تو اپنے اعلیٰ سے ایک برتن کے حساب سے دسویں برتن کو مشرک شمار کرتے ہیں اگر کوئی ایک لکھ لکھ کر دس تو اسکی قیمت مثلاً ہر سو میں سے دس روپے مشرک شمار کرتے ہیں کیا یہ طریقہ شریعت کے مطابق ہے تفصیل کیساتھ جواب تحریر فرمائیں تاکہ کی زیادتی سے بچا جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں آپ نے پہلا سوال زمین سے جو رقم بطور اجارہ حاصل ہوئی ہے اس کی زکوۃ یا مشرک کے بارے میں کیا ہے تو اس کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بصورت اجارہ مشرک جو یعنی زمین کے مالک پر آئے ہیں ان میں حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ نے نزدیک مشرک جو یعنی اجرت پر زمین لینے والے پر آئے ہیں علامہ شامی اور صاحب رد المحتار رحمہما اللہ نے ترجیح صحابین کے قول کو دی ہے یعنی مشرک جو پر آئے ہیں نہ کہ زمین کے مالک پر، اب چونکہ زمین کے مالک پر مشرک نہیں ہے اور اس نے زمین کو اجارہ پر دیکر چاہے اس روپے وصول کئے ہیں اسلئے اس پر اگر سال گزار گیا اور بقدر انصاف بھی ہو تو اس پر زکوۃ آتی لیکن چونکہ اس پر قرض بھی تھا اور اس کو قرض میں دیدیا تو اب یہ دیکھنا ہے کہ قرض میں ادا کرنے کے بعد اگر بقدر انصاف رقم کی گئی تو زکوۃ کی اور نہیں۔

دوسرے سوال کے متعلق تفصیل یہ ہے کہ چونکہ آٹھ لاکھ عام طور سے مشرک میں لحاظ دیا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص اس لکھ کو بچ کر اسکی رقم سے مشرک ادا کرنا چاہے تو رقم سے بھی دسواں حصہ بطور مشرک ادا کرنا ہوگا اور اخروٹ کے متعلق جو طریقہ آپ نے لکھا ہے یہ بھی درست ہے لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس برتن سے اپنے لئے نوسوں کو لگایا جاتا ہے اسی برتن کے حساب سے دسواں حصہ چارے لکھ سے یعنی حرا و غیرہ کی اجرت ادا کرنے سے قبل لیا جائیگا تاکہ مشرک کے بغیر کوئی لکھ باقی نہ رہ جائے۔ (المصنوعون بالعشر فی کل المعارج کذا فی الدر المختار ۲/۳۱۹) یہ سب تفصیل اس وقت ہے جبکہ کھیت کو ایسے پانی سے سیراب کیا جاتا ہو جو کسی کی ولایت میں نہ ہو یعنی بغیر کھاد کے اس پانی سے سیراب کریں یا تو خود سیراب ہو جائے جیسے بارش، چشمہ وغیرہ کا پانی (فیما سقت السماء والعون او کان غیر بالعشر و فیما سقی بالصبغ نصف العشر بخاری ۲۰۱/۱) اور اگر ایسے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے جس پر وہ کچھ ادا کرتا ہے جیسے آبلہ نہروں سے تو سیراب کیا جاتا ہے اس پر زمیندار لوگ حکومت کو یاہ ادا کرتے ہیں تو اس صورت میں دسواں حصہ ادا کیا جائیگا۔

لما فی الدر المختار (۲/۳۳۳) : والعشر علی المخرج کخروج مؤلف و فلاح علی المستاجر کمسعی

مسلم و فی الحاشی و یقول لہما اخذ۔ واللہ اعلم بالصواب

(۱۷۶) کئی فصل اگر فروخت کی جائے تو مشرک کا وجوب کس شخص پر ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست ہیں جن کی بہت زیادہ مشرکی زمینیں

ہیں وہ ہر سال ان کا عشر ادا کرتے ہیں اس سال انہوں نے کچھ عشری زمینیں فصلوں سمیت فروخت کر دی ہیں اور کچھ زمینیں ان کے زمین کی صرف فصلیں فروخت کی ہیں تو کیا وہ سورتوں میں عشر کی ادائیگی ان پر ہوگی یا خریدنے والے پر ہوگی براہ کرم مسئلہ کا جواب بتائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً۔ تیار فصل چاہے عشری زمین سمیت فروخت کی جائے یا صرف فصل بغیر زمین کے فروخت کی جائے۔ ہر دو صورت عشر، بیچنے والے کے ذمہ واجب ہے نہ کہ خریدار کے۔

لشافعی الہندیہ (۱/۱۸۷): واذا باع الارض العشرية وفيها زرع فد ادرک مع زرعا او باع الزرع حاصه فعشره على البائع دون المشتري. ولو باعها والزرع نقل ان قصله المشتري في الحال يجب على البائع.

وفي الشامية (۲/۳۳۳): وسقي مالمو باع الارض مع الزرع او بدونه قال في البرازية: باع الارض وسلمها للمشتري ان بقي مدة يتمكن المشتري فيها من الزراعة فالخراج عليه والا فعلى البائع، والفتوى على تقدير المدة بثلاثة اشهر. هذا لو باعها فارغة ولو فيها زرع لم يبلغ فعلى المشتري بكل حال وقال ابو الليث ان باعها لزور العقد حنه وبلغ ولم تنق مدة يتمكن المشتري من الزرع فالخراج على البائع.

## (۱۷۱) کسی سال زمین کو صرف بارش سے سیراب کیا جائے تو عشر کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کے پاس زمین ہے جس کی فصل کو یہ آدمی نہر کے پانی سے سیراب کرتا ہے اب پوچھنا یہ ہے کہ اگر کسی سال بارش کے پانی کی وجہ سے نہر کے پانی کی بالکل ضرورت ہی نہ پڑے تو اس صورت میں اس فصل میں عشر واجب ہوگا یا نصف عشر؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ دو زمین جس کی فصل کو بارش کے پانی سے سیراب کیا جاتا ہے اس میں عشر واجب ہوتا ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں پورے سال صرف بارش کے پانی سے سیراب کرنے کی وجہ سے اس فصل میں عشر واجب ہوگا نہ کہ نصف عشر۔

لشافعی القرآن الکريم (الانعام: ۱۴۱): وانما حقہ يوم حصادہ.

وفي الدر المختار (۲/۳۲۶): (و) تحب في (سقي سماء) اي مطر (وسبح) کنہو۔ (و) يجب (نصفه في سقي غرب) اي دلو كبير (ودالية) اي دواب لكثرة المؤنة.

وفي الشامية (۲/۳۲۶): (قوله اي مطر) سبي بذلك مجازاً من تسمية الشئ باسم ما يجاوره او يحل فيه نهر (قوله وسبح) بالسین والحاء المهملتين بينهما متافه تحنية قال في المغرب: ساح

الماء سباحا حرى على وجه الارض ومنه ما سقى سباحا يعى ماء الانهار ولا ودية له

## (۱۷۸) در فتوای زکوة کی کا حکم

سوال کیا ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ کیا اس کا حکم ہے؟  
جواب ہے کہ یہ غلط ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھتا ہے تو اس کا حکم ہے کہ اسے زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھنا ہے۔  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مسائل میں آپ ان در فتوای کا استخراج وحوالہ لکھا ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کو

لما فی الفتاوی الجدیدہ ۸۹۱۔ فی العشر فی الحب والحبش والنقص والطرفاء والضعف لان الاراضی لانفسی یهدوا الاموال فی تصدعها حتی لو انفسی بقواته بخلاف الحبش والنقص والعشرین الحب او حب ذئب او صرر وحووها وکان یقطعہ ویبعہ بحب فی العشر کذا فی محبہ النمر حمی

رئی المطحطاوی ۹۰۹۔ فی شرح المفصلی لان فیصد المروع او شغل برصہ ہشی مصادک  
حب العشر قطره ان النمر حب للعشر احد الثمنین فان شغل یهدوا الاشياء بحب

## (۱۷۹) گندم کی زکوة کب ادا کی جائے؟

سوال کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھتا ہے۔ کیا اس کا حکم ہے؟  
جواب ہے کہ یہ غلط ہے۔ اگر وہ زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھتا ہے تو اس کا حکم ہے کہ اسے زکوٰۃ کی رقم کو اپنے گھر میں رکھنا ہے۔  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ گندم کی زکوٰۃ گندم کے بونے کے بعد ادا کرنا کی گئی ہے۔ ہاں اگر گندم پہاں فصل پھرتی ہے تو اس کا حکم ہے کہ زکوٰۃ ادا کرنا کی گئی ہے۔

لما فی الفتاوی الجدیدہ ۸۹۱۔ ووقتہ وقت خروج الخبز وطهور النمر عند اسی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کہ فی البحر النمر او نحو عجز عشر ارضہ قبل الخبز لایعوز ولو عمل بعد الرواۃ بعد الساب فیدعوز ولو عمل بعد الخبز فایعوز الساب فالظاهر انه لایعوز۔

رئی لنسایہ ۳۳۱۔۴۔ واحتمل فی وقت العشر فی النمار والورع فقال ابو حبیہ ورفر۔ بحب عند ظهور النمر والامن علیہ من الشداد وان لم یستحق الحصاد اذا طعت حد یستع بها وقال ابو یوسف عند استحقاق الحبۃ وقال محمد اذا حصدت وصارت فی الجربین

## (۱۸۰) مونگ پھلی پر عشر کا حکم

سوال — کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقے میں مونگ پھلی کی کاشت ہوتی ہے، زرعیٹروں کے ذریعہ کٹائی کی جانے کے بعد مونگ پھلی کی تھوڑی سی مقدار زریٹروں کے چنے سے زمین میں دب جاتی ہے جسکو بعد میں نکالا جاتا ہے تو جو مونگ پھلیاں زمین میں دب جاتی ہیں اور بعد میں نکالی جاتی ہیں ان میں عشر دینا لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلاً۔۔۔ زمین سے نکلنے والی ہر چیز پر خواہ قلیل ہو یا کثیر عشر لازم ہوتا ہے لہذا اتمام مونگ پھلیوں پر عشر آریکا خود وسیلہ حاصل ہوتی ہوں یا بعد میں۔

لسماعنی الہدیۃ (۱۸۶/۱): ویحب العشر عندابی حبیبوزحمہ اللہ فی کل ماخیرجہ الارض من الحنطة والشعیر والدخن والأرز۔۔۔ وانشاء ذالک معالہ نضرۃ باقیۃ وغیر باقیۃ قل او کثیر ھکذا فی فتاویٰ قاصحیان۔

## (۱۸۱) عشر اور خراج موت سے ساقط ہوتے ہیں یا نہیں؟

سوال — کیا فرماتے ہیں علما کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے چکوں میں ایک صاحب کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور اپنے کھیتوں میں ہر سال بنریاں اور ترکاریاں وغیرہ اگایا کرتے تھے ابھی چکھلے پٹے ہی جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے مجھ سے پوچھنے لگے کہ ہمارے ابا جان تو ان بنریوں وغیرہ کا عشر نہیں ادا کیا کرتے تھے کیا اب ہم پر ان کی طرف سے عشر آکر یا ضروری ہے۔ تو میں نے سوچا کہ اس مسئلے کے بارے میں آپ سے دریافت کروں کہ کیا موت کے بعد عشر اور خراج ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلاً۔۔۔ عشر اور خراج مقامہ (خراج مقامہ سے مراد یہ ہے کہ امام نکل پیدہ اور کا ایک خاص حصہ جزء شائع کے طور پر مقرر کردے مثلاً نصف، ثلث وغیرہ) اگر چکھلے سالوں کا ہو، اور اب تک ادا نہیں کیا ہو تو اس میں وصیت کرنا ضروری ہے اور وصیت کی ہو تو اس وصیت کو ثلث مال میں نافذ کر لیا جائے گا اور اگر وصیت نہیں کی اور مر گیا تو یہ عشر اور خراج دونوں ساقط ہوں گے لیکن اگر یہ عشر اور خراج موجود ہو مال کی کھیتی کا ہو تو اس میں وصیت کرنا ضروری نہیں مرنے کے بعد اس کے ترکہ سے ادا لیا جائے گا۔ اور خراج مولفیت (خراج مولفیت سے مراد یہ ہے کہ امام زمین کی حیثیت کے مطابق سالانہ کوئی معینہ مقدار مقرر کر دے) یہ خواہ چکھلے سالوں کا ہو یا موجود ہو سال کا مرنے کے بعد مطلقاً ساقط ہو جائے گا۔

لسماعنی بدائع الصنائع (۳۹۲/۲): ان من علیہ الزکوٰۃ اذا مات قبل اذالہا، فلا یخلو إیمان کان وصی بالاداء، وإیمان کان لم یوص فان کان لم یوص تسقط عنہ فی حق احکام الدنیا حتی لا ینخذ من لبرکنہ ولا یؤمر البوصی أو الوارث بالاداء من لبرکنہ عند، وعندہ۔۔۔ لکنہ وعلیٰ ہذا



اور زکوٰۃ البتہ اگر کمینوں کو تجارت کی نیت سے بیچنے پر نہ کیلئے اپنے مال رکھتا ہے تو ہر مال تجارت کی نیت میں ہے۔ اور وہی بشرطیکہ نصاب کے برابر ہوں۔

لصافی سنن ابی داؤد (۲۲۶/۱): عن عمر بن شعیب عن ابيه عن جده قال جاء هلال احد بني معاذ الى رسول الله ﷺ بعشور لحمل له وكان سألته ان يحمي وادبا يقال له سلبه فحمي له رسول الله ﷺ ذلك الوادي فلما ولي عمر بن الخطاب رضي الله عنه كتب سفيان ابن وهب الى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك فكتب عمر ان ادنى اليك ما كان يؤدى الى رسول الله ﷺ من عشور لحمله فاحم له سلبه والا فانما هو ذهاب عيث باكله من بشاء.

وفى مصنف عبدالرزاق (۶۳/۳): عن ابی هريرة قال كتب رسول الله ﷺ الى اهل اليمن ان يؤخذ من اهل العسل العشور.

وفى الشامية (۳۲۵/۴): (يجب) العشر (فى عسل) وان قل (ارض غير الحراج) ولو غير عشوية كجبل ومقارة بخلاف الحراجية لانه لا يجتمع العشر والحراج (وكذا) يجب العشر (فى ثمرة جبل او مقارة) ان حماه الامام لانه مال مقصود.

(قوله فى عسل) بغير تمر و... قوله وان قل معترض بين المتطاف والمتضاف اليه... (الى قوله) وصرح بالعسل اشارة الى حرمة مالک والشافعى حيث قال ليس له شئ لانه متوله من حيوان فاضبه الامريسم ودليلنا مبسوط فى الفتح... (الى قوله) (قوله ان حماه الامام) الضمير عائد الى المذكور وهو العسل والتمر.

وفيه ايضا (۴۷۶/۲): كمالو اسمها للحمل والركوب ولو للتجارة ففيها زكاة التجارة، ولعلمهم تركوا ذلك لتصريحهم بالحكمين.

(قوله ولعلمهم تركوا ذلك) اى ترك اصحاب المتن من تعريف السائمة ما زاده المصنف تبعاً لغير بلغى والمحيط بتصريحهم اى تصريح التاركين لذلك بالحكمين اى بحكم مالكى به التجارة من العروض الشاملة للحيوانات وبحكم السائمة للحمل والركوب وهو وجوب زكاة التجارة فى الاول وعدمه فى الثانى.

﴿زکوٰۃ کے متفرق مسائل﴾

(۱۸۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم یزکوۃ کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے کرام امتیہان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عادی مسجد کے مطلق عا صاحب جو روزِ جمعہ روزِ جمعہ ایسے انتخاب کی توجہ مہارت پرستے ہیں اور پھر چار مسائل نکاتے ہیں۔ ایک روزِ زکوٰۃ کے مسئلے میں فرمایا کہ جس شخص نے چار بھی اپنی ضرورت اس لیے سے زائد رقم دیو اور وہ نصاب کے برابر ہو تو حالِ نکو نہ پرائے کہ زکوٰۃ فرض ہے۔ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ آج ہندوستانی مذہب و رسم پر بھی زکوٰۃ فرض ہے جی جی اور یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی زکوٰۃ کی فرضیت کیسے نصاب کا ہونا اور سال کا تکرار ہونا۔ آپ اس بارے میں اپنی تحقیق سے فرماؤ اور بتائیں۔

انکو جو شخص پر غرض ہو تو ہے بڑا دل کا، لگ ہوا اور چونکہ حضرت امین علیہ السلام کو اس امر میں واقعی خلعت نہیں ہوتی۔ بلکہ جو شخص بھی اس کے پاس آتا ہے وہ خود ہر کسی طرف سے امانت آتا ہے۔ اس وجہ سے امین علیہ السلام کو اس امر میں کوئی غرض نہیں ہے۔

السبب في تخطيها على النمر الجبار (٣٨٨: ١) قوله ولا تجب على الأنبياء لا بهي ولا ملك لهم مع الله تعالى إنما كانوا إشتاقون ما على أيديهم ودافع عنهم يذلوه في الزمان بذهله ويمسوه عن غير محبة ولأن الركاة طهارة فمن عسا أن يندس (والإساءة عبث من الدنس لغصتهه أفعال السوء) وفي الشافعي (٢٥١: ٢) قوله ولا تجب على الأنبياء لأن الركاة طهارة فمن عسا أن يندس (والإساءة عبث من الدنس)

وهي الفقه الاسلامي : قوله ٩٦-٩٧ : ولكن لانجب على الابياء احكاما لان الفقه فقه ليس عملا  
ان يتدبس والابياء مبرورون ولا في ايديهم وجامع الله ولا لهم ولا ملك لهم ولا يورثون ايضا

(۱۸۴) انبیاء علیہم السلام سے نہی و علمی و رتہ، کوز کو ذرینے کا حکم

[illegible]



دنوی مثل قل میں صرف ہو جائیں تو ربی خدمات پر اثر پڑتا ہے۔ برائے میرانی قرآن و سنت کی روشنی میں راہنمائی فرمائی۔

الجواب حامداً و مؤسلاً دار الشیخ انبیاء شہیم الاسلامی و زبانی ہیں۔ (۱) باعتبار نسب (۲) باعتبار علم۔

جو حضرات نسب کے اعتبار سے انبیاء شہیم الصلوٰۃ و السلام کے وارث ہیں ان کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں کیونکہ ہادیہ شریفہ کے اندر زکوٰۃ کو دل کا میل کیا گیا ہے جو انبیاء شہیم الصلوٰۃ و السلام کے نسب کے تقدس کے متافی ہے۔ لیکن جو حضرات باعتبار علم کے وارث ہیں (جیسا کہ علیہ رحمۃ اللہ) اگر وہ مستحق زکوٰۃ ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا افضل ہے۔

لما فی ترمذی (۲۹۰/۱): باب ما جاء فی ترکة النبی ﷺ۔ عن ابی ہریرۃ قال جاءنا فاضمة ابی امی بکر فقالت من یرثک قال اعلی و ولدی قالت لہمالی لا یرث ابی فقال ابوبکر سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لا سورت الخ۔ قال المحشی تحت قوله لا نورثہ بفتح راء و یصح الکسر و حکمہ اصح کما لاء للاحۃ لہمالیہم لکن لہم اولاد یملکون بہم الرغبة فی الدنیا لور الثمن و نزاع علی و عباس لہل عسھما مالحديث و بعدہ رجعا و اعطوا انہ محق مدلل ان علما لہ یقدر الامر حین استخلف و کرہ عمر القسمة جزاً من دعوی المملک۔

وفی الدر المختار (۳۳۳/۲): و فی سبیل اللہ و هو منقطع الغزاة و قبل الحاج و قبل طلبہ العلم و فی رد المحتار (۳۳۳/۲): قوله و قبل طلبہ العلم۔ فالغیر بطالب العلم و وجہ خصوصاً و قد لال فی البدائع فی سبیل اللہ جمیع القرب فہد حل فہ کل من سعی فی طاعة اللہ و سبیل الخیرات اذا کان محتاجاً۔

وفی الہندیہ (۱۸۷/۱): التصدق علی الفقیر العالم الفصل من التصدق علی الجاهل۔

## (۱۸۵) زکوٰۃ کے بارے میں حضرت ابوذر غفاریؓ کا مذہب

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے دینی کتابیں پڑھنے کا جوشوق ہے۔ پچھلے دنوں تارک اہم مذہب نے یہ کتاب مجھے دی جس کا نام تھا ”سوانح حضرت ابوذر غفاریؓ“ میں نے یہ کتاب پوری پڑھی۔ بڑی اچھی کتاب تھی، البتہ یہ کتاب پڑھ کر ایسے سوال میرے ذہن میں آیا میں نے اس صاحب سے بھی عرض کیا لیکن انہوں نے مجھے آپ سے پوچھنا کہا۔ سوال یہ تھا کہ حضرت ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس کتاب میں لکھا تھا کہ وہ مال جمع کرنے کو بہت نا پسند سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک روز کے علاوہ اگر کوئی دوسری شے کے پاس ہو جائے تو اس پر بھی ہار و فکلی کا اظہار فرماتے، اب پوچھنا یہ ہے ان کا اصل مذہب کیا تھا؟ اور یا کسی اور صحابی کا بھی یہی مذہب تھا؟ ان کے نزدیک زکوٰۃ کس پر واجب ہوتی ہے؟ کیا یہ مذہب اپنا دائرہ مست ہے؟

الجواب حامداً و مؤسلاً حضرت ابوذر غفاریؓ رضی اللہ عنہ زیادہ صحابہ میں شمار ہوتے ہیں اسی علیہ زکوٰۃ دینا پڑھا کرتے تھے کہ انسان پر

شہادت سے ادا مال میں ازاد ہوا ہے اور فرمایا: اسے جسے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میری غذا ایسے سارے کھانا دے کر تھی۔  
 انہی میں سے تھیں وہ فقراء اللہ فیہم انہی کا اس لئے کہ وہ پھر صیغہ کرنا ہے ان کا اشتکاف ہوا کہ تھا لیکن کسی صحابی نے ان کی حدیث  
 کا قول نہیں کیا اور حضرت سجاد رضی اللہ عنہ کی روایت پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو حدینہ پاک بلوایا اور مجھ کو حدینہ پاک  
 میں بھی اختلاف ہے جو ہے ان وہ مذکورہ کتاب میں نقل ہونے کا حکم فرمایا وہی حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھ میں  
 فدا کی تھی کہ یہ ایک صحرا میں وفات میں کے لئے اسے یہ کہ ان کا قول زہ کے خلیفہ کی بنا پر تھا البتہ کسی اور صحابی کا یہ قول حاشا بیاد نے  
 یاد ہو رہا تھا۔ باقی و باذکوٰۃ کا مسئلہ اس کا نصاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا ہے جو اس نصاب کا مالک ہوگا وہی پر زکوٰۃ ہوگی  
 اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے صحابہ و امم اس نصاب کے مالک تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر تمام جمع  
 کرنے پر غیر فرمائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہ بہ حضرت ابو زررہ رضی اللہ عنہ کے خاوا کسی اور صحابی کا نہیں تھا۔

لسانی عمدة الفقاری (۲۰۵۰) و مر منہبہ انہ بہرم علی الانسان اذ عار عاز لا علی حاجۃ من المال۔  
 و فی سیر اعلام النبلاء (۳۹۱: ۱) اسے جاء یسألن علی عثمان فاذن له ویدہ عصاً فقال عثمان  
 یا کعب ان عبد الرحمن بنی و ترک ما لا یمتاری۔ قال ان کان لفضل فیہ حق اللہ تعالی فلا بأس علیہ  
 فرفعہ ابو ذر عصفہ و ضرب کعباً و قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ما أحب ان لی هذا الحل دھا  
 انفقہ و یعمل می اقر خلقی مہ سنہ ازی انشدک اللہ یا عثمان اسمعت لالی مراراً قال نعم قلت: هذا  
 دال علی لعل اعافہ و کراهیۃ جمعة لا یبدل علی تحریم

و فی الانبیاء فی معرفۃ الاصحاب (۳۲۱/۱) ثم قدم علی النبی ﷺ المذنبۃ فصحبہ الی ان  
 مات ثم خرج بعد وفات ابی بکر وحسب اللہ عنہ الی الشام فلم یزل بها حتی ولی عثمان رضی اللہ عنہ  
 ثم استقدم عثمان لشکری بخاریہ و سکھ الریذۃ فعاتبها و صلی علیہ عبد اللہ بن مسعود۔

و فی عقد العبد ص ۳۶ اعلم ان فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعۃ مصلحۃ عظیمة و فی الاعراض  
 عنها مفسدۃ کبریٰ و لما ائتمرت هذه الاربعۃ کان اتباعها اتباعاً للسواد  
 الاعظم و العروج شیخا عروجا علی السواد الاعظم۔

و فی مدارک ت ۱۵۵۱ صف ۳۱۰ لک یا اخی مما نقلناہ عن الاتمۃ الاربعۃ و غیرہم ان جمیع  
 الاتمۃ المجتہدین من الفروع مع ادلہ الشرعیۃ حیث دارت و انہم کلہم منزہون عن القول بالروای  
 فی دین اللہ و ان مدابہم کلہا محررۃ علی الکتاب و السنۃ کتحریر الذنب و الجور۔

و فی المعنفۃ الاسلامی ۱۶۳۳/۳ و جمیع العلماء علی انہ اذا کان اقل من عشرين مثقالا ولا یبلغ  
 منہ ذرہ فلا زکوٰۃ فیہ لعمدہ بلوغ الشباب و قال عامة الفقہاء نصاب الذهب عشرون مثقالا الخ۔

## (۱۸۶) زکوۃ میں دو حضوں کا اجتماع

سوال کیا فرماتے ہیں علم کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے پاس ۳۹ کبریاں تھیں جن پر سال گزر گیا ہے اور ۳۷ کبھی ہیں تو کیا میرے اوپر زکوۃ واجب ہوگی جبکہ ایک صاحب کا فرماتا ہے کہ اگر کسی کے پاس دو جنس کے ماں ہوں جن میں دونوں نصاب سے کم ہوں تو نہ لوگ زکوۃ ادا کرنا ضروری ہے تو کیا ان کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورتہ مسئلہ میں جبکہ آپ کے پاس موجود گائے اور بکریوں میں سے ہر ایک صلبہ نصاب سے کم ہے تو اس صورت میں (اگر یہ فرض تجارت کے لئے نہیں ہیں) تو آپ پر ان کی زکوۃ واجب نہیں ہے۔ کیونکہ گائے اور بکریوں کا نصاب طلحہ و میثمہ شمار ہوتا ہے۔ ان کو باہم ملا یا نہیں جاتا۔

لما فی المہندیۃ (۱۷۵/۱) ومن کان لہ نصاب لما استفاد فی الثیاء الحول من جنسہ۔ جنسہ الیہ وزکافہ۔  
وفی الدر المنثور (۲/۲۸۸) (والمستفاد اولو ہبۃ اولاد) (وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ)  
وفی الشامیۃ تحتہ۔ واحترق من المستفاد من خلاف جنسہ کالاملا مع الثیاء فلا تصب بحر

## (۱۸۷) اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا ضرورتِ اصلیہ میں سے ہے یا نہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علم کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم وہ بھائی ہیں جو بھائی کی خدمت میں ملازم ہے اور میرا بچہ ۷ سال کا رہا ہے اور میں برسرِ حال اپنے ماں تھامے کی زکوۃ ادا کرتا ہوں۔ جب سے میں نے اپنے بیٹے کی منگی اپنے بھائی کی لڑکی سے کرائی تو پتہ چل گیا کہ بیٹے کی شادی کرانے کیلئے ایک سے زائد عورتیں اب جب میں نے اس سال اپنے ماں تھامے کی زکوۃ نکالی تو میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ بیٹے کا نکاح کرنا ضرورتِ اصلیہ میں سے ہے یا نہیں؟ کیا جو رقم میں نے پیسے کے ٹکڑے کرانے کیلئے رکھی ہے اس پر زکوۃ واجب ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا ضرورتِ اصلیہ میں سے نہیں ہے اسلئے ہر رقم آپ نے ان کے ٹکڑے کیلئے رکھی ہے اس میں سے بھی زکوۃ نکالتے وقت زکوۃ نکالنا ضروری ہے۔

لما فی المہندیۃ (۱۷۵/۱) (ومہا فراغ المال) عن حاجتہ الاصلیۃ فلیس فی ذلک السکى ونبات البدن والناث والمنازل وحواب المکوب وعبد الحدیۃ وسلاح الاستعمال وکافۃ وکذا طعام اہلہ وما یتحصل بہ من الاوامی اذا لم یکسر من اللہب والفضۃ وکذا الجوہر والمزول والباقرات والبلخش والزمرہ وما یجوز اذا لم یکن للتجارۃ

وفی الشامیۃ (۲/۲۳۲) قوله فی الدائر حاجۃ نوبی التجارۃ اولاً لکن حیث کان ما قالہ من ملک

مواظفہا لسطاھر عبارات السنون کما علمت وقال ح ابہ الحق فالاولی التوفیق لمحمل بما فی السماع  
وعبرها علی ما اذا امکنہ اخرج منہ کل ما یحتاجہ لحال الحول ولقد بقی معہ من مصاب غلبہ بزرکمی  
ذلک المال فی ذلک کان قصده الانفاق منہ ابضا فی المستقبل لعدم استحقاق صرفہ الی حوائج  
الاصلیة وقت حوال الحول محال ما اذا حال الحول وهو مستحق الصرف لبلها لکن یحتاج الی  
الصرف بئس هذا وبئس ما حال الحول عنہ وهو محتاج منہ الی اداء ذین کفارة أو فخر أو حرج فہ  
محتاج الیہ ابضا لبراء ذمہ وکذا ما سبانی فی الحج من انہ لو کان لہ مال و یحتاج العزوة بلمرہ  
الحج بہ اذا خرج اهل ملکہ قبل ان یتزوج وکذا لو کان یحتاجہ لشراء دار أو عبد للمیمل واللہ اعلم

### (۱۸۸) سادات کو زکوٰۃ نہ دینے کی علت اور موجود دور کے سادات کے بارے میں زکوٰۃ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مختلفین منہام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ سادات کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں  
ہوتا؟ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ موجود دور کے سادات کو دینا درست ہے کیا صحیح ہے؟ اور ایک عالم کے بارے میں بھی سنا تھا  
کہ وہ ان کے حجاز کے قول میں۔ پر انہوں نے اپنی تحقیق سے کہیں اس بارے میں صحیح فرماؤ گا؟ فرمادیں۔ نیز جن عالم صاحب نے اس  
سے جواز کا فتویٰ دیا ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب عاداً وخصلاً زکوٰۃ کی رقم وہ رشتہ میں کہیں چلیں سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور سادات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تھا نہایت  
جستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور یہ قرأت فی جب سے سادات کو زکوٰۃ کی رقم دینا جائز نہیں، اور موجود دور کے سادات کو بھی یہی  
حکم ہے لہذا زکوٰۃ کی روایات مطلق میں ہونا جو حضرات جواز کے قائل ہیں (جن میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیری صاحب بھی  
شامل ہیں) غائی فیض البرہانی ۱/۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵ اور موجود دور میں غلط فہم شمس انیس بتاتے ہیں۔ لیکن آئن بھی معنی یہ قول عدم جواز کا  
ہے۔ اور کاربہرین کی ہدایت اور توفیق پر ہے۔ "علوم میرا ہے۔"

لصافی الشیخ (۱۴۶: ۱) أو هانسی: أي لا يجوز دفعها إلى بني هاشم لقوله عليه السلام "إن هذه  
الصدقات إسماء أو ساج الناس وإنما لا تحل لمحمد ولا آل محمد رواه مسلم وقال عنه الصلابة  
والسلام نحن أهل بيت لا تحل الصدقة لأحدنا رواه البخاري.

وهي إسماء الناس (۹: ۹۵) وأعلم أن ما مر من حرمة الصدقة الواجبة على بني هاشم هو ظاهر  
الرواية كما في فتح القدير قوله ولا يدفع إلى بني هاشم هذا ظاهر الرواية. وروى أبو عصمة عن أبي  
عبيدة أنه يحرم في هذا الزمان أن كان ممتنعاً في ذلك الزمان. قال المؤلف والمعصوم به هو  
ظاهر الرواية فإنه مطابق للمعصوم.

وفی التمامیۃ (۲/۳۵۰): (قوله اطلاق المنع) یعنی سواء فی ذلك کل الازمان وسواء فی ذلك دفع بعضهم لبعض ودفع غیرهم لہم وروی ابو عصمة عن الامام ابو یحییٰ الدیلمی عن ہاشم فی زمانہ لانہ عو علیہا وهو خمس الخمس لم یصل الیہم لإحمال الناس امر التمام وإبصارہا الی مستحبہا وإذا لم یصل الیہم الموضع غافوا الی الموضع کذا فی البحر وقال فی التہذیب وروی أبو یوسف دفع بعضهم الی بعض وهو رواية عن الامام ولولہ العینی والہاشمی یجوز لہ ان يدفع زکاتہ الی ہاشمی مثله عند ابی حنیفۃ خلافا لابی یوسف جوابہ لا یجوز ولا یصح حملہ علی احتیاط الروایۃ السابقۃ عن الامام لمن تأمل.

ورجیہ الہ لو اختار تلك الروایۃ ما صح قوله خلافا لابی یوسف لما علمت من انه موافق لہا وفی احصار الشارح بعضیہما

وفی الدر المختار (۲/۳۵۱): (وجازت التطوعات من الصدقات) و: غلة (الوقوف لہم) ای لسی ہاشم سواء سماہم الوقف اولا علی ما هو الحق کما حققہ فی الفتح لکن فی السراج وغیرہ ان سماہم جاز والا لا

وفی التمامیۃ تحتہ: (قوله وجازت التطوعات) فسمیہا ليجز حرج بقية الواجبات كاللغو والعشر والكفارات وحراء الصید الا خمس الزکات فانه یجوز صرفہ الیہم کما فی البہر عن السراج.

وفی بعض النوازی (۳/۵۱): باب ما یذکر فی الصدقة للنبی ﷺ والہ: واعلم ان الصدقات النافلة یجوز دفعہا الی الہ النبی ﷺ وان تردد ابن الہمام والزیلعی فی النافلة بعضا . . . . . ونقل الطحاوی عن اصالی ابی یوسف انه جاز دفع الزکاة الی الہ النبی ﷺ عند فقدان الخمس فان فی الخمس حقہم فاذا لم یوجد صح صرفہا الیہم. وفی البحر عن محمد بن شجاع الطلعی عن ابی حنیفۃ ایضا جوازہ و"فی عقد الجہد" ان النوازی بعضا ہی بجوازہ.

قلت: واحد الزکاة عندی اسهل من السؤال فاضی بہ ایضاً.

## (۱۸۹) کسی کی آمدنی کے بارے میں سوال کرنا آیا حلال ہے یا حرام؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک دوست جس میں چار سو کے قریب مسافر و محکم طلبہ رہتے ہیں۔ مختصر حضرات نصف انداز میں امداد کرتے ہیں۔ بعض لوگ نقد رقم بھی دیتے ہیں۔ آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ جب ہم ان مختصر حضرات سے رقم لیتے ہیں تو آیا شرعاً ہمارے مذکورہ لازم ہے کہ ہم ان کی آمدنی کے بارے میں کہ کمال ہے یا حرام سوال کیا کریں۔

یہ وہی ہے جو نماز میں الہام کے کرموں پر ماحم ہے۔

الجواب حامدہ وصلی اللہ علیہ وسلم: ہمارے کسی شخص کی اپنی یا بیرونی اعمال سے بہت سے بلاویہ چیزیں جتنی کہ ان کی فہمی کے مطابق تھیں یہاں سے ہوتی ہیں۔ یہ صورت مسئولہ میں آپ کے درجہ کے جو فخر و عزت مختلف انداز میں بہت سے چیزیں ان کی آہستہ آہستہ ہوتی ہیں۔ ہمارے کسی شخص کی تو سب سے پہلے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حرام سے مثلاً بیسہ کی فہمی کہ ہے یا مشہور ثبوت خور ہے تو اس سے لہذا جائز نہیں یا کسی کے بارے میں معلوم ہے کہ اس کے دل میں ایسا ہے یا نہیں اور اس کے حرام سے آہستہ آہستہ ہوتی ہیں تو اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں ایسا ہے یا نہیں۔

لصافی عمدة القاری (۱/۱۶۰) : والشبهة ما لا يدري أهوله أو لعيره فالنوع احتشاه ثم الورع على السادر واحد كماندى قلناه ومنعنا كاجتناب معلومة ما كثر ماله حرام ومكرره كالاغتصاب على قبول رخصي الله والهدايا

وہی نکتہ فتح المسلمین (۲/۳۶۰) ان کا کہ لا یعدی ضرورۃ الی غیر ذلک صحاحہ للصحیحین بنحوہم فی امرہ اما لا یعدی ضرورۃ الی احد غیرہ او الی المجموع بشیخہ عامۃ فانہ یجوز للصحیحین او لموظف اخر مستحب من قبل الحکومت لہذا یفرح ان ینصح علیہ وعلیٰ ذلک یحمل قول ابی یوسف رحمہ اللہ ویحتمل ان یوفق بذلک فیما بین الوقائع المحتفۃ لہذا یحرم رخصی اللہ عنہ فانہ یحسب المصوغ ہو ما کان لمجرد الاطلاع علی عورات الناس وھنک مسترہم لا یحرم ان ھو اما ما کان یحرم من اجتماعہ مقبول مثلی ما ذکرنا فیس من التبحر المحظور واللہ سبحانہ اعلم

وہی المشایخ (۳/۳۹۵) قال الشیخ عبدالوہاب الشعرانی فی کتاب السنن وما نقل عن بعض الحنفیہ من ان الحرام لا یعدی اس ذمین سالت عنہ الشہاب ابن النبی فقال ھو محمول علی ما اذا لم یعلم بذلك اما من رأى المكاس یاخذ من احد شینا من المکس ثم یعطیه اخر ثم یاخذ من ذنک الاخر فهو حرام وفي الذخیرۃ مثل ابو جعفر عمن اکتسب ماله من امر السلطان والفرصات المجرم مذ غیر ذلک ھل یجوز لس عرف ذلک ان یاکل من طعامہ قال احد الی فی ذہب ان لا یاکل ویسعه حکما ان لم یکن عساً او رشوا ولی العانیۃ امرتہ زوجیا فی ارض العور اذا اکت من طعامہ ولم یکن عنہ عساً او رشوا طعاما او کسوة من مال اصلہ لیس یطبخ فی سعیر ذلک ولانہ علی الروح

وہی المشایخ (۵/۲۳۵) زوفہ اکتسب حراما الخ) توضیح المسائل مالی التارحانیہ جہت قال وحل

اگسب مالاً من حرام ثم اشترى بهذا على حصة أو جرة، أما إن دفع تلك الدراهم إلى البائع أو لا ثم اشترى منه بها أو اشترى قبل الدفع بها وادفعها أو اشترى قبل الدفع بها ودفع غيرها أو اشترى مطلقاً ودفع تلك الدراهم أو اشترى مدراهم آخر ودفع تلك الدراهم قال أبو نصر يعقوب له ولا يجب عليه أن ينصق إلا في الوجه الأول وقال الكرخي: في الوجه الأول والثاني لا يجب ولكن الفتوى اليوم على قول الكرخي دفعاً للخروج لكثرة الحرام

وفي البحر الرائق (۹۵/۶): ثم اعلم أن المشتري فاسداً لا يثبت للمشتري ويطلب لمن انتقل المملوك منه إليه لكون الثاني ملكه بعقد صحيح بخلاف المشتري الأول فإنه يعمل له التصرف فيه ولا يثبت له داله ملكه بعقد فاسد

وفي الهمدة (۳/۲۱۰): رجل اشترى من الناجز شيئاً هل يلزمه السب أو لا؟ حلال أم حرام قالوا: بطل من كان في بلد زعماء كان الغالب فيه هو الحلال في أمواقهم ليس على العسري أن يسأل في حلال أم حرام.

## (۱۹۰) زکوۃ کا ادا نہ کرنا کفر نہیں ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ دیندار ہوتے ہیں، نماز، روزہ وغیرہ کے پابند ہوتے ہیں اور اللہ پاک نے ان کو مالی بھی خوب دیا ہوتا ہے لیکن یہ زکوۃ ادا نہیں کرتے جب کوئی ان سے دو کوڑے متعلق سوال کرے تو کہتے ہیں دعا کرو اللہ تو بخیر دے۔ کیا ان لوگوں کا زکوۃ ادا نہ کرنا کفر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ زکوۃ اگرچہ اہم ترین عبادت ہے اور جس کے پاس نصاب ہو تو اس شخص پر وہ کوڑا کا ادا کرنا فرض ہے اور جو شخص بلا نذر زکوۃ ادا نہ کرے تو اس صورت میں یہ شخص شکیار ہوگا اور کاسق کہلائے گا البتہ اس شخص کا یہ فعل گنہ ہوگا ایسے شخص کے متعلق حدیث میں سخت وعید وارد ہوئی ہے۔ "حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ شخص اس کی زکوۃ ادا نہ کرے تو اس کی پہلے قیامت کے دن اس کا مال گھنٹے سانپ کی صورت میں آئے گا اور اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر پٹا یا جائے گا پھر وہ سانپ اس کو دونوں جڑوں سے پکڑے گا اور یہ کہے گا کہ میں تجا تیرا مال ہوں میں تجا تیرا خزانہ ہوں۔" لہذا صورت مسئول میں مذکورہ شخص کا یہ گنہ نہیں ہے اور اگر ان شخص کے ساتھ قطع تعلقی رکھنے سے اس شخص سے اس فصل سے باز آئے کی امید ہو تو اس کے ساتھ قطع تعلقی رکھنا جائز ہے۔

لصالحی البعاری: ۱۸۸/۱، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ من آتاه اللہ مالاً فلم

یلد زکوۃ مثل لہ یوم القیامۃ شجاعاً أقرع لہ زبیرتان یعوقہ یوم القیامۃ ثم یأخذ بلہرمتہ یعنی

بشرفہ لم یقول: ان مالک الا کرمک لم تلی، ولا تحسب الذلین یحلون (الایۃ)

و فی فتح الباری (۳۰۸/۱۰): باب ما یحوز من الھجران لمن عصى، اواز ینھد التر حمة بہان الھجران

الحائر لان عمود الہی مخصو من من لم یکن ینھد سب مشروع فیس هنا السب الموع للھجر

و هو لمن صرنا من مہمة الموع لمن اطلع علیہا من ہجرہ علیہا لیکف عنہا

و فی الھدایۃ (۱/۴۷): و تجب علی العوز عند تمام الحول حتی یأثم بتاخرہ من غیر عذر.

و فی الفقہ السلاوی (۱/۴۹۵): وان منعہا جھلاً بوجوبہا او بخلًا بہا لم یكفر لان کان جامع

الزکوٰۃ جامعاً لوجوبہا فقد کفر کما تبین و قتل کما یقتل المرند

## (۱۹۱) زکوٰۃ نہ ادا کرنیوالے کی دعوت قبول کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان - غلام امین مسکو کے بارے میں کہ کسی نے ایک جگہ پڑھا تھا اُمری کا مال عزم ہو، وہ کسی

کی دعوت نہ لے تو اس کی دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے اب مسئلہ یہ ہے کہ جس سے بعض رشتہ دار ایسے ہیں جن کو اسے پاکہ نے مال بہت دیا

ہے لیکن اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔ اب بعض اوقات وہ میری دعوت کرتے ہیں۔ ان کی دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ جگہ بھی طور پر

تعمیر سے کہ انہوں نے زکوٰۃ انہیں کی فقہانہ فرقہ ہے۔ جیسے ہیں، ان کی دعوت قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و معیلاً۔ اگر کوئی شخص صاحبِ نہاد ہے اور اراکین زکوٰۃ کی تمام شاخا پائی جاتی ہیں لیکن اس سے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں

کرتا تو ایسے شخص سے متعلق حدیث میں بڑی سخت وعید آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایسے شخص پر اللہ تبارک و تعالیٰ روزِ قیامت ایسے

تختِ سائب مسلط فرما دیں گے۔ دعوتِ آستانہ ہے کہ اور کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں تیرا قرضہ ہوں۔ تاہم اگر ایسا شخص کسی کی دعوت

نہ کرتا ہے تو اس کے ہاں دعوت کھانا نہ تہے۔ ایسا اس سے عقل فتنچ پرستی بھی کہتا ہے۔

لہذا فی تکملة فتح المسئلم (۲۱۹): فاذا وجد بنك معظم دخله حلال جاز فہ: التر طف لنذوع

الثانی من الاعمال۔

و فی غاضی خان (۳۶۳/۳): و جلی اشتری مالہم المصنوعة طعاما ان لم یصف المشرء الى العصب

ولکھ نقد النعن منها حل لہ ان باکله و یوکل عمرہ

و فی حلاصۃ الفناوی (۳۵۸/۳) قال الفضل بن غاسم سألت ابی یوسف عن اکل الربا وانا اعلم

بدعو می الی طعامہ قال اجیب۔ و فی روضة الرندیسی: یجوز لفرجل ان یجیب دعوة الفاسق و الاورع

ان لا یجیب



## (۱۹۲) واجب الذمہ زکوٰۃ دینے کی وصیت کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کے ماسوں نے بوقت انتقال یہ وصیت کی تھی کہ میرے والد صاحب کی زکوٰۃ واجب ہے وہ ملائی دوسرے میں دینا، اب جبکہ ان کا انتقال ہو گیا ہے اور ان کے وارث یہ زکوٰۃ کی رقم نکال رہے ہیں تو ایک مولوی صاحب نے انہیں حضور دیا کہ آپ زکوٰۃ کی یہ رقم اپنے علاقے کے مدرسہ میں دے دیں۔ درحقیقت اس پر راضی ہیں لیکن وہ دوسرے ہیں کہ میں وصیت پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے کچھ رونا ہوں گے۔ آپ دعا کی رہنمائی فرمادیں کہ اب ہم کیا کریں؟ کیا ملائی کے مدرسہ میں زکوٰۃ کی رقم دینے سے مروجہ سے فرقہ زکوٰۃ ختم ہوجائے گا اور وہ لوگوں میں کوئی گناہ تو نہیں ہے؟ البتہ عباد اوصیاء صورت مسئلہ میں انہوں صورتوں میں آپ کے والد کے ماسوں کی زکوٰۃ دیا ہو جائے گی۔ اور ان کے وارث گناہگار بھی نہیں ہوں گے۔ لیکن مروجہ وصیت کا احترام کرتے ہوئے ان فضیلت الٰہی میں ہے کہ مروجہ کی زکوٰۃ اس مدرسہ میں دیں جس کو وہ نام منتخب کیا ہے۔

نصابی حلاصۃ الفتاویٰ (۴/۲۳۳): فلو اوصی بان یصدق بثلث مالہ فی فقراء بلخ فالافضل ان یصرف الیہم۔ وان اعطی غیرہم جاز۔ وھذا قول ابی یوسف۔ وعلیہ الفتویٰ وقالی محمد لا یحوز فی الشامۃ (۶/۲۵۵): فقال فی الدر المختار: ولو اوصی لفقراء بلخ فاعطی غیرہم جاز عند ابی یوسف وعلیہ الفتویٰ وقال فی الشامۃ: فلو جاز لکن الافضل الصرف الیہم۔

## (۱۹۳) دینار کی مقدار کے متعلق تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فقہی کتابوں میں سونے کا نصاب زکوٰۃ میں دینار نکلا ہوا ہے آج کل پونکھ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہوتا ہے تو معلوم یہ کرنا ہے کہ ۱۲۰ دینار کے ساڑھے سات تولے کس طرح بنے ہیں؟ ایک دینار میں کتنے گرام، کتنے رتی اور، شے؟ ہیں؟ اور وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیں؟

الجواب حامداً و معیلاً شریعت میں سونے کی زکوٰۃ کا نصاب (۲۰) دینار مقرر کیا گیا ہے جس کو طلاء و نقباءہ گرام ساڑھے سات تولے سے تعبیر کرتے ہیں اور جو ۱۰۰ دینار میں ۱۲۰ دینار سے ساڑھے سات تولے کس طرح بنتا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دینار میں ۱۱۵ تھالیہ ہوتے ہیں اور ایک تھالیہ قیراط پانچ ٹوکا ہوتا ہے جن کا وزن ۲۸۷ دھلی گرام ہوتا ہے۔ اور ایک رتی کا وزن ۱۰۱۵ دھلی گرام ہوتا ہے اس اعتبار سے ۱۱۵ = ۲۸۷ ایک قیراط میں ۸ رتی آتی ہے اور ایک دینار میں ۱۱۵ قیراط ہوتے ہیں اس اعتبار سے ۸۲۰ = ایک دینار میں ۳۶ رتیاں ہوتی ہیں اور اس اعتبار سے ۱۲۰ دینار میں ۳۶۰۰ = ۲۰ دینار ہوتی ہیں اور ایک دینار ۸۲۰ رتی کا ہوتا ہے لہذا ایک دینار میں ۳۶۰۰ = ۵۳۲۰۸ رتیاں ہوتے ہیں لہذا ۱۲۰ دینار میں ۳۶۰۰۰ = ۹۰۰۰۰ رتیاں ہوتے ہیں اور ایک تولہ وہ بارہ ماٹوں کا بنتا ہے لہذا



بالشرعي سبعين شهيرة. المصالح مائة شهيرة.

(۱۹۳) درہم کی مقدار کے متعلق تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری کتابوں میں انصاف ذکوۃ چاندنی ۲۰۰۰ درہم لکھے ہوئے ہیں آجکل درہم تو موجود نہیں ہیں بلکہ گرام اور روٹی ماشے ہیں تو موجودہ چاندنی کے لحاظ سے ایک درہم کتنے گرام کہتے ماشے اور تھنی روٹی کا کونسا کچھ حراج و تبرکاتوں فرمائیں۔

لجواب حاضر: مسلماً ایک قیراط ۵ جو کے برابر ۱۵۰ ہے اور ایک درہم ۶۰ جو کے برابر ۳۶۰۰ ہے۔ اور ایک جو تین چاول کے برابر ۱۵۰ ہے۔ اب تینوں کے حساب سے ایک قیراط ۸۸ روپی کے برابر ہے تو ایک درہم ۱۳ قیراط ۸۸ روپی = ۲۵۰۴ روپی کے برابر ہوا۔

نہایت - شہرہ آفاق کے زبان و کتاب اور ایک تالیف کا نشانہ کے برابر ہو گیا ہے۔ لہذا اس حساب سے ایک درہم ۴۵۰ روپیہ ۱۵۰ ماہر کے برابر ہے۔

برائے نام کا مسئلہ تو ایک قیراط ۷۲۸۰ فی گرام کے برابر ہوتا ہے۔ لہذا ایک درہم میں ۷۲۸۰ فی گرام  $\times 13$  قیراط  $\times 3071.8 =$  فی گرام ہوتے۔ اور ایک گرام میں  $1000$  فی گرام ہوتے ہیں تو اس طرح ایک درہم میں  $3071.8 \times 1000$  فی گرام  $= 3071800$  گرام ہوئے۔ اب چونکہ چاندنی کا نصاب  $300$  درہم ہیں لہذا فکرو حساب سے چاندنی کا نصاب  $300 \times 3071800$  درہم  $= 921540000$  گرام ہوا۔ اور قولہ کی تفصیل یہ ہے کہ قرام درہم سے دریاں بنائی جائیں اس طرح ایک درہم  $= 3071800$  درہم  $= 3071800 \times 50 = 153590000$  درہم ہوئے پھر اللہ تعالیٰ سے ماشے ماشے جائیں اس طرح  $3071800 \times 50 = 153590000$  درہم  $\div 8 = 191987500$  درہم ہوئے پھر ان ماہرین سے قولہ جائے جائیں اس طرح  $191987500 \div 13 = 14768269$  درہم  $= 14768269 \times 3071800$  گرام  $= 45369000000$  گرام ہوئے۔ اب چونکہ  $200$  درہم برابر ہیں  $45369000000 \div 200$  کے برابر ہیں  $226845000$  گرام کے۔ لہذا ایک قول  $226845000$  گرام  $\div 226845000 = 1$  گرام ہوا۔

للمطبخ: شرح الوقاية (١/٢٢٩): والحفظ: عشرة فواكه والدرهم أربعة عشر فواكه والقرط

## کیمی شہزاد

وعلى الترتيب المختار ١٢٩٩٢٣ - والدينار عشرون قيراطا والمشرهم أربعة عشر قيراطا والفهرط حتمس

شعيرات فيكون الدرهم الترعى سبعين شعيرة والمقال مائة شعيرة.

(۱۹۵) صاع کی تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام امتیازی نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کتاب کو اٹھایا جائے تو اس میں صدقہ الفطر کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ اندم سے نصف صاع اور عشر شجرہ جو درمچھوڑے ایک صاع جبکہ ہمارے زمانے میں صاع کا دراج نہیں ہے آجکل تو

تھوڑا اور گرام تو ہے، وغیرہ کہتے ہیں اور اہل مکہ نے غلط فہمی اسی مقدار سے نکال دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ پونے دو سو تھوڑی قیمت  
 اور تھوڑا زرم ہے اب معلوم یہ کرنا ہے کہ موجود دنیاؤں کے لحاظ سے مدد کی کیا مقدار ہوگی اور اس طرح سے مٹی مثلاً ایک سار میں  
 کتنے عمل کے کھوار تھوڑے پائے آتے ہیں اور یہ اس طرح بنتے ہیں ان کو تکمیل سے لکھ کر شکر یہ کا موقع دینا؟ جواب جلد ملاحظہ ہے۔  
 اور جواب حاد و مضطرب صورت مسئلہ میں ایک صاع ۱۰۰۰ اور گرام کا ہوتا ہے لیکن چونکہ اہل اس کو جو انہیں دینے کے لئے موجود ہیں انہوں  
 نے کٹاؤ سے اس کی مقدار بڑھتی نہیں ہے۔

اور اس کو دو سو تھوڑی کی مقدار ہیں۔

ایک قیر ۵ در ۱۸۷۰، مٹی گرام اور ۸۰۰، مٹی نیوٹن ایک دہائی کا وزن ۱۲۱۵، مٹی گرام ہے ۲۱۸۷ = ۱۲۱۵ + ۹۰۰، ۸۰۰ مٹی  
 ہونی ۸۰۰ مٹی ایک دہائی ۱۲۱۵ ایک قول، ایک زرم ۱۲۱۵ قیراط، ایک گھو ۱۰۰۰ گرام۔

تفصیل: ایک صاع آٹھ مٹی اور ایک مٹی ۱۰۰۰، زرم لہذا ایک صاع ۸۰۰ x ۱۳۰ = ۱۰۴۰۰۰ زرم کا ہوا، ایک زرم میں ۱۰  
 قیراط اور ایک قیر ۸۰۰ مٹی کو ہوتا ہے جدا ۱۰۰۰ x ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵۰۰ مٹی ہوتے اور ۱۰۰۰ زرم میں ۱۰۴۰۰۰ x ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵۰۰۰ مٹی ہوتی  
 ۱۰۰۰ زرم میں ۱۲۱۵۰۰۰ x ۲۱۸۷ = ۸۰۰ مٹی یا ایک دہائی + ۱۲۱۵۰۰۰ مٹے ہوتے اور اس کے ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵ + ۹۰۰ مٹے ہوتے۔

دہائی وزن تو چوبیس ایک صاع میں ۱۰۰۰ زرم اور ایک زرم میں ۱۲۱۵ قیراط اور ایک قیراط کا وزن ۲۱۸۷، مٹی گرام ہوتے ہے قیراط یا ایک  
 زرم کا وزن ۱۲۱۵ x ۲۱۸۷ = ۲۶۸۷۰۰۰ زرم اور ایک صاع ۱۰۰۰ زرم کا وزن ۱۰۰۰ x ۱۳۰ = ۱۳۰۰۰۰ زرم اور ایک صاع ۱۰۰۰ زرم کا وزن ۱۰۰۰ x ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵۰۰۰ زرم اور  
 ایک گھو ۱۰۰۰ گرام کا ہوتا ہے لہذا ایک صاع میں ۱۰۰۰ = ۱۲۱۵۰۰۰ + ۱۲۱۵۰۰۰ = ۱۲۱۵۰۰۰ مٹے گھو اور ایک لہذا ۹۰۰ گرام لو ہوتا ہے لہذا ایک  
 صاع میں ۱۲۱۵۰۰۰ + ۱۲۱۵۰۰۰ = ۲۴۳۰۰۰ مٹے ہوتا۔

نقشہ جعفریائیں۔

ایک قیر ۵ در ۱۸۷۰ کا وزن = ۲۱۸۷ مٹی گرام اور ایک مٹی کا وزن = ۱۲۱۵ مٹی گرام

ایک قیر ۵ میں مٹی = ۲۱۸۷ + ۱۲۱۵ = ۳۴۰۲ مٹی۔

ایک زرم میں مٹی = ۱۰۰۰ x ۱۳۰ = ۱۳۰۰۰۰ مٹی۔

۱۰۰۰ زرم میں مٹی = ۱۰۰۰ x ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵۰۰۰ مٹی۔

ایک زرم میں دہائی = ۲۱۵ + ۹۰۰ = ۱۱۱۵ مٹے

۱۰۰۰ زرم میں مٹے = ۱۰۰۰ x ۱۱۱۵ = ۱۱۱۵۰۰۰ مٹے

۱۰۰۰ زرم میں مٹی = ۱۰۰۰ x ۱۲۱۵ = ۱۲۱۵۰۰۰ مٹے

ایک قیر ۵ میں مٹی گرام = ۲۱۸۷ مٹی گرام

ایک زرم میں مٹی گرام = ۱۰۰۰ x ۱۳۰ = ۱۳۰۰۰۰ مٹی گرام

۱۰۰۰ گرام میں گرام =  $31183.262 = 31183.262 \times 1000$  گرام

۱۰۰۰ گرام میں کلوگرام =  $31183.262 \div 1000 = 31.183262$  کلوگرام

ایک شیشی میں گرام =  $1315 \times 8 = 942$  گرام فی گرام

ایک تول میں گرام =  $942 \times 14 = 13188$  گرام

ایک مارا میں لیر =  $31183.262 \div 900 = 34.5358$  لیر

لشافی بدائع الصنائع (۲/۵۴۱): الصاع ثمانية ارطال بالعراقي عند أبي حنيفة ومحمد وعنده أبي يوسف خمسة ارطال وثلاث رطل بالعراقي وهو قول الشافعي والصاع ثمانية ارطال وهذا نص لان هذا اصح عموم.

ولی عالمگیری (۲/۱۹۲): والصاع ثمانية ارطال بالبلخادي والرطل البلخادي عشرون استاراً والاستار أربعة مثاقيل ونصف مثقال كذا في شرح الوفاية ثم يعتبر نصف صاع من بر أو صاع من غيره سائرون فيما روى أبو يوسف عن أبي حنيفة لأن اختلاف العلماء في الصاع بأنه كم رطلاً وهو اجماع منهم بأنه معتبر بالوزن كذا في التبيين.

وفي التمام (۲/۳۹۵): اعلم أن الصاع أربعة أعداد والجد رطلان والرطل نصف من والمرة بالدراهم مائتان وستون درهماً والاستار أربعون والإستار بكسر الهمزة بالدراهم مئة ونهصد بالمثاقيل قبل أربعة ونصف

وفي الدر المختار (۲/۳۹۶): والدينار عشرون قيراطاً والدراهم أربعة عشر قيراطاً، والقيراط خمس شعيراته، فيكون الدرهم الشرعي سبعين شعيرة والمثقال مائة شعيرة فهو درهم وثلاث أضع درهم.

وفي عالمگیری (۱/۹۰۱): والمثقال هو الدينار عشرون قيراطاً والدراهم أربعة عشر قيراطاً والقيراط خمس شعيرات كذا في التبيين

## (۱۹۲) وسق کی تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام بمطابق حکام کی سند سے ہمارے میں کہ عشر کے متعلق ایک کتاب میں تصاویر اور ایک کمرہ میں سے ایک پانچ اوقی سے کم میں صدق نہیں ہے میں نے کافی معلومات نہیں لیکن اس کی صحیح مقدار کا علم نہیں ہو گا اس لئے آپ حضرات کو زمت ہے۔ ہاں آپ میرائی فرما کر یہ بتائیں کہ وسق میں کتنے کلو کتنے تولے اور کتنے گرام وغیرہ آتے ہیں؟



مے۔ پیر ایک رطل میں ۳۹۸، ۲۷۶ گرام ہوں گے۔

رطل میں رقی کی تفصیل۔ ایک رطل = ۳۰ اور ہم، ایک درہم = ۱۴ قیراط، ایک قیراط = ۵، اور ایک قیراط میں ۸، راتی ہے۔ اور ایک رطل میں ۲۴۰ اور ایک رطل میں ۱۴۵ رقی گرام ہوتا ہے اور ایک قیراط کا وزن ۲۱۸۸، ملی گرام ۲۰۷ ہے پس ۲۱۸۸، ۱۲۱۵ پر تقسیم کیا۔

۲۱۸۸، ۱۲۱۵ = ۸۰۰۰ تقریباً عقلاً ۸۰۰۰

جب ایک قیراط ۱۰۸ رقی تو ایک درہم (۱۳ قیراط) ۱۳ × ۱۰۸ = ۱۴۰۴ رقی ہوا اور جب ایک درہم = ۱۴۰۴ رقی تو ۱۳۰ درہم ۱۴۰۴ × ۱۳۰ = ۱۸۲۵۲ رقی ہوں گے۔

معلوم ہوا کہ ایک رطل میں ۳۲۷۰ رقی ہوں گے۔

رطل میں ماش کی تفصیل۔ ماش کی تفصیل یہ ہے کہ جب ایک درہم میں ۲۵، ۲ رقی ہوتی ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ رقی ۱۴ ایک درہم ہوتے ہیں پس ۲۵، ۲ = ۳۰۱۵ پس جب ایک درہم میں ۳۰۱۵ ماش ہوتے اور درہم میں ۱۳۰۱۵ = ۳۰۱۵ × ۱۳۰ ماشے ہوتے ہیں ایک رطل میں ۳۰۱۵، ۵ ماشے ہوتے۔

رطل میں تولہ کی تفصیل۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ ۱۳ ماش کا ایک تولہ ہوتا ہے قندار میں تولہ مملوک نے لپیٹے ۲ = ۳۰۹ = ۳۰۱۵، ۳۳ تولہ ہوں گے۔

الخاص علامہ یہ کہ ایک رطل میں ۱۳۰ درہم ۳۹۸، ۲۷۶ گرام ۳۲۷۰ رقی اور ۳۰۹ ماشے اور ۳۳ تولہ ہوں گے۔

لما فی المعارف السن (۲۸۲) : لا اختلاف بین اہل حنیفۃ ونبی یوسف الا فی وزن الرطل لان عند

اہل حنیفۃ الرطل عشرون استاراً وعند اہل یوسف ثلاثون استاراً

وفی عالمگیری (۱۹۲) : والساع لمانیۃ اوطال بالاعدادی والرطل الہندادی عشرون استاراً

والاستار اربعۃ مثاقیل ونصف مثقال

وفی الشامی (۱۵۸) : الرطل مائۃ وثلاثون درہماً وقیل مائۃ وثمانیۃ وعشرون درہماً واربعۃ

اساع دوہم

## (۱۹۸) استار کی تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مرتبہ از ان شرعیہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ میں مسلمان تھا ایک صاحب میں آٹھ رطل ہوتے ہیں اور ایک رطل میں ۱۲۰ استار ہوتے ہیں صراحتاً اور رطل غریبی کچھ نہیں لیکن استار کے بارے میں کچھ باتیں سمجھنا چاہتا تھا کہ یہ کیا چیز ہے جس میں کتنے گرام اور کتنے تولہ اور کتنے رقی اور ماشے آتے ہیں؟

الجواب حامد اوصلیا ایک قیراط میں ۵ گرام کا وزن ۲۱۵، ملی گرام اور ایک درہم میں (۲۰) قیراط ہند ۲۱۵ × ۲۰ = ۴۲۵۰ ملی گرام تو ایک





میزان تکبیر یا تارین کہ ۱۰ جزو کو غیر و کے اعتبار سے فقیر میں کئے کھو اور لیٹر اور کرام آتے ہیں ۲۰ اجواب جملہ مطلوب ہے  
 الجواب حامداً واصلیاً ایک فقیر میں بارہ (۱۲) صاع ہر ۲۰ ہے ایک سال ایک ہزار چوبیس (۱۱۴۰) درہم کا ہر ۲۰ ہے ایک درہم میں  
 ۱۰۰ (۱۰۰) قیران ہوتے ہیں ایک قیران میں پانچ درہم ہوتے ہیں پانچ درہم کا وزن ۲۱۵ مثقالی کرام ہر ۲۰ ہے نیز اصبرت سنار میں ایک درہم  
 کے کرام = ۳۰ = ۱۰۰ = ۱۵۸۱۰ ہوتے ہیں ایک صاع کے کرام = ۳۱۲ = ۱۰۰ = ۳۱۲۰ ہوتے ہیں اور ایک قلعہ کے کرام =  
 ۳۵۲۰۹۸ = ۳۱۲۰۹۸ ہوتے ہیں اور ایک کلو میں ہر ۲۰ کرام ہوتے ہیں، لہذا ایک قلعہ کے کلو = ۳۵۲۰۹۸ =  
 ۳۵۲۰۹۸ ہوتے ہیں اور ایک کلو میں ۱۰۰ ہر ۲۰ ہوتے ہیں لہذا ایک قلعہ کے ہر ۲۰ = ۳۱۲۰۹۸ = ۳۵۲۰۹۸ ہوتے ہیں۔

لحمائی السیاقہ (۲۴۲/۶) والغیر مکبانی وجمعه فقیران وقال الجوهري القير ثمانية  
 مكاكيك وفي هامشها: وفي بعض كتب اللغة ان القير مكبان فذر الی عشر صاعا  
 وفي الثمانية (۱۵۳/۵) والقير ثمانية مكاكيك والمكوك صاع ونصف مصاح  
 وفي الثمانية (۳۱۵/۲) ثم اعلم ان الدرهم الشرعي اربعة عشر قيراطا والمتعارف الآن ستة عشر  
 لئلا تكن الصاع انصافا اربعين درهما شرعيا يكون بالدرهم المتعارف تسعمائة وعشرة وقد صرح  
 الشارح في شرحه على الملقی فی باب وكافة الخواص.

## (۲۰۱) زیورات میں جب کھوٹ اصل سے کم ہو تو وہ اصل کے حکم میں ہے

سوال کیا کرتا ہے میں طائے کرام اہل بیتین مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بیوی کے پاس کچھ زیور ہے۔ اب جب زکوۃ  
 کا لے جائے وقت آیا تو میں نے ایک ستار سے اس کا وزن کر دیا۔ ستار کہہ کر اصل ہونے اور کھوٹ کھوٹ کر سڑھے کے ٹھوٹے بننا ہے۔  
 اور محمد بنہ وکھی ظاہر ہے تو کیا دوبارہ کے قریب وزن میں جاتا ہے۔ اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ زکوۃ کا لے جانے وقت کس وزن کا  
 قرار کرنا۔ کیا محض اور گنتوں کا وزن شامل ہوگا یا نہیں؟

اجواب حامداً واصلیاً زیورات میں جب کھوٹ اصل ہونے سے جدا نہیں کیا جاسکتا اور وہ وزن میں ملنے کے وزن سے کم ہے۔ تو وہ  
 بھی اصل ہونے کے حکم میں ہے۔ زکوۃ کا لے جانے وقت کھوٹ اور اصل دونوں کا وزن معتبر ہوگا۔ جبکہ گنیزہ وغیرہ کا وزن معتبر نہیں ہوگا کہ وہ  
 ہونے کے حکم میں نہیں ہیں۔ تو صورت مسئلہ میں اصل ہونے اور کھوٹ کھوٹ کر جڑا دھوا خٹھ لے لیتا ہے اسی وزن کا اہتمام ہوگا اور  
 ان کی زکوۃ چاہی ہوگی۔

لحمائی الفتاویٰ الہدیۃ (۱۱۷۹/۱) الدرہم اذا كانت مغشوشة فان كان الغالب هو النقص لم یس  
 كالدرہم الحالۃ وان غلب العش لیس كالقصۃ كالسرفۃ فینظر ان كان راجعاً او لوی المتعارفۃ

اعتبرت فیہا فان بلغت مصادا من اونی الدراهم التي تجب فیہا الزکوٰۃ وهي التي غلبت فیہا  
وحسب فیہا الزکوٰۃ والا فلا وان لم تكن انعاما وانحة ولا متوبة للجارة فلا زكاة فیہا الا ان يكون  
ما فیہا من الفضة ببلغ ما یبى ترهب من كانت كثيرة وتخلص من العنق فان كان ما فیہا لا يتخلص فلا  
مسی علیہ كذا فی كثير من الكتب وحكم الذهب المشغول كالفضة المشغولة ولو استويا ففیہ  
اختلاف واختار فی الحاشیة الحلالة الزحوب احتیاطا كذا فی البحر الرائق.

وعی الثمینیة (۲۰۰: ۲). وعالم الفضة والذهب فضة وذهب وما غلب عنہ (مہمہ (بہوم)  
كما لعروض. وبشرط فیہ اثبتہ الا ان كان یخلص منه ما یبلغ مصادا او المثل. وعنده حیاتیہ یہ ان كانت  
مصادا وانحة وبلغت مصادا من اونی فقد تجب زکاتہ لتجب والا فلا لیسیر الابصار مع المر (قوله  
وعالم الفضة العی لا ای الدرہم لا تلحق عن قليل غش لانہا لا تطیع الا یہ فحصلت الغلبة فاصلۃ نھر.  
بمناہا الذهب ط (قوله لفضۃ وذهب) لف ولشر مرتب. ای لتجب زکاتہما لا زکاة العروض وان  
اعدهما للتجارة كما المادہ فی المہر الخ

## (۲۰۲) سامان قیض کیلئے لے گئے قرضوں کو زکوٰۃ کے واجب ہونے کیلئے منہا کرنے کا حکم

الحال : ہاں ہے کہ مالہ لازمہ اشباہان ونامہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ بجلی بہت سے لوگ مختلف بینکوں اور حکومت سے  
بے قرض سے کرنا رہے ہیں، یہ بینکوں اور حکومت کی زندگی گزار رہے ہیں، ان کے مالک ہیں۔  
میں ان کے قرضوں کو دیکھتا ہوں جو انہیں مختلف بینکوں اور حکومت کو دینا ہیں تو یہ مستحق زکوٰۃ ہیں، ان کے ہر سال میں  
سرمایہ، فائدہ اور ضابطہ کوئی کرنا مستحق ہے، یہ سمجھا جائے یا پھر ان کی موجودہ حالت کو دیکھ کر انہیں صاحب نصاب نہ آجائے۔  
ان پر زکوٰۃ فرض ہو؟

الجواب : حامدا ومصليا قرض والا کر پانچ اصحاب متان وشرعات اور اہل ثاوی نے مطلقا چاہے عمل ہو یا مصلح مال وچوب زکوٰۃ  
نیو ہے، اگر مالہ شامی نے تہائی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے کہ قرض مصلح مال وچوب زکوٰۃ نہیں ہے۔  
وہ کہہ رہے ہیں جو لوگ بینکوں سے یا حکومت سے لے کر کریمش وشرکت کی زندگی گزار رہے ہیں عام طور پر ان کے قرضوں کی مدت  
تین یا چار سال کی ہے تو مالہ شامی کی اس روایت میں یہ بھی کریمش کریمیا جائے اور ان صاحب نصاب مقررین پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے یا نہیں  
ہو رہی ہے، وہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کا وہ لازمہ نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ان کے بعض حضرات کی بھی یہی رائے ہے چنانچہ قوی بیعت  
(۱۰۲) پر لکھتے ہیں کہ ان کی رائے یہ ہے کہ اپنے قرضوں کو تو منہا کر دینا ضروری ہے جو ضرورت زندگی کی بنیاد پر ان کے  
قرضوں کو منہا کر دینا چاہا، سامان قیض خریدنے کی بنا پر ہوں ان کو منہا نہیں کیا جائے گا بلکہ ان قسم کے صاحب نصاب مقررین :

زکوۃ فرض ہوگی۔

لسماعی الدر المختار مع رد المختار (۲/۲۶۰): فأرغ عن دين له مطالب من جهة العباد سواء كان لله  
كثرة كفاة... ولو كفاة أو هو جلا قال ابن عابد بن رحمه الله تحت قوله أو هو جلا عزاه في المعراج إلى  
شرح الطحاوي وقال وعن أبي حنيفة لا يمنع وقال الصدر الشهيد لا رواية فيه، زاد القسطلاني عن  
الجواهر والصحيح أنه غير مانع.

### (۲۰۳) زکوۃ ادا نہ کرنے کیلئے حیلہ کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان مقام اس مسئلہ میں کہ اگر کسی نے تجارت کیلئے سامان خریدا لیکن جب سال پورا ہونے میں ایک ہفتہ  
باقی رہ گیا تو اس نے دو سامان کسی دوسرے شخص کو بطور کرایہ کے دیدیا اور پھر ایک مہینہ بعد واپس لے لیا اور سال پھر تجارت کرتا رہا، آیا اس  
طرح حیلہ کر کے زکوۃ ادا نہ کرنا جائز ہے اگر نہیں تو کیا زکوۃ فرض ہوگی جبکہ زکوۃ کے وجوب کیلئے ایک سال گزرنا ضروری ہے۔  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مسئلہ میں وجوب زکوۃ کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ سامان تجارت پر ایک سال گزر گیا ہو اور سال کی  
ابتداء اور انتہا میں حساب بھی مکمل ہو جب زکوۃ فرض ہوگی لیکن صورت مسئلہ میں کیونکہ سامان پر ایک سال مکمل نہیں گزرا، اسلئے زکوۃ  
تو فرض نہ ہوگی البتہ اسکا زکوۃ کیلئے اس طرح حیلہ مفتی یہ قول کے مطابق مکروہ تحریمی ہے کیونکہ اس میں فقرہ کا نقصان ہے۔

لسماعی حاشیۃ الطحاوی علی مرقی الفلاح (ص ۱۸۷): قال فی الحول: اعلم أنه لو وهب النصاب  
فی حال الحول، ثم تم الحول وهو عند الموهوب له ثم وجع الواهب بعد الحول بقضاء أو بغيره  
فلا زکوۃ علی واحد منهما کما فی الخاتمة وهی من حیل إسقاط الزکوۃ قبل الوجوب وهی المعراج:  
ولو باع السواثم قبل تمام الحول بیوم فرأى عن الوجوب قال محمد رحمه الله تعالى: یکره وقال  
أبو یوسف رحمه الله تعالى: لا یکره وهو الأصح ولو باعها للنفقة لایکره بالإجماع ولو احتال  
لإسقاط الواجب یکره بالإجماع ولو فر من الوجوب بخلافه لایکرمه بالإجماع.

وفی الشامی (۲/۲۸۴): وإذا فعله حيلة لدفع الوجوب كان استبدال نصاب السائمة بآخر أو آخره  
عن ملکہ ثم أدخله فيه، قال أبو یوسف لا یکره لأنه امتناع عن الوجوب لا بإبطال حق الغير وفي  
المحیط أنه الأصح وقال محمد: یکره، واختاره الشيخ حمید الدین الضریر لأن فيه إضراراً بالفقراء  
وإبطال حقهم مالا وكذا الخلاف فی حيلة دفع الشفعة قبل وجوبها. وقيل الفتوى فی الشفعة علی  
قول أبي یوسف وفي الزکاة علی قول محمد وهذا لتفصیل حسن شرح رد المحتار.

وفیه ایضاً (۱/۱۳۲): إذا ذکر وأکره فلا بد من النظر فی دلیله فإن کان نهياً ظاهراً بحکم لکراهة

التحریم الا لصارف للمہی عن التحريم الى المندب.

وفی الہندیہ (۳۹۱/۶) : ومن له مانتا توهم اراد ان لا تنفر منه الزكاة فالحيلة له في ذلك ان يتصدق بدرهم فل تمام الحول يوم حتى يكون النصاب ناقصا في آخر الحول . قال الخصاف كبره بعض اصحابنا الحيلة في اسقاط الزكاة ورخص فيها بعضهم قال الحلواني الذي كرهها محمد بن الحسن والذي رخص فيها ابو يوسف ومثابعتنا اخموا بقول محمد . والله اعلم بالتدواب

## (۲۰۳) حیلے کے ذریعے زکوٰۃ اسقاط کرنے کا حکم

سوائے کیا جاتے ہیں مانتے کرام و فقہان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کئی ایک مذمت پیشہ دہی ہوں یہی آمدنی اتنی ہے کہ بڑی مشکل سے ہفت روزہ سر ہو جاتی ہے اب یہ لاکھ کا زمانہ قریب ہے پچیس سال انہی دنوں میں یہی شادی بھی ہوتی تھی ۔ یہ جی بڑی زکوٰۃ دینے کو تیار نہ ہو سکتے تھے یہ بات بھی نے ختم ۔ جس کی زکوٰۃ اس پر واجب ہوتی ہے اور تقریر پر قربانی بھی لیکن سویرا تھا ۔ یہ نہ آتا تھا کل عام طور پر بیویوں کا کل خرچہ تمام ہی اٹھاتا ہے ۔ اور اس کی طرف سے زکوٰۃ کی ادائیگی کرتا ہی بھی اسے ہی کرتا پڑتی ہے ۔ اور یہی علت ہے کہ کئی زکوٰۃ قربانی کی ادائیگی نہ کر سکتا اور کئی بات میں خود مستحق زکوٰۃ ہوں ۔ اب اس تمام صورتحال کو سامنے رکھ کر اس میں اس بقدر پراپی ہوئی ہے نصاب کا سال پر رہنے سے پہلے اس کا مونا صرف اپنی ملکیت میں ۔ لہٰذا تو اس طرف سے وہ صاحب نصاب ہے ۔ کئی اور جگہ میں مقررہ بھی ہوں تو میں بھی صاحب نصاب نہ رہوں گا ۔ آپ تائیں میرے لئے اس طرح کرنا شرعاً کیا ہے ؟

الجواب حامداً ومصلحاً : حیلہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس کے استعمال سے بندہ خیر طور پر اپنے مقصود تک پہنچتا ہے ۔ بھرا کر کسی حرام سے پرکار یا اساطل کا حصول مقصود ہے تو بلاشبہ جائز ہے اور اگر غیر کے حق کا ابطال مقصود ہے تو مکروہ ہوگا ۔ یں صورت مسئولہ میں چونکہ زکوٰۃ ختم کا حق ہے اور صاحب نصاب سے زکوٰۃ ادا کرنے سے ان کے حق کا ابطال لازم آتا ہے ۔ لہٰذا ایسے بیان سے ۔ زکوٰۃ ساقط کرنا کرہت سے خالی نہیں ۔ بلکہ آپ کی اہلیہ کیلئے ایسی سونے سے بعض کو فروخت کر کے زکوٰۃ ادا کرنا ممکن بھی ہے ۔

لصالحی الہندیہ (۳۹۱/۶) : قال الخصاف كره بعض اصحابنا ورحمهم الله الحيلة في اسقاط الزكاة ورخص فيها بعضهم قال الشيخ الامام الاجل شمس الانعام الحلواني الذي كرهها محمد بن الحسن والذي رخص فيها ابو يوسف . ذكر الخصاف رحمه الله تعالى الحيلة في اسقاط الزكاة و اراد منه الصبح عن الوجوب لا الاسقاط بعد الوجوب ومثابعتنا اخموا بقول محمد دفعاً للضرر عن الفقهاء .

وفی الدر المختار (۲۳۶/۲) : وأما الحيلة لدفع نيوتها استاء فعند أبي يوسف لا تكره وعند محمد تكره . وبغني مقول أبي يوسف لم يشفعه فيه في السراحيه بما اذا كان الحار غير محتاج اليه واستحسنه حتى الاشياء وبصد . وهو الكراهة (في الزكاة)

وہی الشاہدۃ تجتہ بل یکن فی السہابۃ ان منہم من قال انہ لا اخلاف فیہا وہی البراہۃ۔ وان قبل الشہادت  
لا یاس مد عدلا کان یعی التفتیح او لاسغا فی المختار لانه لیس ما یتال

## (۲۰۵) زکوٰۃ کی نیت سے الگ رکھی ہوئی رقم کو استعمال کرنے کا حکم

سوال : تیر فمات چہ مفتین عظام من سند میں کریمہ صاحب لکھتے ہیں کہ جب سال پورا ہوا ہے جب سال پورا ہوا ہے  
زکوٰۃ کی رقم جمع کر کے جب بھی کوئی استحقاق کے پورے ہوتے ہیں اس رقم میں سے انکو دینا ہے اور یہاں اسی رقم میں سے ضرورت کی  
چیزوں کی بھی خریداری ہے اور یہی مسئلہ سال بھر چلتا رہتا ہے تو یہ زکوٰۃ کا اسطرانہ اور اگر درست ہے؟ نیز زکوٰۃ کی نیت سے جو رقم جمع ہو کر رکھی  
ہے وہ بھی اس سے نکلے بلات جیسے ضرورت کی خریداری اور بعد میں وہ بار دہائی رقم زکوٰۃ کی رقم میں شامل کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب حامدنا وعلیہا : صورت مسئولہ میں زکوٰۃ کی نیت کی رقم کو ضرورت و درست ہے نیز صدقات کیسے رقم متعین کرنے سے متعین  
نہیں ہوتی۔ لہذا اگر وہ متعین کر دے اور رقم میں سے کچھ رقم کسی اور کام میں خرچ کر لی جائے اور پھر اس میں دوسری رقم زکوٰۃ کی نیت سے ملتی  
ہو جائے تو یہ بھی جائز ہے۔

نسائی الخاتبہ علی حاشی الہدیۃ (۲۶۳) : رجل وجب علیہ زکوٰۃ العائنین فظہر خمسة من ماله  
سہ صاعا منہ فہذا لہ الجمع لا یفقط عنہ الزکوٰۃ ولو مات صاحب المال بعد ان افرز الخمسة  
کانت الخمسة میراثا عنہ

وہی الشاہدۃ (۲۰۴) : وفيه إشارة إلى انه لا يشترط الدفع من عين مال الزکوٰۃ  
وہی الشاہدۃ (۲۰۶) : قوله فعلا لئلا فی بعضها أو کلها فان تصدق فی غیر یوم الجمعة بملد آخر  
مدبر ہم آخر علی شخص آخر واما حار لان الداخل تحت النذر ما هو قربة وهو اصل التصدق دون  
التعین لطل العین ولزمنه القربة والمثلہ اعلم بالصواب

## (۲۰۶) خون کے ذریعے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم

سوال : کیا مال دینے کے تمام وقتیں مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پچھلے سالوں میں آذائیں اور فتنے خالق حالت میں ایک  
خون کے ذریعے آئے تھے تو ان میں سے بہت سے ٹکڑے تھے جن کو خون کی شدت نہ دے اور میرے پاس زکوٰۃ کی کچھ رقم بھی ہوئی  
تھی۔ تو میں نے اس سے خون خریدا اور انہوں نے کھانا کرایا۔ لیکن اب مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا ہے کہ شاید زکوٰۃ کی رقم سے خون خریدا  
زینوں سے زکوٰۃ دالہ ہوئی ہو۔ آپ نے گزارش کی کہ آپ مجھے اس بارے میں اطمینان دلادیں۔

الجواب حامدنا وعلیہا : آپ کی تحریر، ضرورت میں، یہ زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اور عقل زکوٰۃ مال کے ذریعے سے

[illegible]

وفي الهندية (١٠٣: ١٠١) ولو شرب دميعة أو دم لا يملكه لأنه ليس بمال لعدم تميزه  
وفي الشافعية (٥٠٥: ٥٠٠) أن أحد العرب قال له بكى مالا هي دين سماوي فالباع باطل سواء كان ميعا  
أو لثما. فبيع الثمن بالدم والعرب باطل. وكذا البيع منه. وإن كان في بعض الأذهان مالا دون البعض  
يمكن اعتباره ثمنا فالباع فاسد شيعي بعد ما نحصر أو الحبر بالدم فاسد وإن عير كونه مبعوثا فالباع  
باطل فبيع الحبر بالدم صحيح أو الباع بالدم باطل. وفي هذا ما قد سألنا الشيخ عن بعض  
أهل المال عن الباع بالدم ويحكم: ح. لا يفتي بالدم

(۳۷) ایک مدرسہ کی زکوٰۃ کا دوسرے مدرسہ میں استعمال کے حکم

[illegible]

تبدأ في القصة الاسلامي والاسلام ٥ ١٠٩١ : ومحمل القول في صيب الحكم. هو ان الوكيل امير  
فلا ضمان عليه لمؤكده. الا اذا حدث عنه تعد او تعريض ويضحمل المؤكل الحسارة المعارضة والماله  
منك تعد او تعريض من الوكيل

ولمّا قضى (٣٥٩:٦) قال انزل بلي وعلى هذا احتسب المسجد وحشيشه اذا استغنى عنها جرح  
الى مالكة عند محمد وعند أبي يوسف يقال الى مسجد آخر وجرح في الحاشية بان القوي على  
غير محمد قال في الحر وفيه علم ان القوي على فون محمد في الامت المسجد وعلى قول أبي  
يوسف في تأييد المسجد

# ﴿ کتاب الصوم ﴾

(روزے کے مسائل کا بیان)





﴿رمضان کا چاند دیکھنا اور اختلاف مطالع کا بیان﴾

(۱) رویت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

سوال کیا لڑنے پر غلام کراہم اس مسئلہ سے ہمارے میں کہ ہم طور پر یہ خیال کیا جا تا ہے کہ رویت ہلال کھنٹی حکومت کے آرڈر سے منع ہیں چنانکہ فیصلہ کرتی ہے ہمارے بہت سے ایسے لوگ شہادت دے دیں جنکی شہادت منہول ہو تب بھی یہ اعلان نہیں کرتے آیا اسکی مسودہ میں رویت ہلال کھنٹی کے فیصلہ کا استرا د کیا جا چکا نہیں؟

[illegible]

الدافعي الثانية (٣٨٩/٢): ونصه وبقبل شهادة المعلم والمعلمة عند لا كان الشاهد أو غير عدل بعد.

أن يشهد أنه رأى خارج المصر وأنه رأى في المصر وفي المصر على نبتع العامة من التنازي في

بريت و ان كان ذلك في مصر ولا علة في السماء لم يقبل في ذلك الجماعة.

(۲) غیر اسلامی ممالک میں رویت ہلالِ کیمٹی کی خبیثیت

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ ہمارے ملک میں رویت بلاں کی ایک کمیٹی متقرر ہے۔ کمیٹی کے ممبر ہر گاؤں میں موجود ہوتے ہیں۔ نئی مہینہ دیکھا گیا ہے کہ گاؤں کے لوگ کمیٹی کے ممبر کو چاند دیکھنے کی دعوت دی دیتے ہیں لیکن جب ممبر اپنی کمیٹی کو چاند دیکھنے کی اطلاع کرتے ہیں تو وہ لوگ نہیں مانتے۔ اس صورت میں گاؤں والوں کو کیا کرنا چاہئے۔ اپنے ممبر کی بات ماننی چاہئے یا روایت بلاں سمیٹنے کے اعتقاد کا انکار کرنا چاہئے؟ اور ہمارے ملک یہ ماس (جو مسلمان ملک نہیں ہے) کبھی کبھار گاؤں کے لوگ مراد آقا والوں کو چاند کی شہادت دیتے ہیں تو وہ مفتیش کے بعد اعلان کر دیتے ہیں حالانکہ رویت بلاں کمیٹی والوں نے اعلان نہیں

[illegible]

دلجوہب عارفہ مصلیٰ صورت سوال میں ہے۔ حق کی روشنی کی حیثیت کوئی کہ لامرئی ہے بلکہ کسی جو اعان کرے اس کو مل رہا ہے، ایسے ہیں لوگوں نے، مخلص جو چاہے، یہی ہے ان کو روانہ کرکنا چاہئے لیکن وہ اسکی تحفہ نہ کریں جب تک کہ کھلی دوائے ان نہ کریں، ان طرح کو فریاد چاہئے، لیکن یہ امر بھی ہے کہ اس وقت قبلی کی حق لوگوں کے دس بھی راہ اور فضا ماری ہے اس لئے کہ جتنی حق اعان کا حق ہو، ان کے لئے کہ ان کو ان کے بنائے معاملات میں انہماک و تنظیم سے کام لے کر چاہئے، ہذا سے چہ چاہئے، خاص صورتہ و پاروں میں اتحاد و اتفاق سے رہنا چاہئے، تاکہ ان ملکوں کی جہت کی حیثیت برقرار رہے، وہ دلائلی صورتہ میں مسلمان و پانچوں حق کے ہیں اور یہ حقوں سے ملنے میں فرقہ پرستوں سے ملنے ہیں۔

(۳) رویت بلال تمیمی کی شرعی حیثیت اور اس کے اعلان نہ کرنے پر روزے کا حکم

سوال : کیا امامت میں علم و کرامت و فضیلت و جلال میں مسئلہ کے بارے میں کہ جو جو دوزخیت جلال تعلیمی ہی شرعی اشیاءت اچانک ۱۱۲۰  
 کوئے جہاد و جوئے لکھن تعلیمی اعلان نہ کرے تو اس میں عار و فخر کی ہونگا؟

مذہب اور اصولاً "موجودہ" اہمیت کے لئے یہ خیال میں برحقہ نظر آئے۔ اور جیسے وہ عالم وقت کی طرف سے رویت جلاں سے متعلق ہیں۔

صورتہ اسفند میں چپ زینت ہال پہنچی ہے یہ نہ لکھو آئے کہ اعلان کیا تو کسی شرعی بنیاد کے لئے طلاق ہو گئے کیا ہو گا تو ہمیں کہو وہاں نہ ہو گا کہ آئے یہ نہ لکھی ہو روز و رخصتہ رہی۔ باقی لوگ پہنچیئے اعلان کا انتظار کریں چپ و اعلان کو یہ امر وقت روز اور نہیں۔

لما سمى المذبح الصانع: ٢-٣، وجه "ظاهر الرواية" أن المطالع لا يختلف إلا بعد المسافة  
بعدة المذبح وحشة وعلى هذه الرحل الذي أخير أن يصوم لأن عنده أن هذا اليوم من رمضان والامتنان  
بما أحدهما عنده فإن سيد فرد لا بد من شهادته تم أفطر يقضى لأنه ألتد صوم رمضان في رعمه فيجامل

وعسى البحر الرابع ١٣٦٢، قوله ومن رأى هلال رمضان أو القطر وود قوله صام فإن القطر قضى  
فقط، لقوله تعالى في هلال رمضان فس شهدكم الشهر للمصحة (القرن ٩٥)، وهذا له شهده  
والجواب في هلال القطر . أنه مكمل يومه من قطر كونه قطرون ، والناس لا يقطرون إلى

هذا اليوم فوجِب عليه موافقتهم ولأن تفرده مع شدة حرص الناس على طلبه دليل غلطه والمعلوم  
سحب الكفارة فيما إذا رأى هلال رمضان ولم يسم لأن القاضي رد شهادته بدليل شرعي وهو تهمة  
الغلط فأورث شبهة وهذه الكفارة تندري بالشبهات.

وفي قاضي خان (۹۵/۱): وإن رأى هلال رمضان وحده فشهد ولم يقبل شهادته كان عليه أن يصوم  
فإن افطر في ذلك اليوم كان عليه القضاء دون الكفارة وإن افطر قبل أن يرد القاضي شهادته  
احتلفوا فيه والصحيح أنه لا تجب عليه الكفارة.

وفي الساتار حاشية (۳۵۲/۴): ثم الواحد إذا رأى هلال رمضان وحده هل يلزمه أن يشهد عند الحاكم،  
لا ذكر لهذا في المصوطة، قال الشيخ شمس الأئمة الحلواني إذا كان عدلاً يلزمه أن يشهد حراً كان  
أو عبداً أو أمة حتى الجارية المحبرة... أن تشهد بغير إذن وليها فأما إذا كان الرائي فاسقاً تكون فيه  
شبهة قال الطحاوي أن علم أن القاضي يبيل إلى قوله ويقبل شهادته يلزمه أن يشهد.

وفي الهندي (۱۹۸۱/۱): إذا رأى الواحد العدل هلال رمضان يلزمه أن يشهد بها في لبنه  
حرراً كان أو عبداً... رجل رأى هلال رمضان وحده فشهد ولم تقبل شهادته كان عليه أن يصوم وإن  
افطر في ذلك اليوم كان عليه القضاء دون الكفارة وإن افطر قبل أن يرد القاضي شهادته فالصحيح  
أنه لا تجب عليه الكفارة. كذا في فتاوى قاضي خان.

وفي الدر المختار (۳۸۴/۲): (رأى) مكلف هلال رمضان أو الفطر ورد قوله بدليل شرعي (صام)  
مطلقاً وجزياً وقيل حديثاً.

وفي الشامية تحت (قوله بدليل شرعي) هو إما فسقه أو غلظه يهر وفي القهستاني بنفسه لو السماء  
منعجة أو تفرده لو كانت مضحكة.

وفي اللجنة الدائمة (۱۰/۱۰): لعلكم إذا ثبت لديكم بالأدلة غير هاتورت الرؤية في غير  
مطلعكم أن تجعلوا الأمر بالصيام أو عدمه إلى ولي الأمر العام لديكم، فإن حكم بالصيام أو عدمه  
وجبت عليكم طاعته فإن حكم الحاكم يرفع الخلاف في مثل هذا وعلى هذا تنفي الكلمة فحلفي  
الصيام أو عدمه تبعاً لحكم رئيس دولتكم وتحلل المشككة.

### (۴) چاند کے موٹا یا باریک ہونے سے روزہ کی شرعی حیثیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال ۲۹ شعبان کو پانچ نظر نہیں آجایا دوسرے دن چاند دیکھا تو کافی

مواحقاً تزدودوں کا معلوم ہو رہا تھا اس پر ہر روزی مسجد سے چند ساتھی کہنے لگے کہ رویت ہال تکلی نے اس واقعہ کی صحیح فیصلہ نہیں کیا، اراپہ روزوں کو اٹکے اور کہتے تھے کہ دیکھ روزے کی اپ بھرتی پڑنے کی کیا ضرورت تھی، کی جانے؟

الحجاب حادہ واصلیہ صورت مسئلہ میں ۲۹ شعبان کو چاند نکلنے سے اور شرعی شہادت بھی تزدود رویت ہال تکلی نے فیصلہ کرنے کا نہ نظر نہیں آیا تو دوسرے دن خواہ چاند نہ ہو یا ہو دیکھ آئندہ روزوں کی قضا نہیں کی جائیگی۔ شرعی شہادت یہ ہے کہ اگر کسی نے روزہ کو دوسرے رمضان المبارک کے چاند کیلئے ایک مسلمان، سائنس، باقی اعداد کی کوئی معتبر ہوئی اور اگر ان صاحب بیوقوف پر ایک جماعت ایچ دی شہادت معتبر ہوگی۔

لحافى المسألة (۲/ ۳۸۹)۔ ونهذ ويغفل شهادة المسلم والمسلمة عدلا كان الشاهد او غير عدل بعد ان يشهد أنه رأى خراج المصبر اوانه رآه فى المصبر وفى المصبر علة تمنع العامة من المساوى فى رؤيته وان كان ذالك فى مصر ولا عند فى السماء لم يغفل فى ذالك الا الجماعة

## (۵) چاند کی اطلاع ٹیلی فون یا TCS سے دینا

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ سے کہ میں کہ میرا آئندہ دوست جو کہ کراچی کا رہائشی ہے اور وہ ایک اخباری۔ چار ہے کبھی کبھی اس کو شہر سے باہر بھی جاتا ہے اس واقعہ کا یہاں کہ رمضان سے پہلے وہ کراچی سے باہر گیا، واقعہ بھی یہاں کراچی میں چاند کا اعلان نہیں ہوا تھا اس نے سوچا کہ مجھ کو چاند نہ مبارکبادی تہذیب و شہر سے باہر (میرا رہا) ہے نہ انتخاب ہے یہ ہے پوچھتا ہے کہ کوئی شخص فون وغیرہ کے ذریعہ چاند کی خبر دے تو شریعت میں اس کا اعتبار ہوگا؟ اگر کراچی، اولاً و ثانیاً سے باہر شہادہ دیا جائے، سے بدیع ٹیلی فون یا TCS چاند کی خبر دے تو کیا اس کا اعتبار کیا جائیگا؟

الجواب حادہ واصلیہ صورت مسئلہ میں اگر کراچی والوں کو بدیع ٹیلی فون یا TCS چاند کی خبر دی جائے تو اس اعتبار سے کیا جائیگا کیونکہ کوئی کے وقت گواہ کا ہونا ضروری ہے جسے یہاں گواہ دوسو جائیں ہے یہ ایسا ہی ہے کہ جیسا کہ مذکورہ واقعہ کے ذریعہ تادیبی ہو۔

لحافى المسألة (۳/ ۵۶۱)۔ رأى حظه ولم يذكر الحادثة او ذكر كتابة الشهادة ولم يذكر الحال لاسبغ ان يشهد

## (۶) چاند کی اطلاع صبح کے وقت ہونے پر روزہ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ سے کہ میں کہ رمضان المبارک کے چاند کی اطلاع دینے والے شخص کے اعلان کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ بعض واقعہ ایسا بھی ہوا کہ رات سے سارا صبح گیارہ بارہ بجے چاند کے نکلنے کا اعلان ہوا اس کی صورت میں جو کہ جلدی

ہو جائیں اور نہ جانے کہ ہونے سے پہلے میں معلوم نہ ہو کہ ہر روز کی انہوں نے ترک کیا یا نہ کیا ہو اور نہ ہی کہ روزہ تو کھائے ہوں  
 تو ان سے آپ کیا حکم ہے؟

الجواب: حاداً ومطلقاً صورت مسنورہ میں ایسے لوگوں پر یہ حکم ہے کہ اگر شریعت نصف آخر سے پہلے پہلے چاند کا ظہر ہو گیا ہو اور انہوں  
 نے روزہ نہ رکھا تو کوئی کام نہ کیا، پھر وہ ان کا یہ روزہ کی حیثیت کہ گزشتہ روز رکھیں۔ اور اگر ان کو نصف آخر کے بعد معلوم ہوا کہ کچھ  
 نسی ہو یا تو ان کو ان چاروں کے بقدر حد میں روزہ داروں کی مشابہت اختیار کرتے ہوئے اس کے (یعنی بغیر کھانے پینے دن نہ رکا)  
 روزہ دار کے بعد میں صرف عید کی شفا لازم ہوگی۔

شماعی حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی ۱۵۳۰: فرقانہ و یوہناز الی ما قبل نصف الشہار بالمر لا انہ  
 من البیاء الی ہذا الوقت طرف البیۃ یعنی حصلت فی جرحہ من ہذا الزمان صح الصوم لما ذکرہ  
 المستفسر۔ و ماتحور قبل الصحوة اذالم یوجد قبلہا منافی الصوم کاکل و شرب و جماع و لو  
 نابطلان و جدد الک بعد سقوط الفجر لا تحرم ہدیۃ

وفی الشامیۃ (۲۰۸: ۲)۔ و کذا کل من وجب علیہ الصوم لوجود سبب الوجوب والاہلیۃ ثم  
 تعدل علیہ المضي یاں المظرم تعدلوا صح یوم الشک مغلط انہ نہیں انہ من رمضان لو تسحر علی  
 طن ان الصبر لم یطلع ثم ینزل علو عدۃ وجب علیہ الامساک تنبیہاً واللہ اعلم بالصواب

## (۷) اختلافی مطالب کا مطلب

سوال کیا فرماتے ہیں حکام اہل سنت کی کہ ہر سے ملک پاکستان اور پاکستان میں عہدہ کے تمام اختلاف اور ایجنسیاں سعودی  
 عرب کے رابیت ہلال پر، بخان اور دیگر نہیں مانتے لیکن ہمیں سنا کہ اگر ہم چھوٹے چھوٹے خاتون میں سعودی عرب کے رویت ہلال پر  
 رمضان اور دیگر مانتے ہیں وہ دلیل یہ دیتے ہیں کہ نام مذکور غیر حرام نہ فرماتے ہیں کہ لا صیغۃ لا اختلاف اصطلاح، تنبیہ دوسرے  
 کہ اگر اس کے خلاف کہتے ہیں کہ سعودی عرب کے رویت ہلال پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ سعودی حکومت امام ابوحنیفہ  
 رحمہ اللہ کے سب سے مخالف فیصلہ کرتی ہے: کما فی احسن الفتاویٰ جلد چہارم:

آپ سے درخواست ہے کہ میں مدد کی رہے درست ہے اور ان کی وہی تعمیلی دلائل کے ساتھ قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ آپ کو جزا  
 فی طاعتہ اے امین۔

الجواب: حاداً ومطلقاً اختلافی مطالب کے اعتبار و عدم اعتبار کے متعلق اختلاف میں اور متفرقین ائمہ کے اقوال مختلف ہیں، مفسرین کے  
 یہ اختلافی مطالب کا مطالعہ، مفسرین کے ہاں ہے، بلا تفریق، جن پر بلا وجہ نہیں ہے کہ مفسرین کے نزدیک یہ رویت ہلال میں جہاں ممکن  
 نہیں چاند نکلا جائے، چاند کا ثبوت شریعی طریقہ سے ہونا ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا فرض ہو جاتا ہے چاہے پاکستان سے

میں شریعی ہر ایک ہے نہ سائب میں نہیں تھا اختلاف میں کے مطلب کا اعتبار یہاں مشکل ہے، نہ کہ یہ فرض اعتبار نہیں لیا گیا ہے۔ یہ بھی ۔ نہ  
 یہاں سے مداروں کے شہادت کا پہنچنا اور ۔ یہ ۔ اعتبار ہر ایک مشکل ہے، نہیں ہے خصوصاً ان باتوں کے بعد جسے ہر ایک نے یہاں پہنچنے  
 اور یہاں میں دشمنوں اور جرموں کا نتیجہ میں ۔ ہے ہوں باقی نہ اس سے پیش نظر بعض متاخرین اختلاف نے اور یہاں میں ۔ ہے اور یہاں میں  
 وہ ۔ ہے مختلف ہو جائیں اختلاف مشکل کا اعتبار ۔ ہے یہاں ۔ لہذا بعض متاخرین اختلاف کے نزدیک ان طوں اور ان میں ۔ ہے  
 یہاں ایک طرف میں جائے اور تیس ۔ ہے ۔ ہے طرف ہاں پر ہر ہر دو طرف ہاں سے ہوگا اور یہی حکم یہاں سے تحقیق کے اور یہی پائے

لصالحی البدائع الصناع ۲۱-۹۰ د۔ ہذا اذا كانت المسافة بين البلدین قریبة لا تختلط فیہا المطالع  
 فاما اذا كانت بعيدة فلا یفرق احد المذنبین حکم الآخر لان مطالع الاول عند المسافة الناحية مختلف  
 لجنس فی اهل کل بلد مطالع بلده من دون البلد الآخر.

وفی معارف السنن: ۵: ۳۸۰، وفی بعض اختلاف المطالع فی الزیاد العدد قال الزیلعی شارح  
 الکبریٰ وهو الاصح وهو الذی اسماہ القدوری فی التجرید مد فال بحر جاسی قال السیح وھذا هو  
 الصواب ولا یفرق من سید قریب الزیلعی والآخر وقوی العیدود السامع والعنبرین والکامن والعنبرین  
 او المعادی والکاتبی المع

## (۸) اختلاف مطالع کے اعتبار کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں کہ اگر ہم دو مشایخ کے مابین مسد کے بارے میں کہ اختلاف مطالع ہوگا ہے یا نہیں؟ آئی ۔ ہے ہاں میں گفت  
 یہ یا نہ اور ہوں؟ اگر کہتے ہیں تو ایک مسئلہ ۔ ہے ۔ ہے متنازع ہے کہ یہاں سے مطالع کی بات ۔ ہے؟

الجواب یہ (والمصالح) اختلاف مطالع جہد تھا۔ اور مجتہدین مستدین نے ہاں میں نہیں ہے۔ لیکن امام شافعی اور امام حنفی نے اختلاف متاخرین  
 نے اختلاف مطالع کا اعتبار ہے اور ان میں قول مشن یہ ہے ۔ یہاں اس وقت پوری دنیا میں کوئی ایسا مفسر ہی ۔ ہے جو کہیں نے اس  
 نے بحث ہاں نہیں کہہ کر کے پوری دنیا میں ایک ہی دن و روز کوئی نہ یا یہ سنا ہے کہ ان کے لئے کوہوں و امتحانات سے بچائے یہاں ۔ ہے  
 یہاں یہ ملک والوں کی روایت دوسرے ملک والوں سے ملتی نہیں ہوئی ۔ اور یہ ملک واسطے اپنے اندر روایت کا بوجھ دیتی ہے ۔ اور  
 ہاں شافعی نے اس واقعہ میں سے سنا کہ یہ روایت ۔ ہے کہ یہ ملک ہاں روایت ہاں میں تھیں ۔ ہے اس کے مطابق ہاں ۔ ہے

لصالحی الصحیح المحادی ۲۵۵: ۱، عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما ہذا ہذا  
 ہذا ہذا واذا رايتہ فاعلموا ان غائبکم فافقدواہ.

وفی المر المختار: ۲۹۳، ۳۹۴، واختلاف المطالع، وروى ہذا فی کتاب الیوم واللیلہ .

علی (ظاهر المذهب) وعلیه اکثر المشایخ وعلیه الفتوی بحر عن الخلاصة (فیروز اهل التمسک) برؤية اهل المغرب) اذا ثبت عندهم رؤية أولئك بطريق موجب كما مر وقال الزيلعي الأشبه انه يعتبر لكن قال الكمال: الأخذ بظاهر الرواية أحوط

وفي الشامية (۴/ ۳۹۳): (قوله علي ظاهر المذهب) اعلم أن نفس اختلاف المطالع لا نزاع فيه بمعنى أنه قد يكون بين البلدين بعد بحيث يطلع الهلال ليلة كذا في إحدى البلدتين دون الأخرى وكذا مطالع التمسك لأن انفصال الهلال عن شعاع التمسك يختلف باختلاف الأفطار حتى إذا زالت الشمس في المشرق لا يلزم أن تزول في المغرب وكذا طلوع الفجر وغروب الشمس من كلما تحركت الشمس درجة فتلک طلوع فجر لقوم وطلوع شمس لأخرين وغروب لبعض ونصف ليل لغيرهم كما في الزيلعي وقدر البعد الذي تختلف فيه المطالع مسيرة شهر فأكثر على ما في الفهستاني عن الجواهر اعتباراً بقصة سايماں عليه السلام، فانه قد انقل كل غدوً ورواح من اقليم الى اقليم وبينهما شهر اهـ وفي شرح المنهاج للزملي وقدينه التاج التبريزي على أن اختلاف المطالع لا يمكن في أقل من أربعة وعشرين فرسحاً والتي به الوالد والأوجه انها تحديدية كما أتى به أيضاً اهـ

وفي فتح السليم (المطبعة مكتبة الحجاز) (۳/ ۱۱۳، ۱۱۴): (باب بيان أن لكل بلد رؤيتهم وانهم اذا رأوا الهلال ليلة لا يثبت حكمه لما بعد عنهم) عن محمد وهو ابن أبي حرملة عن كريب أن أم الفضل بنت الحارث بعثته الى معاوية بالشام قال فقدمت الشام فقضيت حاجتها واستهل على رمضان وأنا بالشام فرأيت الهلال ليلة الجمعة ثم قدمت المدينة في آخر الشهر فسألني عبدالله بن عباس ثم ذكر الهلال فقال مني رأيتم الهلال فقلت رأيته ليلة الجمعة فقال أنت رأيته فقلت نعم ورآه الناس وصاموا وصام معاوية فقال لكما رأيته ليلة السبت فلا يزال نصوم حتى لکم ثلثين أو تراه فقلت أو لا تكفي برؤية معاوية وصيامه فقال لا هكذا أمرنا رسول الله ﷺ

(قوله هكذا أمرنا رسول الله ﷺ) الحديث ظاهر الدلالة للرحمة قال الحافظ وقد اختلف العلماء في ذلك على مذاهب، أحدها لاهل كل بلد رؤيتهم — ثانيها مقابلة إذا رأى ليلة لزم اهل البلاد كلها وهو المشهور عند المالكية لكن حكى ابن عبد البر الإجماع على خلافه وقال اجمعوا على أنه لا تسرعى الرؤية فيما بعد من البلاد كبحر اسان والاندلس قال القرطبي قد قال شيو حنا اذا كانت رؤية الهلال ظاهرة فاطعة بموضع ثم نقل الى غيرهم بشهادة اثنين لزمهم الصوم وقال ابن

نصاحوني لأجرهم بالسيف لا لأجل البلد الذي نبت فيه الشهادة إلا أن يبسط عبد الإمام الأعظم  
بلسه الناس كلهم لأن البلاد هي حقه كذلك الواحد أن يحكمه نافذ في الجميع وقال بعض التابعين  
أن بقايت البلاد كان المحكم وحدثنا أن ساعدت فرجهان لا يجب عبد الأكبر واحترام الطبيب  
وطاعة الزوج وحقه القوي غير شافعي وفي ضبط تبعه إحد عند التابعين

(۹) اسلامی مہینہ انٹھائیس دن کا نہیں ہو سکتا

مواں کیا فرماتے ہیں علماء کرام و متعلمین خطہ اہل سنت کے ہر مے سے کہ ہمارے ماموں اور ان کی فیملی ایک غیر مسلمہ خاندان میں تھے۔  
 بی بی خیر اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ حضرت کی پابندی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے رمضان المبارک کے اٹھ گھنٹہ روزے نھلے گئے تھے  
 کہ شاید وہ چاند نظر آجائے۔ آپ سے معلوم کیا کہ اس وقت کے اسلامی مہینہ الحجاز میں دنوں کا جو وقت ہے اگر نہیں تو پھر اگر کبھی ایسی سورج خان پیش  
 آجائے تو کبھی ان پر کمرہ پڑے گا اور روزہ بھی جائیداد میں سے اور نہ ہمارے ماموں وغیرہ کو کیا کرنا چاہئے تھا؟  
 دلچسپ حوالہ مصلیٰ اسلامی سینہ اٹھ گھنٹہ دن کا نہیں ہوتا، جلد صہ سے دستور میں اگر ان خطرات کے شعبان کے صیغے کا چاند بخیر  
 تھیں ان پر۔ نئے دنوں اور اس کے بعد رمضان روزہ شروع کیا گیا تو ان کے ذمہ نیم رمضان کیلئے ایک روزہ وقفہ تھا، روزی ہوگا، روزہ  
 اور رمضان سے پہلے حور پر تم ہوئے، اور اگر شعبان کے صیغے کا چاند آئے تھے پھر اس کے تیس دن پر کے گئے ہوں اور ان کے بعد رمضان کا  
 روزہ شروع کیا ہو تو اس کے بعد شروع رمضان۔ اور روزوں کی قضاء لازم ہوگی اس کے تیس دن پر اس صورت میں یا قتل موجود ہے۔  
 رمضان سے پہلے دونوں صیغے (رجب اور شعبان) ان تیس دن کے ہوں اور رمضان تیس دن کا ہو اب جب اٹھ گھنٹہ میں چاند نظر آجائے  
 انھوں نے حرم شریف کا ہے وہ عید کا دن ہے، لہذا آپ سے نہ ہوں وغیرہ کچھ مثالیں میں میدان میں اور بعد میں گزارش کرتے ہوئے ہیں ان کی گفت

وفي المزمور الحية (٢٣: ١). إلا صام الناس في شهر رمضان، فإذا هو شعبان وعشرون بقدر أن رأوا هلال شعبان وعقروا شعبان ثلاثين يوماً، ثم صاموا رمضان قسراً يوماً واحداً لأنه علم أن رمضان انقضى بيومين، وهذا قد يكون. وإن عدوا شعبان ثلاثين يوماً من غير رؤية هلال شعبان، ثم صاموا رمضان قسراً يوماً واحداً لم يعلم أن رمضان انقضى بيومين لجوار أنهم غلطوا في شعبان بيومين. لذا عدوا شعبان ثلاثين يوماً من غير رؤية هلال شعبان.

وفي الشاهد حية ٢٣٥١، وفي الوهلة شعاع وعدوه ثلاثين يوماً ثم سرعوا في صومه رمضان فلما صاروا ثمانية وعشرين يوماً زالت الهلال شوال فطلبهم أن يقضوا يوماً واحداً لاهم عطفوا يوم واحد يفيق - وإن عدوا شعبان ثلاثين يوماً من غير رؤية الهلال قصو - برعين لأنه يحتمل إهمه عطفوا



من اول رمضان یومین۔

وفی الہندیہ (۱۹۹/۱): اذا صام اهل مصر شهر رمضان على غير رؤية ثمانية وعشرين يوماً ثم رأوا هلال شوال ان عدوا شعبان برؤيته ثلاثين يوماً ولم يروا هلال رمضان قضا يوماً واحداً وان صاموا تسعاً وعشرين يوماً ثم رأوا هلال شوال لاقضاء عليهم، فان عدوا هلال شعبان ثلاثين يوماً من غير رؤية هلال شعبان ثم صاموا رمضان قضا يومين كذا في الخلاصة.

وفی الفقہ الاسلامی (۱۶۵۵/۳): وان صاموا ثمانية وعشرين يوماً، ثم رأوا الهلال، قضا يوماً فقط، وان صاموا لاجل غيب ونحوه كفتر ودخان، لم يفطر؛ لان الصوم اما كان احتياطاً.

## (۱۰) ٹی وی چینلز کی خبر، خبر مستفیض کے حکم میں ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فقہاء نے خبر مستفیض کا ذکر کیا ہے، آجکل دنیا کے مختلف ٹی وی چینلز سے، اسی طرح ریڈیو اسٹیشنوں سے رویت ہلال کے بارے میں بتا رہے ہیں۔ کیا یہ خبر مستفیض کے حکم میں شمار ہو سکتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ خبر مستفیض کا تحقق کب ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ موجودہ دور کے ٹی وی اور ریڈیو چینلز کی خبر ”خبر مستفیض“ کے حکم میں ہے یا نہیں، اس سے پہلے چند باتیں بطور تمہید کے جاننا ضروری ہیں، ہلال کے ثبوت کیلئے چاہے وہ رمضان کا ہو یا شوال کا رویت ہلال کا پایا جانا ضروری ہے کیونکہ شریعت نے جس چیز کو ہلال کے ثبوت کیلئے معیار بنایا ہے وہ رویت ہے اس کے بغیر اس کا ثبوت نہیں ہوگا، اگر کوئی خبر اسی عام اور مشہور ہو جائے کہ اس کے بیان کرنے والوں پر یہ گمان نہ ہو سکے کہ یہ سب جھوٹ بول رہے ہیں تو ایسی خبر کو اصطلاح میں خبر مستفیض یعنی مشہور کہا جاتا ہے ایسی خبر بھی رویت ہلال کے ثبوت کیلئے کافی ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ مختلف اطراف سے مختلف لوگ یہ بیان کریں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے اور ان کی تعداد اتنی ہو کہ ان سب کا جھوٹ نہ ہو، پس صورت مسئلہ میں اگر مختلف جگہوں سے کئی ٹی وی اور ریڈیو چینلز مختلف اطراف سے کئی لوگوں کا بیان نشر کریں جنہوں نے چاند دیکھا ہو تو وہ خبر مستفیض کے حکم میں ہوں گے۔ اور اگر صرف ان کی خبر کو دیکھا جائے کہ یہ تو وہ خبر مستفیض کے حکم میں نہیں ہوں گے۔ اسی طرح جیسا کہ آجکل ٹی وی اور ریڈیو سے حکومت کی طرف سے مقرر کردہ ”رویت ہلال کمیٹی“ کا اعلان نشر کیا جاتا ہے تو اس کا بھی اہتمام ہوگا بشرطیکہ کمیٹی کے سامنے چاند کا ثبوت ”شہادت علمی الرویۃ، شہادت علمی الشہادۃ یا شہادت علمی القضاء“ ان تینوں میں سے کسی ایک ذریعے سے ہو چکا ہو، پھر وہ اعلان کریں اور یہ بھی دیکھا جائے کہ جو گواہ ہیں وہ اس قابل بھی ہیں کہ ان کی گواہی قبول کی جاسکتی ہے یا نہیں، یعنی گواہوں کا عادل، عاقل، بالغ اور ثقہ ہونا ضروری ہے جس چیز کی گواہی دے رہے ہیں اس کو خود دیکھا ہو، اور لفظ شہادت بھی استعمال کیا ہو، پس ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اگر ”رویت ہلال کمیٹی“ کا اعلان کرے تو وہ بھی قابل قبول ہے بالضرر اگر وہ اعلان لفظ ہوا تو اس کا وبال اعلان کرنے والے پر ہوگا نہ کہ

[illegible]

کتابی میں اسی صفحہ ۱۴۲ پر اس عمر وحی اللہ علیہ قال فرایا الناس: الهلال فاجبرت واسأل الله ربی انی راہت قصاصا ودمی الناس بشافہ.

وَقَالَ يَرْمِدُ ۱۱۸۸ عَزَّ عَزَمَهُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا تَصُومُوا  
فِي رَمَضَانَ حِينَ يَأْتِي رَمَضَانُ وَفِيهِ رَمَضَانُ فَإِنْ رَمَضَانُ فَافْعَلُوا مَا تَعْلَمُونَ

وفي معارف السالكين ٣٢٨: ٥. اعلم ان الهلال ينت بالشهادة على الرؤية او الشهادة على الشهاد  
ان الشهادة على القضاء او سنده الحبر من جهات شتى وفي متنون المحققين ان هلال رمضان ينت  
بحر واحد يومه، واما في الصحيح فلا بد من اخبار جماعة كثيرة يحصل بهم اليقين، فلال العيد  
بحر العبد لابد من شهادة، وفي الصحيح لا بد من جماعة كثيرة

فقال المسيح: ويخبر هذا النحاشي من خارج ابنة زحرا الى ابنة لاس ولد بعيد ولو كان هذا الحاشي من عجم هذه البدة تحمله المساءة في مسألة اختلاف المطالع، هل يعسر ذلك ام لا؟ وايضا ا ح ٣٣٣، وقد دارت المسألة في حدة الايام الى توحيده نظام الامة في القيام والعبد في بلاد الهند فاضطروا الى الاعلان بواسطة الاله التي تسمى "رايو" وكل ذلك تنطع وتكلف ينبو عن مفادها الشيوخ فضلا عن الاعلان "رايو" لا يقوم مقام الاخبار الشرعية او الشهادة الشرعية، ولو كان المقضي يعلن نفسه ثم كان هناك ماضيا شرعاً وبالجملة: هناك مغامر شرعية لا يستقيم الحكم الشرعي اذا لم كيف تصور هذا التوحيد في القرى والجلال والوادي التي لم تنفع اليها هذه الوسائل الباردة" ثم كيف يمكن انتظار المنجور بهذه الألفة لو حل يرى بجبي: انه المهلال منهلا مساه في الاصل "فليس ذلك الاسم وعرفه او فسطة" نعم اذا تواردت احاديث "رايو" متعددة من سنن الحيات ولا نختلف جهات الاباء عن البند الذي لم يوفيه المهلال بعد يحتفظ فيه

المطالع لم یسوخ العمل بهذه الائمة المرسنة وتدخل فی حد الاستفاضة البعیدة لنظامیة  
ویمی التوبین والساد

وهی السامیة: ۳۵۰۴، نسبه قال الر حمتی معنی الاستفاضة ان تالی من تلك البلدة جماعات  
مستعدون کل منهم یحرر عن اهل تلك البلدة انهم صاموا عن رؤية لامحرد الشیوع من غیر علم  
سمن اشاعه كما قد نشیع اجاز بتحدث بها سائر اهل البلدة ولا یعلم من اشاعها كما ورد فی  
هذه العبارات: تحنن قوله نعم الع فی الدعیه لقال شمس الائمة المحتلانی الصحیح من مذهب  
اصحابنا ان النحر اذا استفاض وتحقق فیما بین اهل البلدة الاخری یدر بهم حکم هذه البلدة بعد  
وفی السامیة: ۳۵۳، تحنن قوله عنی ظاهراً المذهب فی حمة نظیر وقدر الحد الذی  
یحتل به المطالع مسیوف شهر فاکثر علی ما فی القهستانی عن الجواهر اعتبار بقصة سلیمان علیه  
السلام فانه قد انتقل کل غدو ورواح من القلم الی القلم وینهما شهر احد.

## ﴿روزے کی تعریف اور اس کی اقسام﴾

### (۱) روزے کے لغوی و اصطلاحی معنی، فرضیت، فوائد اور نقصانات

سوال کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان عنہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل دین سے دور کی کیفیتا بہت بڑھ چکی ہے، دین کی کوئی موٹی باتوں سے لوٹ آواقت ہے۔ اسی سلسلے میں ہم چند دوست مل کر ایک پمفلٹ شائع کرنا چاہتے ہیں جو کہ روزے کے بارے میں تحقیقی معلومات پر مشتمل ہو۔ میرے ایک دوست نے یہ معلومات آپ سے لینے کا مشورہ دیا ہے۔ براہ کرم آپ مجھے یہ بتادیں کہ روزہ کے لغوی و اصطلاحی معنی کیا ہیں؟ روزہ کی فرضیت آپ کوئی روزہ رکھنے کے فوائد کیا ہیں اور نہ رکھنے کے کیا نقصانات ہیں؟ تفصیل سے بیان فرما کر منظور ہوں۔

الجواب حامداً و معطلاً روزے کی فرضیت ۳ حد میں توہم قبلہ کے بعد شعبان المعظم میں ہوئی۔ روزے کے لغوی معنی ہیں، رکنا۔ اصطلاح میں عبادت الہی سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے۔ روزے سے جسمانی فوائد بھی ہیں اور روحانی فوائد بھی۔

(۱) روزہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اس پر اللہ کی جانب سے بے حد ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

(۲) روزہ کے ذریعے انسان اللہ کی رضا مندی حاصل کرتا ہے۔

(۳) اور جنت کے اس روزے سے جو صرف روزہ داروں کیلئے مخصوص ہے (جس کا نام ریال ہے) کا دخل کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۴) اس کے ذریعے انسان اپنے آپ کو اللہ سے قرب کر لیتا ہے اور سالانہ وکیلے کفار و فوج ہے۔

(۵) روزہ رکھنے والے انسان کی اور پرہیزگاری چاہتا ہے میرا کہ سورۃ بقرہ میں اللہ پاک فرماتے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

(۶) روزہ رکھنے والے مخالف جہاد اور خواہشات، شیطان کے وسوسوں کے خلاف مقابلہ ہے۔

(۷) روزہ رکھنے والے انسان کے اندر یہ ۱۰ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔

(۸) روزہ رکھنے والے انسان کی عبادت الہی کی عادت بنتی ہے۔

(۹) اس کے ذریعے غلو سے گریز ملتی ہے اور غلو سے گریز اللہ کا رحمان فیض ہے۔

(۱۰) روزہ دار اپنے جسم پر عذاب اور عجز کو محسوس کرتا ہے۔

(۱۱) روزہ دار کو اپنی مغالبتی فکر کی ترقی اور روشن آراء سے بہار ملتا ہے۔

(۱۲) روزہ نظر و ضبط رکھنا ہے۔

(۱۳) روزے کے دن ایسے مسلمانوں کی اجازت کا پتہ چلتا ہے جو شرق و مغرب میں منام ہے کہ سب ایک ہی وقت روزہ رکھتے ہیں اور ایک ہی وقت افطار کرتے ہیں۔

(۱۴) روزہ انسان کے اندر رحمت، اخلاق کا دار و پیرا کرتا ہے۔

(۱۵) روزہ رکھنے میں فقرہ کی موافقت ہے۔

(۱۶) اس کے ذریعے آدمی کو فقرہ کے حل و احوال کا پتہ چلتا ہے اور پھر انسان ان سے ساتھ روح کا معاملہ کرتا ہے اور ان کو نکھلتا نکھلتا ہے۔

(۱۷) روزہ شیوات نفسانیہ کو توڑتا ہے جو تمام معاصی کی بڑا اور بنیاد ہیں۔ اسی کے بل و دھجی روزے کے متعدد فوائد ہیں۔

اور روزے کے نقصانات میں سے سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ بغیر غرض شرقی و روزہ رکھنے کی وجہ سے انسان اللہ کی توفیقاً کا مرتکب ہوتا ہے۔ روزہ رکھنے سے انسان تقویٰ و شکر جیسی عظیم نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۱) روزہ نہ رکھنے سے انسان اللہ تبارک و تعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے۔

(۲) روزہ نہ رکھنے سے انسان مبر و رحمت سے محروم ہو جاتا ہے۔

(۳) روزہ نہ رکھنے سے انسان کے اندر رحمت اور اخلاق کا دار و پیرا نہیں ہوتا جو انسان کیلئے بے حد ضروری ہے۔

(۴) روزہ نہ رکھ کر انسان مسلمانوں کی اجتماعییت کو توڑتا ہے۔

(۵) روزہ نہ رکھنے سے انسان شیطان اور نفس کے سطوں سے زیر و غفلت ہو جاتا ہے۔

(۶) روزہ نہ رکھ کر انسان رمضان المبارک کے احترام کو پامال کرتا ہے جو عیدِ ربانہ کی خلاف ورزی ہے۔

(۷) روزہ نہ رکھنے سے انسان کو اپنے پاک و عین نکم رہتا ہے۔

(۸) روزہ نہ رکھنے سے انسان بھانج و فقراء و محتاجوں کے احوال سے بے خبر رہتا ہے۔

اس کے علاوہ بھی روزے نہ رکھنے کے متعدد نقصانات ہیں اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں سنت کے مطابق روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

و فی عرفۃ الحضانۃ (۳۸۵/۴) نہ کانت فرجۃ صوم و رمضان بعد ما حزلت القبۃ الی الکعبۃ

شہر فی شعبان علی راس ثمانۃ عشر شہوراً من المہجرۃ کذا ذکرہ النسنی و فی: لم یفرض قبلہ

صوم و قبل کان ثم نسخ قبلہ عاشوراء و قبل الایام البیض قال ابن حجر و صح الہ لما فرض

استکروہ و خلق علیہم حبر و ابصر الصوم و اطعم مسکین عن کل یوم کما فی اول الآیۃ ثم نسخ بما

فی آخرہا (لمس شہد مکم النہر فلیصہ) (البقرۃ: ۱۸۵) و لما فرض کال یاح بعد الغروب



یہ دونوں قسمیں فرض روزہ کی ہیں لیکن ان دونوں میں تفاوت اس فرق ہے کہ صوم یعنی رمضان کی روزہ کی قرینیت مفاد اور نہما تعلقی و لا انا سے ثابت ہے چنانچہ اس سے نکلا کرتے والے کو کفار کہنا جائے گا جبکہ فرض کی دوسری قسم (غیر صومین) اس کی قرینیت مفاد تو قطعی و لا انا سے ثابت ہے لیکن نہما تعلقی ثبوت نہیں اس لئے اس سے شکر کو کفار نہیں کہیں گے۔

۱۰۔ اہل بی ہوشی دو قسمیں ہیں معین، غیر معین۔

میں نے اس روزہ کو نہیں گئے جس میں آدمی خود کسی وقت کر دے اور وہ کھیلے عام کر دے جیسے کوئی آدمی یہ کہے کہ اگر میرے اہل خانہ کا یہ روزہ تو میں نعمات کے دن روزہ رکھوں گا۔

ان غیر متعین اور روز و جس میں آدمی اپنے اوپر روز و متعین کرے لیکن دن کو خاص نہ کرے جیسے اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ اگر میں امتحان میں کامیاب ہوں تو آپ دن کا روزہ رکھوں گا۔ ای طرح اگر کوئی شخص نفل روزہ کو شرط کرے کہ جسے بعد تو روزہ کو بعد میں غیر متعین دن ہوں لیکن اس کی قطع و واجب ہوجائے گی۔

انچونکہ یہ تمام غفلتوں روزہ کے اور دوسرے عبادات پر دلالت ہے۔ یعنی اگرچہ ان میں سے ہر ایک کا حکم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، مگر ان کو ترک کرنے سے روزہ کی روح برباد ہو جاتی ہے۔

دوبہ پہنچ کر ایک اور روناہ دھنارایا یہ دین افکار کرتا۔ مین کو صوم و اداوش مہاجراتا ہے کیونکہ حضرت: انوار علیہ السلام علی غایت  
 شریف الیہ ابن روزگار سے اور ایک ابن افکار کرتے کی تھی۔

یہ سب کام بھی بھائی چاٹو کی اجازت پر ہوا۔ بندر ہوتا۔ بھائی میں نہیں ہوا۔ بڑے بھائی میرا کہ آپ علی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی روزے رکھتا ہے وہ میرے لئے ہے۔ (تہذیب و ادب، ج ۱، ص ۱۰۰)۔

دوسرے سوال کے چھوڑ دے، لکھنا بھی مندوب ہے، یہ تو خدا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اس کے لئے خدا کا اجر ہے، تو اب اس کے سوا کیا ہے؟

ساتویں قسم مرد و تفریحی ہے۔ اور دو غیبی و الغفر، غیبی و انسانی اور یا تفریحی میں روزہ رکھنا ہے۔ کیونکہ انجا ب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-  
ما تبغھا منے اور نہ مارا نہ ہوئی :- مہسحری ما کے دن میں اس لئے ان دنوں میں روزہ رکھنا مرد و تفریحی ہے۔

انھوں نے قسم کھائی کہ اگر وہی خطا نہ اُٹھے۔ انھوں نے کہا کہ روزہ رکھے یا صرف بھوکے دن ہی روزہ رکھے۔ ان مخصوص دنوں میں روزہ رکھنا ضرور ہے یہود سے۔ مثلاً بہت کی وجہ سے۔ اگر کسی شخص کی برہمنیت میں روزہ رکھنے کی عادت ہے اور ان ایام میں روزہ رکھتا ہے تو کمرود نہ ہوگا۔ یونہی اس صورت میں کتبہ بالیہود پائی نہ ہے کہ اس طرح یوم شنگ۔ یعنی شعبان کی تیسرا چوتھ میں شنگ ہو جائے کہ آج شعبان کی تیسری رات ہے۔ دارہ فہائن اصرار ہے کہ یہ تاریخ تو اس دن میں روزہ رکھنا ضرور ہوگا۔

رواقِ حرمِ مرثیاء، مسائلِ حلالہ، مرقعہ اوشقِ نیرِ تسبیحی، روزِ روزِ نغمہ آمیزہ، نوکِا جب ان کو مشقت شدید کا خوف ہو۔ یہ طریقِ عزیمت جو اپنے خداوند کی اعانت کے بغیر بھی روزِ روزِ نغمہ آمیزہ ہے۔

مَنْكَ ارسل ايام مني صائلاً يصح ان لا تصروا هذه الايام، فانها ايام اكل وشرب ومعا.  
والعال: وفاق النساء.

وفي الدر المختار (۳۷۵: ۳۷۴: ۳۷۳: ۳۷۲): وهو الاسم ثمانية: (فرض) وهو نوعان، مع الصوم رمضان اداءً، و غير مع كصومه (نساء) و صوم (الكفارات) لكنه فرض عملاً لا اعتقاداً، ولذا لا يكفر بجاهد (و واجب) وهو سبتان: معين (كانندر المعين) غير معين (كانندر المطلق) و فعل كغيرهما، يعم السنة كصوم عاشوراء مع التامع والندوب كايام البيض من كل شهر وعرفة ونحوها، والمكروه تحريم كالعیدین ونحوها كعاشوراء وحده وسبت وحده وفي المغه الاسلامی وادكر (۱۶۳۰: ۱۶۲۹): الصوم انواع واجب، ونطوخ، وحرام، ومكروه: وقال المحقق: الصوم ثمانية انواع فرض معين كصوم رمضان اداءً، وغير معين كفضاء رمضان، وصوم الكفارات و واجب معين كدر معين، وغير معين كانندر المطلق، ونقل مسنون كصوم عاشوراء وتامس عاء ونفل مندوب او مستحب كايام البيض من كل شهر ومكروه تحريم كصوم العیدین ومكروه تنزيها كعاشوراء وحده وسبت وحده وسرور ومهرجان.

### (۱۳) چاند کی تیر ہویں، چودہویں اور پندرہویں کو روزے رکھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں جامع کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تیر، ایک دوست ہے جو ہر سبت تیرہ، چودہ و پندرہ کو روزہ رکھتا ہے میں نے پوچھا تو کہنے لگے یہ بھی مسنون ہیں تو کیا یہ روزہ مسنون ہیں؟ اگر مسنون ہیں تو کس وجہ سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم روزے کیوں رکھتے تھے؟

الجواب حامداً و معطلاً: قمری مہینہ کی تیر، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے، و مطلقاً ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا مستحب ہے، جو شخص ان تین روزوں کو قمری مہینہ کی تیر، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کو، دونوں سبتات کی ایک وقت ادا کرے، یہ سبت سے رکھتا ہے تو اس کو دو سبتا کا ثواب ملے گا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان روزوں کو اس وجہ سے رکھتے تھے کہ جو شخص ان کی پابندی کرتا ہے تو اس کو دو چاندی زکوٰۃ کے روزہ رکھنے کے عوض ایک ٹکڑی اس کے برابر ہے۔ غنی ج۱ ص ۱۸۵ عشرۃ افضال (جو غنی ص ۱۸۵ ہے ایک ٹکڑی اس کے لئے اس کا دس گنا ثواب)

لصافی الدر المختار (۳۷۵: ۳۷۴): والمدوب كايام البيض من كل شهر

وفي المسألة تحته: (قوله كايام البيض أي ايام الليالي البيض وهي: الثالث عشر والرابع عشر والخامس عشر سميت بذلك لتكامل ضوء الهلال وحلها بالياض فيها امداد، وفيه نفع لفتح



وغیرہ المندوب صوم لئلا من کل شهر ویندب کونها البعض .

### (۱۳) ایام منہیہ میں روزہ رکھنے پر ثواب نہیں ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک طالب علم نے مجھ سے ایک سوال کیا تھا مجھے پتا نہیں چل رہا کہ کیا جواب دوں اس لئے آپ کی خدمت طلب کر رہا ہوں و کچھلی وفد بھی ایک سوال کرنے پر آپ نے یہ اچھا اور تحقیقی جواب دیا تھا، اول یہ افحش ہوا تھا اور آپ کیلئے اور آپ کے ادارے کیلئے خوب دعائیں کیں تھیں، بہر کیف سوال یہ تھا کہ بعض فقہی کتابوں میں روزے کے حکم کے بارے میں لکھا ہے کہ ”حکمہ نیل الثواب ولو منہیا عنہ“ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی حرام روزہ رکھتا ہے تو بھی اسے ثواب ملے گا، حالانکہ حرام کام پر تو گناہ ملتا چاہیے۔ براہ کرم مدلل و مفصل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً۔ اگر کسی چیز کی اصل اور میں من کرابت تحریری پائی جائے تو اس پر ثواب نہیں ملتا بلکہ اس کے برعکس اس کا ارتکاب کرنے والا عقاب اور سزا کا مستحق ہوتا ہے اور اگر کوئی چیز اپنی ذات اور اصل کے اعتبار سے تو مشروع ہو مگر کسی امر خارج کی بنا پر اس میں کرابت آ رہی ہو (جس کو نبی غیرہ مجاور یا قبیح غیرہ کہا جاتا ہے) تو اس میں بھی ثواب نہیں ملتا بعض فقہاء مثلاً صاحب مراقی الفلاح اور صاحب الدر المختار یہ حضرات اس دوسری صورت میں ثواب کے قائل ہیں مگر محققین فقہاء جن میں علامہ ابن الصمام، علامہ ابن نجیم، علامہ شامی، مفتی توحید علامہ حسن علی بن غزالی، علیہم الرحمۃ وغیرہ نے رد کیا ہے اور فرمایا ہے اس میں ثواب نہیں ہے کیونکہ کرابت تحریری کی بنا پر اس میں معصیت آ رہی ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وہ چیز کرابت کے ساتھ ادا ہو جائے گی یعنی ادا کی گئی ہے یا نہیں معنی کسی اس کے ذمہ قضاء نہیں ہوگی و دوسری الذمہ ہوگا مگر ثواب نہیں ملے گا پس صورت مسئلہ میں ایام منہیہ کے روزوں کا تعلق بھی اسی دوسری صورت کے ساتھ ہے اگر کوئی شخص ان ایام میں روزہ رکھ لیتا ہے تو اسکی ادا کی گئی کرابت کے ساتھ صحیح ہوگی مگر ثواب نہیں ملے گا۔

لما فی البحر الرائق (۴/۳۹۹): وحکمہ سقوط الواجب ونیل ثوابہ ان کان صوماً لازماً والا فالثانی کذا فی فتح القدر وفيه بحث لأن صوم الأيام المنہیہ لا ثواب فیہ فالأولی ان یقال: والا فالثانی ان لم یکن منہیا عنہ والا فالصحة فقط.

وفی التلویح مع التوشیح (۱/۳۵۰): وحاصل الکلام انه ان ارید بالصحة امکان المعنی الذی یرسم فی الشرع بالصوم والصلوة والبیع ونحو ذلك فلا نزاع فیہ والسا النزاع فی الصحة بمعنی استحقاق الثواب وسقوط القضاء وموافقة امر الشارع وترتب الآثار علیہ کالملك ولا دلالة لثنیٰ مما ذکرتم علی ان النہی يقتضی ان یكون المنہی عنہ بهذه الصفة، وفی التوشیح (ص ۳۵۱) حاصل الکلام انه الخ ای حاصل کلام الخصم التردید بانکم ان اردتم بالصحة المعنی الاول فلا نزاع فیہ وان اردتم المعنی الثانی اعنی استحقاق الثواب وسقوط القضاء الخ فما ذکر یدل علیہ وانست حسیہ

سادہ لاطفال تحت ہذا الحاصل لا احتار الشق الثانی سوی استحقاق التواب فان الصلحة لا تقضی  
 کما فی التوضیء بلانہ فانہ صحیح ملا تواب وکالتلوفہ بالرباء لانہا صحیحہ مع عدم التواب فیہ  
 وہی الشامیہ (۲/۳۷۴) قلت صرح فی الطوبیخ بان الخلافہ بیننا و بین النافعی فی ان انتہی یفرضی  
 الصلحة عندنا بمعنی استحقاق التواب و سقوط القضاء و موافقہ امر الشارح تم نقل عن الطریفہ المعبر  
 ما حاصلہ ان الصوم فی ہذہ الایاد ترک للمعظرات الثلاث و اعراض عن الضیاعہ فہی حیث الاول  
 بكون غداۃ مستحسنہ و من حیث الثانی بكون منہا لکن الاول بمسئلۃ الاصل و الثانی بمسئلۃ التایع  
 فلی مشروعا حاصلہ غیر مشرووع بوصفہ لہ لکن بحث محلیہ الثمری فی اوائدہ استحقاق التواب بل  
 التمراد ما سواھا و الصلحة لا تقضی التواب کالتوضیء بلانہ و التلوفہ مع الرباء لہ

## (۱۵) عاشوراء کے دن روزہ رکھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیین امام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پچھلے ہفتہ کو روزہ سے خلیفہ سادس نے بیان فرمایا کہ  
 رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھنا حاکم ہے جب رمضان کے روزے فرض ہو گئے تو عاشوراء کی فرضیت ختم ہو گئی۔ حالانکہ میں نے  
 کسی پر حاکم نہ عاشوراء کا روزہ رکھنا لازم ہے آپ صحیح بات کی طرف تادیب و اجرائی فرمادیں۔  
 الجواب جاد و صلی علیہ وسلم عاشوراء کا روزہ رمضان سے پہلے بعض حضرات کے نزدیک واجب تھا پھر منسوخ ہو گیا اور بعض حضرات نے  
 نزدیک دینی سے مستحب تھا لیکن رمضان سے روزے فرض ہونے کے بعد یہ روزہ رکھنا مستحب ہے البتہ وہ عاشوراء سے پہلے یا بعد  
 میں آید روزہ رکھنا چاہئے تاکہ اس کتاب کے ماتحت بحث بہت لازم نہ آئے۔

لحمائی السابق (۳/۲۵۶، ۲۵۷) و فی حدیث مشہور عن النبی ﷺ انه قال فی یوم عاشوراء الامم  
 اکل ہلا یا کل بقیۃ یومہ من لم یأکل فلیصم امرہم بالصوم من الہذو فلیت الہ حاتم عن معاویہ  
 سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ہذا یوم عاشوراء لم یفرض علینا علیہ فمن شاء صکم ان یصوم  
 فلیصم فدی صالح فقام الناس فان و قد لیل انہ لم یأمر من اکل بالقضاء فقلت معنی حدیث معاویہ  
 لہ مکتوبا علیکم الآن او لو مکس علیکم بعد ان فرض رمضان الخ

و فی الدر المختار (۳/۵۰۳، ۵۰۴) و نقل کفیر ہما یعم السۃ کصوم عاشوراء مع التاسع

و فی الشامیہ تحتہ: و فی قسمان مہ الہدی و سہ الروائد و الظاہر ان صوم یوم عاشوراء من  
 القسم الثانی و مستحب ان یصوم یوم عاشوراء یصوم یوم قبلہ از یوم بعدہ لیكون محالہ لا ھل  
 الکتاب الخ

## (۱۶) اکیلے صوم عاشورہ رکھنا اور اس کے ساتھ روزہ نہ رکھنے کا حکم

سوال :- یا فرماتے ہیں غلامِ نرہم و مختارین نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس نے شہر انوکھ اور بیت چھٹی کو ایف روزہ رکھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا تو ان کے دست کو بھیڑی بیڑی کی طبیعت کو بھیڑی اور اس چنچل میں بھیڑ روزہ نہ رکھنا، اور اس پر ان میں ایک صاحب رہتے ہیں وہ کہتے ہیں تمہارے لیے آپ آپ کا عاشورہ کا روزہ رکھو، وہ تو اس لیے کہ فکر کا شمار رکھنا، نہ وجہ، چاہئے تو یہ نہ ہو، اب آپ سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا واقعی یہ شہر کا روزہ اکیلے رکھنا مکروہ ہے۔ اور کیا اس کے ساتھ روزہ رکھنا لازم ہے۔ آیا یہ لے لے اس حالت میں بھی اس کے ساتھ روزہ رکھنا ضروری تھا؟

الجواب: حاشا و معلیٰ۔ سو یہ عاشورہ کے ساتھ ایک روزہ ملا سکتا ہے، یہ کہ الیٰ کتاب کی مشابہت لازم نہ آئے اگر کسی نے بھرنے کا روزہ رکھا، دن کا روزہ رکھا تو بھی بھری ابراہیم نے جائز رکھا۔ لہذا صورت سنوار میں آپ کا صرف عاشورہ کے روزہ رکھنا بھی بھری ابراہیم نے درست اور صحیح قرار دیا۔

الذی المختار مع الشامیہ (۲/۴۷۳) (و نقل کبیر ہما) یوم السنۃ کصوم عاشوراء مع التاسع  
و فی الشامیہ تصح: وان السنۃ ما اوجب علیہا السی <sup>تکلیف</sup> او حضاوہ من بعدہ وہی فسان سنۃ  
الہدیٰ و نہ رکھا بوجہ الاسماء و الکراۃ کالجماعۃ و الاذان و سۃ التروانہ کسیر النبی <sup>تکلیف</sup>  
لسنۃ و لہامہ و قعودہ و لا یوجب ترکھا کراۃ و الظاہر ان صوم عاشوراء من القسم الثانی بل سعادۃ  
فی الخاتیۃ متحبا

و فی لہر المختار (۲/۴۷۳): و المکروہ و تنزیہا کعاشوراء و حذہ  
و فی الشامیہ (۲/۴۷۳) و اما قولہ و حذہ انہ لو صام معہ یوما آخر فلا کراۃ لان الکراۃ لی  
لخصیصہ الصوم لنفسہ و علی اذا صام السبت مع الاحد تزول الکراۃ الی قولہ و کذا لو صام مع  
عاشوراء یوما قبلہ او بعدہ مع ان اليهود تعظمہ

## (۱۷) جمع کے دن اور نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنے کا حکم

سوال :- یا فرماتے ہیں غلامِ نرہم و مختارین نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دن اپنے آپ نے شہر انوکھ اور بیت چھٹی میں ایک صاحب نے ایک تاریخ بھیجی اور وہ دن ان سے حلقہ نماز میں کچھ باتیں انکی تھیں جو یہ کہ تمہیں نہیں آئی، اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ تاریخ جمعہ کے دن روزہ رکھ کر کیا ہے اور اس میں ایک بات یہ بھی تھی کہ: شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ ہے، لیکن میں نے اپنے گلے سے اس صاحب سے یہ تاریخ نہ سیکھی، دن دور سے دفعتاً بتا رہا ہے کہ تمہارا شعبان مکروہ ہے۔

روزے کی حیثیت ہے یا راست ہے یا نہیں؟

الجواب: عا دہ اہل علم! صرف جو دن روزہ رکھنا ہی مستحب ہے۔ وہی پندرہویں شعبان کے بعد روزہ رکھنے کی بعض اہمیت میں ممانعت آتی ہے لیکن یہ ممانعت ان کے ۱۷ روزے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے تاکہ انھیں ایسا رک کر فطری روزے رکھنے میں آسانی ہو اور ان کو تقویت حاصل ہو۔ لیکن وجہ ہے کہ جس شخص کی ہر عبادت ہر ماہ درمیان دو آخر میں روزہ رکھنے کی ہو جس سے ماہ شعبان کے آخر میں بھی روزہ رکھنے کی محوش ہے۔ وہ عوام کو صرف یوم النصف کا روزہ نہیں رکھنا چاہئے نیز بعض ضعیف اور بٹ سے پندرہویں شعبان کے روزہ کا احتیاج معلوم ہوتا ہے۔

الحافظی الترمذی (۱۵۵۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا بقی نصف من

شعبان فلا تصوموا

ولی تحفة الاحیاء (۵۱/۲) قال القاری فی المعرقاة والنہی للتزید رحمۃ علی الامۃ ان یضعفوا عن

حق القیام بصیام رمضان علی وجہ السناط۔

والی مشکوٰۃ المصابیح (۵/۱۱۲) عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ "اذا كانت لیلة

النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوموا یومہا الخ۔

وحی الشامیہ (۵۱/۲) اقولہ وبیہ الجمعة ولو مفردا) صرح بہ فی النہر وکذا فی البحر فقال ان

صومہ ما عرۃ مستحب عند العامة کالاتین والنجس۔

## (۱۸) پندرہویں شعبان کے روزے کی شرعی حیثیت اور اس سے متعلق حدیث کی تحقیق

سوال کیا فرماتے ہیں علم ہر مہم مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱)۔ شب برأت کی فضیلت کے منکر کا کیا قہر ہے؟

(۲)۔ حضرت غنی سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب آدھے شعبان (پندرہویں شعبان) کی رات ہو تو اس

رات کو شب بید رہی کرو اور اس کے دن میں روزہ نہ کھاؤ (ابن ماجہ شریف، صفحہ ۹۹)

محمد ثنیٰ فرامنے اس روایت پر کلام کیا ہے حضرت امام احمد بن حنبل نے بھی التقریب صفحہ ۲۹۹ میں اس حدیث شریف کے ضعف نہ

جاتے ہوئے دیکھا کہ اس کی سند میں ایک راوی ابن ابی ہریرہ ہے۔ ان کے ہم میں اختلاف ہے اور ان پر مشن حدیث کا التزام لگا دیا گیا ہے

اس حدیث شریف کے ضعف کی بنا پر حدیث کا اقرار نہ ہو بلکہ غلطی کی نسبت سے پندرہویں شعبان کا روزہ رکھنا نہیں ہے؟

(۳)۔ اس رات میں مساجد میں شب برأت کے شفق بیانات کا پروگرام رکھا جاتا ہے۔ ان میں شب برأت کے نفاذ اور مسائل کتاب

جاتے ہیں لوگ ذاتی مشاغل سے بچتے ہیں۔ بعض مجلسوں میں رات جیسے ہو گیا ہے اور مساجد کے متولی حضرات کبھی حضرت امیر مسجد

اور علماء واعلمین کو اس رات میں بیان کرنے کیلئے مجبور کرتے ہیں اور اکثر مساجد میں مشہور، اعظمین کو خصوصی دعوت سے نہ بلانے جاتے ہیں لہذا اس رات میں شب برأت کے فضائل و مسائل بتانے کیلئے مساجد میں بیانات کا نظم و کھم کرنا کیسا ہے؟ اسی طرح رمضان المبارک میں بعد نماز شہر مساجد میں بیانات کا نظم و کھم کرنا کیسا ہے؟ اگر وہ مکمل و مدلیں جو بات قنایت فرما کر صحیح راستہ کی طرف رہبری فرمائیں۔

الحجاب طحا و مسلمینا (۱)۔ جمہور علماء کرام شب برأت کی فضیلت کے قائل ہیں کئی احادیث اس رات کی فضیلت کے بارے میں مروی ہیں نیز جو حضرات اس رات کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں وہ اس بات کی بنا پر کرتے ہیں کہ اس رات کی فضیلت کے بارے میں جتنی روایات ہیں وہ سب ضعیف ہیں لہذا ان حضرات کے بارے میں کوئی حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔

(۲)۔ پورے ذخیرہ احادیث میں پندرہویں شعبان کے روزے کے بارے میں صرف سنن بن حبیب ایک روایت ہے اور ابوداؤد ابن ابی بکر کی حدیث سے ضعیف ہے نیز فقہائے کرام نے جہاں مستحب روزوں کا ذکر کیا ہے وہاں محرم کی دن چودھ اور یوم عرفہ کے روزوں کا ذکر تو ہے لیکن پندرہ شعبان کے روزے کا ذکر نہیں ہے لہذا پندرہ شعبان کے روزے کو مستحب قرار دینا درست نہیں۔ البتہ شعبان کے مہینے میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے روزے روئے تھے صحیح ثابت ہے ان طرح: ما انکس اہم یعنی (۱۵، ۱۴، ۱۳) کے روزے رکھنے کی فضیلت بھی احادیث سے ثابت ہے لہذا اگر کوئی شخص ان دو جموں سے ۱۵ شعبان کا روزہ رکھ لے تو انشاء اللہ موجب اجر ہوگا۔

(۳)۔ تمام مبارک راتوں میں انفرادی طور پر گھروں میں نوافل ذکر و قنات و غیرہ کا اہتمام کیا جائے ان مبارک راتوں میں مسجد یا کسی اور جگہ جمع ہو کر عبادت کرنا اسے فقہاء کرام نے ضرور قرار دیا ہے لہذا ان مبارک راتوں میں بیانات و غیرہ کا نظم و کھم کرنا صحیح نہیں ہے البتہ بغیر اہتمام کیے بغیر کسی مسجد میں لوگ جمع ہوں اور انہیں اس رات کی فضیلت کے بارے میں بتایا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ رمضان المبارک کے مہینے میں لوگوں میں دین کی باہمی شننے کا شوق ہوتا ہے لہذا رمضان المبارک میں لوگوں کی سہولت کے مطابق کسی وقت بھی بیانات و غیرہ کا نظم و کھم کرنا صحیح نہیں ہے۔

لحمائی شرمی (۱۵۶)۔ حدثنا احمد بن حنبلہ لا یزید بن ہارون نا الحجاج بن ارطاة عن یحییٰ بن ابی عمیر عن عمرو بن عائشة قالت قدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلة فطر جئت فاداء هو بانفیع فقال اکتبوا فیہ ان یحیی اللہ علیک ورسولہ قلت یا رسول اللہ ظننت انک تکتب بعض ما ینبغی فقال ان اللہ تبارک وتعالی ینزل لیلة النصف من شعبان الی سماء الدنیا فیخفف لاکثر من عدد شعورہم کتب۔

وفی سنن ابن ماجہ (۹۹)۔ حدثنا الحسن بن علی الخلیل نا عبد الرزاق نا ابن ابی سیرہ عن ابراہیم بن محمد عن عروبة بن عبد اللہ بن جعفر عن ابراہیم بن علی بن ابی طالب قال لال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا كانت لیلة النصف من شعبان فقوموا لیلہا وصوروا نہارہا فان اللہ ینزل فیہا

میں رب المتعجب نے صبح، لہذا یہ قول الامام مستغفر لی فلاغفر لہ ولا مستغفر فی ہازرقہ الا غفر لی  
و عافنی الا کذا حتی یضع لہجر

و فی تہذیب التہذیب ۱/ ۳۰۹، و قال صالح بن احمد عن امہ ابو بکر بن امی سرور یضع  
احمد بن۔ و کان امی امی صریح بروی عنہ، و قال عبد اللہ بن احمد عن امیہ بنی منی، کان یضع  
لحدث و یکتب۔ و قال بن عدس کان یضع فی الحدیث۔

و فی سور الا یساح (صد ۹) و صد احیاء ثانی العشر الاخر من رمضان و لیس العیدین و ثانی  
عشر ذی الحجۃ و لیلۃ القدر من شعبان و مکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ہذہ اللالی فی  
المساحد

و فی تہذیبہ ۱/ ۱۱۳ الاغفر فی السر و التواقل المبرک لقولہ علیہ السلام صلوة الرجل فی  
المسک افضل الا تمکونہ

رفیہ ۲۰۱، و مستحب صوم ایام الیمین الثلث عشر و الرابع عشر و الخامس عشر کذا فی  
قاری فی صیحات

۱/ ۲۰۲ التمر عینات من الصیام انواع ۱ او لیلۃ صوم المسحر و اناسی صوم رجب و الذیلت  
صوم شعبان و صوم عاشوراء و ہذا الیوم العاشر من المحرم عند عامة العلماء و الصحابة و روى الله  
عابی عیب کذا فی التہذیبہ

و فی اندر المختار ۱/ ۳۲، و مکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ہذہ اللالی فی المساحد  
و فی فیض الدار ۱/ ۱۰۱، کتاب من جعل لاهل العلم ایاماً موعوداً "یرید ان من ہذہ الصیبات لا  
تعد مدحاً

## (۱۹) رمضان المبارک سے قبل چھ روزوں کا حکم

سوال: ایسا ہے کہ میں ہمارے دوستوں سے کہتا ہوں کہ رمضان المبارک سے پہلے یہ  
روزے رکھتے ہیں اور آیت میں ہے "ایسا روزہ رکھو کہ تم اپنے لیے عبادت کرو اور نہ اس کے لیے کہ تم لوگوں کی بات  
کریں۔" ان دنوں کا شوق ہے کیا نہیں؟

الجواب: دعا و مصلیٰ! اگر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر روز رکھنے کے مہمانت مقرر کی ہے کہ رمضان المبارک سے قبل روزے  
رکھنے سے آسانی ہو، اور اللہ تعالیٰ نے مصلیٰ اور دعا کی مہمانت ہر روز رکھنے کی ہے اور یہاں واضح ہے کہ روزہ رکھنے کی بات

۱۰ شعبان میں روزہ رکھنے کی گنجائش ہے۔ تاہم آپ کے عاتق میں رمضان المبارک سے کچھ نزدیک ذرا سہ ماہی ہے۔ اس لیے اس کا اعتقاد رکھنا بدعت ہوگا۔ چہاں رمضان سے کچھ دور نہ ہو۔ یہ چھ روزے رکھنے سے ایجاب کیا جاتا ہے۔

لصاھی النعمدی (۱۵۵۰ھ) عن اسی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا بقی نصف من شعبان فلا تصوموا

ولی الاعتصام (۲۴۱) المدۃ طریقی فی الدین مختصرۃ لضاھی الشرعیۃ بقصد بالسلوک علیہا ما یفصد بالطریقۃ الشرعیۃ

وفی الشافعی (۳۸۴/۲) قوله لحدیث (الخ) انه قال لا تقدموا رمضان صوم یوم ۱۰ و یوم ۱۱ الا حل کان یصوم صوما فلیصمه والمراد به غیر المنطوع حتی لا یراد علی صوم رمضان کما راہ اهل الکتاب علی صومہم یوفی بحد و بین ما انکرہ الشیخان۔

## (۲۰) عیدین کے دن روزہ رکھنا مکروہ تحریمی اور واجب الترتک ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص تیس رمضان بچھڑ کر روزہ رکھے اور دن ہے قریب نہ معلوم سوچے نہ سمجھے کہ اسے تو اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدین کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے اس لئے یہ روزہ رکھنا مکروہ تحریمی اور واجب الترتک ہے لہذا صورت مسند میں روزہ وار پر روزہ توڑنا واجب ہے اسی وجہ سے بعد میں اس پر نفاذ بھی لازم نہ ہوگی۔

ولی السرمہ المختار (۳۲۸/۲) (ولم یفل شرع فیہ قصد) (اداء و قضاء) ای یجب النامہ فان قصد ولو بعروض حیث فی الاصح وجب القضاء (الامی المصدی) (ایام الشریب) فلا یلزم لصبر ورنہ صائمہا بنفس الشروع فیصیر مرتکبا للہی اما بالصلاۃ فلا یكون مصلیاً ما لم یسجد بدلیل مستندہ المبعوث، ولی رد المحتار، قوله فلا یلزم ای لا اداء ولا قضاء اذا قصد۔

## (۲۱) شوال کے چھ روزے رکھنے کا ثبوت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں کو یہ کیا سمجھا ہے کہ عید کے بعد چھ روزہ رکھتے ہیں اور ان کے بڑے فضائل بتاتے ہیں تو ان روزوں کا ثبوت کہاں سے ہے آیا حضور آرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ روزے رکھے تھے؟

الجواب حامداً ومصلیاً عید الفطر کے بعد شوال کے چھ روزے رکھنا عماریت سے ثابت ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت وارد

ہوتی ہے البتہ ضرر و کرم علیہ وسلم نے روزے رکھے ہیں جنک اس بارے میں متقی و عابد کے ہاں جو امر اہل حق کی -

لحمانی صحیح مسلمہ ص ۳۶۹: عن ابی ایوب الانصاری: انه حدثہ ان رسول اللہ ﷺ قال من صام رمضان ثم جمعہ من حیوان کان کعبام اللہ

ولیس المشافہہ ۳۵۱۲: ان صوم السنۃ بعد الفطر متتابعۃ منہم من کرمہ والمختار انہ لا یاس بد لان البکرۃ انما کاتب لانه لا یومس من ان بعد ذلک من رمضان لیکون تشبیہا بالنصاری والی زان ذلک المحضی اھ ولی العایۃ عن الحسن ابن زہاد انہ کان لایری یصومہا یسا ویقول کفی یوم الفطر مفرقا یسین وین رمضان اھ و فیہا ایضا عامۃ المتأخرین لہ پرواہ یسا۔

## (۲۲) مسافر کو ماہ رمضان میں دوسرے واجب روزے کی اجازت ہونے اور مریض

### کو نہ ہونے کی وجہ

موال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام متفقین عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کالی عمر سے پہلے کی بات ہے نیک مولوی صاحب نے کہ ہری سچ کے آدمی تھے میری ان کے ساتھ کافی عجمی گپ شپ تھی ایک دفعہ روزے کا یہ مسئلہ انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ اگر کوئی مسافر رمضان میں رمضان کا روزہ چھوڑنا چاہتے تو درست ہے اور پھر یہاں رمضان میں انتظار کرنے کے رمضان کے دن میں رمضان کے روزے کی نیت بھی کر سکتا ہے البتہ مریض اس میں نہیں کر سکتا کہ رمضان کا روزہ تو مریض کی وجہ سے چھوڑ دیا اور اسی روزہ میں دن آھیا۔ یہ مسئلہ اتنی مجھے بھی بڑا عجیب لگا لیکن وہ مولوی صاحب بھی صحیح مراح اس کی وجہ نہیں بتا سکے، آج پھر میرے اہل حق میں یہ مسئلہ گردش کر رہا تھا سو چاہے یہ غیر تحریر ہذا آپ سے معلوم کر لوں۔ زاد کرم آسان اعجاز میں مجھے یہ بھجوا دیں۔

الجواب طاہر و معلیٰ صورت مسئلہ میں مسافر و مریض اگر نفل کی نیت کر لیں تو رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا، دونوں کے رمضان کوئی فرق نہیں ہے نہ کہ رمضان کے دن میں روزہ نہ رکھنے کی عبادت ہے کہ دولت اس کیلئے معیار میں رہا ہے، حتیٰ روزہ جمع صاقل سے لے کر غروب آفتاب تک ہو پورا روزہ کوئی اضافی وقت چھوڑ نہیں ہے۔ چنانچہ جب روزہ کیلئے وقت معبر ہے تو اس میں ہمیں شرط نہیں بلکہ وہ پہلی ہی سے متعین ہے، ہذا رمضان کے دن میں اگر کوئی شخص مطلق نیت کرتا ہے یا نفل اور واجب آخری نیت کرتا ہے تو اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں اور رمضان کا روزہ ادا ہوگا کہ مریض اس سے مستثنیٰ ہے اگر وہ دوسرے واجب کی نیت کرتا ہے تو اس سے دوسرا واجب ہی واجب کا جہان ہی ہے کہ اگرچہ نیت نے مسافر اور مریض کو رمضان میں رخصت دینی ہے لیکن سالاری رخصت کا تعلق سنہ کے ساتھ ہے جب سالانہ نیت ہوئے دوسرے واجب کی نیت کر لی تو رخصت موجود ہے لہذا مسافر کا اس رخصت پر عمل کرتے ہوئے اگر وہ واجب کی نیت کرنا چاہے بغیر مریض کی رخصت سے تعلق یا نفل کے ساتھ ہے جب مریض نے دوسرے واجب کی نیت سے روزہ چھوڑنا



رخصت ہی ختم ہو گئی اور واضح ہو گیا کہ دوسری نیتیں نہیں ہے لہذا مریض اگر دوسرے واجب کی نیت کرے گا تو رمضان کا روزہ ہی ادا ہو گا۔  
 دوسری وجہ یہ ہے کہ مسافر کو افطار کی اجازت دی گئی ہے تاکہ اس اجازت کے ذریعہ اس کو منافع بدنیہ (استراحت) حاصل ہو، چنانچہ جب اس نے واجب آخر کی نیت کر لی تو اس کو اس رخصت کے ذریعے منافع دینیہ حاصل ہو رہے ہیں جو کہ منافع بدنیہ سے زیادہ بہتر ہیں کیونکہ مسافر اگر ای رمضان میں مرجا تا ہے تو اس کو رمضان کے چھوڑنے کی وجہ سے سزا نہیں دی جائے گی۔ لیکن دوسرے واجب کے چھوڑنے کی وجہ سے سزا کا مستحق ہو گا۔ لہذا شریعت نے اس کے دینی فائدہ کو سامنے رکھتے ہوئے اس کی نیت کو معتبر قرار دیا ہے۔ جبکہ نقل کی نیت میں اس کا دینی فائدہ رمضان ہی کی نیت میں ہے لہذا یہاں بھی اس کے دینی فائدہ کو مد نظر رکھتے ہوئے رمضان ہی کا روزہ قرار دیا ہے کیونکہ اس سے فرض کی ادائیگی بھی پوری ہو جائے گی اور فرض کا ثواب نقل سے زیادہ ملتا ہے۔

لصافی الہندیہ (۱/۱۹۶): «وإذا نوى واجبا آخر في يوم رمضان يقع عن رمضان ولا فرق بين المسافر والمقيم عند أبي يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى وعند أبي حنيفة رحمه الله تعالى إذا صام المسافر بنية واجب آخر يقع عنه ولو لوى النفل ففيه روايتان كذا في الكافي. والاصح انه يقع عن رمضان كذا في محيط السر حسي وأما المريض فالصحيح ان صومه يقع عن رمضان كذا في الكافي»

وفی فتاویٰ التتار خانیہ (۲/۳۵۹): «ولو نوى المسافر التطوع فعن أبي حنيفة وروايتان في رواية يقع عن الفرض. وفي الفتاوى الحلاصة وهو اصح الروايتين وفي رواية يقع عن التطوع. والمريض اذا نوى التطوع فالصحيح انه والمسافر سواء. وان صام بنية واجب آخر يكون عتاقاً في الروايات كلها. اما المريض فالصحيح عندنا انه يقع صومه عن رمضان»

وقی الشامیہ (۲/۳۷۸): «اما في حق المسافر فان نوى واجبا آخر يقع عنه عند الامام وان نوى النفل او اطلق فعنه روايتان اصحهما وقوعه عن رمضان لان فائدة النفل الثواب وهو في فرض الوقت اكثر. قوله الصحيح وقوع الكل عن رمضان الخ المراد بالكل هو ما اذا نوى المريض النفل او اطلق او سوى واجبا آخر وما اذا نوى المسافر كذلك الا اذا نوى واجبا آخر فانه يقع عنه لاعتن رمضان لان الهمسافر له ان لا يصوم فله ان يصره الى واجب آخر لان الرخصة متعلقة بمظلة العجز وهو السفر وذلك موجود بخلاف المريض فانها متعلقة بحقيقة العجز فاذا صام تبين انه غير عاجز»

وفی نور الانوار (ص ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۷۵): «او يكون معياراً له وسبباً لوجوبه كشهر رمضان. فيصير غيره متنبهاً اي لما كان شهر رمضان معياراً للصوم يصير غير الفرض متنبهاً في رمضان كما قال عليه السلام اذا نسلخ شعبان فلا صوم الا عن رمضان. فيصاب بمطلق الاسم ومع الخطاء في

البحر في الاقلى المسافر جازي انما حر عند ابي حنيفة استثناء من مفاد انى يصاب رمضان مع  
الخصاء، في نصف في كل يوم جمعة الاقلى المسافر حال كونه مريض في رمضان واجازة من  
الخصاء والكفاية فيه بتبع عيسى بن ابي زرعان عند ابي حنيفة لان وجوب الاداء لما سقط في حنفه  
بغير بعض ذلك من الاقلى في وجوبه حر والدليل الذي اوردنا من انما يحسن له بالتعذر ينصرف  
انما يقع بدنه بالامتنع من شرب الماء في منافع دينه وهي قضاء ما رجب عليه من القضاء والتمتع  
او في لانه انما في حد الامتنع له بهاديه لاجل رمضان ويعاقب بسبب الخصاء والكفاية، وانما  
ليس له في الاقلى منافع دينه ولا امتناع دينه



[illegible]

موجودہ جہاد اصطلاحاً جو بیٹ اور والدین میں جانی غارتگی کی گنجائش ہے، یعنی جس قدر اور کس قدر کے معاملے جو اسے سنوں ہے، بشرطیکہ باقی بچے کے لیے اسے اسے اپنے والدین کے ساتھ ساتھ ہی لیا جائے گا اور وہ تو صحیح ہوگا البتہ باوجود اسے ایسا کرنا چھوڑنا اور اس طرح کی بات کہانی خلاف سنت ہے۔ اس لیے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت میں بھی ایک دو تھے، حق، اور باقی ایک دہائی ایک دہائی یا تینوں کا اختلاف نہ تھا۔

وفي المدافع لصانعها (١٠٥٠) السنة فيها هو التأخير لأن معنى الاستعانة فيه اسع وعديوي على رسول الله ﷺ انه لا يثلاث من بين المرسلين تأخير السحور وتعجيل الافطار ووضع البحر على الفضل تحت انسه في الفضل

في القنيداء ١٠١: ثم قاعبر البحر مستعجب

وفي النقد الإسلامي ١٩٢٣ ، بحث ليدمان، مالماتي (١) السحر، على شكل  
وحرارة ماء

(۲۵) اذان فجر تک سحری کا خم

[illegible]

الغرض کہ اگرچہ یہ سب باتیں غلط تھیں مگر ان کے ساتھ ساتھ یہ باتیں بھی غلط تھیں۔

**لعمالي الهندور<sup>٤٠</sup> ، وودس<sup>٤١</sup> حتى يهلع الهجو الثامى وهم المستطير المشر فى الاق الى**

عمر رب الشمس وقد اختلف في ان العبدة لاول طلوع الفجر الثاني اولا سقاربه وانشاره فيه قال  
شمس الاسنة الخنوبی القول الاول احوط والثاني اوسع هكذا في المحيط وانه مال اكثر العلماء  
كذا في حاشية الفتاوى في كتاب الصوم.

وفي اندلس المختار ۴: ۳۸ (هو) نفاة المساک عن المضطرات الاثنية حليفة او حكما كس اكل  
سائبا لانه ممسك حكما وفي وقت محصر وهو اليوم من شخص مخصوص (مسمو) كان في  
داره او عالم بالوجوب طاهر عن حیض او عاس (مع الثبة) المعبودة  
وفي المشابهة تحت الطهارة وهو اليوم اليوم الشرعي من طلوع الفجر الى الغروب وهل المراد اول  
زمان المظنوخ او انشأه المضو ۲۰ فيه خلاف كالخلاف في المظنوخ والاول احوط والثاني اوسع كما  
قال الحلواني كما في المحيط.

## (۲۶) اذان کے بعد حرمی کھانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں امام اس مسئلہ پر۔ شیخ محمد بن عرفان دشت کشمیر سے ہیں؟ ان کا یہ کہہ سنا کہ بھائی کا بڑا ہے کہ اذان  
نے پست سازن لی تو اذان پوری کا وقت ختم ہو جائے بلکہ اللہ کو کہنا ہے کہ تم نے ماری زحلی راہ دے میں جب تک اذان  
پوری نہ ہو وقت تک کھانا نہ کھتے ہیں چنانچہ وہ کہتی ہیں کہ اذان کے آخری کلمہ حرمی لینی جاسی ہے لیکن بعض وقت اذان فاتحہ سے  
تو پورا ختم ہو گا اور اگر اللہ کو کھانا نہ ہو تو ان کے روزوں کا کیا حکم ہو گا کہ نہ پوری اذان ہو جائے اور نہ میں

الجواب: حدیثیاً مسرت مسولہ میں اب سے پہلے یہ بات سمجھ لی جائے کہ اگر کسی نے وقت کے ختم ہونے کا ہمارے سامنے  
پرستہ اذان اور ساری اذان پورا کر کے ساری صبح صادق کے طلوع ہوتے ہی جہاد جہاد تو کھانا کھانا نہ دین چاہئے۔ اور  
اذان آئے صادق کے بعد ہی ہوا ساری ہے لہذا یہ کہ اذان شروع ہونے کے بعد جہاد آخری کلمہ سماعتے ہیں سمجھ نہیں ہے نہ آپ نے  
اللہ کے اور ساری زحلی میں طرہ روزے۔ اٹھے حرمی کے بعد اذان کے ختم تک وہ جاری رہا تو ان پر تمام روزوں کی قضا لازم  
ہے۔ اور اگر یہ تمام روزوں میں کسی نے یہ تو چھ مہینہ روزوں کے بارے میں یقین یا ایمان غالب ہو صرف اذان کی قضا لازم ہوئی۔

المعانی القہدیہ (۱۹۹۰ء) مسخر عنی علی ان الفجر لم یقطع وهو طالع او افطر علی ظل ان الشمس  
قد غرمت ولم تعرب قضاء ولا كفارة بحسب لانه ما تعمد الافطار کذا فی محیط السرحسی  
وفي المشابهة (۲۰۲) قوله ان نصح اى يحجب عليه القضاء دون الكفارة لان الجباة قاصرة وهي  
حاشية عدم السبل لاحابة الافطار لانه لم يفصده



الممكن، ونقبا لفهمه وغنيه القضاء لانه حتى مضمون بالمثل

وهي الممر المحتار ۲/۴: ۱۳۰، انما لسحر او الفطر مغل اليوم اي موقت الذي اكلي فيه الليلا، الحال

ان الصجر طابع والشمس لم تعرب، وفي: ۳۰۶، (فقط) في الصور كلها فقط،

## (۲۹) اگر رات سے روزے کی نیت کی تو اس کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں حاکم ترمذی، ہفتین ملام اس مسئلے نے، روزے میں کہ ہم نے گھر میں تعمیر الی کا سورہ ہر ہا، یہ جو اس کی تعمین  
تھی، یہ جو یہی بھائی کی شادی تھی اس میں روزہ دیا، تھا اس کی تعمین تھی۔ جس روز رمضان کا یہ نہ نظر آیا میں مشاغل نماز پر حاضر یہ سوچ  
رہا تھا کہ میں صحت سے روزہ رکھتا ہوں اور اسی اثنا میں آکر تکبیر کی، چونکہ ان دن فی یوم پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے اگلے دن ظہر کے بعد آگے  
نکل کر آتیا یہ روزہ میرا درست ہو گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً: صورت معمولہ میں جبکہ آپ نے رات سے روزے کی نیت کر لی تھی اس لئے آپ کا روزہ درست ہو گیا۔

لسان الیہدیۃ: ۱۴۵، ولو لم یل نیت ان یصوم عدا ان شاء الله تعالی صحت نیتہ هو الصحيح

کذا فی الطہرۃ

وفی الفقہ الاسلامی والذکر: ۱۶۰-۱۶۱: فمنی حظر فقلہ فی اللیل نو عدا من رمضان والہ صائم فیہ

لفقد بدی

## (۳۰) نفلی روزے کی نیت رات کو کر لی تو صبح صادق تک سوتے رہنے کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں حاکم ترمذی، ہفتین ملام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک آدمی نے رات کو نفلی روزہ کی نیت کر لی لیکن صبح  
نہ کی تو نہ بھی اور روزہ نہیں رکھا تو اس پر قضاء واجب ہے یا نہیں اور کیا پر از غفلت یا شوق سے قلم میں آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً: اگر کسی شخص نے رات سے وقت نیت کی کہ وہ کسی کے دن روزہ رکھے گا پھر وہ سو گیا اور صبح صادق کے بعد اس کی  
آنکھ کھلی تو اس صورت میں وہ شخص پر روزہ لازم ہوگا مگر اس نے افطار کر لی تو اس پر قضاء لازم ہوگی۔ چنانچہ صورت مستحب میں سائل پر  
قضاء لازم ہوگی لیکن یہ مسئلہ ہم افضل یا شرع کے قلم میں نہیں آئے گا۔

لسان الیہدیۃ: ۱۰۶، واعلمہ بقتراط فی الاجراء بالمیئۃ ان لا یرجع علیہا فان رجع مان

عزم علی الفطر لیل بعد ما اولہ یکن صائماً کذا فی الطہرۃ

وهی القناری الباتار حاشیہ: ۳۲۱/۲، ولو نوى ان یصوم غداً لم بداله قبل الفصح ان لا یصوم لا یحب

علیہ القضاء، ولو نوى ان یصوم غداً فاکمل بعد الفصح یحب علیہ القضاء





لصافی المسلم (۱/۳۵۰): عن زید بن ثابت قال تسحرنا مع رسول الله ﷺ ثم قمنا إلى الصلاة قلت كم كان قدر ما بينهما قال خمسين آية... وعن سهل ابن سعد رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر.

وفی الہندیہ (۱/۱۹۳): تسحر علی ظن أن الفجر لم یطلع وهو طالع أو افطر علی ظن أن الشمس قد غربت ولم تغرب قضاء ولا كفارة علیہ لانه ما لعمد الافطار کذا فی محیط السرخسی.

وفی الشامیہ (۲/۳۰۵): قوله أو تسحر! ای یحب علیہ القضاء دون الکفارة لأن الجنابة قاصرة وهی جنابة عدم الثبوت لا جنابة الافطار لانه لم یقصدہ.

### (۳۳) روزہ کھولنے (افطار کرنے) کا وقت

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں مختلف مکاتب فکر کے لوگوں کی مساجد ہیں کچھ جلدی اذان دیتے ہیں اور کچھ دیر سے توکن کی اذان پر روزہ افطار کرنا چاہتے؟

الجواب حامداً و مصلياً۔ روزہ کا وقت صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ لہذا افطاری کے لئے شرط آفتاب کا غروب ہونا ہے اور چونکہ غروب کی اذان بھی غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے اس لئے جلدی اذان پر آپ افطاری کر سکتے ہیں، بشرطیکہ اس مسجد والے غروب آفتاب کا اقرار کرتے ہوں۔

لصافی الطحطاوی علی الدرر (۱/۴۳۹): (قوله وهو اليوم) ای من أول زمان الصبح الصادق إلى المغرب أي زمان غيوبة تمام جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق وفي البخاري عنه عليه السلام اذا قبل الليل من هنا فقد افطر الصائم أي اذا وجد الظلمة حساً في جهة المشرق فقد دخل في وقت الفطر أو صار مفطر إلى الحكم لأن الليل ليس طرفاً للصوم فہستانی.

وفی الشامیہ (۲/۳۷۷): (قوله وهو اليوم) ای اليوم الشرعی من طلوع الفجر إلى الغروب وهل المبدأ أول زمان الطلوع أو انتشار الضوء؟ فیہ خلاف کالخلافا فی الصلاة والاول احوط والثانی أو سع کما قال الحلواتی کما فی محیط. والمواد بالغروب زمان غيوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة في جهة المشرق قال ﷺ "اذا قبل الليل من هنا فقد افطر الصائم" أي اذا وجدت الظلمة حساً في جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطراً إلى الحكم لأن الليل ليس طرفاً للصوم.

### (۳۴) گھر میں افطار کرنا چاہیے یا مسجد میں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر روزے علاقے میں یہ روانہ ہے کہ رمضان المبارک میں لوگ افطاری کے وقت عمارتوں وغیرہ مسجد میں بیٹھ جاتے ہیں اور سارے روزے دار مسجد میں جمع ہو کر افطاری کرتے ہیں پوچھتے ہیں کہ افطاری کون کھائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً مسجد میں غیر مستحب لیکن اگر نماز کھائے تو قہراً ہے نہ کہ اس سے کھائے مسجد کا اندیشہ ہے۔ لیکن اگر جماعت کے فوت ہونے کا خوف ہو تو پھر اختلاف فی نیت کر کے مسجد کی صفائی کا خیال رکھتے ہوئے مسجد میں افطاری کرنا جائز ہے۔ لیکن اعتدالیت اور عدم اعتدالیت کی تعیین و تشخیص سے اس لئے کہ یہ حالات اور افراد کے اعتبار سے بدلتی رہتی ہے البتہ عام حالات میں صحیح افطار درجہ اول ہے۔

لصافی المرقیات (۱/۲۵۶)۔ واما ما صح ان عمرو عثمان رضى الله عنهما كانا برضا بصلان المغرب حين ينتظران الى الليل الاسود ثم يفتقران بعد الصلاة لظهور لبان جواز التاجير لذات يقض وجوب التعجيل ويسكن او كما غير معتكفين ورأيا الاكل والشرب لغیر المعتكف مكرهين لكن اطلاق الاحاديث ظاهر في استاء حال الافطار

والمی الهدیۃ (۵/۳۲)۔ وبكره الصوم والاكل فيه لغیر المعتكف واذا اراد ان يفعل ذلك ينبغي ان يسرى الاعتكاف فيه حتى يبدى الله تعالى بقدر ماوى او يصلى ثم يفعل ماشاء (كذا في السراج)

والمی النامیۃ (۲/۳۳۸)۔ ونعلم انه كذا لا يكره الاكل ونحوه في الاعتكاف الواجب فكذلك لمی التطوع كما في كراهية جامع الفتاوى ونحوه بكرة الصوم والاكل في المسجد لغیر المعتكف واذا اراد ذلك ينبغي ان يسرى الاعتكاف فيه حتى يبدى الله تعالى بقدر ماوى او يصلى ثم يفعل ماشاء

### (۳۵) ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان سے روزہ رکھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل رمضان المبارک اور دیگر مہینوں کے متعلق ریڈیو، ٹی وی پر خبریں جاری ہیں تو کیا ریڈیو اور ٹی وی کے اعلان کو مستحکم سمجھ کر روزہ رکھنا ضروری ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً بال رمضان کے ثبوت سے انشاء شہادت اور حوالہ نہیں، بلکہ صرف ایک شخص کی خبر کافی ہے۔ اور صورت مسئول میں چونکہ ریڈیو اور دوسرے آلات خبر پر مبنی ہوں گے تو ان کی قبول شدہ شہادت کو نظر کیا جاتا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس

دوسرے ذرائع سے بھی اس کی توثیق ہونا چاہئے، تو اس وقت یہ یوں اور دوسرے آلات خبر کو معتبر سمجھ کر روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

لسا فی احکام القرآن للشیخ ظفر احمد العثماني (۲۰۰/۱): لا اعتبار باختلاف المطالع، مسئلة: واذا عرفت ان قوله تعالى فمن شهد منكم الشهر فليصمه، ليس مقصوراً على الشهود بالروية بل بعينه والشهود بالخبر فاذا اخبر مخبر عن رؤية بلد قريب أو بعيد قبل رؤيته بلبلة وهو عدل وكان بالسماء غلة، أو شهد عدلان أو جماعة عظيمة لا يجوز نواظرها على الكذب والسماء مضحية لومنا قضاء يوم.

وفی انوار المحمود (۲/۷۷): قال ابن المأجشون لا يلزمهم بالشهادة الا لاهل البلد التي ثبتت فيه الشهادة. الا ان يست عند الامام الاعظم فيلزم لان البلاد في حقه كابلد الواحد اذ حكمه نافذ في الجميع.

وفی السائر خاتمه (۲/۳۵۵): وذكر الشيخ الامام شمس الائمة الحلواني ان الصحيح من مذهب اصحابنا ان الخبر اذا استفاض وتحقق فيما بين اهل احدى البلدتين يلزمهم حكم اهل هذه البلدة. وفيها ايضاً (۲/۳۵۲): وسبق شهادة الواحد على شهادة الواحد في هلال رمضان ولا يشترط فيه لفظ الشهادة.

وفی الهديّة (۱/۱۹۷): ولا يشترط في هذه الشهادة لفظ الشهادة ولا الدعوى ولا حكم الحاكم حتى انه لو شهد عند الحاكم وسمع رجل شهادته عند الحاكم وظاهره العدالة وجب على السامع ان يتصوم ولا يحتاج الى حكم الحاكم.

وفيه ايضاً (۱/۱۹۹): ولو شهدوا ان قاضي بلدة كذا شهد عنده النان برؤية الهلال في ليلة كذا وقضى بشهادتهما جاز لهذا القاضي ان يحكم بشهادتهما لان قضاء القاضي حجة وقد شهدوا به كذا في فتح القدير.

وفی الشامية (۲/۳۸۶): قلت: والظاهر انه يلزم اهل القرى الصوم بسماع المدافع أو رؤية القناديل من المضر لأنه علامة ظاهرة تغيب غلبة الظن وغلبة الظن حجة موجبة للعمل كما صرحوا به.

وفی الفقه الاسلامي (۳/۱۶۶۲): وهذا الرأي (رأى الجمهور) هو الراجح لدى توحيداً للعادة بين المسلمين وسعاً من الاختلاف غير المقبول في عصرنا. ولان ايجاب الصوم معلق بالرؤية دون تفرقة بين الافطار والعلوم الفلكية تزيد توحيد اول الشهر الشرعي بين الحكومات الاسلامية. لان اقصى مدة بين مطلع القمر في اقصى بلد اسلامي وبين مطلعها في اقصى بلد اسلامي آخر هو نحو ۹

ساعات، فيكون بلاد الاسلام كلها مشتركة في اجزاء من الليل تصكها من الصاء عند ثبوت البرق في  
والبلق بها برقا او عاصفا

### (۳۶) ریڈیو کی اذان سے روزہ افطار کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مسئلہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ریڈیو کی اذان پر روزہ افطار کرتے ہیں یہ  
ریڈیو میں اذان بجلی کی مسجد سے کچھ پیسے ہوتی ہے ان لوگوں کا روزہ صحیح ہو جائے گا یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلیاً روزہ کے افطار کا وقت غروب آفتاب ہے اس لئے اگر یقین ہے کہ ریڈیو کی اذان غروب آفتاب سے بعد ہوتی  
ہے تو ریڈیو کی اذان پر روزہ افطار کرنا درست ہے پھر بجلی کی مسجد میں اذان ہوتی ہو یا نہ ہوتی۔

لما في الشامية (۲/۳۰۷) قلت : مقتضى قوله لا بأس بالفطر بقول عدل صدقه انه لا يجوز الاكل  
بصدقه ولا بقول المنصور عطفاً لا لأولى سماع الظل أو المدفع الحادث في زمان لا احتمال كونه  
لغيره ولأن الغالب كقول الصواب غير عدل فلا بد حينئذ من التحري فيجوز لأن طاهر مذهب  
أصحابنا جواز الإفطار بالبحري كما نقله في المنعراج عن شمس التلوة المرحوم لأن التحري  
بغيد غلبة الظن وهي كالتيقن كما تقدم فلو لم ينحصر لا يحل له الفطر لما في السراج وغيره لو شك  
في الغروب لا يحل له الفطر لأن الأصل بقاء النهار وفي البحر عن البرية ولا يفطر عالمه بعلب  
على منه الغروب وإن أقبل المؤذن أو قد يقال إن المدفع في زمانا بغيد غلبة الظن وإن كان ضارباً  
فاسقاً لأن العادة أن الموقت يذهب إلى دار المحكم آخر النهار فيعلم له وقت ضربه ويعيه أيضاً  
للتوزن وغيره وإذا عثر به يكون ذلك سراً في الدرب وأحواله ثبوت المعنى فبغيد غلبة الظن بهذه  
القرائن عدم الخطأ وعدم قصد الالحاد ولا لزوم تأنيب الناس وإيجاب قضاء الشهر بتمامه عليهم فإن  
غالبهم يفطر بمجرّد سماع المدفع من غير تحرر ولا غلبة من.

### (۳۷) سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مسئلہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے شب میں سورج غروب ہونے سے پہلے  
افطار کر لیا۔ افطار کے بعد مسند پر گیا تو مسند میں سورج کا کس نظر آیا تھا اب اس شخص پر قضاء رکھنا یا نہ رکھنا؟  
الجواب حامداً ومصلیاً اگر کسی شخص نے روزے کی حالت میں اپنے لب ثمان کے طاق پہنچا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ ان  
نے افطار کر لیا پھر بعد میں پتہ چلا کہ سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کر لیا ہے تو اس پر صرف قضاء لازم ہوتی ہے کفار و لازمی نہیں ہوتا۔

۳۸۔ میں نے بھی پوچھا کہ اگر کسی نے روزہ رکھا تو اسے کھانا پینا اور عبادت سے روک دیا جائے تو اسے کیا کرنا چاہیے؟  
اب نے فرمایا: روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے اور اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔

ساحی الہدیٰ صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷: منجر علی ظن ان المعجز لم یطلع وهو طالع او افطر علی ظن ان الشمس قد غربت ولم یعرب فساد ولا كفارة عليه لانه فاعتمد لا افطار كذا فی المحيط البحر ص ۱۰۵۵: وبن ظن غروب الشمس لان نبی عدم الغروب فعليه القضاء فقط وان نبی لغروب او لم یقین سی ولا شیء عندہ  
وفی الدر المختار ۴۰۵: ۴۰۶: منجر او افطر بظن الیوم) ان الوقت المفی اكل فيه الجلاء) التحال ان المعجز، طالع والشمس لم تغرب (وفی ص ۴۰۶: وقصی) فی المصنوع كلها (لفظ).

### (۳۸) وقت سے پہلے روزہ افطار کرنے کا حکم

۳۸۔ یہ فرماتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اور اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔  
یہ فرماتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اور اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔

ساحی الشیخ المصبر ۱۵۸، ۱۵۹: ان ظن ان الشمس قد غربت لعم او عہد فافطر ثم ظهرت الشمس فعليه القضاء فی رأى اکثر العلماء ومنه لو أدن المؤذن خطأ قبل الغروب او ضرب مدفع الافطار قبل الغروب ولو بدقیقة فافطر بقاء علیہما رجب القضاء  
وفی الہدیٰ صفحہ ۱۹۵: اذا شهد ان ان الشمس غابت وشهد آخر ان انہا لم تغب فافطر ثم ظهر انہا لم تغب فعليه القضاء دون التكفارة لان اتفاق كذا فی فناوی فاضی حان

### (۳۹) جہاز کے سفر میں سورج دکھائی دینے کی صورت میں افطار کا حکم

۳۹۔ یہ فرماتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اور اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔  
یہ فرماتے ہیں کہ اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے اور اگر روزہ رکھنے والے کو روزہ رکھنا چاہیے تو اسے روزہ رکھنا چاہیے۔

تو یا یہ شخص غروب کا انتظار کریگا، انتظار کرے گا۔

الجواب حامداً ومصلیاً: صورت: سوال میں وہ اگر اس کو انداز تھا کہ غروب نہ ہو گا تو اس نے رکعت کی رخصت دھواؤں سے چائے کے پانی کو قبول کر لیا۔ روزہ نہ رکھے۔ لیکن اگر وہ ایسا ہی نہیں کرتا، بلکہ اگر غروب نہ ہو جائے تو اس صورت میں غروب: قریب سے پہلے انتظار کرے۔ جب غروب کا انتظار کرنا ضروری ہے۔ جس میں یہ سے کوئی مشقت پیش آئے (جیسا کہ مذکور وہاں میں ہے) تو اس بعد انتظار کرے۔ غروب کے بعد اگر اس صورت میں روزہ چھوڑ دیا جائے اور اسے اس صورت میں صرف انتظار کرنا ہو تو اسے انتظار کرنا۔

یہ اگر مسافر جہاز میں بیٹھ کر سفر کر رہا ہو اور وہ اس پر سوار ہو گیا ہو تو اس صورت میں بھی رخصت سے غائب ہو کر غائب ہو کر رہے۔ اگر وہ اس سے پہلے انتظار کرے چاہے اس سے یہ خلاف اس صورت کے کہ مسافر کسی شے میں غروب کے بعد انتظار کرے۔ جہاں میں سوار ہو اور اس پر سوار کی رخصت نہ ہو تو اس صورت میں اس پر روزہ کے احکامات جاری نہ ہوتے ہیں۔ یہ رخصت نظر سمجھا جائیگا۔

لصالحی الشامية (۳/۱۷۷): المراد بالعروب زمان عیوبه جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فی جبهه

المشرق قال یسئله (وإذا قلل الليل من ههنا فقد انقضت الصلوة) ای انوار حدیث الظلمة صافی جبهه

المشرق فقد ظهر وقت الفطر (وإذا صارت معطرا فی الحکم لان الليل ليس ظرفا للصوم

وکی فضاوی السبعین ۱۰/۱۳۶، اذا كان الصلوة فی الطائفة واطلع بوسطه الساعة والتعبور عن

الخط والبلد الغربية منه وهو بری الشمس بسبب ارتفاع الطائفة فليس له ان يفطر لان الله تعالى قال:

(ثم انتم الصائمون الى الليل) وهذا العایة لم یحقق فی حقه مادام بری الشمس (واما اذا انقضت بالبلد بعد

انتهاء النهار فی حق طائفة الطائفة لم رأي الشمس فانه... حاکم، حکم البلدان

افتح منها وقد انتهى الهذو وهو فيها

## (۴۰) افطاری میں حضور ﷺ کا معمول مبارک

سوال: کیا نیت میں ملا کر ام ایسا ممکن ہے؟ اسے میں کہہ دوں جس چیز سے افطار کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً: صحیح ہے افطار کرنا سنت ہے، اگر کھجور نہ ملے تو چھوڑ دے۔ روزہ پانی سے، عام طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول تھا، لیکن بات محکم سے انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ یہی سنت ہے۔

لصالحی مشکاة المصابیح ۱/۱۵۷: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی ﷺ یفطر قبل ان یصلی

علی وطیاء لان لم تکن طیاء فسر ان لم تکن لیسرات حسابات من ماء،

## ﴿جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے﴾

### (۴۱) روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان میں کب سے کب تک روزہ رکھنا واجب ہے؟

جواب میں جو سے میرے ایک دوست نے یہ سوال پوچھا کہ میں نے دو پہر کو جوڑے سے کھانا کھالیا کیا میرا روزہ ٹوٹ گیا۔ مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔ یونہی دھوکہ پرین نماز پڑھنے کی وجہ سے مجھے بہت دیندار سمجھتے ہیں اور مجھ سے دین کے متعلق سوالات پوچھتے ہیں لہذا آپ میری فرمائش پر ایسا اصول روزہ کے متعلق بیان فرمادیں جس سے انسان اندازہ لگا سکے کہ کن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور کن سے نہیں ٹوٹتا؟

الجواب حامد کوصلیاً۔ یہ وہ چیز جو عادت، مکان، ملک یا دور سے علاقہ کے بارے میں عیت میں داخل کی جائے اور جہاں یا دور میں داخل کسی میں نہ ہو یا کسی پناہ جانے روزہ کی حالت میں صبر اور دعا سے روزہ توڑ جاتا ہے خواہ شطی سے ہو یا بزدلی سے لیکن اگر بھول کر یہ اعمال صبر و دعا سے نہیں توڑا تو روزہ ٹوٹا ہے بلکہ اگر کسی نے کچھ کو مسال یا کچھ سے گریز کرنا چاہئے اور پچھنے والوں کی کسی مستند عالم یا مفتی کی طرف رہنمائی کرنا چاہئے۔

لما فی الفہم المختار (۳/۱۷۲)۔ اما ما عی المفطرات، الا تہ (حقیقاً اور حکماً) کمن ماسیاً فانا ممسک حکماً (فی وقت مخصوص) وهو الیوم (من شخص مخصوص) مسلم کائن فی دارنا او عالم بالوجوب طاهر عن البهض او الغفاس (مع التبیہ) المعهودہ۔

وفی المہذبہ (۵/۵۳۳)۔ الامر بالمعروف یحتاج الی خمسۃ اشیاء اولہا العلم لان النجاہل لا یحس الامر بالمعروف الخ

وفی النسخۃ الاسلامیہ (۳/۱۶۶)۔ ان الصوم امتناع لعلی عن شہوتی البطن والفروج وعن کل شیء حسی یدخل المحروف من ذوات ووجود فی زمن معین وهو من مطلق المحرم الثانی ای المصادق الی عروب الشمس من شخص معین اهل له وهو المسلم العاقل غیر الخائض والغفاس نیت وہی محرم القلب علی ایجاد العمل جو مادیوں تردد لتعبیر العبادة عن العادة

### (۴۲) پانہا نے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج صبح میرا بچہ کالے بارہا توڑیں میں میرے آگے بیٹھ دوں اور

باتیں نہ رہے تھیں میں نے ایک نے یہ کہتا تھا میں میری سے بعد پانچ روز با تھا اور ویسے ہی کیف لگا کر بیٹھ ہوا تھا کہ میری کانٹھ لپک گئی  
پھر اب میری اپا تھ کہ تھ کھلی قریب دو بج گئی تھی میں نے ہمدی سے پانچ تھکا اور لپک گئی اب آپ سے چوتھو ہے کہ یہ الٹا ہے  
روزہ پانچو اڑنے سے گیارہ روزہ گچ ہوگا پانچو اس روزہ کی تقاریر کرنی پڑے گی؟

الجواب حامد ومصلیٰ سورت مستور میں اس شخص کا روزہ قاسم ہو گیا اب اس پر روزہ کی تھا لازم ہے لپٹ کفارہ نہیں آئیگا۔

لما فی اللہ بعد ۱۴۰۳ھ اذ بقیت للعدۃ المحرو فی فیہ فطعن الفجر لم اتملھا واخذ کسرة خمر  
لبا کلھا وھو سامی فلما مضی فھا ذکر اہ صائم فاستلھما مع ذکر الصوم قال بھنھم ان ابتلھما قل نہ  
بخر جھا فعیہ الکفارۃ وان اخر صائمہ اعادھا لا کفارۃ علیہ وھو الصحیح کذا فی فتاویٰ قاضی خاں۔

### (۴۳) روئی والی روئی منہ میں رکھنے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے چھوٹے بھائی کی دانہ میں زخم ہے اور روئی روئی والی میں ڈبو کر  
میں رکھتا ہے آپ سے یہ پوچھتا ہے کہ اگر روزہ کی حالت میں روئی روئی میں ڈبو کر منہ میں رکھے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا  
اور اس طرح اگر کبھی خون کا لالہ غسوس ہو تو خوف نکلے پھر تو اس صورت میں یہ حکم ہے؟

الجواب حامد ومصلیٰ روئی روئی میں ڈبو کر دانوں یا ناک میں رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا ہے اسلئے کہ اس کے اثرات امانت تک پہنچ  
جاتے ہیں اور ان میں ملامت بدن بھی ہے۔ اور ہر ایک چیز کے جسے اثرات امانت تک پہنچ جائیں اور جسم کیسے مفید بھی ہو تو مفید صیہ  
ہے نیز دانوں سے خون نکل کر قحط کے ساتھ نکلنے کی عین صورت میں خون ناک میں ہوگا قحط اور دانوں برابر ہو گئے۔ اگر قحط  
نائب ہے اور کوئی نکلے یا تو اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر خون ناک میں ہے تو اس صورت میں روزہ ٹوٹ جائے گا اور برابر ہو گئی  
صورت میں بھی احتیاطاً روزہ ٹوٹ جائیگا۔

لما فی مرافی الفلاح (ص ۵۵۲) ان اکل (او اذ او لفظاً) او ابتلع ریفہ متھیرا بخضرة أو صغرة من عمل  
الابرسم ونحوہ وھو ذکر لصومیہ لا کفارۃ علیہ

وفی الطحطاوی علی مرافی الفلاح (ص ۵۵۳): (لولوہ والسوط) بضم السین الفعل یفتحھا  
ما یستعط بہ (فولہ ص) ای الدواء فی الأنف ھذا معناه لغة والحکم لا یخص حب الدواء بل  
لو استشق الماء فوسل بہ الدماغه الفطر

### (۴۴) بلارادہ حلق میں پانی چلے جانے سے روزہ ٹوٹے۔

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دن روزہ سے تھا ظہر کی نماز نیسے ہو کر با تھا تو میرے



وقت میں سے غلطی میں پائی چلا گیا تو کیا اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا؟ اسی طرح بعض دلدل غلطی میں پائی جانے کا صرف شک ہو جائے اور بعض دلدل صرف شک محسوس ہوتی ہے اس صورت میں کیا تم ہوگا؟

الجواب حامداً واصلحاً۔ مسرت مستور میں اگر روزہ دار کو کھانا روزہ یاد ہو اور غلطی سے غلط میں پائی چلا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے لیکن اس صورت میں صرف اعتقاد یہ ہوئی کہ روزہ دار یہ صرف شک ہوئے یا شک محسوس کرے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی التامیہ (۱/۲۰۹)۔ لأن البقین لا یرفع بالشک۔

وطی الدر المختار (۳۰۱۲)۔ وإن أظن خطأ، كان متضمن لمسألة الماء

وفي التامیة نعتہ۔ (قوله وإن أظن خطأ) شرط جوابه قوله الآتی قضی فقط والمراد

بالمعطى من قد صومه فعليه المفسود دون قصد الفساد

## (۲۵) نسوار رکھنے سے روزہ ٹوٹنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک چکارا بھائی ہے اور رمضان میں باوجود روزہ دار ہونے کے نسوار رکھتا ہے میں اس کو کس طرح کہ بھائی نسوار نہ رکھو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو وہ مجھے بتاے کہ نسوار تو جس میں ہوتی ہے پینٹ میں تو نہیں ہوتی ہے اس سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا تو میرے دل میں اس بات کے متعلق آشوب پیدا ہوتی تو اسی مسئلے میں ایک عالم میں اپنے امام صاحب کے مرنے کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے یہ مسئلہ پر چھوڑا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ نسوار سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن یہ صرف سنت کا انداز رہتی ہے پینٹ کے اندر نہیں ہوتی تو میں نے سوچا کہ آپ سے بھی اس مسئلہ کے متعلق دریافت کروں کہ کیا ان کی بات درست ہے؟

الجواب حامداً واصلحاً۔ روزہ توڑنے والی چیزوں میں ایک دھڑا ہے کہ جو اصل بدن کا سبب بنتی ہو اور دوسری وہ ہے کہ جو روزہ دار سے نفقہ اور تسکین اولت کے باعث بنتی ہو۔ اور طبیعت کا سلطان اس کی طرف پاپا کا ہو۔ لہذا صورت مستور میں نسوار کا مرنے پر یہ نتیجہ پرستہ دل جو کہ باعث تسکین ہے اور روزہ دار کی طبیعت کا سلطان بھی اس کی طرف پاپا کا ہے مفہوم صوم ہے۔

لما فی رد المحتار (۴/۳۱۰)۔ استلصوا فی معنى التلصق. فإن بعضهم أن يميل الطبع إلى أكله

ونقص شهوة البطن به، وقال بعضهم هو ما يعود بفعه إلى صلاح البدن. وفاقفته فيما إذا منغ لصفة

ثم أخرجها ثم استلصها فعلى الثاني. بغير لا على الأول وبالعكس في الحشبة لأنه لا نفع فيها

للسنن. وربما تنقص عفته ويعمل بها الطبع وتنقص بها شهوة البطن.

وطی رد المحتار (۴/۳۵۵)۔ وبه علم حکم شرب الدخان ونظمه الشر بلالی فی شرحه علی

الروبانیه، بقوله وبمع من مع الدخان وشربه. وشاربه فی الصوم لاشک بقطر. وبأمره التكفير

لوطی ما هنا كذا، دافعا شهوات بطن ففروا.

وہی فتاویٰ موازی (ص ۱۵۱) اور اکثر ورفی الشجر الذی بؤکل عادة کأورافی المکروم الذی یطلع  
ولا تغلبہ الغضاء والكفاز

## (۴۶) روزے کی حالت میں دانستوں کی ٹنگ کروانے کا حکم

سوال کیا کرتے ہیں ماہر کرمہ، مفتیان فقہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے اپنے دانستوں کی ٹنگ کروانی ہے، لیکن انہیں صاحب  
نہ رضائی کی اس ٹنگ لگانے وقت میں ہی ہے۔ تو کیا میں روزے کی حالت میں ٹنگ کروا سکتا ہوں۔ اس سے میرے روزے پاک کی اثر  
پڑے گا یا نہ کروا کر پہلے جو آپ سے سزا دے کر دے۔

الجواب حامد ومصلیٰ فائدہ کروانے سے پہلے چونکہ عام طور پر دانستوں کی صفائی کرائی جاتی ہے جس میں پانی کا مطلق سے اثر جانے کا  
تمنی نہ بیش ہے، جس سے روزہ تو قائم ہے لہذا اگرچہ اس سے کہ روزہ کھانے کے بعد کرائی جائے البتہ اگر یہ بعد روزے کی حالت میں کرائی  
سے اس پانی کے مطلق سے نیٹے جانے سے احتراز میں ہو تو پھر جائز ہے۔

لحمالی الہندیہ (۱۹۹۱) بکرہ متع علیک للضائم کذا فی فتاویٰ قاضی حان (وکرہ ذوق  
شیء ومضغہ بلا عمر کذا فی اکثر ومن انعم فی الاول فان کان زوج المرأة وسبدها شیء الخلق  
فذاقت المرأة ومن العذر فی اناس ان لا تجد من یسحق الطعام نصبها الخ.

وقی الدر المحتار (۲۰۱۲) (وکرہ) لہ (ذوق شیء) (مضغہ بلا عمر) (وکرہ) (مضغ  
علیک) ابیض معصع ملتبسہ والا فبطر

وقی الشاہد تحتہ: (فہو لہ وکرہ متع علیک) نص علیہ مع دخوله فی قولہ وکرہ ذوق شیء ومضغہ  
بلا عذر لان العذر فیہ لا یستحق لہ ذکر مطلقا بلا عذر اعناعامام علی (فہو لہ ابیض الخ) فیدہ  
مد الیک لان الاسود وغیرہ المسمیہ وغیرہ الملقبہ یصل منہ شیء الی الجوف ویطلق محمد  
المسالۃ وحملہا الکبار تعالیٰ سناحین علی ذالک للقطع بانہ معطل بعدم الوصول فان کان منہ  
یصل عادة حکم بالفساد لانه کالمضغ.

وقی الفہم الاسلامی (۱۹۵۳) ذوق الطعام والعلک خوف من وصول شیء الی الجوف بالذوق  
ولان العلیک یجمع الریق فان استغنی فطر فی ریح وان الفاء عطش.

## (۴۷) روزے کی حالت میں مٹی کھانے سے روزہ ٹوٹے اور نہ ٹوٹنے کے متعلق تفصیل

سوال کیا کرتے ہیں ماہر کرمہ، مفتیان فقہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں مٹی کھائی تو اس

دوے کا بیس؟ اثر تو لے گا تو قصداً، مگھارہ دونوں لازم ہیں گے یا نہیں؟

المحب احمد اوصلياء روزہ رات گھر روزہ کی حالت میں قصد اور بیچ میں کھائے جو بطور دو۔ بطور غذا کے کھائی جاتی ہیں تو میں پر قصد اور  
ماوردیوں لازم ہوں گے جو اس نے بطور دو۔ بطور غذا کھائے کا قصد یا ہو یا نہیں؟ اور بیچ میں کھے جو عاودہ کھائی جاتی ہیں تو  
اس سے قصد اور غذا دونوں لازم ہوں گے۔ اور بیچ میں عاودہ کھائی نہیں جائیں تو صرف قصد لازم ہوگی کفار و نجس ایاہ کا اس کو  
اس چیز سے کھانے کی حالت ہو (تو پھر بھی قصد اور کفارہ دونوں لازم ہوگی)

تہ سورت تسلیم میں اگر اس نے روزہ سے نفی حالت میں روٹی کھالی جو وہ کھالی جاتی ہے یا دوا تو کھائی نہیں جاتی لیکن اس کو اس سے  
 اٹھ سنے کی حالت ہو تو قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے ورنہ اگر عادتاً نہیں کھالی جاتی اور نہ اس کو لوٹ سے کھانے کی عادت ہو تو پھر  
 صرف قضا اور لازم روٹی کفارہ نہیں۔

لعائلي الشترح ج ١ ص ٤٤٣ م وان اكل الطين الارسي فعليه الكفارة وفي الفتاوى الخلاصة ص ٥٠٠  
يعتاد اكله اولاً م وعن ابي يوسف انه لا تجب الكفارة وفي الفتاوى العنابية وفي المستقى تجب م  
وان اكل الطين الذي ياكله النمل علي سبيل الضغنة ذكر الشيخ الاعمده نسب الانمة الحلواني هي  
صواعدها فيه اختلاف المشايخ وذكر هو في نواذر صواعده اهل الكفارة قل ثمة الا ان كثيراً من  
مناصب المتأخرين استحسنوا ما اوجبه الكفارة وفي التقي على بن المبارك مطلقاً انه تجب  
الكفارة وبرويه عن محمد وسقط في بعض روايات المغني لوجوب الكفارة في الاكل للفتاوى وفي  
التهذيب: والطين الذي يغسل به الرأس بنفسه الصوم باكله وان كان يعتاد اكل هذا الطين فعليه  
القبض والكفارة وفي الخلاصة الخانية: وكذا في كل طين يؤكل للدهن، وعليه الفتوى.

لنداء كاطيبي الارمني او الطيبي الذي يقلى في كاهن

وفيها أيضا قيل هذه العبارة: الا اكل معصدا ما يعصى به او يتدارى به بترمه الكفار قد وهذا اذا كان مما  
 يبرئ كل لئلاء او لنسوة فاما اذا لم يقصد لهما فلا كفارة وعليه التمسك كذا في حرمة السفين

(۴۸) روزے کی حالت میں اسیرے وغیرہ کے استعمال کا حکم

سوال : یا فرزند میں غلامی کرامہ و عقیدتیں عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کو اس کی پیاداری ہے ڈاکٹر صاحب نے ایف ایچ کے طور پر ہی ہے اس میں غلامی پر چھڑک دینا یہ صحیح ہو جائے گا، اب یہ شخص روزے سے ہے اور اس کو تکلیف ہے تو ایسا کس عمل پر عمل کرے؟

[illegible]

نفساً في الهدية (١٢٠٣) له دحل حلقه غبار الطاحونة أو طعم الأدوية أو غبار الهرس وأشابه أو  
الدهان وأشابه ذلك له ينظر وما يدخل من مسام البدن من الدهن لا ينظر. هكذا في شرح  
المصحح ومن اعتل في ماء واحد به ده في باطنه لا ينظر. هكذا في النهر الفائق  
وفي بصار (١٢٠٤) ومن استن أو استعط أو أظفر في أذنه دحل الطر ولا كفارة عليه. هكذا في  
الهدية، ولو دحل مدهر صغير مسحه فطره كذا في محيط السر حمى. ولو أظفر في أذنه الماء  
لا يعد به كذا في الهدية

وفي التمامية (٣٩٥:٣) قوله: «انه لم يحل خلفه المدخان» أي ماى صور كان المدخال، حتى لو تكرر  
الصور فأراد إلى نفسه وانضمه ذاكر الصومه انظر لإمكان التكرر وهذا مما يفعل عنه كثير من  
الساكنين. ولا يتوهم أنه أغضب البراءة والحد والك لو صوح الفرق بين هؤلاء تطيب بريح المك  
منه وسير جوهر دخان وصل إلى حده جعله.

(۴۹) روزے کی حالت میں بھول کر کھانی پینے کے بعد قصداً کھانا

سوال : کیا فحاشی میں جو، زنا، و غیرہ کے بارے میں کھل کے روزے کے متعلق تو آپ کو چاہی ہوگا کہ لکھا شدہ یہ روزہ رکھیں اور اس قدر زانیہ تھی تو مجھے بھی کرنی بی شہت۔ اسے سوسے چوٹی پاگل گھوس پاخانہ ہو گیا تھا اور علم کی نماز کے بعد سوئیاں چار بجے جب تھا تو باہر پھنی خانے کی طرف بڑھا اور چوٹی نماز، حالیا درمیان میں یاد آگیا انگلی میں لے یہ کچھ کرکھا یا کہ اب تو روزہ نوٹ کر لیا ہے بعد میں معلوم ہوا کہ چوٹی نہ کھا تھا ہے۔ روزہ ان دنوں اب میرے لئے کچھ حکم ہے؟

ابو اب حارثہ مصلیٰ سموت میں جہاں سے نے بعد قصداً گھانے کی وجہ سے روزہ کا مہ ہو گیا ہے لہذا اس کی قصداً ازہ سے

لصالحى الناصر حاشية: ٣٤٣، قال محمد فى الجامع الصغير اذا اكل أو شرب أو جامع فى بهار رمضان ناسباً الى جامع الحومع أو كرهها م: لعل ان ذلك يطفء فأكل بعد ذلك متعبداً فلا كفارة عليه لا تلزمه الكفارة على كل حال وهو الصحيح.

وهی الہدیہ (۲۰۶۱) : لو اکل أو شرب أو جامع مائماً وطن أن ذلك فطره فأکل معصدا لا کفارة  
 علیه وإن علم أن صومه لا یصلد بالنسب عند فی حنیفة رحمه الله تعالی لا تنزهه هو المصحح  
 وفي الشامیة (۲/۳۰۶، ۳۰۷) : وإسالم تجب الکفارة بافطاره عبدا بعد أکله أو شربه أو جماعه  
 سائبا لأنه ظن فی موضع الانتباه بالظیر وهو الأکل عبدا لأن الأکل معصدا للصوم سائبا أو عبدا  
 فأزوت شبهة وكذا فی شبهة اختلاف العلماء.

## (۵۰) بیوی سے یوس وکنار اور پیار و محبت کرنے سے انزال ہو جائے تو روزہ کا حکم

حوالہ : نیابت میں حاضر مہر و عقیان نظام اس مسئلہ سے بارے میں کہہ رہے ہیں دوست نے یہ مسئلہ معلوم کیا ہے کہ ان کی بھی  
 دشمنان سے پیار پانچ روزہ کسی کی شادی ہوئی ہے۔ ان کے ساتھ ایک دو مرتبہ یہ اقتداء پیش آیا ہے کہ ان میں وہ اپنی بیوی سے پیار و  
 محبت کر رہے تھے کہ ان کا انزال ہو گیا اس سے روزے پر کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟  
 الجواب حامداً ومصلياً صورت مسئلہ میں آپ کے ذکر کردہ دوست کا روزہ فاسد ہو گیا اور پچھتے روزوں میں ان سے یہ فعل مرتد ہوا ہے  
 ان کی صحت نفساً لازم ہوئی کفارہ نہیں۔

وهی الہدیہ (۳۰۴، ۱) : وإذا قل امراته وتول فت صومه من غیر كفارة كذا فی المحيط قال  
 ولو من المرأة وراى ثوباها فامسى فان وجد حرارة جلدھا فسد والا فلا كذا فی معراج السراية  
 وهي الشامیة (۳/۳۰۲) : وقوله ولو قبلة لها حشة ففی غیر الفاحشة مع الامران لا تجب الکفارة  
 مالا ولی (قوله ماں بدخداغ) لعل المراد به عطف الشفة ونحوها أو تغسل المخرج.

## (۵۱) قے آنے سے روزہ کا حکم

حوالہ : نیابت میں حاضر مہر و عقیان نظام اس مسئلہ سے بارے میں کہ ایک دن میں روزے سے قہار سرگرم رہا تھا کہ کازی سے  
 اندر نہ لے گی صحت طرب ہوئی اور قے آئی تو آیا ان سے خبر روزہ فوت آیا اور یہ سارے کفارہ لازم ہے یا نہیں؟  
 الجواب حامداً ومصلياً قے اگر خواہ مخواہ جائے خواہ مخواہ مجھے ہو یا نہ ہو قصد صوم نہیں۔ البتہ اگر کسی نے قصد قے کی ہے تو وہ الزم بخ  
 نے دو پہلا جس سے قصد ہے البتہ کفارہ نہیں ہے اور اگر قے کی ہے تو کچھ قول کے مطابق ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لما فی الہدیہ (۲۰۳۱) : إذا قاء أو استقاء من اللحم أو دونه عاد بنفسه أو أعاد أو خرج فلا فطر علی  
 الأصح إلا ہی الاعادة والاستقاء بشرط من اللحم هكذا فی النهر الفائق.

وهی الشامیة (۳/۳۰۳، ۳۰۴) : وقوله وإن أرمعه الفئین : ای علیه وسفہ فاموس والمبالاة تطرح إلى اربع

و عشرین حضوراً لانه إيماناً بقى او يستقى ولى كل إيمان شكلاً الفهم او دونه، و كل من الأربعة إيمان  
 حرج او عداد او عبادہ و كل ما ذكر لعصومه او لا ولا فطر لى الكل على الأصح الا لى الإعادة  
 والاستقاء بشرط العمل مع التذكر شرح المصنف.

## (۵۲) قے کی مفسد صوم ہونے کی ایک صورت پر اشکال اور اس کا جواب

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان، حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعد اُنے آپ کا فتوہ محمد و انظار ۳۳۳۱ھ میں ذیل مسئلہ  
 مفادات صوم کے متعلق پڑھا ہے کہ ”قنوزی ہی بھی قے از خود آئی اور اس کو بالقصد پیٹ میں اتار دینا۔“ جبکہ اس مسئلہ میں مذکور  
 انست میں دو فیہیں اور بولی چائیں (۱) اور جرار قے آئے، (۲) کم سے کم پنے کی مقدار کے، اور پیٹ میں ۲۱۰ سے۔ حوالہ دینی  
 ذیل ہے۔

(۱) کہ مسائل بشری زبیر حصہ اول صفحہ ۱۰۶۹ تحت سوال ۱۱۱۱ شرف علی قنوزی، ڈاکٹر مفتی مہدولودہ صاحب (میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ  
 ”۱۱۱۱ خود بخود نہ پھر کر قے آئی پھر دیا، دے دے ہوئے تھو اس کو اس کے اندر سے ہی واپس لگی یا خود تمام کو اٹکے یا تھو اٹکے  
 جولوٹگی بولی تھو، چپے کے برابر چائیں سے زاد ہو۔“ مزید تفصیل صفحہ ۳۰۲ میں بھی ہے۔

(۲) یہ احسن الفتاویٰ (۳۳۳/۳) کو حوالہ دانی نہ کرے کہ ”اگر قے مزید پھر آئی اور ایک پنے کی مقدار یا اس سے زاد ۱۱۱۱ اس کو بولی تو  
 روزہ نوت گیا۔“

(۳) اور شامی (۴/۴۱۳۰۲) ایچ ایم سعید پبلیش (میں پنے کی مقدار کا تذکرہ اس طرف ہے: وان اعاده او فطر حبصہ منہ فاصبر  
 حدادی فطر اجماعاً ولا كفارة ان علا الفهم والا لا۔ حاشیہ میں مزید تفصیل ہے۔

یہ دیکھتے ہوئے اور روزے کی عربی نیت ۱۱۱۱۱۱ پائے تھا، کیونکہ لوگ اس کو نیت سمجھ کر پڑھتے ہیں۔

الجراب ماہ اوجعلیٰ قرنی بخیری بنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے کہ مزاج کرامی بخیر ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ توفیق بہت بہت جزا۔ فیہ غلط فہم کے کہ آپ نے ہمزہ کی اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ واقعہ یہ ہے کہ انظار  
 میں قے کا یہ مسئلہ لکھا گیا تھا اور اجماعی صورت نہ تھی بلکہ وہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے جو شامی کی عبارت سے توجہ بخار معلوم ہوتا ہے۔ اور  
 انیس جہ سے ان بات پر بولی کہ حکیم الامت حضرت اٹھ علی قنوزی رحمہ اللہ نے بھی ”بشری زبیر“ میں مفادات صوم کے باب میں امام محمد  
 رحمہ اللہ کے اسی قول کو لکھا ہے کہ حبصہ منہ شید لی طرف سے حالی ہی میں بشری زبیر پر جو کما سر ہوا اور جسے تفصیل بشری زبیر کے نام سے شائع  
 کیا گیا اس میں بھی یہ مسئلہ بعد اسی طرف تھو لکھا گیا اور حاشیہ میں بھی اس پر کوئی کلام نہیں کیا گیا۔ اور آپ کے مسائل اور ان کا حل انیس  
 جہ سے درمیان کوئی شہید رحمہ اللہ نے بھی قے سے قصد الوضو کے کو مطلقاً مفسد صوم فرمایا ہے کوئی مقدار نہ ذکر نہ کی۔

برائے آپ نے جن قیودات کو سامنے کیے فرمایا ہے واقعہ اس صورت میں یہ مسئلہ بااحتیاط مفید صوم ہو جائے گا۔ ہم ان شرائط کو بخیر یاد رکھتے ہیں اور آپ کی صورت میں اس کی تعمیل کریں گے۔

آپ کی اس تہیہ پر ہم نے اپنے پورے نقشہ کے مسائل و ایک مرتبہ مزید تحقیق کیلئے دارالافتاء میں داخل کر دیا ہے۔ نیز اسے نقشہ میں "اعانۃ تراویح" کے الفاظ شری (۳۶/۳) سے لئے گئے ہیں مشہور دہائے تراویح کے الفاظ کا کوئی مستند حوالہ نہیں ملتا۔ لہذا اس لئے شامی کے الفاظ کو نقل کیا۔ اور یہ مسئلہ صوم کے الفاظ کا تو اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ زبان سے نیت کے الفاظ اور انحراف ضروری نہیں اور بدعت منوہ بھی نہیں۔ اور اگر لے تو تنہا نہیں ہوگا نہیں اور اگر نہ تو کوئی حرج نہیں۔ لہذا تو مراد نقلی کا نام ہے وہ اس کے صوم نہیں کافی ہے۔ چنانچہ درمقدار (۳۸/۴) میں ہے والسنۃ ان یسلفظ مہا اور مدر شامی حرارۃ نے مرثیہ میں لکھا ہے وقولہ والسنۃ ای سنۃ المشایخ لا الیٰ ینتہی لعدم ورود النطق بہا عندہ۔

باقی تراویح صوم کی زبان سے اور انہی ہونے کی الفاظ کہے جائیں؟ تو اس کی کوئی خاص تعیین نہیں ہے۔ عارضی شامی حرارۃ نے موبت احمدیہ خدا وغیرہ الفاظ لکھے ہیں۔ امارہ زیادہ میں چونکہ موطور پر لوگوں میں بصوم عند صومیت میں شہر و مضائق کے الفاظ سے نیت صوم کرنا مہم ہے اور حضرت مفتی شیخ صاحب حرارۃ نے جواب لفظ (۳۸/۱۱) پر اور حضرت لدھیانوی شہید حرارۃ نے "آپ کے مسائل اور ان کا حل" (۲۶۳/۳) پر یہ صوم کیلئے انہی الفاظ کو لکھا ہے انہی چیزوں کی اتباع میں ہم نے بھی بغیر عارضی صومیت کے ان الفاظ کو لکھا ہے۔

امید ہے کہ خداوند بھی آنجناب ہماری کوتاہیوں کو بخیر کی اصلاح فرماتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے عہد بمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے آمین۔

## (۵۳) روزہ رکھنے کے بعد ماہواری شروع ہو جانے پر روزوں کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے رمضان المبارک کو کچھ روزہ رکھا اور دن ۱۲ بجے اس کو ماہواری ہونے شروع ہو گیا اب اس عورت کیلئے کیا حکم ہوگا؟ نیز یہ عورت روزہ رکھنے کی ایسی پر محاف ہوں گے؟

الجواب حامداً و معظماً جس عورت کو روزہ کی حالت میں ماہواری شروع ہو جائے تو اس کا اس دن کا روزہ نہیں ہوگا جس میں اس کی تعداد نہ ہو۔ اس عورت کو ماہواری کی حالت میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ان روزوں کی بعد میں قضاء کرے گی۔ لہذا صورت مسئولہ میں اس عورت پر ماہواری نے شروع ہونے والے دن اور دوسرے ایام کے روزوں کی قضاء لازم ہوئی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لسماعلی الشاندر حاکم ۲، ۳۶۷، الخلاصة: النحاص والفساء لا تصومان وتطهیان (شرح المطہوی) ومن افطو فی شہر رمضان بعدہ کالمریض والمسالو والنحاص وعبہا ان کان یغفر علی القضاء بلسنہ القضاء لا غیر ولا یجزیہ الإطعام اذا کن یرجى له القدرة علی الصیام فی

المستقل

وفی الہدیۃ (۲۰۶) : (وہذا النجیض والنفاس) وإذا حاصت المرآة أو نفثت افطرت کذا فی

الہدایۃ

فبالاصل عند ما مر اذا حاص فی امر الهزار علی صفة لو کان علیہا فی أول البوہ باخ لہ القطر نسقط

عہ الکدرۃ کذا فی فتاویٰ قاصحان

## (۵۴) روزے کی حالت میں جانور سے بدعتی کرنے کا حکم

سوال : آیا قیامت میں نماز کے مرتکبان دیکھیں اس مسئلہ سے باز رہیں کہ ایک شخص نے رمضان المبارک میں روزہ رکھا اور روزہ کی حالت میں ثبوت کا نسب ہوا تو اس نے کدھی سے بدعتی کر لی تو اس پر کفارہ ہوگا یا نہیں؟ نیز اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ کفارہ دینے سے تائب نہ ہو تو شہرہ ان پینے یا قہر ہوگا؟

الجواب : ہاں معلوم : اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں حالت روزہ میں کسی جانور کے ساتھ بدعتی کر لے اور انزال ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس شخص پر قضا لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں۔ اور انزال نہ ہو تو روزہ بھی ٹوٹتا ہے اور قصور سے مستثنیٰ نہیں اور اس شخص پر انزال نہیں ہوا تو روزہ بھی نہیں ٹوٹا۔ اور انزال ہوا ہے تو پھر روزہ ٹوٹ گیا ہے اب اس شخص پر صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں۔ اگر کسی شخص پر کفارہ و صوم لازم ہو جائے اور کسی طریقے سے بھی اس کو روزہ کرنے پر قدرت نہ ملے تو روزہ و قضا کرنا ہے۔

لصافی الہدیۃ (۵۰۵) : اذا جامع بھیمۃ او مینۃ او جامع لھما دون الفرج ولو یمنزل لا یفسد صومہ

وان ازل فی حیدہ ولو حوہ کان عبہ القضاء دون الکفارة

وفی الدر المختار (۳۹۹) : او اذخل ذکرہ فی بھیمۃ او مینۃ دس غیر انزال او دس فرج

بھیمۃ او قبلہا فاول او افطر فی احبہ

وفی تنبیہ تہتہ : (قوله فانزل) و کذا لا یفسد صومہ بدون انزال بالاولی

وفی السراج المختار (۲۱۳) : او بدنی، وجوبا ولو فی اول الشهر ولا تعدد القبر کالقطرة لو مر مر

والا یستغفر اللہ



## ﴿جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا﴾

### (۵۵) روزے کی حالت میں انجکشن لگوانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ رمضان میں ایک دفعہ بخود و بخت، چار برائیں روہلی لینے ڈاکٹر نے پاس کیا اس نے بخود انجکشن لگا دیا جب میں گھر آیا اور شام کو اپنے کمرہ والوں سے اس کا ذکر کیا تو میرے چچا کہنے لگے کہ روزے کی حالت میں انجکشن لگانا جائز نہیں ہے۔ اب آپ سے یہ دو وقت کرے کہ روزے کی حالت میں انجکشن لگوا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً روزے کی حالت میں انجکشن اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے لگوا دیا جائے تو بلا کر اہت درست ہے۔ اور جب کوئی بیماری وغیرہ نہ ہو صرف طاعت کیلئے لگوانا سو روزات مغرب کے بعد لگوانا چاہئے۔ روزے کی حالت میں اس طرح کا انجکشن لگوا کر دے۔

لصالحی الہندیہ (۱۹۹۱ء) ولا بأس بالحجامة ان لم یس علی نفسه الضعیف اما اذا خاف فانه یکرہ

وبعضی لہ ان یؤخر الی وقت الغروب

وفی النہجۃ (۲۰۳۱ء) وما یدخل من مسام البدن من الدخ لا یفطر حکمہ فی شرح المصنوع ومن

اعتسل فی ماء وجد بردہ فی ماطہ لا یفطر۔

وفی النہجۃ (۲۰۳۱ء) والمفطر انما هو الدخول من الصفاة لا تعاق علی ان من اغتسل فی

ماء جو حدرہ فی ماطہ لا یفطر

### (۵۶) رگ میں انجکشن لگوانے سے روزے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ میں کہ میری والدہ شرمی مریض ہیں اور ان کو انسولین کے انجکشن ملتے ہیں نبی رحمان وغیرہ میں بھی انسولین کی ٹوٹ آتی ہے یعنی انجکشن لگوانے کی بات ہے یہ پوچھا ہے۔ انجکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ رگ میں لگوانے سے ٹوٹ جاتا ہے اگر نہ نہیں کہ دونوں میں فرق ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ کے جاننے سے پہلے یہ بات ذہن نشین کر لیجئے کہ روزہ کا فساد دوا سے نہیں ہوتا اس بات پر سرفوق ہے کہ مثلاً ارنج سے کوئی چیز (دوا وغیرہ) یا مسدود تک پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیز دماغ یا معدہ تک نہیں پہنچتی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پس صورت مسئلہ میں ہنگامہ کے مابین طب کے مطابق انجکشن لگائے سے دوا دماغ یا معدہ تک نہیں پہنچتی ہے۔ یہ تو اس میں طویل کرنے پر حق درست پہنچاؤ کا ذریعہ بنتی ہے۔ لہذا اس کے لگائے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ پھر خواہ یہ انجکشن رگ میں

روزِ نفلت میں ایذا اُڑائی یا نیکوئی نہ کی جائے اور نہ اس سے روزہ رخصت ہو، نہ تکبیریں ہیبت کے مطابق پڑھی جاتی اور نہ اس صورت میں انکشاف ہو۔ اس سے روزہ نفلت جائز ہے۔

المسائل الہمدیہ (۱۹۹۱) ولا بأس بالحجامة ان اضر على نفسه الجصف اما اذا سالت لانه يكره

وسمي له ان يضر الى وقت الغروب

وفى المسألة (۲۰۳۱) وما بعد حل من مسام البدن من الدهن لا يفتقر هكذا في شرح المجمع ومن

اعمل في ماء وجد برده على باطنه لا يضره

وفى السابعة (۲۰۹۵/۲) والمفطر اذا مضى الدخول من العنازل لا يفتقر على ان من اغسل في

ماء حر حذرده في باطنه انه لا يضره

## (۵۷) انکشاف لگانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کا حکم

حال یہ ہے کہ میں حاکم و مفتیان نے اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال رمضان المبارک کی ابتداء میں چار دن یعنی رمضان المبارک کی نوٹی میں میں نے اس حالت میں روزہ رکھ لیا لیکن وہ پھر تک میری طبیعت اور شرب ہو گئی تو میں نے اس کے پاس چار نیپاٹھوں نے انکشاف لگانے کا کہا تو میں نے کہا اس سے تو روزہ نفلت جائے گا اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں نے اس بارے میں ایک عالم دین سے جو چھوٹا تھا تو انہوں نے کہا کہ انکشاف سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیا ڈاکٹر صاحب کی یہ بات درست ہے؟ حکم شرعی میں کیا مارتے ہیں۔

الجواب جلد اوّل ص ۱۱۱: ان صاحب کی بات درست ہے۔ تاہم روزے میں بے حد رطابت کا انکشاف گوارا نہ کر دے۔

المسائل النحر الرافی (۳۷۶) والداخل من المسام لا من المسالك فلا ينافيه كمالو اغسل

الماء البارد ووجد برده في كفه

وهي المسفلات الفقهاء (۱۹۵) ينحصر من المسائل والخزائات التي ذكرها الفقهاء في مسام

الصوم ان الجوف المعبر هي مسام عند الحنفية والمالكية هي المعدة والحلق والامعاء اما

الاحواء الاخر التي توجد في باطن الجسم الانساني فما ان له مسلك الى احد هذه الثلاثة

سحت اذا وصل شيء من الخارج الى هذا الجوف وصل الى احد هذه الثلاثة عادة اما مباشرة واما

بواسطة حواف آخر فهو ايضا حواف معتبر بها فيباح حكمها وما لا يكون كذلك فليس بحواف

معبر عندهم لا اصالة ولا تبعاً وفيه أيضاً (۱۱۰۱) الاصول الثلاثة المتفق عليها في المسام

الاصول الاول: تنفخت المسام الاربعه على ان الفطر انما يحصل اذا وصل الشئ المعطر الى

الحروف المعبر من المنع المعتبر ولا يهل اليه ولا اذا وصل اليه من منفذ غير معتبر. الاصل الناس. ان كل لغة او فصح في ظاهر الجسم ليس لها مسلک الى "الجوف المعبر في الصباح" الاشارة ولا بواسطة لغة او جوف آخر لمهي "منفذ غير معتبر" في المذاهب الاربعة سواء كانت المنفعة خلقية او غير خلقية فلا يمتد الصوم عند احد بما يدخل الى باطن الجسم بمثل هذا المنفذ ولا اعلم به حلالا وهو الموافق للقياس الاصل الثالث ان الثقبات والفتحات التي لوحد في ظواهر الجسم التي باطنه لفتحها وهي ظاهرة النقرة الى الجوف المعبر كالنم والانعف والمدير فلا يحتاج فيها الى راي الطب ومنها ما في نفوذها وعدم نفوذها الى الجوف المعبر غفاء فالجزم فيها بانها نافذة اليه او لا؟ فلا يمد فيها من الاعتماد على اهل الطب وخبرائه كما يظهر من عبارات الفقهاء المارة والاشية فان "تكل في رجال"

وعی السجتر ۱۰ ۲۴۲: س: ما حکم التداوی بالحقن فی نهار رمضان سواء كانت للتعدية ام التداوی؟ ج: يجوز التداوی بالحقن في العضل والوريد لتضام في نهار رمضان ولا يجوز للتضام تعاطي حقن التضية في نهار رمضان لانه في حكم تناول الطعام والشرب فتعاطي تلك الحقن يعتبر حيلة على الاططار في رمضان وان نسر تعاطي الحقن في العضل والوريد لئلا فهو اولى.

## (۵۸) روزے کی حالت میں بھول کر کھانے پینے کا حکم

حوالہ کیا کرتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا ان میں نے روزے کی حالت میں بھول کر کھا یا پیا تو روزہ روبا جسے میرے ایک بڑا ہی تشریف لائے جو کہ کوئی دینی طہر مات رکھتے ہیں انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا اور باتیں کرتے رہے جب میں کھانے سے فارغ ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا تو روزہ تمہارے لیے کہ آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا فرمانے لگے اگر کوئی شخص روزہ روتا کھاتے پیتے ہوئے دیکھے تو اس کو دئی دت نہیں دینا چاہئے تاکہ وہ کھانا کھائے بعد میں بتا چاہئے کیا ان کی یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً: اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کوئی چیز کھا یا پیا تو اس کو روزہ سے کسے بارے میں ضرور یاد دلایا جائے۔ بڑے شکیک اس میں روزہ سے چار دانہ گزرنے کی قدرت ہو، تو وہ روزہ صائم یا جوان۔ البتہ اگر بھول کر کھانے والا بتا دیا کہ روزہ روتا ہوں تو اسے بتایا جائے تو توبہ بخش ہے۔

لعمافی التہذیہ (۲۰۲۱): رجل نظر الى صائم يأكل ناساً ان رأى فيه قوة يمكنه ان يتم الصوم الى الليل فاختار انه يكره ان لا يذكره وان كان يضعف في الصوم بان كان متعباً كبيراً يسهل ان لا يخبره كذا

فی الظہیرۃ فی الفصل الاعلای المبیحہ

وفی الشامیہ (۳۹۵/۲): (قوله وسدکرة) ای لزوما کما فی الاول النجیہ فیکره ترکہ تعریفا بحر وقوله لو فربا ای لہ قوۃ علی اتمام الصوم بلا ضعف واذا کان بضعف بالنصوم ولو اکل بقوی علی سائر الطاعة بعدہ ان لا یخبرہ فتح وعارۃ غیرہ الا ولی ان لا یخبرہ وتصریر الریاض بالشباب والشیخ جری علی الغالب ثم هذا القصر جری علیہ غیر واحد ولی السراج عن الوقعات المختار انہ یذکرہ مطلقا نہر.

## (۵۹) روزے کی حالت میں بغیم یا ناک کی ریزش نکل لینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عقائد اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں بغیم یا ناک کی ریزش نکلے تو اس سے روزے پر کچھ فرق پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مؤیداً روزہ کی حالت میں غیم یا ناک کی ریزش وغیرہ منکحہ نامی سے نکل پڑنے سے روزے پر کچھ فرق نہیں پڑتا۔

لحمائی الہندیہ (۲۰۳/۱): (ولو دخل المصطاف اغفر من رأسه ثم استنجم فادخل حنقه عبداً لم یفطرہ لانہ بمنزلۃ رقبۃ کذا فی محیط السرخسی

وفی رد المحتار (۳۰۰/۲): (ومن فور الظہیریۃ وكذا المصطاف والبراق یخرج من فیه وانفہ فانستنجم واستنشفه لا یفسد صومہ اجم).

## (۶۰) منہ میں گرو وغبار جانے سے روزہ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عقائد اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص روزے سے ہو اور اس کے منہ میں گرو وغبار چلا جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً و مؤیداً بذا اختیار منکر وغیرہ چھ جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

لحمائی المرد (۳۹۵/۲): (او دخل حلقه غبار او ذباب او دخان) ونو ذاكر استحسانا لعدم امکان التحرر عنه.

وفی الشامیہ (۳۹۵/۲): (قوله استحسانا) ولی القیاس یفسد (قوله لعدم امکان التحرر عنه) فانقبہ الغبار والدخان لدخولهما من الانف اذا طبق الفم کما فی الفتح وهذا بقید انہ اذا وحده مد من تعاطی ما بدخل غبارہ فی حلقہ الفم لو فعل شرباً لالیة.

## (۶۱) منہ میں کبھی چلے جانے کی صورت میں روزہ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کے ساتھ پوسوں میں ہوا کہ اسے جمالی آلی اور دوسرے پر ہاتھ نہ رکھ سکا اس کے منہ میں کبھی چلی گئی، اب وہ پوپیشن ہوا کہ آیا اس سے اس کا روزہ تو کبھی ٹکس ٹوٹ گیا؟  
جواب اس کا کسی شخص جواب نہایت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً بروزہ چھ نہیں کا کہہ یا مقصود ہے اور اس سے چھٹنا ممکن ہو اگر وہ بلا قصد و اختیار روزہ دار کے منہ میں چلی جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ لہذا صورت سے مسئلہ میں کبھی کے منہ میں چلے جانے کی وجہ سے روزہ ٹکس ٹوٹتا۔

لما فی الہندیۃ (۲۰۳/۱) وما لیس بمقصود بالاکل ولا یحکم الا حرارۃ کالذہاب اذا وصلہ الی حروف الفصاحۃ لم یفطرہ.

وفی الدر المنثور (۳۹۵/۳) وادخل حلقہ عیار او ذہاب او دخن، ولو ذاکراً استعسانا لعظم اصحاب النحر عہ. ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ الذخاں الطریقی دخن کان ولو عوداً او غبراً لو ذاکراً لامکان التحرر عنہ

## (۶۲) روزہ کی حالت میں خون نکلنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ایک عزیز کا رمضان المبارک میں ایک میڈیٹ ہو گیا جس سے وہ کافی زخمی ہو گئے۔ جب ہم ہسپتال پہنچے تو ڈاکٹر ان کے خون کا مطالعہ کیا جس پر ہم نے ماسیوں نے خون دیا جبکہ امراض سے تھے تو یا شرمافون دینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ حکم شرعی بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔  
الجواب حامداً ومصلحاً روزہ کی حالت میں خون بہنے سے روزہ ٹکس ٹوٹتا اور اگر بخد کی وجہ سے ہے (جیسا کہ صورت مسئلہ میں) تو نذرہ بھی نہیں۔

لما فی المعیض (۳۵۶/۳): ۳۱۱۹ اذا اذان (بحجم) ان من علی نفسه الضعف لا یفسد بہ فاما ان حاد ان یضعفہ فاندیکرہ ویسفی ان یزخر الی وقت الغروب حکماً ذکر شمس الانعمۃ الحلوانی رحمہ اللہ تعالیٰ و ذکر شیخ الاسلام المعروف "بہو اہر رادہ" و شرط الکراۃ حلف بہحتاج فیہ الی الفطر والغسل بکون تطہیر الحجامة.

وفی الہندیۃ (۱۹۹/۱): ولا بأس بالحجامة ان امن علی نفسه الضعف لاما اذا خاف فاندیکرہ ویسفی لہ ان یزخر الی وقت الغروب و ذکر شیخ الاسلام شرط الکراۃ حلف بہحتاج فیہ الی الفطر

والصمد بطير الحمامة هكذا في المحيط.

### (۶۳) بچھو کے کاٹنے سے روزے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام، مفتیان و فقاہین مسئلہ کے بارے میں کہ ہم خدا کی قسم میں رہتے ہیں جس کے اطا الہ میں نیکی اور  
بھلائیوں میں اور بھگتوں میں بچھو کا پیرا ہے جس سے موسم آنکڑی پٹان مچے جس میں اس رمضان میں میرا بیٹا  
۱۱ برس کے وقت روزے کی حالت میں سو رہا تھا تو اس نے بچھو کے کاٹ لیا اور پھر جس میں داخل ہو گیا اور اس کو روزہ شدہ یہ بتا رہا تھا تو کیا اس  
سے اس کا روزہ ٹوٹ گیا؟

الجواب حامداً ومصلحاً اگر کسی روزہ دار کو ایسا بچھو کے کاٹ لیا تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا مگر چونکہ روزے میں نہ ہر چیز کاٹ جائے۔ البتہ اگر  
۱۱ سالہ بچہ یا بچہ روزہ دار نہ ہو تو روزہ نہ ہے بلکہ یہ عیب عذوق حدیسی دوائی کے بارے میں تعریض کی ہو کر یہ مفید ہے۔

لسماء فی التاج خانیہ (۳۸۳/۴) مثل الشيخ ابو القاسم عمن لدغته الحبة فأفطر لشرب الدواء قال:  
إذا قبل له إن ذلك بفعله فلا بأس به

ولی الزاریة علی الهندیہ (۱۰۵/۳): لدغته الحبة فأفطر لشرب الدواء، والدواء بفعله لا بأس به

ولی الدر المختار (۳۲۱/۲) "فصل فی العوارض المبیحة لعدم الصوم" وقد ذکر المصنف مها

حمسة وبقي الاكراه وحرق هلاك او نقصان عقل ولو عطش أو جوع شديد ولمسعة حبه

ولی رد المحتار: صحيح غار ص، والمراد به ههنا يحدث للانسان مما يبيح له عدم الصوم عدل

عن قول البدائع المسقط للصوم لما أورد عليه في النهار من أنه لا يشمل السمر فإنه لا يبيح الفطر

وإسبا يبيح عدم الشروع في الصوم

### (۶۴) روزہ دار کا کسی دوسرے شخص کے تھوک کو نگل جانا

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام، مفتیان و فقاہین مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کے تھوک کو نگل لے تو اس سے روزہ  
۱۰ ٹوٹ جائے یا نہیں؟ اگر ٹوٹ جائے تو صرف قضاء لازم ہوگی یا قضاء اور تقارہ دونوں لازم ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ میں یقیناً روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر تھوک کسی ایسے شخص کا ہو جس کو نفلت سے نکلے ہو تو نہ ہو جلد  
معداً۔ طور پر نگل لیا یا نہ (جیسے سیاں یا نیک یا فیک) دوسرے کے تھوک نگلنا تو اس صورت میں قضاء کے ساتھ ساتھ تہمید کا روزہ بھی لازم  
۱۰ ہے۔ روزہ صرف قضاء آئے گی۔

لسماء فی التاج خانیہ (۳۸۳/۴) ولو سلع براق عبره فسد صومه بغير كفارة الا اذا كان براق صدق



الی الحلق، ووجه المدح ما قالہ فی النہر من ان کلابہ ظاہر فی تعلیق الفطر علی وحقانہ  
المسرحۃ فی جمیع الفہم ولا شک ان الفطرۃ والقصرین لیسنا کذلک وعلیہ یحمل علی الخابۃ  
وہی الامداد عن خط المفسر ان الفطرۃ نقلتہا لا یجد طعمہا فی الحلق لثلاثہا فی الوصول  
ویستہد لذلک صافی الارتفاعات للصدر الشہید اذا دخل الدمع فی فم الصائم ان کان قلیلاً حو  
الفطرۃ او القصرین لا یلبد صومہ لان التحرر عنہ غیر ممکن وان کان کثیراً حتی وجد ملوحتہ فی  
جمیع صمہ وابتلعہ فسد صومہ

## (۶۶) روزہ میں احتلام کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں جو کہ میرے دوست کے ساتھ پیش آیا رمضان میں ہم لوگ نہایت غیال  
رہے تھے وہ یہ کہ اگر ہم میرا دوست جب غیال نہ ہو گیا تو وہ سو گیا خندیش میں ان کو احتلام ہو گیا اور اس کو یہ بات پہنچی کہ احتلام سے روزہ  
نوتا ہے یا نہیں تو وہ سمجھا کہ میرا روزہ فوت یہ ہے تو اس نے کہا کہ احتلام کا اثر ہم کو اس نے مجھ سے ذکر کیا تو میں نے کہا کہ احتلام سے روزہ  
نہیں فوت ہے تو اس نے کہا کہ اب میں یہی کہوں کہ احتلام تو کچھ کو بھی نہیں معلوم میری مفتی صاحب سے پوچھ لوں گا ان کا  
برائے میری آپ تادیب کو شرفاً اب میں کہنے یا نہیں ہے؟

الجواب حامد واصلیاً اگر احتلام والے کو پہلے احتلام کے روزہ کے نہ ہونے کا علم نہ ہو تو روزہ توڑنے کی وجہ سے صرف قضاء لازم ہوتی  
نہیں اگر علم ہونے کے بعد روزہ توڑ دیا تو پھر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے۔

لعالی الہندیہ (۲۰۶۱) : واداء احتلم فظن ان ذلک فطرہ فاکل بعد ذلک معتدا لا کفارۃ علیہ  
ہکذا فی المحيط۔

وہی الشافعیہ (۳۱۱) : لو فعل عیظن الفطرۃ کما لو اکل کو جامع نامہ او احتلم از امر ل یطیروا ودرہ  
القن فی فطر انہ فطر لاکل فلا کفارۃ للشیئہ۔

## (۶۷) حالتِ روزہ میں کسی کو محض دیکھنے سے انزال ہو جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں کراچی یونیورسٹی میں پڑھتا ہوں۔ رمضان میں ایک  
دن جب صبح میں یونیورسٹی جانے والی گاڑی میں بیٹھا تو ایک نوجوان بڑی پریری نظر پڑی جس مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ میں نظر نہ نہ  
رہا۔ دیکھتے دیکھتے وہ سے میری شہوت بڑھ گئی، بلا خرازاں ہو گیا تو کیا اس سے میرا روزہ فوت گیا ہے؟ اگر فوت یہاں تو  
اس کا کیا کفارہ ہوگا؟



والجواب حامداً ومصلحاً روزے کی حالت میں کسی حرجت کا صرف دیکھنے کی وجہ سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ تعدد باعث روزہ میں غیر محرم نہ نکال کر نہ سے روزہ سے انوارات اور تنقیل ثمرات ختم ہو جاتے ہیں۔

وفی الہندیہ ۱/۲۰۴: وإذا نظر الى امرأة بشهوة في وجهها او فرجها كثر النظر او لا لا يفطر اذا

انزل. وكذا لا يفطر بالفتكر اذا امنى

## (۶۸) روزے کی حالت میں چھوئے بغیر انزال کا ہونا

سوال: یاد مانتے ہیں، اے کرام! مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک سے تقریباً سیمین پہلے میں چائیں دن تیسرے تمامت میں چل گیا تھا اور ماہ مبارک کے شرعاً ایام میں ہی گھر واپس ہوئی۔ جب گھر پہنچا تو صبح ۱۰/۹ بجے کا وقت تھا میرے بڑے نے دروازہ کھولا تھا، میں خاموشی سے اندر گھرے میں آیا تو میری بیوی لیٹی ہوئی تھی۔ چونکہ میں سے ملاقات کو کافی دن ہو گئے تھے تو مجھ پر شہوت غالب آئی میں نے اپنے آپ کو پورے لٹکا لٹکا کر صرف اس کو دیکھتے رہنے کی وجہ سے ہی مجھے انزال ہو گیا۔ اب مجھے پتہ روزے کی گھر ہے یا پھر نا تو نہیں! البتہ میں گھر واپس آئے ہی نہیں! اگر کرام آپ قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلے کا جواب دیدیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً چھوئے بغیر اپنی حرجت کو دیکھتے رہنے کی بنا پر روزے کی حالت میں انزال ہونا تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہر صورت مسئلہ میں آپ کا روزہ برقرار ہے، اللہ اور کفارہ کو بخلا از سہیل۔

لما فی الہندیہ ۱/۲۰۴: وإذا نظر الى امرأة بشهوة في وجهها او فرجها كثر النظر او لا لا يفطر اذا

انزل. وكذا لا يفطر بالفتكر اذا امنى

وفي التمام: ۲/۳۶۶: قال في الدر او احتله او انزل بنظر او ولو الى فرجها مراراً

## (۶۹) روزے میں بیہوش ہونے سے روزہ کا حکم

سوال: یاد مانتے ہیں حالت کرام! مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چھپ جعد کو جو کہ رمضان کا پہلا جمعہ تھا، ہمارے بڑے میں شریف باہمی رہتے ہیں اس وقت میں نماز فجر کے بعد بیٹھ ہوئے اور عصر کی نماز کے مٹھائی، تہہ، مٹھی میں آنے پر بھی انہوں نے روزہ افطار نہیں کیا بعد مغرب کے وقت میری خود بہت پانی پیانی والی تھی ان کا روزہ باقی تھا، رات کو میرے بیٹھ سے روزہ نہیں ٹوٹتا! الجواب حامداً ومصلحاً سمجھتے ہیں! البتہ میں باہمی کا روزہ باقی رہی تھا۔ چونکہ رات سے نیت بھی پانی پانی ہے اور چارے دن روزہ کا نہیں! البتہ میں باہمی کا روزہ ہے۔

— سی سیدہ: ۱/۲۰۴: ان من اعشى عليه في رمضان لم يلهي البراء الذي حدث فيه الاعشاء لوجود

الصبر فيه، وهو الاصل فيك المنع والباله اذ التامر وجد دها منه وقضى ما بعده لانعدام النية

وفی النصار حاشیہ ۱۲/۳۹۹: الکافی: الا عدا اربعة انواع مالا یستد بہا وليلة غالباً کالجوم فلا یسقط نسب من العداات وما یستد خلقه کالصب فیسقط الککل بہ دفعہ للحرح وما یستد وقت الصلاة لا وقت الصوم عدا کالانساء فاذا امتد فی الصومات بان زاد علیہ یوما وليلة جعل عدلاً دعاً للمحرج ولم یجعل فی الصوم سبباً لان امتدادہ شہراً ماضیاً وما یستد وقت الصلاة والصوم وقد لا یستد وهو المجنون اذا اعتدلیت اسقطہما۔

## (۷۰) ہائی پاس آپریشن سے روزہ کا حکم

سوال: کیا غرائز جن میں مانعے کرام، عقوبت عظام اس مسئلہ کے بارے میں کردار سے کی حالت میں ہائی پاس آپریشن کروانے سے روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟ دراصل میرے چچا نے: "مجان میں ہائی پاس آپریشن کروانے اور اس دن روزہ بھی رکھ دیا تھا اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا وہ روزہ تو بیاؤں؟" اگر نہیں تو ان کوئی نئی ذمہ داری تو نہیں ہے؟

الجواب: عا دہ اصلاً روزہ کی تکلیف ہے قاعدہ ہوتا ہے جو کہ بدن کو درست کرنے کے لئے مقدار یا غیر مقدار سے داخل یا خارج کر دینا یا دیکھنا ہے۔ اگر ہائی پاس آپریشن اور جراحی آپریشن جو کہ پیٹ یا دماغ کے علاوہ، تھیں تو اس ذمہ داری میں سے روزہ نہ ہے۔ روزہ میں دیکھنا یا دیکھنے کا مقصد نہیں ہے، البتہ اگر آپ کے بعد تک مؤخر کر سکتے ہیں تو اسے فی حاکم میں آپریشن نہ کروانے کی کوشش کریں۔ اگر نہیں تو غیر دیکھنے کی وجہ سے صحت یابی ہو جائے روزہ کے توڑنے کی طرف متوجہ نہ ہوں۔

لنقلی التبیان: ۲۰۰۲، وحی دواء العجافۃ والامۃ اکثر المشایخ علی ان العبرة بالوصول الی  
الاصول: لیس فی الکفر: ۲۰۰۲، یا حنی اذا علم ان الباس وصل یستد صومه ولو علم ان  
ان یصل لم یصل بہ یستد

وحی الموالمحار: ۲۰۰۲، وداوی حائضہ او امۃ فوصل الدواء حقیقۃ الی جوفہ ودماغہ  
وفی الحاشیہ: قولہ: یصل الدواء حقیقۃ الشیء الی ان ما وقع فی ظاہر الزواۃ من تعبد  
الافساد والدواء المرعب فی علی العادۃ من امہ یصل والا فالعبر حقیقۃ الوصول، حتی لو علم  
وصول الباس افسد او عدم وصول الطری لم یفسد وانما الحلائف اذا لم یعلم یقیناً فافسد بالطبری  
حکمنا بالوصول نظر الی العادۃ

وحی التبیان: ۲۰۰۲، وکذا فی الحاشیہ: ان من علی شمسہ المضعف اذا اذخاں لانه یمکر  
وبھی لہ ان یوجد فی وقت العرب، وکذا فی سبیل الاسلام شرط الکراۃ ضعف یحتاج الی الفطر

﴿جن چیزوں سے روزہ مکروہ ہو جاتا ہے﴾

(۱) روزہ میں منجن، ٹوتھ پیسٹ لگانے یا تمباکو سونگھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟  
جواب میں فرماتے ہیں کہ منجن، ٹوتھ پیسٹ لگانے یا تمباکو سونگھنے کا حکم مکروہ ہے۔  
مگر اگر اس سے کوئی اور فائدہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔  
مثلاً اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً روزہ کی حالت میں منجن، ٹوتھ پیسٹ لگانے یا تمباکو سونگھنے کا حکم مکروہ ہے۔  
مگر اگر اس سے کوئی اور فائدہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔  
مثلاً اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

لما هي الهندية (۱۹۹۱): قال مشايخنا المسئلة على التمهيد ان لم يكن العلك مقلداً لمصلحاً  
فقط وان كان مصلحاً لمقلداً فان كان أموداً فلهذا وان كان أبداً لم يقطر ۶۶ ان في الكتاب لم  
يقطر كذا في السحيط وكره في شئ ومصدق ملاحظ (۱۴۰۳) وفي فوائد الجانية  
والامة اكثر المشايخ على ان الصفة للوصول الى الجوف والنفخ لا تكون وطناً وبأسا حتى اذا علم  
ان الباس وصل بمصدق ولو علم ان الرطب لم يشل لم يقدر هكذا في العباة والام لم يعلم  
احدهما وان كان المواء وطافداً في سبعة يقطر للوصول عادة

(۲) روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کیا حکم ہے؟  
جواب میں فرماتے ہیں کہ منجن، ٹوتھ پیسٹ لگانے یا تمباکو سونگھنے کا حکم مکروہ ہے۔  
مگر اگر اس سے کوئی اور فائدہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔  
مثلاً اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر منجن لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر ٹوتھ پیسٹ لگانے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔  
اسی طرح اگر تمباکو سونگھنے سے دانت صاف ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

لما فی الجہنہ (۱۹۹:۱) قال منہا المصنف علی التفصیل ان لم یکن العلفک ملئاً مقلعاً  
فطره وان کان مضمناً فملئاً فان کان امود فطره وان کان بعض لم یفطره وکره ذوقی شیئ  
ومضغه بلا عذر کذا فی النکر ومن العذر فی الاول ما لو کان روح المرأة وسببها شیئ، الحلق  
الفاصل السریفة ومن العذر فی الثاني ان لا یحد من مضغ الطعام لصبغها من حنظل او صندل او  
غيرهما من الاشیاء ولتحد صحناً ولا قلیاً

وفی رد المحتار (۴۱۶:۱) وکره ذوقی شیئ ومضغه بلا عذر لان العذر به لا یتضح فذکر مطلقاً بلا  
عذر اصحاً (اوله ابیض الخ) فیه بذلك لان الاسود وغير المضمض وغير الملثم یصل منه شیئ  
الی الجوف واطبق محمد المسألة وحملها الکمال تبعاً للمناحرین علی ذلك قال المقلع بانه معنی  
معدود الوصول فان کان مما یصل جاز حکم بالفساد لانه کالمضغ. وفی الدر المختار (۴۰۲:۲) وان  
حضر او استعمل فی لغة شفاء او النظر فی آئنه ذهناً او داروی جائز ان یأخذ فوصل انداء حقیقه وعلی  
رد المحتار (۴۰۲:۲) فلو تدبر علی الدواء حقیقه انشأ الی ان ما وقع فی ظاهره من تفتید  
الفساد بالذوق الرطب منی علی العذوة من ان یصل والا فالعذوة حقیقه ان یصل حتی لو عجم وصول  
انساب الفساد وعدم وصول الشئ من یصل واما الخلاف اذا لم یعلم بربطه فافسد بالطری حکماً  
سواء وصل نظر الی العذوة فسد رسم فیه والاحیان والامساعط والاقطار والوصول الی الجوف  
لظهوره فیها والا فلا بد منه حتی لو یصل السوط فی الخف ولم یصل الی الراس لا یفطر

وفی الشفہ الحنفی (۳۹۵:۱) من داق شئاً یغمه فی نهار ومضغ وهو صائم ولم یتبع ما ذاق لم  
یشطر، لعدم وتربص المضغ شیئاً وکرهه فذلك لما فیہ من تعرض الصوم علی الفساد مع  
العلفک نذراً لایصل منه شیئ الی الجوف مع الویل لا یفطر انصافاً لعدم وصول شیئ منه الی الجوف  
وسکر ذلك یستعمل بالاحتمال والعلفک المقصود المصطکی المسکة اما العلفک المسمون  
المنحلی بالسكر وما یتبعه الفداء

(۳۳) روزے کی حالت میں پیچھے پھرنے اور بھولنے سے ناک، کان میں دوپائی ڈالنے کا حکم

حوالہ: یہاں تیس مقلدانہ مسائل ہیں جن میں سے پہلے تین میں دیکھا ہے کہ وہ اللہ عزوجل سے نہیں ہوتے اور انہی سے  
نہایت گہرا اثر ہے جس میں ۱۰ مسائل ہیں۔ ان میں سے پہلے دو مسائل میں پھرنے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ اگرچہ ٹوٹتا  
ہے یا نہیں؟ ۱۰۔ روزہ کی حالت میں ناک سے خون نہ نکلے؟

الحجاب حاداً وصلياً صورت مستور میں اگر کوئی شخص جو اسے کوئی چیز چھو رہا ہو تو اسے دھو کر اسے پہننے کی اجازت ہے۔  
نرموزہ مذکور سے بخوبی واضح ہوگا، نیز اگر کمان یا اس میں دھاتی بھرت سے ڈال کر کمان کی صورت میں روزہ صحیح ہوگا۔

لما فی البحار: ۲۵۹/۱ عن ابي هريرة عن النبي ﷺ قال: كل ارض شرب لبثتم صومه فانما اطعم الله وسقاه

وفي الهدية: ۲۳۸، ومن ذاق غيبته لم يضر لعدو الفطر صورة ومعنى: يكره له ذلك لما في  
من نعر بن الصوم على الفساد

وفي الهدية: ۱۹۹/۱: كره ذوق شي ومضغه بلا عذر كذا في الكفر ومن العذر لمي الاول ما لو كان  
روح المعرفة وسببها سبي الخلق فذاقت المعرفة الخ

### (۷۴) باورچی کیلئے بوقت ضرورت روزے کی حالت میں سانس پھینکنے کا حکم

حوالہ: نیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک باورچی میں کام کرتا ہوں میرا کام سانس پھینکنا ہوتا ہے۔  
میں جب رمضان المبارک کا مہینہ چل رہا ہے میرا روزہ ہوتا ہے بغیر غصے سانس پھینکنا ہوتا ہے تو اس اوقات تک وغیرہ کلمہ پڑھتا ہے اور  
اس وقت سے زیادہ کلمہ شکر کرتے رہتے ہیں تو اب آپ حضرات سے معلوم یہ فرمائیے کہ میرے لئے روزہ کی حالت میں سانس پھینکنا  
ہانا ہے یا نہیں؟

الجواب حاداً وصلياً صورت مستور میں روزے کی حالت میں ضرورت کی وجہ سے آپ کے لئے سانس پھینکنا جائز ہے۔ جرحیدہ وہیت  
میں ہے۔

نسائی الہندیہ: ۱۹۹/۱، و كره ذوق شي ومضغه بلا عذر كذا في الكفر ومن العذر لمي الاول ما لو كان  
روح المعرفة وسببها سبي الخلق فذاقت المعرفة الخ.

الدر المختار: ۳۱۶/۲ (و كره) له (ذوق شبي) و كذا (مضغه بلا عذر) و قيد فيهما قاله العبي  
مكون ذوقها او سببها سبي الخلق فذاقت. وفي الشامية تحن: ذوقه و كره (الخ) الطاهر ان  
الكره في هذه الامضاء تنزيهية وعلى.

### (۷۵) روزہ کی حالت میں ڈرپ یا انجکشن کا حکم

سوال: نیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک دن روزہ کی حالت میں ڈرپ لگائے پائے یا ان  
سے ڈرپ لگاؤ تو اب میرے روزہ کا کیا حکم ہوگا آیا نوٹ کیا ہے یا آتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً اور یہ انکسشن نکالنے سے روکا نہ نہیں ہوتا۔ کیونکہ روزہ اس وقت فاسد ہوتا ہے جب کوئی بچہ معتاد نہ ہو۔  
توفہ دماغ یا جوف معدہ میں پٹائی جائے۔ جبکہ انکسشن یا ذرپ سے ذریعہ جسم میں داخل ہونے والی دوائی وغیرہ لوگوں کے ذریعے قہراً جسم میں  
مستند ہو جاتی ہے۔ وہ دوائی وغیرہ جوف دماغ یا جوف معدہ میں نہیں پہنچتی بلکہ اس کا اثر پہنچتا ہے جو کہ روزہ کی صحت پر پڑتا ہے۔

لساھی المسندیہ ۱/ ۲۰۳، رقی دواء الحماض والامه اکثر المشايخ علی ان العبوة للوصول الی  
المحوص والدماغ لا لکومہ وعلیٰ ان ہما حتیٰ اذا علم ان الہامس وصل بفسد صومہ ولو علم ان  
الرطب لم يصل لم یفسد حکدا فی العباب

وفی الدر المختار (۳۹۵/۲) (او الذہن او الکحل او احتجم) وان وجد طعمہ فی حلقہ  
وفی الشامیہ نحتہ: قوله وان وجد طعمہ فی حلقہ، ای طعم الکحل او الذہن کما فی السراج وکذا  
لو سرق فوجد لونه فی الاصحیح بحر قال فی البہر لان المرحود فی حلقہ اثر داخل من المساء الذی  
ہو غسل البدن والمغفر لہما هو الداخل من المسافد للاتفاق علی ان من اغتسل فی ماء فوجد مرده  
فی ما ملکہ الاہل

## (۷۶) روزہ کی حالت میں ناک میں ”وکس“ کے استعمال کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان رحمہم اللہ اس مسئلے پر کہ میں کہ مجھے روزہ میں یکہ روز ناک میں وکس نکالنے  
شمارت پڑتی ہے۔ ایک دوست نے دیکھا تو کہنے لگے کہ روزہ میں یہ ناک درست نہیں ہے۔ مجھے بھی یہی ظہر لگتی ہے۔ ہاں اگر  
آپ بتا دیں تو صحیح بات ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً منظر اس موسم ویزیں ہیں جو بعض منافذ نظر یہ (قدرتی مداخل) سے بدن کے اندر پہنچ جائیں اور جن بچہ ان  
نات فہ اثر ہاں بدن میں مساوات کے ذریعے پہنچتا ہو تو وہ منظر صوم نہیں۔ اور وہ کس کا بھی صرف اثر روزہ کی صورت میں ہے (اگرچہ  
تک پہنچتا ہے۔ جبکہ صورت سے نکل سکی ناک میں اس کا منظر صوم نہیں ہے۔

لساھی الدنتر جانیہ ۲/ ۳۶۸، والعار وفی الخزائنہ وغریبکۃ الدقیق والدخان وطعم الادویہ وریح  
المنظر اذا وجد فی حلقہ لا یفسد

وفی الدر المختار مع الشامیہ (۳ - ۲۱)، (لا ینکر ہذین الشراب و لا الکحل) اذا لم یقصد الریہ  
وفی الشامیہ نحتہ: قوله قوله لا ذہن شراب وکحل، بفتح الفاء مصدرین وبضمیمہ اسمین وعلی  
الثانی لہا المعنی لا ینکر استعمالہما الا ان الروایۃ ہر الاول وتسامع فی البہر و ذکر فی الامداد ان  
الجواب انہ یوجد من هذا انہ لا ینکر للسانہم شہ رائحة المسک والورد ونحوہ مما لا ینکون جہراً

مصلیٰ کاندھار فانیہ فالوہ لایکونہ الا کتحال بحال وهو شامل للمطیب وغیرہ ولم یحصوہ نوع  
معد وکذا دحض الشارب اھ

وفی التامیز ۳/۵۹ (قولہ انه لو ادخل حلقہ الدخان) ای بانی صورتہ کان الإدخال حتی لو تبخر  
سجود فآواہ الی مغصہ واشتمہ ذاکر الصومہ المظہر لا مکان التحرز عنہ وهذا بما یفعل عنہ کثیر من  
الاساس ولا یتوهم انه کتم الورد وعاہدہ والمسک لوضوح الفرق بین ہواہ غطیب مریح العسک  
وشبیہہ وبن حوہر دخان وصل الی خوفہ بقعلہ امداد وید علم حکم شرب الدخان

## (۷۷) گانے سننے والے کے روزے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسئلہ کے بارے میں کہ میری ایک ماریٹ میں کپڑے کی دوکان ہے میری دوکان سے کچھ فاصلے پر  
ہے جو ٹیسٹ کی دوکان ہے اور روزہ سننے کی حالت میں سارا دن گانے سننے اور ٹی وی دیکھنے میں گزار دیتے ہیں تو ایسے لوگوں کے روزے پر  
کوئی اثر پڑتا ہے ان چیزوں کا ٹیکس اور ویو ٹیسٹ کے کاروبار کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ میں گانے سننے، ٹی وی دیکھنا یا کانوں اور فلموں کی ٹیکسوں کا کاروبار کرنا عام حالات میں بھی  
زادہ اور جائز ہے روزہ میں انکی شاعت اور بھی بڑھ جاتی ہے اگرچہ فرض دس سے ساقت ہو جائے لیکن روزہ کا ثواب جاتا رہتا ہے  
میںما کہ صحیح بخاری (۲۵۵۱) میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی منقول ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر بھی جھوٹی بات اور برے کام  
نہ چھوڑے اللہ تعالیٰ اواسکے جھوکا پیاز بنے گی چنداں ضرورت نہیں۔

للعافی صحیح البخاری (۲۵۵۱) عن ابی ہریرہ قد رضی اللہ عنہ قال قال النبی ﷺ من لم يدع قول  
الزور والعمل به فليس لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه.

وفی احیاء علوم الدین (۲۳۰۱۱): وقد قال صلی اللہ علیہ وسلم: (کم من صائم یس له من صومه إلا  
السجود والمطبخ) وقیل هو الذی یسک عن الطعام المحلل ویسطر علی لحووم الناس بالفضیة  
وهو حرام. وقیل هو الذی لا یحفظ جوارحه عن الأثم.

وفی حجة اللہ بالافلاک ۴/۵۳: ولولہ صلی اللہ علیہ وسلم: من لم يدع قول الزور والعمل به فليس  
لله حاجة في ان يدع طعامه وشرابه: والمراد بالنهي نفی الکمال





یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بکروہ المبلول بالماء، وفي ظاهر الرواية لا بأس بذلك واما الرطب الاخصب فلا بأس به عند الكل كذا في فتاوى قاضيان.

وفي الشامية (۳۱۹/۲): (قوله ولا سواك) بل يسن للصائم كعبه صرح به في النهاية لعموم قوله (ولو لا ان اشد على امتي لامرتهم بالسواك عند كل وضوء وعند كل صلاة) لتأوله الظهير والعصر والمغرب قوله ولو عشاى بعد الزوال (قوله على المذهب) وكروہ الثاني المبلول بالماء لما فيه من ادخاله فيه من غير ضرورة ورد بانه ليس بالقوى من المضمضة اما الرطب الاخصب فلا بأس به اتفاقا كذا في الخلاصة بهر.

## (۸۰) روزے کی حالت میں سرمہ لگانے کا حکم

سوال: اگر بیمار ہے جن علمائے کرام و مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے روزے کی حالت میں سرمہ لگایا تو سرمہ حلق تک پہنچ گیا، آیا اس شخص کا روزہ ٹوٹ گیا یا نہیں؟ اس کے اوپر کفارہ لازم ہوگا یا صرف قضاء لازم ہوگی؟

الجواب: حامداً واصلحاً۔ روزے کی حالت میں آنکھ میں دوائی کے قطرے ڈالنے سے اور سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر یہ دوائی اور سرمہ کا اثر اور رنگ حلق اور حنوک میں محسوس کیوں نہ ہو۔ لہذا صورت مسئول میں اس شخص کا روزہ نہیں ٹوٹتا، جب روزہ ہی نہیں تو نہ تو اس کے اوپر قضاء اور کفارہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

لما في الفتاوى المولود الحجة (۲۲۱/۱): والكحل: لا يبطر، لان النسي بفتح النون "اكتحل وهو صائم."

ونحو الدر المختار (۳۹۶، ۳۹۵): (أو ادخن أو اكتحل أو احتجم) "وإن وجد طعمه في حلقه"

وفي الشامية نسخة: أي طعم الكحل أو الدهن كذا في السراج وكذا لو بريق فوجد لونه في الاصح بحر، قال في البهر لان الوجود في حلقه اثر داخل من المسام الذي هو خلل البدن والمفطر اما هو الداخل من المناهل للاتفاق على أن من اغتسل في ماء فوجد برده في باطنه أنه لا يبطر وإنما كره الإمام الدخول في الماء والتلف بالثوب المبلول لما فيه من إظهار الضرر في إقامة العادة لا لانه مفطر اهـ، وسيأتي ان كلامن الكحل والدهن غير مكروه وكذا الحجامة الا اذا كانت تضعفه عن الصوم.

وفي الشفه الاسلامی وادلته (۱۰۳/۱): ما لا يفسد الصوم عند الحنفية (وهو اربعة وعشرون شيئاً تخريباً) وايضاً القطر أو الاكتحال في العين، ولو وجد الصائم الطعم أو الاثر في حلقه، لأن

النسي بفتح النون اكتحل في رمضان، وهو صائم.



نطق الثم کما فی التخص

### (۸۳) روزہ کی حالت میں مریض کو خون دینے کا حکم

سوال یہ ہے کہ اگر مریض کو اس مسئلہ سے بارے میں کہ بعض دفعہ ماہ مبارک میں کوئی حادثہ پیش آجاتا ہے اور بعض مریضوں کی حالت یہ ہوتا ہے کہ ان کے پیٹ میں جو صفہ ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں انہیں خون دینا چاہیے اور اگر انظار کی کس وقت کا انتظار کیا جائے تو اس میں یہ حکم ہوتا ہے کہ مریض چلے جائے گا تو یہ ضرورت کی وجہ سے روزہ دار روزہ کی حالت میں خون دے سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب عاذا اللہ علیہ عام حرامت میں روزہ رکھ کر خون دینے سے اگر ضرورت ہو تو خون دینا مکروہ ہے۔ البتہ ضرورت شدیدہ (جیسا کہ شہ نورہ سوال میں ہے) کی صورت میں اگر خون دینے والے کی جان کو کوئی خطرہ یا شدید نقصان نہ ہو تو پھر خون دینے کی گنجائش ہے اور اس صورت میں روزہ بھی مکروہ نہ ہوگا۔

لصفی الشامی: ۴/۱۹۲ (و کذا لا تکرم الحجامۃ ای الحجامۃ التي لاتضعف عن الصوم ویسفی له

ن یؤخرها لی وقت الغروب والعصۃ کالحجامۃ.

## ﴿روزے کی قضا، کفارہ، فدیہ اور نذرو غیرہ کا بیان﴾

### (۸۴) روزہ و نماز بلوغت کے بعد قضا ہونے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام میں مسئلہ ہے کہ اگر ایک نابالغ بچہ یا بالغ ہو جائے تو بعض دفعہ اسے فوری بھی ورنہ نہیں دیتا اورین کی معصومات نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ذوقہ بالغ ہی تصور کرتا ہے چنانچہ نذر روزہ کے معاملہ میں اسے بالغ تصور کرتے اور نماز چھ لے یا روزہ رکھ لے تو ٹھیک ورنہ ذوقہ بالغ ہی نہیں کی جاتی۔ فنی صورت میں بہت سے نماز روزہ کے مسئلہ میں قضا ہوتے ہیں، مجھے لگتا ہے کہ یہ سب مباح بھی مکی معصومات اب سمجھے کیا کرتا ہے؟

الجواب ماہر و معلما چونکہ بلوغت سے بعد انسان احکام شرعیہ کا مکلف ہو جاتا ہے یعنی نذر روزہ و غیرہ کی ذمہ داری اس پر لازم ہوتی ہے اب بلوغت کے بعد ذوقہ بالغ ہی تصور کیا جائے گا اوقات میں بخاری، ہامپ یا بغیر ہر کے وہ دن کہے کہ تو اپنے قضا لازم ہے چاہے تم ہو یا وہ پھر قضا کی صورت یہ ہوں اور نماز بلوغت معلوم ہے تو بلوغت کے بعد جسے دنوں نمازیں اور روزہ قضا ہونے ہیں انکی قضا کر لے لیکن اگر نماز یا روزہ معلوم نہیں ہے تو پھر نماز اور روزہ ۱۲ سالہ کے بعد جزمائے قضا ہے اسی قضا میں اور روزہ کی قضا کر لے جو مکمل ہوا تھا یا نہ تھا اسی اعتبار سے لازم ہوتا ہے پھر چونکہ قضا نماز میں اور روزہ میں ہے تمہیں بھی نہ ہونی ہے بلوغت ہی حرج نہ کہ نمازوں پھر جو کس پر بھی انکی قضا کرنا ہوں وہ یہیت کرے کہ آخری کمر جو کس پر ہی ال قضا کرنا ہوں ہائی نمازوں کی یہیت بھی ای طرح ہے کہ فنی ان حکم یا آخر حکم۔ اسی حرج نماز کے کٹنے کی وجہ سے قضا ہوں۔ ہوں تو ان رمضان یا آخر رمضان کی یہیت کرے روزہ ان قضا روزہ کی یہیت کرے۔ ان طریقہ سے اگر نماز ہے یہاں قضا کہ مالک بن ابی ہریرہ کہ قضا شد و نماز ال اور روزہ کی قضا ہوا چلی۔ ہئی۔ ہائی نکاح کے والدین یا سرپرست حضرات کو چاہئے کہ وہ انکے سرپرستی سے ہی نماز روزہ کا پابند بنائیں تاکہ بلوغت کے دوران میں بعد انکے اپنے ذمہ فراموش کی جائے انکی ذمہ داری ہو۔

لنصفی اللہ المبحر ۱۱۵۳۹۹ فان لم يوجد فيهما شيء فمعنى يتم لكن منهما حصص عشرة سنة به هني  
وهذا عندهما وفي الشبهة لا من عمر رضى الله تعالى عنهما عرس على النبي ﷺ هو احد وسه  
اربعه عشر شهرا، ثم يوم الحديق وسه خمسة عشر شهرا ولا يها العادة العالة على اهل زماننا و  
غيرها احتياط والعادة احدى الصحيح الشرعية فيما لا نص فيه نص عليه النسبي وعبره در منقبي  
وفي حاشية اللفحصولي على المرافى ۱۳۳۳ حاشية من لا يدري كمبه الفرائض بعلى ما كمر  
دايه فان لم يكن له رأى يفرض حتى ينشأ انه لم يبق عليه شيء.

وفی الشامية (۶/۴): فان اراد تسهيل الامر يقول اول فجر مثلا فانه اذا صلاه يصبر مايليه الا ان يقول آخر فجر، فان ما قبله يصبر آخر ولا يصبر عكس الترتيب لسقوطه بكتيرة الفتاوى.  
هكذا في الهندية (۶/۵)

## (۸۵) رمضان کا چاند دیکھنے والے کی اگر قاضی شہادت قبول نہ کرے تو اس کے روزے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر رمضان المبارک کا چاند صرف ایک شخص دیکھے اور لوگ کسی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہ کریں تو اس شخص پر روزہ لازم ہوگا؟ نیز اگر وہ شخص روزہ نہ کرے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟  
الجواب حامداً ومصلياً۔ اگر کوئی شخص رمضان المبارک کا چاند دیکھے اور قاضی اس کی شہادت کو قبول نہ کرے تو ایسے شخص پر روزہ رکھنا لازم ہے۔ اگر اس روزہ اس نے افطار کر لیا یعنی روزہ نہیں رکھا تو اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہے نہ کہ کفارة۔

لما في القرآن المجيد (البقرة): فمن شهد منكم الشهر فليصمه.

وفی الهندية (۱۹۸، ۱۹۷): رجل رأى هلال رمضان وحده فشهد ولم تقبل شهادته كان عليه ان يصوم وان افطر في ذلك اليوم كان عليه القضاء دون الكفارة.

وفی الدر المختار مع الشامية (۳۸۳/۴): (رأى مكلف هلال رمضان او الفطر ورد قوله) بمذليل شرعي (صام) مطلقاً وجوباً وقيل ندباً (فان افطر قضى فقط) فيهما لشبهة الرد.

وفی الشامية قال في التحفة، يجب عليه الصوم، وفي المسوط عليه صوم ذلك اليوم وهو ظاهر استدلالهم في هلال رمضان بقوله تعالى فمن شهد منكم الشهر فليصمه۔ (قوله قضى فقط) اي بلا كفارة.

## (۸۶) چاند دیکھنے والے کی گواہی قبول نہ ہوئی، اس کے روزہ توڑنے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک صاحب رہتے ہیں وہ مالی اعتبار سے بہت کمزور ہیں۔ انہوں نے اس مرتبہ رمضان کے شروع میں سب لوگوں کے سامنے تاکید و نپیل یعنی شعبان کی ۲۹ تاریخ ختم ہونے کے بعد کہیں چاند دیکھنے کا دعویٰ کیا، لیکن ان کی گواہی شرعی اعتبار سے بھی صحیح نہیں تھی، انہوں نے اکیلے ہی روزہ رکھ لیا تھا اور پھر صبح میں جب کہ قریب روزہ توڑ دیا۔ پوچھا یہ تھا کہ آیا ان پر روزہ کی قضاء و کفارہ لازم ہے یا نہیں؟ اور کیا انہیں یہ روزہ رکھنا چاہئے تھا؟  
الجواب حامداً ومصلياً۔ روزہ کے توڑنے پر کفارہ کے وجوب کیلئے ضروری ہے کہ رمضان کا شرعاً ثبوت ہو چکا ہو۔ صورت مسئولہ میں نہ کہ مذکورہ شخص کی گواہی شرعاً معتبر نہیں تھی۔ اس کے باوجود مذکورہ شخص پر روزہ رکھنا واجب تھا۔ لیکن جب اس نے روزہ توڑ دیا تو اس پر

سہ قضا لازم ہوں کہ روئیں آ۔ ۵۔

لما فی الفتاویٰ الہندیہ (۱/۱۹۰، ۱۹۱) رجل رأى هلال رمضان وحده فشهد ولم يقل شيئا منه كان عليه أن يصوم وإن أفطر في ذلك اليوم كان عليه القضاء من الكفارة وإن أفطر قبل أن يرد القاضي شهادته فالصحيح أنه لا تحب عليه الكفارة كذا في فتاوى قاضي خان۔  
وطی الدر المختار (۴/۳۸۴)۔ (روای) مکلف (هلال رمضان أو الفطر ورد قوله) مدليل شرعي (صحا) مطلقا وجوبا وقيل نكحاً (فإن أفطر خصي لفظ) لهما شبهة الرد (واختلف) المشايخ لعدم الرواية عن المتضمن (لهما إذا أفطر قبل الرد) لشهادته (والراجح عدم وجوب الكفارة)

(۸۷) کن اعذار کی وجہ سے رمضان المبارک کا روزہ چھوڑنا جائز ہے نیز مزدور

طبقے کا کام عذر میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و متتبعین نظام اس مسئلے کے بارے میں کہ دیکھتے ہیں یہ آیت ہے کہ عذر و عجز، رمضان، نیچہ و نیس روزے نہیں رکھنا کیا شرعاً ان کو تکفیل ہے یا نہیں؟ یا ان کا کام کرنا عذر کے اندر داخل ہونا یا نہیں؟ نیز ان کی عمارت کی تعمیر، چھوڑ دینا، عذر ہے۔ نہ کہ کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت ہے۔

الجواب حامداً و معلیاً۔ رمضان المبارک کے روزے فرض ہیں کسی نیچے بھی یا عذر چھوڑنا جائز نہیں۔ البتہ اگر کسی حالت چھوڑنی ہو کہ روزہ رکھنے سے ہان کی طاقت یا ضعف کا غرض ہو تو اس وقت روزہ چھوڑنے کی تکفیل ہے لیکن روزہ عاف نہیں ہوتا بعد میں اس کی قضاء لازم ہوتی ہے اور عموماً مزدوروں کے کام اپنے سخت نہیں ہوتے کہ جن کی وجہ سے رمضان جسکی برکات اور فضیلت ۱۰ روزوں و پندرہ روزہ جاتے اور رمضان کے مہینے میں عموماً فکان بھی رمضان کا ٹھکانا کرتے ہوئے مزدوروں پر سخت نہیں کرتے البتہ اگر کچھ بھی شایع ہوتا ہے چاہے کہ یا تو ان کے بجائے رات کو کام کرے یا رمضان نامیت چھٹی کرے اور رمضان کے روزہ رکھے۔ نیز ان کی عمارت کی تعمیر چھوڑنے کی اجازت ہے، مسافر، حجت یار، اہل خانہ، عورت، جس کو روزہ رکھنے سے اپنی یا بیوی کی بابت یا عمارت کی یا عمارت کی تعمیر اور ایسا کر سیدہ و شخص کہ جس کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید ہو، ان تمام حضرات نیچے رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز ہے مگر بعد میں ان روزوں کی قضا لازم ہے۔ البتہ اگر سیدہ و شخص یا بچے روزوں کا صوف نہ یادے گا۔

لما فی السراج (ص ۳۹) : ما با ما يكون علواً في الإفطار من مسافر بعد ما أصبح في اهله بكرة له الإفطار وجعل عاف له لم يصطر فرداً عبداً وجعاً أو حياء شدة يباح له الإفطار وهذا مما يحرمه بالجهاد أو قال طبيب صادق أمة افطرت في رمضان متعددة لشغل أصابها من عمل السيد من طبع

از غیرہ کن واسعاً وقضیہ للمسنوک ان یمنع عما یحرم عن ذلک العرائض

وفی المبدیۃ ۲۰۹: ۲۰۰ الباب الخمس فی الاعتدال النبیح الاقطار: مہا سفر (روایت)

المرص) اذا حراف علی نفسه السلف از مہا غطر یفطر بالاحراج (از مہا جیل السیر)

وارصاعہا: المحاسن والمہر منع اذا حالت علی انفسہما او ولدہما الطربا وقضا ولا کفارة عنہما

از مہا الحبس والفساد (روایت) العطش والجوع کدافک: اذا جیف مہما الہلاک ر

سقتان العفن کالامۃ اذا ضعف عن العمل وخشیت الہلاک بالصوم وکذا الذی ذهب بہ موکل

السلطان الی المعافاة فی الايام الحارة اذا حسی الہلاک از نقصان العفن (روایت) کبر (الس) فالشیخ

الغابی الذی لا یقدر علی الصباغ یعطر

(فی المبر المختار ۲: ۳۲۱): فعمل فی المعروف النبیح لعدم الصوم: وقد ذکر المصنف مہما

حسبہ ریفی الاکراه وخوف ہلاک: نو نقصان عقل ولو یعطر از حرج شہد، ولعمۃ حیلہ لم یفر

سفر: شرعاً

وفی الشامۃ تحسہ: (قوله خوف ہلاک) کالامۃ اذا ضعف عن العمل وخشیت الہلاک بالصوم

وکذا الذی ذهب بہ موکل السلطان الی المعافاة فی الايام الحارة والعمل حیلہ اذا حسی الہلاک

از نقصان العفن وفی الخلاصۃ: الغازی اذا کان یعلم بقیامہ یقاتل العدو فی رمضان ویعطف

الضعف ان لم یعطر العطر

وعوارض الصور الذی قد یعطر للضر، فیہا المفطر نع تستطر

حیلہ: از حراج، واکثرہ، سفر مرص: جہاد جوعه عطش کبر

## (۸۸) بحالت اگر اور روزہ توڑنے پر قضا و کفارہ کا حکم

سوال: کیا بات ہے جو خدا تر بہ اختیار مقام میں مسرت کے بارے میں کہیں ایک کافی حد تک متاثر ہو کر روزہ کو بھٹکا کر

پہنچا تو باقی بوری بھی میرے دوستوں نے روزہ نہیں رکھا تھا اگر کہیں ہاتھ کا پر اور ہم بتایا ہے کہ ساتھ جانے سے کما۔ پر نہیں نے

مجھے زبردستی کھانا کھانی میرے من میں، دل دیا۔ جس سے پالی اور مسرت کے اسات میں نے حق سے بچنے کے لئے اب آپ

حکومت سے جو چھوڑ دے کیا اس سے میرا روزہ ٹوٹ گیا اور کوئی توبہ سے شرم نہ کیا کرتے؟

الجواب: حامد تھوعلیٰ: سورۃ: سورۃ میں اگر آپ کو ان کے روکنے پر بھی زبردستی تھی اور نہ آپ کی مرضی میں تھی ہمارا حق ہے

نہایت اذیت آپ کو کھو دیا تو اس صورت میں آپ کا روزہ ٹوٹ گیا ہے اب آپ پر شرم و صفت میں کی قضا لازم ہے کفارہ نہیں





وہی ہیستہ: ۱۰۱: لو اکل او شرب او جامع مایہ وطن او دانگ نظرہ فاکل متعمدا لا کھارہ  
علمہ وان عیب ین صومہ لا یفسد بالسببان عند امی حنیفہ: رحمہ اللہ تعالیٰ لاتلزمہ ہو: الصحیح حکذا  
فی الحلاۃ: و اذا احتلم نظر من ذالک نظرہ فاکل بعد دانگ متعمدا لا کھارہ علیہ حکذا فی  
المعبط: الفح

وفي صدر المحضر، ١٣٠١٤، أو: كل، أو جامع (مساء) أو احتلج، أو أنزل بنظر أو درعه الفخ، فظهر  
أنه انظر لأخيه عمداً، المسببة وبأنه علم عدم فطره، لمسته الكثرة، إلا في مسألة المتن فلا كفاية مطلقاً  
في الجدول لهذه

وهي النامية تحته رقبته فاكلي عمداً وكذا هو جامع عمداً كما في بور الاصح فالمراد بالكل  
الاغطار... فخر له للشيعة عند الحقل قال في البحر وما لم تجب الكهانة باغطاره عمداً بعد اكله او  
... ان حمانه نابا لانه فخر في موضع الاستدلال بطريق

(۴۰) موانع حیض دواء سے استعمال سے روزے کی قضا کا حکم

[illegible]

شامی فیہ دینا ۱۶۱ لایست حکم کل میں الامخروج الذم و ظهورہ : هذا هو ظاهر مذهب  
اصحابہ علیہ کرمۃ شانہا علیہ السلام

ولمّا مضى (٣٥٥) من شرب الموت، انشعبت في حاضن الفلاسي بدليلك، هو ولي  
 من سقنات مدحها أو معاذلة في عليها

والله اعلم بالصواب



[illegible]

(۹۲) کفار و کجوب حدیث مشہور سے ثابت ہے

[illegible]

(۹۳) کفارے میں روزہ رکھنے کا حکم

سوال: لفظ "جیل" کو ہم اس مسئلے پر دے ہیں کہ انجیل درست ہے، اس لئے مجھ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ اگر اسے کہو



الجواب جازا ومصليا. لکن کوئی شخص رمضان المبارک کا روزہ بن جو چھ کر توڑ دے تو اس پر قنہ، ناکارہ روئوں لازم ہوئے ہیں۔ بذا  
فمن نذر وجس نے روزہ (۲۰ روزہ) توڑتے ہیں۔ اس پر روئوں کی قضاء اور کفار لازم ہے۔ لکن اگر روئوں روزہ سے ایسے ہی رمضان  
تے میں تو ایسے ہی گذر روئوں کی طرف سے کافی ہو جائے گا۔ اور اگر روئوں ایک ہی رمضان کے میں یکایک روزہ ایک، رمضان کے  
میں یکایک روزہ ایک روزہ سے۔ ممکنہ کہ تو کچھ تو اس سے مطابق دو کفارے لازم ہوں گے۔ واللہ اعلم

لعمادى السبعية على هامش الهدية (۲۰۱) اذا افطر في رمضان في يوم ولم يكفر حتى افطر في  
يوم آخر كان عليه كفارة واحدة

وفى الهدية (۲۰۱): ولو جامع مراتب ايام من رمضان واحد ولم يكفر كان عليه كفارة واحدة  
ولو جامع وكثر ثم عليه كفارة اخرى فى ظاهر الرواية

وفى الدر المختار: ۲: ۳۱۳: ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحد  
وفى الشارح تحتہ: قالوا ولم يكفر للأول، اما لو كفر فعليه اخرى فى ظاهر الرواية للنعيم بأن اثر سر  
لم يحصل بالأولى بحر

وفيه ايضا: ولو تكرر فطره ولم يكفر للأول يكفيه واحدة ولو لم يكفر بعد محمد وعليه  
الاعتماد برؤية ومجنى رعبهما واحتار بعضهم للفقوى أن الفطر صير انحصار لداخل ولا لا  
وفى الشارح تحتہ: قوله وعليه الاعتماد

سقطه فى البحر عن الأسرار ونقل فله عن الجوهره نو جمع فى رمضان فعليه كفارتان وان لم يكفر  
للأولى فى ظاهر الرواية وهو الصحيح اهـ

قلت فقد اختلف الصحيح كما ترى ويتقوى الثانى بانه ظاهر الرواية وقوله والا لا، ان كان  
انفطر المتكرر فى يومين جمعا لانتداعل الكفارة وان يكفر للأول لعظم الجناية ولذا اوجب  
الشافعى الكفارة به دون الاكل والشرب

## (۹۶) كفارة قسم کے روزوں کے دوران اگر مال آجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: یہ طریقہ ہے جن میں ہر روز دو سنتوں کا نام مسئلہ کے بارے میں کہ میری اسبے قرعی ۱۰۰ سے کسی بات پر نہ اٹھتی ہوئی اور  
میں نے عصر میں قسم کھائی کہ میں اس سے بات نہیں کروں گا۔ بعد میں مجھے نہ امت ہوئی تو میں نے اسے ایک عزیب سے جوڑی۔ بعد میں  
حمہ وصل کرت ہیں اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے مجھے قسم توڑ کر قارہ ادا کرنے کی نہ کی اور چونکہ میں نے اسے نہ کہا تھا کہ وہ  
قوات انہوں نے مجھے تین روز سے رکھے گا یا لیکن اس سے ہی روزہ میں مجھے ابھی خاصی رقم کھٹی سے سالانہ بونس کی صورت میں مل



کہ مجھے یاد کیا میرا جو سامان گھر رکھنا ہے تو میں وہیں آ گیا مگر آ کر میں نے کہا: اے ابا عبدہ! یہ رمضان کا مہینہ تھا اور میرا یہ روزہ بھی تھا تو اب میرے پاس صرف فقہ لازم ہے یا فقہ اور بھی ساتھ ہوگا؟

الجواب: صادقاً! آئی، اگر روزہ رکھنے کی اہل سنت نکلا ہو مگر ابھی اس نے سفر بقدر مسافت شرعی سے نہیں کیا (یعنی کائنات شریعت) ابھی بائیں نہیں نکلا کہ کسی بھولی بھولی چیز کو لینے کہ آئی اور وہیں اس نے روزہ نکلا کر کیا تو چونکہ شرعی طور پر وہ ایک مسافر نہ تھا اور نہ کئے احکام اس پر جاری نہ ہونے تھے اس لیے اس نے اس پر کفایہ لازم ہوگا بلکہ سورۃ مستور میں آپ پر کفایہ لازم ہے۔

لمنفی التائب حاشیہ (۲۷۷/۲) وفي التهذيب وليس في الصاد الصوم في غير رمضان كفارة، الدخيرة ومن أصبح يريد السفر في رمضان وبعث سر حله ثم انظر في مصره ذكر في الاصل عليه الكفارة، وفي مواضع اخرى ابن رشد عن محمد انه لا كفارة عليه.

وفي الهندية (۲۷۷/۲) ولو سافر في شهر رمضان ثم رجع الى اهله ليحمل شياً عليه فلاكل بمنزله ثم خرج القياس ان يجب عليه الكفارة لانه رفض سفره فاقبل العقوبة وبه نأخذ كذا في العبادية.

وفي السائر المختار (۲۷۷/۲): ويجب عليه الصوم (لو) كان في رمضان، ولو ان المرخص كذا بسبب على مقیم اتمام صوم يومه، ای رمضان (سافر) به ای فی ذلك اليوم (و) لكن لا كفارة عليه لو انظر لهما، التشبيه في اوله (آخره) الا اذا دخل مصره، لئلا يسه فافطر لانه يكثر، ولو بوند الصائم انظر لم يكن مفطراً كفارة

وفي الشافعية تحن: (قوله لانه يكثر) ای قیاساً لانه مقیم عند الاكل حيث رفض سفره بالمعنى الذي هو منزله وبالقیاس ناخذ اھـ خاتمة فتاوى هذه على المسائل التي قدم فيها القیاس على الاستحسان حموی، وقد مر انه لو اكل المقيم ثم سافر أو سافر ثم مكرها لا تسقط الكفارة، والظاهر انه لو اكل بعد ما جاوز بروت مصره ثم رجع فاكل لا كفارة عليه وان عزم على عدم السفر أصلاً بعد اكله لان اكله وقع في موضع الترخص نعم يجب عليه الامساك

(۹۹) کسی کے وصیت کیے بغیر اس کی طرف سے روزوں کا فدیہ ادا کرنے کا حکم

حوالہ: نیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تارے دادا کا چند سال پہلے انتقال ہوا ہے اور ان سے یہ رقم کی اجرت و مال کے روزے روکنے تھے اور وصیت یا ان کے بعد انہوں نے آخری عمر تک روزوں کی قضاء نہیں کی تھی اور وفات کے وقت وصیت بھی نہیں کی تو میری طرف سے فدیہ ادا کر دینا اب معصوم ہے کہ اگر میں ان کی طرف سے فدیہ ادا کر دوں تو وہ میری اذیت ہو جائیں گے؟ آخرت میں مواخذہ تو نہیں ہوگا اور نیا مجھ کو بھی اجر ملے گا یا نہیں؟





وہ روایت پانچ ہے، ایک روز تو ہم نے اس شخص سے جواب دے کر ممتون فرمایا۔

الجواب حامداً ومُسليماً۔ صورت سنو، درمیان کار روزہ تو نہ نکلا، و اگر ایسا والہ ایتسی سے جیت ہے۔ یہ تمہاری خبر و اطلاع تھی، اسے بالعموم حاصل ہے اور تمہاری خبر و دورہ فلسفی الامۃ بالقبول حاصل ہو، وہ مشہور کے قمر میں جوتی ہے۔ نیز حامد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے البدایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ (۱/۲۳) مکتبہ و حمانہ میں اس حدیث کو مشہور قرار دیا ہے۔ لہذا اس روایت کے کثرت و ثبوت درست ہے۔

لما فی بدائع الصنائع (۲/۶۱)، لا خلاف فی وجوب الکفارة علی الرجل بالجماع والاصل فیہ حدیث الاخری

وفی نور الانوار (ص ۷۸)؛ وهذه الاحبار والنکات احاداً لکن لعادۃ الامۃ بالقبول صارت بمنزلة المنہور۔

وفی المیزان فی تخریج احادیث الہدایۃ (۱/۲۳) مکتبہ و حمانہ؛ قلت هذا الحديث مشہور اخر حۃ الانۃ کلہم من حدیث ابی ہریرۃ

## (۱۰۱) روزوں کا فہ یہ شروع رمضان میں ہی ادا کرنے کا حکم

سوال کیا فہ ہے جس میں تمام ان مسند کے بارے میں کہ میرے دادا جان بہت ضعیف ہیں روزہ نہیں رکھ سکتے آیا ان کے روزوں کا فہ یہ ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ نیز اگر ادا کیا جائے تو رمضان کی ابتداء میں سادے روزوں کا اکتفاء کیا جاسکتا ہے یا ہر روز تمام کو ایک روزہ کا فہ یہ ادا کرنا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومُسليماً۔ ایسے شخص پر جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو فہ یہ (یعنی ایک مسکین کو کھانا کھانا یا پونے دو سیر میوے یا ان کی قیمت ادا کرنا) واجب ہے۔ چاہے تمام روزانہ کا فہ یہ رمضان کی ابتداء میں دیدے یا رمضان مبارک کے آخر میں حساب کر کے دے۔ دونوں صورتیں جائز ہیں۔

لما فی الدر المختار (۲/۳۴)؛ وللشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر وبغدی وجوباً ولو فی اول الشهر وفی رد المحتار وقولہ ولو فی اول الشهر ای یغیر بین دفعہا فی اولہ وآخرہ

## (۱۰۲) فہ یہ صوم، ماہ مبارک کے بعد ادا کرنے کا حکم

سوال کیا فہ ہے جس میں تمام ان مسند کے بارے میں کہ روزوں کے فہ یہ کی مقدار آجکل کے اعتبار سے کتنی ہے؟ کیا فہ یہ بھی نہر سے پہلے یا ضروری ہے جیسا کہ صدق فطر عید سے پہلے یا ضروری ہے اور کیا حج الوداع کے روزہ کا فہ یہ کام روزوں کی طرح

نبیؐ ان میں بچاؤ کی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلياً۔ فدیہ کی مقدار پرچہ ۱۱۰: کتبہ مرتبی ہے اور روپوں میں ادا کی گئی کے وقت اتنی مقدار ائمہ کی قیمت ہزار سے ملتی رہی جاتا۔ اسی طرح فدیہ یہ مومن، صدق، فاجر، ظالم، مفسد، مبارک، میں اور اگر نامستحب ہے، اگرچہ، و مبارک کے بعد بھی ۱۱۰ روپے ہوتے۔ نئے متعدد احوال کے روزہ کے فدیہ یہ کاتب بھی ۱۱۰ روپے کے فدیہ جیسا ہے۔

بمعانی الدر المختار مع رد المحتار (۳/۲۵۶): وهو ای الصاع المعتمد مانسج الغاوار بعین در مختار (۱۰۴۰) من معاش او عیس۔ قوله وهو ای الصاع الخ اعلم ان الصاع اربعة اعداد والمسار طلاق والرطل نصف من والیس مائتواھم مائتان وستون (۲۶۰) درھما وبالاستار اربعون (۴۰) والاستار بمكسر الهمزة بالدرھم ستون ونصف وبالمقابل قین اربعة ونصف۔ فالجد واليمن سوا كل ميسار مع صاع حائلة وثلاثون درھما (۱۳۰)

و خید ابصار (۳/۳۲۷): روپے (۱۳۰) و جواباً لولہی اول الشہر وبلا تعدد فقیر كالقطرة لومر سوا۔

### (۱۰۳) شوگر اور بلڈ پریشر کے مریضوں کیلئے فدیہ کا حکم

سوال: کیا فدیہ میں عمار نام اس مسئلہ سے کہ میں نے ایک شخص شکر اور بالائی بلڈ پریشر کے مرض میں مبتلا ہے، جسے روزانہ ۱۰ ٹیبلٹیں لگتے ہیں (صبح اور رات کو ۵) اور بخود دوا یا ان میں استعمال کرتا پڑتی ہیں۔ ان لوگوں کے مطابق یہ امر بخیر زندگی کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں، اس صورت میں کیا وہ شخص روزہ رکھنے کا مکلف ہے؟ فی الوقت وہ شخص صاحب نصب بھی نہیں ہے کہ فدیہ ادا کرنے اور بخود دوا رہے، کچھ دوا میں بھی ہے، اس سے وہ دوا میں دوا کر کے جبکہ روزہ حالت میں اپنے پروردگار کا نذر دوا رہتا ہے۔

۱۔ ایہ شخص، اگر بخیر فحش اشیاء میں مبتلا نہ ہو، روزہ رکھنے کیلئے ان میں کسی بھی وقت دوا استعمال کرنے یا کچھ کھانے کی ضرورت پیش آجائے تو یا دوا بخود رکھتا ہے؟ اس صورت میں روزہ رکھنے سے صرف اتنا لازم ہوگی یا کفارہ دینا ہوں؟  
۲۔ اگر کسی عورت نے روزہ رکھا لیکن وہ دن نیوے کے بعض سے ہوگئی تو کیا وہ روزہ کر کر کر رکھا یا نہی؟ یا شام تک اسے روزہ رکھنا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلياً۔ صورت: مسنونہ میں پہلے سال کے حجاب سے پہلے یہ بات سمجھ لیں کہ اگر کوئی شخص اتنا عزم و سیر ہو کہ کسی روزہ رکھنے کی طاقت باقی نہ ہو، اور وہی صحت یابی سے باز نہ ہو جائے، وقت ایسا مرض لاحق ہو جائے جس سے صحت یابی کی کوئی امید نہ ہو، اسی وجہ سے کہ میں اس مرض کی تشخیص لاتی ہو، اور وہ شخص روزہ رکھنے سے بالکل لاچار بھی ہو تو اسے روزہ رکھنے کے بدلہ فدیہ ادا کرنا پڑے گا، فدیہ کی مقدار صدق، فاجر، ظالم، مفسد، مبارک، میں اور اگر نامستحب ہے، اگرچہ، و مبارک کے بعد بھی ۱۱۰ روپے ہوتے ہیں فدیہ کا وجوب اس سے ساتھ ہوتا ہے، و شخص و اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔ لہذا صورت: منقولہ میں اگر یہ شخص جسکو شوگر اور بلڈ پریشر کا مرض

ایک سے اندر ہوا سنت لا حال ہے تو اسے نہ روزہ نہ کھنے کی عبادت ہوگی ورنہ نہیں۔

۱۲۔ یہ شخص جو فحش لٹی رو رہا ہو اسے چاہے وہ ان میں سے کون کون کی عبادت پیش آجائے کہ اگر وہ وہ کھائے تو مرنے کے پڑے گا اور اگر نہ کھائے تو مرنے پڑے گا یہ انھیں مانتا ہو چکا اور اس روزہ کی صرف قضا پر اکتفا کر رہا ہو تو نہ کھا رہا۔

۱۳۔ اس کے دوران اگر کوئی تو پیش آجائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے۔ اور اس سے عبادت کے تو صرف قضا ہوگی کفارہ نہیں آئے گا۔ یہ شخص بھی بدست روزہ ہوئے کے بعد اگر وہ اس شخص کو کھائی نہ ملے یا نہ ملے تو یہ بدست روزہ ہو جائے گا۔

لما فی الہدیۃ (۱/۱۵۱)۔ وجمہور اعنی انہ لا یجب التنبہ بالصائم علی الحائض والنفساء

والمریض والمساقر وهل تأکل الحائض من او صہرا قبل سوا قبل جہرا الحج.

والہدایۃ (۱/۱۵۱)۔ واذا حلت الصراة او نفست الفطرت کذا فی الہدایۃ.

وفی السمر السحار (۲/۴۷۳)۔ (والشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی) وجوباً ولو فی اول

الشہر وبلا تعدد فقیر کالفطر لوموسرا والا فیتغفر اللہ

وفی النہایۃ تحتہ (فقولہ للشیخ الفانی) ای الذی فبت قرآنہ او اشرف علی الفناء ولذا عرفہ بمانہ الذی

کتب یوم فی نفس الی ان یوموت بہو۔ (منہ ما فی التہستہ عن الکرمانی) المریض اذا تحقق الیاس من

الصحة فقلہ الفدیۃ لیکر یوم من المرض۔ (فقولہ العاجز عن الصوم) ای عجزاً مستمراً کما ہئی۔

## (۱۰۴) روزہ رکھنے اور فدیہ دینے، دونوں پر قدرت نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے، کہ میں ایک کارخانہ میں ملازمت کرتا ہوں، میرے والد

سب صلیب امریکہ میں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، چونکہ خود میں بھی تنگدستی سے اپنے گھر کا خرچہ پورا کرتا ہوں اور والد

ماحبسے ہاں بھی کوئی تقریباً نہیں کرتا اس فدیہ یا اگر میں تو ایسی صورت میں ہمارے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورت مسئلہ میں اگر باقلا آپ کے والد صاحب اپنے پوتے ہیں کہ روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں ہے اور

من نے پانچ سال بھی نہیں ہے کہ وہ فدیہ دے اور اگر میں تو وہ اللہ تعالیٰ سے سوائے طلب کریں اور اعتقاد کرتے رہیں۔

لما فی الہدایۃ فی حاشی الہدیۃ (۱/۱۵۳)۔ فلو یصوم الابد لضعف لاشباعہ بالمعصیۃ الفطر واطعم

کل یوم نصف صاع بر واولہ بقدر استطاعتہ اللہ تعالیٰ

وفی السمر السحار (۲/۴۷۳)۔ (والشیخ الفانی العاجز عن الصوم الفطر ویفدی) وجوباً ولو فی اول

الشہر وبلا تعدد فقیر کالفطر لوموسرا والا فیتغفر اللہ.



الشيء هذا إذا كان انضمامه لا ينفعه وهو طلب باءاءه.

ووضع الشامة تحتية؛ ومنه ما في الفقهائي عن الكرمتي المريض اذا تحقّق اليأس من الشحّه وجب به الفدية لكل يوم من العرّض.

وفي الدر المنثور (٢: ٢٩٣)؛ وأبو عجل ذوقها (مكونه) السنين أو لتقريب صبح أو لوجود

الك - واختلف فيه قبل الخات وخروج النمرة والاعنيهم المجراير

وفى الشامة نحت: القاذون التعجيل قبل الزرع أو قبل الغرس لاجور اتفاقاً لانه قبل وجود الماء كمالو محيل ركة المائل قبل ملك العباب.

(۱۰۷) پورے سال روزے کی نذر ماننے کا حکم

سوال : بخیر، میں ملکہ کرام و مطلقانہ عنقاہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے خذ مالہ تمہی کہ چودہ سالہ روزہ رکھوں گا میں نے اب روزہ شروع کئے تو درمیان میں میرے طبیخی آنکلی میں نے اس میں روزہ رکھا لیکن میری ملاقات ایک دوست سے ہوئی تو اس نے کہ کہ حال میں پانچواں روزہ رکھنا جائز نہیں، اب میں اس روزہ کو توڑ چکا ہوں تو میرے لئے اب شرعاً کیا حکم ہوگا کہ اس کا خازن باقی ہے یا نہیں؟

محبوب عالم و مصلح سال کے اندر پانچ دن (عیدین اور ہفتہ تہیہ) ایسے ہیں کہ ان دنوں نے اللہ بن میں روزہ رکھنے سے دنیا میں بے لادار کوئی رکھ لے تو اس کیلئے یہ حکم ہے کہ وہ روزہ کو افطار کر کے بند ان کو کوئی شخص پر ارسال روزہ رکھنے کی ذمہ داری لے تو اس سے پہلے یہی حکم ہے کہ وہ ان ایام میں روزہ رکھے بلکہ افطار کرنے اور دوسرے ایام میں ان کی قضا کرنے پر کوئی صورت مسئول میں آپ نے صریحاً ایک دن روزہ افطار کر کے بند آپ پر صریحاً دوسری روزہ کی قضا لازم ہوئی۔

المعاني الهندية: ٢٠١، ولوقال الله على صوم هذه النسبة الطير يوم الفطر ويوم النحر وأيام التشريق  
فصاها كذا في الهدامة

وفي توير الانتصار مع البر ٣٣٣/٤ : (ولو نذر عزم الأيام المتبهة أو صوم هذه السنة صح) مطلقاً على المختار وهو لو ائتمن النذر والشروع فيها بان نفس الشروع معصية، ونفس النذر طاعة فصح (و) لكنه وأظهر الأيام المتبهة وسحباً تحامياً عن المعصية (وقضاها) إسقاطاً للواجب وإن صامها حرج عن العهد، مع الحرمة وهذا إذا نذر ليل الأيام المتبهة فلم يعد لها لم ينقض شيء (في التامية) ٣٣٣/٤ : (أقوله وهذا) أي قضاء الأيام المتبهة في صورة نذر صوم السنة المعينة ط

﴿روزے کے متفرق و جدید مسائل﴾

(۱۰۸) رمضان میں ماہواروں کے دنوں میں کھانے پینے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان دین اسلام مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت رمضان کے روزے سے تقی کر کے ان کو اس قدر یاد آئے کہ وہ روزے کو بھول گئی تو کیا اس عورت کا یہ روزہ فاسد ہے یا اس کو اپنا روزہ پورا کرنا ہوگا یا نہیں ؟

الجواب : عايد اوصلیٰ عورت کو اگر روزے کے دوران مایوسی کا خیرن آجائے تو اس سے روزہ نہ سدا ہوا ہے اور باقی دن اس میں کھانا پینا اور شادی نہ کرے۔ جب تک کہ اس کو یقین نہ ہو جائے کہ یہ مایوسی ہی کا خون ہے۔ اور اگر کہ نہ ہو حاجت ہو تو حجب کر جائے سب کے ساتھ نہ حاجت ۔

لما في البحر المرق ٥١٢-٥: ومن لو يكن على تلك الصفة لم يجب الإمساك كما في حالة  
الحرص والنفاس. لم قيل. الحاض ناكل سراً لا جهراً، وليل نأكل سراً و جهراً.  
وفي الهدية ١٢٠-١: وإذا حاص العرأة أو حصب تطمرت كما هي الميذاذ

(۱۰۹) ماہِ مبارک میں کھلے نام کھانے پینے والوں کا حکم

سوال: کیا خرافات ہیں مطلقاً تمام اس مسئلہ پر ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اپنے ہاتھوں سے جو کچھ کیا ہے وہ سب خرافات ہیں۔  
 جواب: ہمیں دیکھنا چاہیے کہ خرافہ کیا ہے۔ خرافہ وہ ہے جو کسی نے اپنے دماغ سے پیدا کیا ہے اور جو کسی نے اپنے دماغ سے پیدا کیا ہے۔  
 سوال: کیا خرافات ہیں مطلقاً تمام اس مسئلہ پر ہے کہ میں نے اپنی پوری زندگی میں اپنے ہاتھوں سے جو کچھ کیا ہے وہ سب خرافات ہیں۔  
 جواب: ہمیں دیکھنا چاہیے کہ خرافہ کیا ہے۔ خرافہ وہ ہے جو کسی نے اپنے دماغ سے پیدا کیا ہے اور جو کسی نے اپنے دماغ سے پیدا کیا ہے۔

الحجابِ عاقل و معلیٰ جو لوگ بلا غور کے دشمنانِ اسلام کے روزہ نہیں رکھتے اور اعلیٰ درجے کی طور پر حالتِ پیشہ میں انکارِ دل و لب و لسان کے روزوں کے مشعر ہیں یا اعتدال کا اور استہوار حالتِ پیشہ میں وہ مرتہ شہر ہو گئے اور مرتہ ملی یا مہاشا کا یہ مہاشا نہیں ہے اور فراقِ دنیا نہیں ہے اعتدال اور استہوار کے طور پر نہیں ہے تو روزہ ناقص اور کھانا کھینے والے مرتکب ہو گئے اسی صورت میں وہ قومیں ہے مستحقِ ہلاک و ناس و قتلِ ذی حرم انشور و سواغ کے تحفے والے ملکوں میں سے نہ کہ اپنی قوموں کو ہاتھ سے اور ملک و زمین چھوڑ کر نجات سے قطع کر دینا اور براہِ نہ ہو کر چلنے کو تو ہر زمانہ کے فائدے سے یہاں تک کہ ان کے پاس فعل کو پورا سمجھیں۔

المصطفى العبد الإسلامي (١- ٢٢٠ هـ) ، استنصر حكام مصر عليه في الإسلام قدامكار وجواب انصرفة  
والصوم.

وفیه یضاهون؟ ۵۵۹۱، ۵۵۹۲۔ وهو من عدا العقوبة المشروعة علی معصية او حابة لاحد فیہا۔ الی قولہ کمالاً مکمل فی نهار رمضان بغیر غلر و ترکیب الصلاة فی وی الحضور۔ ویقوم بالتصویروکی الامر او مانہ۔

## (۱۱۰) نایا بالغ بچوں کے روزہ رکھنے کی عمر

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام میں مسئلہ ہے کہ سن میں کہ الحمد للہ میری شادی تقریباً تیرہ سال پہلے ہوئی تھی اور میری ایک بیوی ایک بیٹا ہے میری بیوی کچھ سے کچھ بے کساکر سال رمضان میں ان دونوں کی روزہ شائی کریں گے میرے من میں یہ کسا بھی یہ پھوسنے جیسا اب آپ سے پوچھنا ہے کہ چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوانا کیسا ہے کیا یہ درست ہے اور یا عمر روزہ کی چاہئے بچوں کی جب ان سے روزہ رکھوانا جائیگا بعض لوگ بہت چھوٹے چھوٹے بچوں کا روزہ رکھواتے ہیں جبکہ باپائی پر روزہ فرض بھی نہیں ہے یا اس طرف سے روزہ سنت ہے؟

الجواب: خذوا معطیاً۔ صورت مسائل میں اس مسئلہ کیلئے بچوں سے روزہ رکھوانا اگر ان کی عادت بن جائے اور بلوغت سے بعد ان پر روزہ رکھنا دشوار نہ ہو جبکہ بچے روزہ رکھنے کی طاقت بھی رکھتے ہوں تو یہ جائز اور محمود ہے بلکہ باور میں اس پر مہر ہیں کہ اپنی اولاد کو نکلی کا حکم کریں اور برائیاں سے روکیں البتہ اگر بچوں سے روزہ مانا نمود اور دیکاری کیلئے رکھوا یا جاتا ہے تو یہ بد نہیں۔

باقی رہی یہ بات کہ کتنی عمر میں بچوں سے روزہ رکھوا یا جائے تو در مختار (۳۵۶/۱) کی عبارت: لا یستحبون ان یصلوا علی الصبح کما فی صوم الفلانی معز بالفلان اھدی۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روزہ رکھنا یا نہ رکھنا اس کے بعد ہی حکم ہے لہذا سات سال سے لے کر دس سال تک کے بچوں سے روزہ رکھوا یا جائے جیسے کہ آج کے دن میں آپ نے کہانی اولاد کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دیا اور اگر وہ اس سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو ترک مکرر پر اگر روزہ۔

لصالحی من ابی داؤد (۱۱۱۰): عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ مروا اولادکم بالصلاة وهم ابناء سبع سنین واصرہوہم عندہا وہم ابناء عشر وافرہوہم ابناءہم الی المصاحف

## (۱۱۱) بچے کو نماز کی طرح روزہ میں سستی کی بنا پر تنبیہ کرنے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان، کیا اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا ایک بیٹا ہے اس کی عمر دس سال ہو چکی ہے اسے میں اپنے ساتھ ہی نماز پڑھنے کیلئے لے جاتا ہوں۔ اگر کبھی کسی کرتا ہے تو سمجھاتا ہوں کہ حدیث پر اس کرتے ہوئے اسے بھی کام لے لینا ہوں۔ مجھے آپ سے پوچھنا یہ تھا کہ کیا اس پر بھی اس طرح تنبیہ کرنے کا حکم ہے؟ یا صرف نماز سے متعلق یہ حکم ہے؟





عن المسکرات لبلف الحبر وبتربک الشرط (قرله ۱۵۰) أطافه قال ط: وقدر مسمع والمشاہد  
فی صیان زماننا عدم إطفائهم الصوم فی هذا السن اهلکلت یختلف ذلک باختلاف الحسم  
واختلاف الوقت مبدا وشتاء والظاهر أنه یؤمر بقدر الإطافه ۱۵۰ له بطنی صبیح الشیر

### (۱۱۳) دعوت افطار کیلئے میزبان کا روزہ دار ہونا ضروری ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام میں مسرکہ بارہ میں ایک آدمی نے روزہ کی افطاری کیلئے دعوت کا اہتمام کیا  
لیکن وہ خود روزہ سے ٹھک تھا۔ جب لوگ افطاری کے لئے جمع ہوئے تو وہاں کے امام صاحب نے کہا چونکہ اس آدمی نے روزہ نہیں  
رکھا (۱) یہ جانورین کر کے دعوت کی ہے (۲) ایسا کھانا صحیح نہیں۔ کیا قول امام ۲۰۰ مت ہے یا نہیں؟ اس کے بعد لوگ اللہ کریم  
نے وہ دعوت سارا اضافہ کر کے افطار کا دعوت اس کا ۱۵۰ ان امام پر لازم ہوگا یا نہیں؟ اور وہ کہہ کر بیٹھ مجھ پر کئے مطابق ان مسائل کا جواب  
مقتضیٰ فرمیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً روزہ داروں کی افطاری کرانے کیلئے یہ بات ضروری نہیں ہے کہ افطاری کرانے والا خود بھی روزہ سے ہو۔ نیز  
ذبح کے حلال ہونے کیلئے روزہ رکھنا ضروری نہیں ہے بلکہ اگر ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور شرعی طریقہ پر یعنی ”بسم اللہ“ پڑھ کر ذبح  
کرسے تو ذبح حلال ہے اور اس کا گوشت کھانا صحیح ہے۔ چند صورتیں مسئلہ میں مذکور امام صاحب کا یہ کہہ کر چوکناں شخص کا روزہ نہیں  
ہے نیز اس کا گوشت بھی حلال نہیں ہے یہ بات صحیح نہیں۔ البتہ امام کی بات کی وجہ سے جو لوگ وہاں سے اٹھ کر بیٹھے تو اس کھانے کے  
نتائج ہونے کا ۱۵۰ ان امام پر لازم نہیں۔

لحمانی شرح المجلد (۱/ ۴۵۵)۔ الحواز الشرعی ینافی الصمان مثلاً لرحقر انسان فی ملکہ منوا  
لوفع حبران وجل وھنک لا یصن حافر البئر شیئاً۔ یعنی کل ما جاز للانسان ان یفعله شرعاً، لافدا  
ترب علی فعله ضرراً و حصاراً لا یصن للمعاذہ بین الحواز الشرعی والصمان الخ۔

وفی النہدۃ (۵/ ۴۸۵)۔ ومیما ان یکون مسداً أو کذاباً فلا توکل دبعہ اهل الشرک والمرتد لانه  
لا یقر علی الدین الہدی انتعل الیہ (وحنہا) السیدۃ حاتمۃ الدکاۃ عندما فی اسمہ کان الخ۔

وفی موسوعۃ الفقہیہ (۴/ ۴۸۰)۔ قال المالکیۃ۔ لانی علی مجتہد یتدف شیئاً یفوتہ، اما عبر  
لمجتہد، فیحسم ان نصیہ السلطان او نائبہ للفقوۃ، لامہا کمر طبعہ عمل فصر فیہا، وان لم یکن  
مسداً للفقوۃ وهو مقلد، فی ضماہ قولان، متیان علی الخلاف فی القوۃ التولیٰ حل یوحہ

لصمان، اولا: والشیہور عدم الصمان الخ۔

## (۱۱۴) مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں مفتیانِ رام اس مسئلہ پر اسے بھی کہ اگر کوئی شخص سخت کام کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو کب تک اسے نماز، اجازت ہے یا نہیں؟ روزہ میں قیام کا کام کس دنوں میں میں دن میں بغیر کھانے پینے کا کام کرے مشکل ہوتا ہے اگر کام نہ کریں تو بچوں کا پینے پونے سے پانیس اب یہ سارا تھ جو ٹوٹے کاہرستہ میں دوپہی اکثر روزہ نہیں رکھتے۔ پوچھنا یہ ہے کہ اس وجہ سے اللہ کی اجازت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئلہ میں سخت مشقت کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ رمضان المبارک کا روزہ اگر کان کام میں سے قیام رکھ کر بھی ہو تو روزہ کی وجہ سے روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں۔ بشرطیکہ کہ ماہ مبارک میں کچھ چھٹکے کام سے گزارا جائے جو اس وجہ سے کہ کئی کئی مہینے قبل ازہم نے بھی اس ماہ میں مزدوروں (ملازمین) پر کام کا کئی میں آزمائی کی تھیں فرمانی ہے کہ ان میں سے جو روزہ مشقت کا کام کرے ان پر جو ایسے شخص کیلئے ضروری ہے کہ روزہ کی نیت سے معری کرے (اور روزہ رکھے) انہیں دن میں کرنا چاہیے۔ بھولے گئے کہ ان سے جانی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے ان کو اب اظہار کرنے کی اس توجہ اجازت ہے کہ وہ تکلیف دہ روزہ نہ رکھے البتہ اب بھی بقیہ دن بغیر کھانے پینے اور بعد میں اس روزہ کی قصد بھی کرے۔

اسلامی الشافعیہ (۳۲۱:۴) اقولہ وعرف هلاک الخ کالامة اذا هفت عن العمل وحسب الهلاک بالصوم وکذا لندی ذهب به من کل السلطان إلى الصلابة فی الايام العاراة والصل حسی الهلاک او نقصان العقل

وفی المغنہ الاسلامی (۴۰۳) وقرو سمهور الفقهاء أنه یجب علی صاحب العمل الشاق کالحصاد والنصار والحداد وعمال المناجم أن یسحرو بنوی الصوم فان حصل له عطش شدید أو وجع شدید بحال من التصور حله الفطر وعليه الفقهاء.

## (۱۱۵) کن اعذار کی وجہ سے روزہ توڑنا جائز ہے؟

سوال یہ فرماتے ہیں علماء کرام ان مسئلہ پر اسے بھی کہ میں جانتا چاہتا ہوں کہ کن وجوہ کی بنا پر روزہ توڑنا جائز ہے؟ کیا معمولی بیماری پر روزہ اظہار کرنا درست ہے یا نہیں؟ انہیں تو اس قدر بتا دیں کہ روزہ توڑنے کی اجازت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً جن اللہ ان وجہ سے روزہ توڑنے کی اجازت ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ سخت بیماری یا سخت مجبوری حالت میں روزہ نہ رکھنا۔ روزہ عذر میں مطلق ہو جائے کہ اس سے ملاحت نہ ختم جانی نقصان کا اندیشہ ہو۔

۲۔ کئی عذر یا وجوہ مثلاً ماہی پھونڈنا۔ کھانے سے اگر روزہ استعمال نہ کرنے پر ملاحت کا کوئی اندیشہ ہو۔

۳۔ اگر کوئی عذر روزہ دار کوئی دشمن یا عداوت رکھے لھانے پر مجبور کرے اور نہ کھانے کی صورت میں جان یا اعضاء سے ضائع



دکتر الہلال فقال حتى زائت الدابة فقلت زائت ليلة الجمعة فقال است زائت ليلة الجمعة فقلت زائت  
المساس وحساسوا وحمام معاوية فقال لكن زائت المسيت فلا تزال نصوص حتى تكمل نلتين يوما او مراد  
فقلت لا تكسني بربوة معاوية بهامة قال لا هكذا امر بارسول الله ﷺ.

وفي يدافع الصالح امكته بتسبيح ۸۳/۲. فلما اذا كانت مديدة فلا يلزم احد اللبس حكم الاخر لار  
مطالع البلاد عند المسافة الفاحشة تختلف في اهل كل بلد مطلق بلدهم دون البلد الاخر وحكي عن  
امى عبد الله بن ابي موسى العنبري ان استغنى في اهل امكندرية ان الشمس تغرب بها ومن على منانها يرى  
ان شمس بعد ذلك برمان كثير فقال يهل لاهل البلد القطر ولا يعمل لمن على رأس الصفاة اذا كان يرى  
غروب الشمس لان مغرب الشمس يختلف كما يختلف مطلعها فيعتبر في اهل كل موضع مغربا

## (۱۱) جہاں رات مختصری ہوتی ہو یا رات آتی ہی نہ ہو وہاں روزہ رکھنے کا حکم

سوال یہ ہے کہ میں حاد کرامہ امتیان میں ان منہ کے بارے میں کچھ نہ جانتا ہوں کہ رات آتی یا مختصری رات ہوتی  
ہے تو یہ روزہ نہ رکھتا ہوں؟

الجواب حاد کرامہ علیہ السلام ان نماز میں جہاں مختصری رات ہوتی ہے اور یا وہاں کہ جن میں رات آتی ہی نہیں روزہ نہ رکھتا ہے۔  
کئی مرتبہ ملک کے وقت کا اندازہ لگایا ہے کہ ان میں شب و روز معمول کے مطابق ہوں اور یا کہ کمرہ کے وقت کا اندازہ لگایا ہے۔  
اور یہ ان کے مطابق روزہ رکھتے ہیں۔

لسا فی الطحاوی علی الدر ۱۰۶۱) بقوله حديث الدجال هو مارواه مسلم عن النوايس من  
سمعان قال ذكر رسول الله ﷺ الدجال ولبه في الارض اربعين يوما يوم كسوف يوم كليله ويوم  
كجمعة وسائر ايامه كما ياكه فها هناك اليوم الذي كسبه بكفينا فيه صلا يوم قال لا تغروا له  
قدره قال الاسوي وبغض عليه الومان التاليل قال الرمي ويجري ذلك فبما لو مكنت الشمس  
عند قوم مدة "علي مختصرا" فب ذلك يكثر لجميع الاحوال كانصوم الزكاة والصوم والعدة  
واعمال البيع والسلم والا حاد وبسط ابتداء البرم فيغير كل فصل من الفصول الاربع بحسب  
ما يكون من الريانة والفصل كذا في كتب الاسمة الشافعية وعن بقول سنه اذ اصل التفسير بقول  
مد احما على الشروط حلى ت. ح. السب

وفي الفقه الاسلامي ۳ - ۶۰. ومن الصبر من طلوع الصبح الى غروب الشمس وبوجد في  
البلاد التي يساوي الميل والسيار بها وفي حالة طول النهار احبنا كبلعاري بتقدير وقت الصبح



رضی اللہ عنہ قدری جاء امری فی لیس سکتہ فقال امی رایتہ الهلال قال الحسن فی حدیثہ بھی  
رمضان فقال تنسید لا الہ الا اللہ قال ہم قال التہجد ان محمدا رسول اللہ قال نعم، قال یا مالک، دون  
فی لیس فلیصوموا عدا

وفی در المختار مع الشامی: ۳۹۲، بشرط للطهر مع العتہ والعدالة صواب الشهادة ولغة التہجد  
فیہ صواب السجدة ای علی الاموال وهو رحلان أو رحلی و امر أنان قولہ وتعلق بقی العتہ، عتہ  
لانسراط ما ذکر فی التہجد علی لیل الفطر، بخلاف لیل الصوم لان الصوم امر دینی فلم  
یسنطط فیہ ذلک اما الفطر فهو یقع تدری للعدا فاشہ صائر حرقہ فیہ فسنطط فیہ ما یسنطط فیہا

## (۱۱۹) روزے دار شوہر بھول کر بمبستری کا کہے تو بیوی پر اسے یا دولہا ضرور دی ہے؟

سوال: یا اللہ! میں نے سنا، روزہ منقین نے من منسک بارے میں کیا قبیلہ قصہ درود علی مات میں تیار ہوا تھا اور  
روزہ منسک بارے میں نے روزے سے خواہش پائی۔ آپ تو اس صورت میں بیوی سے روزہ والا نہ ہونے کی بات کی ہے یا  
نہی؟

الجواب: یا اوصیاء! صورت مسئول میں روزہ منسک کی بیوی پر پچھو کہ روزہ والا ہے یا نہیں؟ اگر وہ کہے کہ  
ہاں، تو روزہ رمضان کا ہے اور بیوی بھی روزے سے ہے تو بیوی پر اپنے شوہر کی خواہش پر بی کرے کہ بیوی سے روزہ رکھ  
کرے یا نہ رکھ کرے۔

وفی التہذیب: (۳۰۲) ولوفیز لرحل یا کل أنک صائم وهو لا یذکر فالصیح انه یصد صوما  
ھکذا فی الظہیریۃ (رحل نظر الی صائم یا کل ناسا ان رای فیہ لویہ یمکنہ ان یتہ الصوم الی القیل  
والمختار انه یکرہ ان لا یدکرہ وان کان یضعف فی الصوم بان کان شیخا کبیرا یصح ان لا یدکرہ  
کذا فی الظہیریۃ فی فصل الأعداء النسخۃ

وفی فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیۃ والافتاء: (۳۰۱، ۳۰۲) یمت فی رمضان عام  
۱۳۹۲ھ ورو حتی صبحی واستبقت مع ادان الفجر، ولكن غلبی النوم ثم استبقت وسبب  
الصباح کلبا فجامعت رو حتی کعادتی فی جماعها عبد البوء ثم عبد المعجر ثم اعتمل ز اصبی  
المعجر، ولقد سدت ساداتہ علی ما حصل منی، فما یز منی وما یز منی رو حتی علما بانہا تحیل  
حکم الجماع فی نهار رمضان للصاب، وانہا ذکر ننی بعد فقلت لہ لہ نذکر ننی عند الجماع او فہم  
فقلت انا ما ادری۔

اج: إذا كان الواقع كما ذكرت من جماعتك (روحك) ناسيا للصيام فليس عليك قضاء ولا كفارة، لأنك معذور بالسبب، وقد قال رحمته من نسي وهو صائم فأكمل أو شرب فليتم صومه فيما أطعمه الله وسفاهه والجماع في معنى ذلك وأما المرأة فلا أحوط في حطبها القضاء والكفارة لأن الظاهر مما ذكرت عنها أن لديها علما ولكنها تساهلت الح

### (۱۳۰) کیا رمضان میں اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عقائد اس مسئلہ کے بارے میں ہمیں نے خود ایک عالمہ صاحب سے یہ سنا ہے کہ رمضان مبارک میں ایک فرض کا ثواب ستر گز اور نفل کا ثواب سب فرض کے برابر ہو جاتا ہے۔ کیا ان کی یہ بات درست ہے؟ اور اس حدیث کا کیا ثبوت ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ ہاں! رمضان میں ایک فرض کا ثواب ستر گز ہوتا ہوا جاتا ہے۔ صحیح ابن خزيمة (۱۰۱/۳) اور مطبوعہ (ص ۷۳)۔ جامعہ میں یہ روایت موجود ہے، اگرچہ بعض ائمہ نے حدیث کے راوی علی بن زید بن عدنان پر کلام کیا ہے لیکن: دوسرے بعض ائمہ نے اس کی توثیق فرمائی ہے۔ حدیث چونکہ فضائل سے متعلق ہے اس لئے اس قسم کا ضعف فضائل میں برداشت کر لیا جاتا ہے۔ لہذا امام صاحب کی بات سب سے اصل نہیں ہے۔

لما في الترغيب والترهيب (۵۷/۴)، وعن سلمان رضي الله عنه قال: عطا رسول الله ﷺ في آخر يوم من شعبان قال: يا ايها الناس قد اطلقكم شهر عظيم مبارك، شهر فيه ليلة خير من ألف شهر، نهر جعل الله صيامه فريضة فيه وقيام ليله تطوعاً من تقرب فيه بمصلحة من الخير كان كمن اذى فريضة فيما سواه ومن اذى فريضة فيه كان كمن اذى سبعين فريضة فيما سواه الخ. رواه ابن عزيمة في صحيحه، ثم قال صحح الحارثي ورواه من طريق البيهقي ورواه ابو الشيخ ابن حبان في الترواتب باحتصار عنهما

### (۱۳۱) روزے کی حالت میں بھوک اور پیاس سے ہلاکت کا اندیشہ ہو تو کیا کریں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عقائد اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس رمضان المبارک میں گرمی کا احساس تو آپ کو بھی ہوگا، اور برسوں بعد کے دن گرمی کا تو عالم یہ تھا کہ "خیل و اچھوڑے" اس گرمی کے دن میرے بڑی کے ایک ۱۵ سال کے لڑکے نے غیر بھری کا روزہ رکھ لیا، بعد کا دن تمام گھر گردہستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے میں لگ گیا بعد کی نماز تک ناراض ہو کر جمعہ کی تیاری کی نماز پڑھی اور گرمی تو گرمی اور پیاس کی شدت سے غم حال ہو رہا تھا۔ یہ خود میری اس کی حالت اور بگڑنے لگی تو گھر والوں نے اسے پانی پلاتا





ولی الدر المنثور ۱/۲۳۹) وجبة الصوم فی الصلوة صحیحة ولا یحسدھا ولا ینفط

## (۱۲۳) مرنے والے کے قضاء روزے اور ٹاء کیسے رکھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کا بھی کچھ عرصے پہلے انتقال ہو گیا ہے۔ ان کے وصیت سے روزے بھی پڑھے، میں ارد گردہ باہوں لکان کی تھا۔ خود اوکڑوں میں نے کسی کتاب میں حدیث کے حوالے سے پڑھا تھا کہ ایسا کر سکتے ہیں، لیکن میرے ایک دوست کا کہتا ہے کہ میں نے ایک مجتہد عالم دین سے سنا ہے کہ ایسا کرنا کاتبہ درست نہیں ہے۔ نہ ہم نرم آپ میری اس حالت میں صحیح رہنمائی فرمادیں۔

الجواب حامداً وعلیاً جو یہودیت خالص بدین ہیں جیسے کہ نماز اور روزے، ان میں ثبات جائز نہیں ہے، البتہ آپ اپنے والد صاحب کو طاف سے ان روزوں کی قضا نہیں کر سکتے، البتہ انہوں نے وصیت کی ہو۔ میرے نزدیک وہ یہ ہے کہ پڑھنا تو کئے کرتے کے ثلث مال سے آپ پانچ روزوں کا قفہ یہ دینا لازم ہے جو کہ آئندہ روزہ کے بدلے صدقہ فقیر کی مقدار میں ہے، صدقہ فقیر کی مقدار نصف صاع کہ ہے جو کہ آخری حساب سے تقریباً دو کلوگرام بنتا ہے، ثلث مال سے زیادہ دینے جائز نہیں ہے البتہ بقی سب روزا، راضی ہونے تک ہیں اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر یہ قفہ یہ دینا لازم نہیں ہے البتہ پانچ چار سو روپے دے سکتے ہیں۔

لما فی الشافعی حاشیہ ۱۰۱-۱۰۲-۱۰۳۔ ورجل مات وعلمه صلوات فإوصی ان یطعموا عنه یصلواته، اتفق المناسیح علی انہ یجب تغذیة هذه الوصیت من ثلث ماله و احتفلوا انہ فی یوم الاطعام مقام الصلوة؟ قال محمد بن سلمة و محمد بن مقاتل یقوم و قال البخاری لا یقوم و كذلك قول علمائنا ان یطعموا یقوم مقام صوم رمضان و صوم النذر و التتر كذلك و المصحیح ان هذا قول ابی حنیفة فی الزکوٰۃ (المی ان قال) وان لم یومس الزکوٰۃ و شرع بعض المورثین یحور.

ولی الدر المنثور ۲/۲۳۹-۲۴۰-۲۴۱۔ و لو مات و علمه صلوات فائتة و اوصی بالکفارة یعطی لکل صلاة نصف صاع من بزر کالغطفرة (و کذا حکم الموتر) و الصوم، و انما یعطی من ثلث ماله (و لو قضاها) و رتہ (امره لم یجر) لانها عبادة بدنیة (بخلاف الحج) لانه یقبل النیابة،

ولی التمامیة تحتہ (وقوله یعطی) ای یعطی عند ولیہ ای من له و لایة التصرف فی ماله یوصیة او وراثۃ لہ امرہ ذلک من الثلث ان اوصی۔ و الا فلا یلزم ان ولی ذلک لانها عبادة فلا یث فیها من الاختیار، فذا لم یوص فثالث السراط ینسقط فی حق احکام الدب للتعذر (وقوله و انما یعطی من ثلث ماله) ای فلر ردت الوصیة علی الثلث لا یلزم ولی الولی اخرج الرائد الا باحازة الورثة، (وقوله لم یجر الظاهر انہ یصم الباء من الاجزاء) بمعنی ان الصلوة لا یسقط عن المیت بذلک و کذا الصوم، نعم لو صام

اوحسلی و جعل ثواب ذلک للمیت صحیح، لانہ یصح ان یجعل ثواب عملہ لغيره عندہ، وقولہ لانہ یقبل النیابۃ لانہ عبادۃ سرکۃ من البدن و المال، فان العبادۃ ثلاثۃ انواع: عاقلۃ، بدنیۃ، وھو کفۃ سہما، فالعبادۃ المالیۃ کالمزکاة تصح فیہا النیابۃ حالۃ المعجز و القدرۃ و البدنیۃ کالمصلوۃ و الصوم لا تصح فیہا النیابۃ مطلقاً، و المرحکۃ منہما کالمحیح ان کان نفلاً تصح لہ النیابۃ مطلقاً، وان کان فرحاً لا تصح الا عند المعجز الدائم الی الموت

### (۱۳۴) روزوں میں نصف النہار تک نیت کرنے کی وجہ

سوال یہاں تک کہ میں نماز کروں و متعینان اللہ ہوں اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مدرسہ میں قیام کرتا ہوں۔ یہ میرا پہلا سال ہے، اپنی مدت تک کافی مطالعہ تحقیق کر کے جانتا ہوں تاکہ ہر طالب اچھی طرح مطمئن ہو سکے، ابھی جب میں کتاب الصوم کا مطالعہ کر رہا تھا تو ایک اشکال میرے ذہن میں پیدا ہو گیا، بہت سوچا لیکن اس کا جواب مجھے نہیں آیا، آپ کو فرصت دے دو یا نہیں۔ براۓ مہربانی اس پر اپنی تحقیق سے مجھے رہنمائی فرمائیے۔ سوال یہ تھا کہ نماز جمعہ وغیرہ عبادات میں نیت شروع میں کرنے کی شرط ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ روزے میں نصف النہار تک اس کی اجازت دی گئی ہے؟ روزہ اور ان عبادات میں کیا ایسا کچھ فرق ہے جو روزے میں تو ابتداء میں کرنا شرط نہیں، و ان دیگر عبادات میں شرط ہے؟

الجواب علامہ مصلیٰ صورت مسئلہ میں روزوں میں نصف النہار تک نیت کی اجازت اس لئے دی گئی ہے کہ صوم ایک نہی ہے۔ لیکن ایسا نہی ہے جو روزے میں اس میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ نہی عادت کے طور پر ہے یا عبادت کے طور پر ہے، پس اس کا تعین نیت ہی سے ہو سکتا ہے۔ اب یہ نیت اگر وہ اس کے اکثر حصہ میں پائی گئی تو چونکہ اکثر کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اس لئے کثرت کی وجہ سے واجب و واجب ہم پر ترجیح دے کر کہا جائے گا کہ نیت پورے دن میں پائی گئی ہے اور جب پورے دن میں نیت پائی گئی تو روزہ درست ہے۔ ان سے بظاہر نماز اور جمعہ کے ان دونوں میں ابتداء سے نیت کرنا ضروری ہے۔ ان دونوں کے اندر لاکھوں حکم الکل کا احاطہ جاری نہیں ہوگا۔ لیکن ان دونوں کے کئی ارکان ہیں۔ جیسے کہ قیام، رکوع، طواف، قوف وغیرہ اور بغیر ان ارکان کے نماز اور جمعہ ادا نہ ہو سکتے۔ اس لئے ان دونوں کے شروع میں نیت کرنا ضروری ہے، ورنہ بعد میں نیت کرنے سے بعض ارکان نیت کے بغیر رہ جائیں گے۔ نیز جواب مذکور یہ اشکال وارد ہو سکتا ہے کہ یہاں پر نیت متاخرہ ثابت ہوتی ہے اور عبادت میں تجویز نہیں ہوتی کہ بعض عمل میں تو نیت کر لیں اور بعض بغیر نیت کے کر لیں۔ کیونکہ بعض فاسدین کے فساد کو مستلزم ہے قبلہ اجواب یہ دیا جائے گا کہ یہاں صوم میں خلافہ قیاس نہیں موجود ہے اور نفسانی موجودگی میں قیاس کا اتنا اثر نہیں ہوتا۔

لصافی الشامی ص ۲/۳۷: وفی الجامع الصغیر قبل نصف النہار وهو الاصح لانہ لا بد من وجود

النیۃ فی اکثر النہار ونصفہ من وقت طلوع الفجر الی وقت الضحوة الکبریٰ لا وقت الزوال

ففسرہ الیہ قلبہا لتحقق فی الاکثر

وفی الدر المختار ۱/۳۰۹: (و یحتاج صوم کل یوم من رمضان الی فیہ) و ہو صحیحاً مقبلاً تہیماً  
للمادة عن العادة. وقال زمر ومالك تكفي به واحدة كالمعلاة فناف: البعض لا یوجب لسان  
الكل خلافه الصورة (والشرط للمافی) من الصلوة قرآن النية للفتح ولو حكماً وهو ثبت لیه  
لضروره وتعیینها لعدم تعین الوقت

وفی المسلم ۱/۳۶۲: حدثنا ابو یوسف عن ابی عبدہ حدثنا وکیع عن طلحة بن یحیی عن عفتہ  
عائشة بنت صہبہ عن عائشة ام المومنین قالت دخل علی النبی ﷺ ذات یوم فقال هل عندکم شیء  
فلا یأفل فانی اذا صائم الحج

وفی الجماعی بالمسئ ۱/۱۲۲: وان شرطه وان لا یکون الا من معتدلاً من القیاس  
کحجاب الطهارة مانقہہ فی الصلوۃ

## (۱۲۵) پانی کان کے اندر چلا جانے سے روزہ ٹوٹنے اور تسبیح یا دو اذکار کے ٹوٹ جانے کی وجہ

حوالہ: نیا فراتہ میں ملائے کرام و مشائخ نظام میں مسند کے بارے میں کہ جناب مانی اس فہمہ زمان میں آپ نے مصر نے بعد  
مناکبت کے ۱۵۰۰ پیم طبع شدہ میں کیا ہے۔ اور آپ کی رائے کے فائدہ سند آپ نے بتاؤ لیکن بارے میں یہ پوچھنا ہے۔ میں نے جب  
مذہب تک آئیم کہ میں بھی پوچھا ہے۔ مسند یہ تھا کہ اگر کان میں دوا آئی جاتے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور پانی چلا جائے تو نہیں  
ٹوٹتا۔ قرآن میں فرق کی چیز کیا ہے؟ کیا اعتقاد مانتے ہے؟ اور صلاہ کی چیز کا پیٹ میں چلا جائے؟ براہ کرم راہ شیخ اور علی انداز میں بھیج  
دیں۔

الجواب: عاۓلاً وعلیاً اصولی تو کہ جسے کہ روزے کی حالت میں ممانہ میں سے کسی حلقہ کے ذریعے کوئی چیز پیٹ میں یا دماغ غصہ پٹنی  
جسے تو اس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے لیکن اگر پانی کان کے اندر چلا جائے تو اس صورت میں روزہ نہ ٹوٹے گا جو کہ اگر کان سے اندر دوا کی یا  
تیل آئے تو نہیں۔ اس میں یا اعتقاد روزہ فاسد ہو جائے گا چونکہ پانی پیٹ میں نہ لے کر صورت میں پینا نہیں نہیں ہے بلکہ حلقہ لازم آتا ہے اور  
نفع حلقہ کی ذمہ دار وہ نہ نہیں ہوگا اور تسبیح یا دوا کی آگے کی صورت میں پینا نہیں ہے اس لیے اس صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔

للعافی الدر المختار ۱/۳۰۹: (و دخل الماء فی اذنه وان کان یعلم علی السخار کما لو حک افنہ  
بعودہ أخرجه علیہ دون ہم اذنه و یومر ارا) وفی انشایہ تحتہ: و یجوز فی الحائض ما نہ ان دخل لا  
سند وان ادخله بعد فی التصحیح لانه وصل الی الخوف فبعد فلا یفسد فی صلاح البدن  
والحاصل الاتفاق علی القطع بصب الماء و علی عدمه مدحول الماء واحتلف التصحیح فی ادخاله





لکھنؤ میں بھی یہاں، لکھنؤ اور ریاض الفتح آجاتے ہیں اور یہ پتہ جیسے کہ ان مسلمانوں میں سے کسی نے روزِ نکس، نکاح یا چاہے کسی اور شریعتی عمل کو ترک کر دیا ہو، یا تمام مسلمانوں نے کسی روزِ نکس، نکاح یا چاہے کسی اور مسلمان بھی جس کو یا مسلمان یا ان کا اقوام ترک کر سکا ہے یا نہیں، امید ہے کہ وہ اس میں تفریق نہیں کر سکیں گے۔

محبوب مراد اعلیٰ صورت میں آئے۔ عثمان کے بیٹے میں لڑ میں مہمان آجائے تو ان کی شریعتی عذر کا بار بار دہرا کر دیا۔ ان کا انکار کر دیا۔ عذر یہ تھا کہ وہ بے گھر تھے۔ ان کے سر سے لٹا ہے۔ اور ان کو مہمان کے بیٹے کی شریعتی عذر کے بار بار دہرا کر دیا۔ تو یہ جاننے کا اور عام شہر ہے۔

لما قسم التفسير المبرر : (١٤) (١٥) (١٦) (١٧) (١٨) (١٩) (٢٠) (٢١) (٢٢) (٢٣) (٢٤) (٢٥) (٢٦) (٢٧) (٢٨) (٢٩) (٣٠) (٣١) (٣٢) (٣٣) (٣٤) (٣٥) (٣٦) (٣٧) (٣٨) (٣٩) (٤٠) (٤١) (٤٢) (٤٣) (٤٤) (٤٥) (٤٦) (٤٧) (٤٨) (٤٩) (٥٠) (٥١) (٥٢) (٥٣) (٥٤) (٥٥) (٥٦) (٥٧) (٥٨) (٥٩) (٦٠) (٦١) (٦٢) (٦٣) (٦٤) (٦٥) (٦٦) (٦٧) (٦٨) (٦٩) (٧٠) (٧١) (٧٢) (٧٣) (٧٤) (٧٥) (٧٦) (٧٧) (٧٨) (٧٩) (٨٠) (٨١) (٨٢) (٨٣) (٨٤) (٨٥) (٨٦) (٨٧) (٨٨) (٨٩) (٩٠) (٩١) (٩٢) (٩٣) (٩٤) (٩٥) (٩٦) (٩٧) (٩٨) (٩٩) (١٠٠)

والجعبه وهي كى فامعده المسرخ. او حاك في الصدر وكرهت ان يقطع عليه الناس ولا تهرق

عليه التعدي على حقوقي والاعتداء على الحقوق التي يملكها، ومجازرة

سیدو و اللہ مالک عبد اللہ عظیم الفیاض و انصار اللہ یعمل ما امرکم بہ و اجتناب ما نهکم عنہ عبد اللہ

والله اعلم بالصواب : اهـ . واللاحق ان يسكنان بطنيهما وحويا على الاصح لان البطن فبح

وَنَكِ الْفَيْهَ شَرَعًا وَحَبَّ كَمَا سَافَرَ الْخَالِمَ وَحَذَقْنِي وَنَعَمَاءَ طَهَّرْنَا وَمَجْنُونِ الْخَالِفِ (مَرِيضُ صَحْبٍ)

وہمطرت و انہمکم ہا اور حطاط

والله الشافية شحمه ، فخر له ، الاحب الى انى من شعر ، وانظر بقل الوقت لبلاء الخ (قوله على

الإمام: وأجمعوا على أنه لا يجب على الحائض والنفساء والعريضة والسافر وعلى المرأة الحائض

اعظم حصا از عمدا از یو امک به نسی انه رمضان ذکر و قاضیخان شر بلانیة: قوله لان العطف:

وطببت فيه النجعة ونذير داء كذا الفطر فبح طرعا وكل فبح شرعا نركه واح شالفطر نركه

و احب الناس اقله اقله كساحه فانه ركذا كذا من رحم عليه الصرم او نسحر على طر

ابن المنيذر لم يطلبه لم يرد هذا عن قاتله يجب عليه الايمان كـ تقيته اهـ

(۱۳۰) روزہ کی نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

سوال: انبیاء کے جس عہد کے نام و نسب کا مطالعہ اس مسئلہ کے بارے میں کیا ایک دن رمضان میں میں اپنے دوستوں کے ساتھ میرا حق شایع کرنے آیا تو حجاب کے بارے میں جو بات اُس نے کہی اس پر حجاب کے وقت میری آنکھوں میں آنسو آئے اور جتنی بات کہی

پڑھو، جو یہ غلطی ہو گئی اور میں نے غلطی کی ہے۔ روزے کی حیثیت سے تو وہ میرا روزہ درست ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

الجراب جادو مصنف: سمیرا احمد رے، ایڈٹ: سہیل احمد، تیار کیا گیا: ۲۰۱۷ء، ۱۰۰ صفحات، ۱۰۰ روپے، اور ۱۰۰ روپے۔

سے مراد حق ساق سے غروب آفتاب تک کے وقت کا نصف ہے۔ لیکن یہ شرط صحیح ہے۔ نیت کا مطلب اس کا ارادہ ہے، زبان سے جو ہر نذر دینی نہیں ہے لہذا اگر رات سے روزہ روزے کا تو لیکن زبان سے کچھ الفاظ نہیں کہے تھے تو روزہ ہو گیا۔

لما فی الشافعی ۲/۱۷۳: (قوله الى الضحوة الكبرى) المراد بها نصف النهار انشراح الشمس والاعیاء بعد ما حنفی المعاد كما اشار اليه المصنف بقوله لا عند ما ح، وصل عن تعبير القسري والمجمع وغيرهما ان الزوال لصعفه لان المروال يصعب النهار من طلوع الشمس ووقت الصوم من طلوع الفجر كما في البحر عن المسووط قال في الهداية وفي الجامع الصغير في نصف النهار وهو الاصح لانه لا يمتنع في حوزة النية في اكثر النهار وصعفه من وقت طلوع الفجر الى وقت ضحوة الكبرى لا وقت الزوال فمستطاب انه فيها لتحقق في الاكثر

### (۱۳۱) ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں حکماء اس مسئلہ میں کہ ماہ مبارک میں ایک رات میں نے اپنی بیوی سے محبت کی بحر عری کے وقت غسل یا نماز پڑھی پھر دفتر جانے میں تاخیر تھا میں دو بار دو تہیابا جب انھوں نے یاد کیا کہ میں نے منہ غسل کیا نہیں کیا تو کیا اس سے میرے روزہ پر کوئی اثر پڑے گا یا نہیں اور مجھ کو نہ زلزلہ لگائی ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں اگر آپ نے عری کے وقت نہ بھر کر پانی پی لیا تو وہ غلی کے قائم ہو جائیگا اور اگر نہ بھر کر پانی نہ پیا ہو تو اس صورت میں یاد آنے کے بعد غسل کرنا ہوگی اور نماز زلزلہ کی ہوگی البتہ روزہ ہر حال میں صحیح ہوگا۔

لما فی المبراجین ج ۴: (الجنب اذا غسل بعض اعضائه لم يام او حدث ثم غسل ما لم يمس جوار البية في الاغتسال ليس بشرط المصحة والاستسقاء فربما في الغسل) وفي الشافعی ۲/۱۵۱: (قوله ويكفي الشرب عباً) أي لا مصلح وهو بالعین الموهلة والمراد به هذا الشرب بجميع القيم

### (۱۳۲) روزہ میں دل کی نیت کافی ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دوست نے جہان مجھ سے کہتے ہیں کہ روزہ کی نیت زبان سے کرنا ضروری ہے جبکہ میں نے اپنے دوست کو کہہ دینی مدت میں پڑھتے ہیں ان سے کہ نیت تو انہوں نے کہا کہ ان میں کوئی نیت کافی ہے اب آپ سے پوچھتا ہوں کہ روزہ کی نیت زبان سے کرنا ضروری ہے یا دل میں کرنا کافی ہے؟





الرواۃ اما بعده فلا الا لاحد یسریه الی العصر لانه فی الاشياء دعا أحد اخوانه لا یبکره فطره  
لو صامنا غیر قضاء ومضان.

وفی الشیخة یحیی: (قوله ولی المهر عن الذخیرہ الخ) القول ذکر فی الذخیرة مسألة الضیافة ومسألة  
الحلف وما فیہما من الاقوال، ثم قال وهذا کله اذا کان الإفطار قبل الزوال الخ وبه علم انه جاز علی  
الاقوال کلها لا قول مخالف لها فایذ ما قلناه من حصول الجمع لافیهما . (قوله لو صامنا غیر قضاء  
رمضان) اما هو فیکرهه فطره لان له حکم رمضان کما فی الغنیمة، وظاهر اقتضائه علیه انه لا یکره  
له الصطر فی صوم الکفارة والنذر بعد الضیافة، وهو رواية عن أبی یوسف لکن لم یستن قضاء  
رمضان قال النعمانی عن فون المنی. ویعطر الی العمل بعد الضیافة فی الکلام إشارة الی انه فی  
غیر العمل لا یعطر کما فی المحیط وعن أبی یوسف انه فی صوم القضاء والکفارة والنذر یعطر به.  
فانت تراہ لم یستن قضاء رمضان والظاهر من المصنف انه حوی علی رواية أبی یوسف فکان ینهی  
له ان لا یسئ قضاء ومضان حموی علی الاشياء تصرف ط.

وفی الدر المختار (۴۲۱/۲) فصل فی العواض المیحة لعدم الصوم،

وقد ذکر المصنف مها خمسة وبقی الاکراه وخوف هلاک او نقصان عقل ولو یعطش او جوع  
شدید ولسعة حية (المسافر) (او حاملی امرض) (حادث ببلغة الغل علی نفسها او ولدھا)  
(او مرضی خاف الیاءة) (ص ۴۲) (ولشیخ القامی العاجز عن الصوم العطر ویسئ)

### (۱۳۴) رمضان کے مہینے، روزوں اور تعین اتحاد کی حکمت

سوال کیا لڑاتے ہیں طالع قرام و مستان نظام اس سلسلے کے، دے میں کہ میں کا بیٹا میں پڑھا ہوں اور کا بیٹا میں برطرن کے لڑکے  
ہوتے ہیں اور بعض غلبتہ ذاکن رکھتے والے ساتھی بھی ہیں میری ان کے ساتھ ذرا ابھی سلام دعا ہے تو وہ مجھ سے بحث مباحثہ کرتے  
ہتے ہیں میں چونکہ حافظ قرآن ہوں اور شاعت کے ساتھ بھی الحمد للہ چ رہا ہوں مگر ہرے ہیں اور بڑوں کی مجلسیں وغیرہ منتار بناموں تو  
میں نہیں مطمئن کرنے کیلئے چھ جوابات اسے دیتا ہوں اور الحمد للہ کافی مطمئن بھی ہو جاتے ہیں لیکن گزشتہ مئی ایک رات بھی نے یہ بحث  
چھیڑی کہ رمضان المبارک کے روزوں میں کیا نکتہ ہے اور یہ وجہ ہے کہ صرف ایک ہی مہینہ روزوں کے ساتھ کاظم دیا گیا ہے اور پھر باقی  
مہینوں کو چھوڑ کر صرف رمضان کے مہینہ کو اختیار کیا گیا ہے اس کی کیا وجہ ہے میں نے چھ جوابات دیئے لیکن وہ مطمئن نہ ہوا تو میں نے  
سچا نہ ہوا کہ اسے اس کی تفصیل معلوم کر لیتے ہیں چند روزوں پر پانی آپ تفصیل کے ساتھ رمضان المبارک کے روزوں کی حکمت اور پھر  
اسی مہینہ کے خاص ہونے کی وجہ اور صرف ایک ہی مہینہ روزوں رکھے جانے کی وجہ پر فرمائیے تاکہ میں اور میرے دوسرے ساتھی بھی اس

سے مستفید ہو کر تحقیق قلب حاصل کریں۔

الجواب طحاوی و معلیٰ : روزہ کا رمضان نے پیش کیا ہے قرآن و حدیث اور جماعت سے ثابت ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ نے روزہ ادا کی ضرورت بتائی ہے اسی طرح وہ ان کے لئے نماز قرآن مجید اور روزے ہیں، جو جس پہلے میں اللہ تعالیٰ نے دنیا کی لذت (قرآن مجید) کو ذائقہ فرمایا اسی پہلے میں روزہ کی (روزے) کو ذائقہ فرمایا تاکہ بندوں کا عمل صواب پر روضی و ناجز ہو سکے، اسی میں روزوں کیلئے ایسا موقع بھی تعین فرمایا کیونکہ اس حالہ بالحقہ ان کے کاندھے کے مطابق آیت میں ہے کہ روزے تم پر پورے مہینے کے روزوں کے روزہ ہیں، اسی طرح اس میں اس طرح اور صحت کو اثر نہ دے کر صحیح ترجمہ کرنا بھی مقصود ہے۔

لعلی النظر المبرر (۱/۲۰۴) : امداد رمضان ما خصاصه بالصوم فيه من بين الشهور : لانه انزل فيه القرآن : اي امداد امر الله في رمضان

وفي الشفه الاسلامي وادته (۱۶۲۸۰۳) : صوم شهر رمضان ركن من اركان الاسلام وقرص من فروعہ۔ بتلخیص القرآن و التذکر لاحیاء : اما القرآن ففوقہ تعالیٰ "يا ايها الذين امنوا اكتب عليكم النصيام، كما كتب على الذين من قبلكم لعلکم تتقون" واما السنة فقرون النبي ﷺ "بني الاسلام علي خمس تنهادني ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة وصوم رمضان وحج البيت من استطاع إليه سبيلاً" وجميع المسلمين علي وحزب صيام شهر رمضان وفي حجة الله اليه (۱۳۹۲) : هو واجب فعين مقدارہ لنلا يفرط احد فيستعمل منه ما لا يفعله رجع فيه : او يفرط مفرط فيستعمل منه ما هو في اركانه ويذهب بشاطره ريقه بنفسه ويزيره المعوز : واما الصوم فترباق يستعمل لدفع السموم النفسانية مع عاقبه ركنية تطهيرية اللطيفة الانسانية ومصبتها فلا مدمن ان مقدار بقدر الضرورة

وفي التفسير المبرر (۱/۲۰۴) : ومن اعظم فوائد الصوم الروحانية : ان الصائم يحتسب الاثر والشراب عند الله ويصوم لوحده وحتده، يكسر حدة الشهوة ويخفف من تأثيرها ووسطانها ليعود الى الاعتدال ويهدوء المزاج يستدعي الاحسان المعرفه والسفوف والرحمة التي تذكروا اني اليك والعطاء فيه تحقيق معنى المساواة بين الاعياء والفقراء المح

## ﴿اعتکاف کے مسائل﴾

### (۱۳۵) مرد و عورت کی شرائط

سوال یہ فرماتے ہیں مفتیانِ نظامِ امن مسئلہ میں کہ میں نے اسی سال قرآن مجید حکم کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس سال اعتکاف میں بیچوں کو آپ سے یہ پوچھنے سے کہ اعتکاف میں کیا کیا باتیں ضروری ہیں اور کیا عورتوں کیلئے بھی وہی شرط ہوتی ہیں جو مردوں کیلئے لایا گیا ہے ہوتی ہیں؟ چونکہ میری بیوی بھی اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہیں۔ براہِ کرم بعدِ خوب مزیت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً مختلف کیلئے مسئلہ جزیئہ شرعیہ میں (۱) اعتکاف کی نیت کرنا (۲) ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں پائی وقتہ کی نماز ادا کی جاتی ہو (۳) واجب اعتکاف میں روزہ رکھنا (۴) مسلمان مائل ہو (۵) دن رات سے پاک ہونا۔ عورت کے اعتکاف کیلئے ہر چیز مرد کے لئے ضروری ہے۔ نیز عورت کیلئے بھی اعتکاف کی وہی شرائط ہیں جو مرد کی ہیں البتہ عورت کیلئے پیش روایات سے چارے روزہ بھی ضروری ہے۔ اسی طرح عورت کیلئے مسجد میں اعتکاف کرنا خوب فتویٰ ہے کہ عورت کی ہے۔

نعم فی المدائع: ۱۵۰) اعلمای علی السمتکف بمنہ الاسلام والعقل والطہرۃ عن الجنۃ والخیر

والنفس واجبا شرط الجواز فی موعی الاعتکاف الواجب والنظر حاصلاً. وفی (ص ۲۱۳) یومہا البیۃ لأن

العبادۃ لا تنصح بدون البیۃ ومنہا المصروع فان شرط لصحة الاعتکاف انواراً بلا خلاف ہیں اصحابنا

وفی الہدایۃ: ۲۱۱/۱) والمرأۃ تعتکف فی مسجد بینہا اذا اعتکفت فی مسجد بینہا فتلک الفقعۃ

فی حقہا کمسجد الجماعۃ فی حق الرجل لانخرج منہ الا لاجابة الانسان کذا فی شرح العیوط

لنسر غسی ولو اعتکفت فی مسجد الجماعۃ حاز ویکرہ ہکذا فی محیط نسر غسی.

### (۱۳۶) اعتکاف کا مستنون طریقہ اور اعتکاف کے معمولات

سوال یہ فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظامِ امن مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال میرا اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ ہے۔ میری عمر آٹھ سال ہے۔ میں اعتکاف بالکل مستنون طریقے سے کروں اور جو اعمال مرد بزرگوں سے متقول ہیں وہ بھی بجا دوں اللہ تعالیٰ آپ کو جزا دے۔ آمین

الجواب حامداً ومصلیاً رمضان المبارک کے آخری مہرہ میں اعتکاف سنتِ نوکودہ ہے اور اس میں بالاتفاق اعتکاف کرنا اولیٰ اور افضل ہے۔ اس میں سنتِ حریقہ یہ ہے کہ رمضان المبارک کی یکم (20) تاریخ کو صبح کے بعد سویرے کے عروبہ ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی

نہ حاصل کرے۔ پہلے اس آفریقہ مشرقی کے اختلاف کی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے جب یہ العصر کے چاند کے نیچے نہایت جلد ہو جائے تو اس کا اختلاف پورا ہو جائے گا لیکن افضل یہ ہے کہ مختلف چاند رات کو مسجد ہی میں رہے یہودی نماز پڑھنے کیلئے وہاں سے نکل جائے اور یہ کہ اختلاف کو مسجد میں ہو۔ مختلف آداب اختلاف کالی کار کے اور متعدد دیگر اہل اہل ان کو اپنے دستور العمل سے۔

(۱)۔ بقدر استطاعت نفل نمازیں پڑھے مثلاً: غریب کی نماز کے بعد تم از کم چور کعت اور زیادہ سے زیادہ رکعت اور اڑھین نفل پڑھے۔  
(۲)۔ مشافہ کی نماز اور اڑھین سے قاضی ہونے کے بعد علم وین حاصل کرنے کی نیت سے اور نفل کی غرض سے معتد و معتبر دینی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بکاف کرام و ائمہ کرام اور اولیاء کرام سے جلد سے جلد اور خطوط کا مطالعہ کرے۔

(۳)۔ طاق راتوں میں جب طبیعت میں بشارت ہو تو کراۃ تلاوت قرآن اور نفل میں مشغول رہے۔ جب سونے کا قصد ہو جائے تو سنت طریق سے با وضو ہو کر سو جائے۔ رات کو تہجد کیلئے اٹھے پھر اپنے رب کو محبت سے دُعا کر اپنے لئے اور تہلیل و تہلیل کیلئے دعا مانگے۔  
(۴)۔ اس کے بعد عمری کھائے۔ پھر نماز فجر کی تیاری کرے خاص طور پر صرف اولیٰ اور تیسری اولیٰ کا اہتمام کرے۔ اور ان انتظامات مستفاد کرے۔

(۵)۔ جب نماز فجر پڑھے تو اس کے بعد آیت انشریٰ، چاقی پڑھے اور پھر بے جسم پر دم کرے۔ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور درود اہل بیت کی ایک تسبیح پڑھے۔

(۶)۔ اشراق کے نفل نماز کو دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ آنحضرت کرامت ہو کر سے اور اس طرح چاشت کے نفل نماز کو دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ (۱۲) رکعات اور کرے۔

(۷)۔ ازوال کے بعد چار رکعت سنن زوال اور نہ اس کے بعد سنن ظہر پڑھے، نماز ظہر سے فراغت کے بعد صلوٰۃ شیعہ پڑھے۔

(۸)۔ عصر کے وقت نماز کی تیاری کرے۔ اس کے بعد تلاوت کرے بجز کورہ تسبیحات پڑھے۔ اس کے بعد دعا کا مشغول ہو جائے۔ یہ قبولیت دعا علیہ السلام کی جتنی وقت ہے اپنی اسباب اور دیگر مستحقین کی مغفرت کیلئے کوشش کرے رحمت الہی سے اپنی نہ ہو۔  
(۹)۔ درود شریف کثرت سے پڑھے۔

(۱۰)۔ مختلف ہر باطنی بات اور باطنی نفل سے احتیاج برتے۔ کثرت کلام سے پرہیز کرے اور اس طرح لازمی جھگڑے، نصیبت، جھگڑا، جھوٹ بولنے، جھوٹی قسمیں کھانے اور غش و بیش اور نسبی مسلمان کو حق ایذا پہنچانے سے اپنے آپ کو بچائے رکھے۔

لما فی الہدایۃ ۱/ ۲۱۱، ۲۱۲۔ وأما أدبہ فان لا یتکلم الا بحور وان یلازم بالاعتکاف عشاء من رمضان وان یعتبر افضل السجود كالمسجد الحرام والمسجد الجامع کذا فی السراج الوہاج وبلاۃ الشلاۃ والحديث والعلم وتدریسہ وسیر النبی ﷺ والانیۃ علیہم السلام و اخبار الصالحین و کتابۃ امور الدین کذا فی فتح القدیر ولا بأس ان یصلح بسلا اتم فیہ۔

وفی الفقہ الاسلامی (۳/۴۷۷) (۱) يستحب للمعتكف المشاغل على قدر الاستطاعة ليلاً ونهاراً بالصلاة وتلاوة القرآن وذكر الله تعالى بحول الله الا الله ومنه الاستغفار والفكر القلبي في ملكوت السموات والارض وحقائق الحكم والصلاة على النبي ﷺ وتفسير القرآن ودراسة الحديث والسيرة ولخص الانبياء وحكايات الصالحين ومداينة العلم ونحو ذلك من الطاعات المحضه (إلى أن قال)

(۲) بمس العيتم للمعتكف عند الجمهور (غير المالكية) الذين لا يشترطونه والمالكية يشترطون الصوم والحنفية يشترطونه في الاعتكاف المنذور

(۳) يندب أن يكون الاعتكاف في المسجد الجامع والمبطل المأجد لذلك المجد الحرام ثم المسجد النبوي ثم المسجد الأقصى.

(۴) يندب الاعتكاف في رمضان لانه من الفضل المشهور لا سيما في العشر الأخير من رمضان بالاتفاق

(۵) يندب مكث المعتكف ليلة العيد إذا اتصل اعتكافه بها لخرج منه إلى المصلى ليوصل عبادة عبادة

(۶) يستحب المعتكف كل مالا يصبه من الأقوال والأفعال ولا يفكر الكلام

ويحسب العبدال والمراء والسباب والفحش لأن ذلك مكروه في غير الاعتكاف فيه أو لئلا ولا تتكلم المعتكف الاخير ولا بأس بالكلام لحاجته ومعدنة غيره.

## (۱۳۷) اعتكاف مسنون میں سر علی الکفایۃ ہونے کا مطلب

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان نظام اسی مسئلے کے بارے میں کہ

اعتکاف مسنون، سنت علی الکفایۃ ہے یا سخت مطلقاً؟ اگر یہ سنت علی الکفایۃ ہے تو پھر یہ بارے شری کی کسی ایک مسجد میں کافی ہو جائے گا؟ پھر شمس نے ہر محلے کی کسی ایک مسجد میں کرا کا کتبہ کر کے؟ یا پھر ہر محلے کی ہر مسجد کیلئے سنت علی الکفایۃ ہوگا؟ اس مسئلے میں "لادوی بات" میں مختلف اقوال ملتے ہیں مثلاً علامہ شاہ رحمہ اللہ نے اعتکاف مسنون کو ترمذی پر قیاس کیا ہے اور اقوال ثلاثہ میں سے ہر محلے والے قول کو اختیار کیا ہے اور اسی طرح "حسن الفتاویٰ" میں بھی حضرت رحمہ اللہ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے مگر ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا ہے۔ "کہ اس میں۔ تنہا جزئی نہیں ملتا" بلکہ اس کے برخلاف "جامع الرموز" و دیگر کتب کہ جن میں "کونکہ فی جملہ الاماکن" کہا گیا ہے۔ اس سے مراد یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ہر شہر میں ایک بھی اعتکاف کافی ہوگا۔ اب حل طلب بات یہ ہے کہ اعتکاف مسنون میں سنت علی

الغذیہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور وہ کیا ہے جو برف یا مرقورہ متون فرما سکے۔

الجواب: مادہ و مصلیٰ از کفہ مستثنیٰ سنت میں لکھایا ہے۔ اور سنت علی الکفایہ ہونے میں فقہاء اربعہ کے دو قسم تے اقوال فقہ میں بعض نے زاد کیا ہے۔ شہر والوں پر سنت میں لکھا ہے کہ البتہ اگر شہر میں کوئی بھی شخص بیٹھ گیا تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، اور سب نے سب زندہ رہیں گے، اور اس قول کو علامہ قسطلانی نے "باب فی الرموز" میں اور ہی طرح دیگر فقہاء و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔ فقہاء نے یہ خلاف مادہ ثنائی اور متفرقین میں سے آٹھ ماقول یہ بتاتے کہ شہر کے ہر محلہ کی مسجد پر سنت علی الکفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی بھی محلہ کی مسجد میں یہ سنت ادا کی گئی تو یہ سنت ادا ہو جائے گی، اور زندہ والے سب نے سب کا وقت ادا ہو جائے گا، اور عبادات میں چونکہ امتیاز ہوا ہے اس لئے یہ ترتیب ہوتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ عامہ شہر والی رات کو اختیار کیا جائے اور شہر کے ہر محلہ کی کسی ایک ہی مسجد پر سنت علی الکفایہ ادا کی جائے۔

لعافی اعلاء السنن ۹۱۹ھ۔ بقولہ عن عائشۃ الخ فأن المولى: دلالت علی مواظبة الاعتكاف كما هو الاصل فی لفظ كان طاهر فہر سنة مؤکدة، واما قوله كذبة فحين اكفى باعتكافه رتبة ولم يعتكفوا فی زمانہ والافضل وكذا ذلك لم يعتكف جميعهم بعدہ فدل علیہ نامل

وفی حاشیہ الدرر ۹۱۱ھ۔ تبیین الاعتكاف لغة التبت من العكف او من المعكوف اتی الاقامہ كما فی القرمانی وشریعة علی ضربین سے وواح وبالإلام اشار الی الاول وهو مكث فی مسجد بید عبادہ غیر واجبة بقرینة قوله سنة مؤکدة مطلقا ولیل فی العشر الاخیر من رمضان فاما فی غیرہ فصنعت كما فی بیان الاحکامہ وقیل سنة علی الکفایہ حتی لو ترک فی بلدہ لاساناً ولیل سے لا بانہ تارکہ وقیل مستحب كما فی الزیلعی والصحیح الثانی لمواظبة علیہ الصلاة والسلام علی ذالک وقصائد فی شوال حین ترک كما فی المضمرات۔

وفی الدرر المستحار ۳۲۲ھ۔ وسنة مؤکدة فی العشر الاخیر من رمضان ای سنة كفاية كما فی الزیلعی وغیرہ لا فتریقہ بعدہ الا بتاکر علی من لم یفعله من الصحابة

ی فضل الشافعی وقوله ای سنة كفاية بطریقها اقامة التراويح بالجماعة فادانها البعض سنطه الطلب عن الشافعی فلیس فلیس بالنسبة بالنسبة علی التریک مدہ علو، ولو کان سنة عین لا یمیز التریک النسبة المزمدة لیسوا ذلک التریک التراج

یعنی استباق فی فصل التراويح (۳۵۰) وقوله والجماعة علیہا سنة علی الکفایہ الخ اذ ان احدا من التراويح سے عیسایہ عیسیٰ بالجماعة لایضا مد کعبہ، فلو ترتب الکل اسد، و۔

وہاں السیرۃ انہا سے کعبہ لاجل کمال مسعد من المدة او مسعد واحد مہا او من المدة؟ صاف

کلام الشارح الاول، واستظهر ط الثاني، وبظہر لی الثالث، لقول المنية: حتى لو ترك أهل محلة كلهم الجماعة فقد تركوا الله وأسأه وأهد، وظاهر كلامهم هان المنون كفاية لاعتقاد بالجماعة في المسجد، حتى لو ألقوها جماعة في بيوتهم ولم تلم في المسجد ألم الكل الخ.  
وفي الفروع العقبة (ص ۱۵۵) الاصل ان الاحتياط في حقوق الله تعالى جازز وفي حقوق العباد لا يجوز.

### (۱۳۸) ایسے محلے کی مسجد میں اعتکاف کا حکم جہاں چند گھر ہوں

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مسجد کی جگہ ہے جہاں صرف چھ سات گھر ہیں اور یہ لوگ باشندہ ہیں نمازیں صرف وہ چارہ دہی دتے ہیں تو آپ سے معلوم یہ کرنا ہے کہ اس مسجد میں بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا؟ جبکہ لوگ بہت مصروف ہیں اعتکاف کرنے میں ان کے کام میں حرج لازم آتا ہے تو اب ان کیلئے کیا حکم ہوگا؟ اعتکاف نہ کرنے کی صورت میں یہ سارے لوگ متنبہ رہیں گے؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ میں اگر اس مسجد کا امام اور مؤذن مقرر ہوں اور شیخ نماز اجماعت میں میں ادائی جاتی ہو تو اس مسجد میں اعتکاف کرنا نہ رہی ہے مگر ان لوگوں میں سے کسی ایک نے بھی اعتکاف نہ کیا تو سب تنبیہ رہیں گے۔

لجامی القدر المختار (۴/۳۴۲) (هو لغة الفتى وشرباً لبن) بفتح اللام وتضم الميم (ذکر) ولو مسجد جماعة، هو ماله امام ومؤذن اذ ثبت فيه الخمس اولاً عن الامام اشتراط اداء الخمس فيه وصححه بعضهم وقال لا يصح في كل مسجد وصححه السروجي واد الحامع ليعصيه مطلقاً اتفاقاً

ولم يرد المختار (۴/۳۴۲) (قوله اي سنة كفاية) نظيره اقامة التراويح بالجماعة فاذا قام بها البعض سقط الطلب عن الباقي فلم يأثموا بالمواظبة على الترك بلا عذر ولو كان سنة عين لأنتموا بترك السنة الموكدة العادون انه ترك الواجب كما مر بابه في كتاب الطهارة

### (۱۳۹) تین نمازیں باجماعت ادا کی جانے والی مسجد میں اعتکاف کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایسے محلے میں ایک مسجد ہے جس میں تین نمازیں باجماعت پڑھتی ہیں اور چھ دہ محلے پر ایک پڑھتی مسجد ہے جس میں پانچ نمازیں باجماعت ادا کی جاتی ہیں تو اعتکاف اس مسجد میں افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسوّمہ میں جہاں یہ پانچوں نمازیں باجماعت ادا ہوتی ہوں یہاں اعتکاف ترک ضروری ہے و جہاں تین نمازیں ادا ہوتی ہیں وہاں اعتکاف نہیں ہوگا۔

لما فی المدخل المختار (۴/۳۴۰) مسجد جماعة، هو ماله إمام ومؤذن أدبت فيه الخمس أولاً، ومن الأوامر أنشرائط أداء الخمس فيه ومصحح بعضهم وقال لا يصح في كل مسجد ومصححة السروجي ولم يرد المختار (۳/۳۴۰)، وقوله أدبت فيه الخمس أولاً، حرج بهذا الاطلاق في العتبة وكذا في الشهر وعمره الشيوخ اسمعيل الى البعض والبرازية وحزامة الفتاوى والخلاصة وغيرها وبفهم ايضا وان لم يصرح به من تعفيه بالقول الثاني هنا نعماً للهداية فالهم وقوله ومصححة بعضهم، نقل تصحيحه في البحر عن ابن الهمام وقوله ومصححة السروجي، وهو احتياط الطحاوي قال الخبير الرعلي وهو أفسر خصوصاً في زمانه فيسعى أن يعول عليه والله تعالى اعلم.

## (۱۳۰) اعتکاف واجب اور مستنون کیلئے مسجد جماعت شرط ہے یا نہیں؟

حوالی کیا کرتے ہیں طائفتیں کرام و متقیان مثلاً اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا اعتکاف واجب اور مستنون نیچے مسجد جماعت میں ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مجاہد حسب فتاویٰ کی عبارات اس مسئلے میں مختلف ہیں۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف واجب اور مستنون نیچے مسجد جماعت میں ضروری اور شرط ہے۔

(۱) اعتکاف ایسی مسجد میں کیا جائے جہاں اذان اور پنجگانہ جماعت کا اتمام ہو، ویران یا جنگل کی مسجد یا میدان میں نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ، ۲۷۸)

(۲) نیچے ایسی مسجد میں اعتکاف ترک نہیں ہوگا جس میں وقت نماز اذان جائی ہو شرط ہے۔ (الفتاویٰ علیہ، ۲/۱۷۲)

(۳) (و اما شروطه) ومسا مسجد الجماعة فيصح في كل مسجد له اذان وإقامة هو الصحيح كذا في الخلاصة، (الفتاویٰ العالم مکبرہ، ۲/۱۱۱)

(۴) دیگر ایام میں جماعت نہ ہوتی ہو لیکن اعتکاف نہ جنوں میں جماعت ہوتی ہو تو کافی ہے۔ اعتکاف صحیح ہو جائے گا۔ آپ فرمائی اعتکاف کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ، ۱/۵۷۲)

(۵) سوال اعتکاف درست ہونے کی شرائط کیا ہیں؟

جواب مسجد جماعت میں اعتکاف کرے۔ (تقیم ۱۱-۱۲، ص ۱۱۹، اعتکاف کی اقسام)

اور مندرجہ ذیل عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد جماعت نہ ہو ضروری نہیں ہے۔

(۱) ومن الفتاویٰ میں ہے ”مسجد میں شیخ وقت نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں یا نہیں؟“ (حسن الفتاویٰ، ۲/۵۱۷)



۱۔ ”مسجد میں ٹھہرنا فتواہاں مسجد میں ٹٹا وقت نمازیں جماعت کے ساتھ ہوتی ہوں نہیں۔“ (مسکنی، بخشی زیور، صفحہ ۳۸۵)

۲۔ ”مکلف کیلئے جن چیزیں ضروری ہیں۔ (۱) مسجد میں ٹھہرنا خود مسجد میں ٹٹا وقت نماز ہوتی ہے یا نہیں۔“

اور اس کے تحت ماثیہ میں یہ عبارت بھی مشتمل ہے: ”بعض فقہاء نے مسجد جماعت کی شرط رکھی ہے، بعض نے یہ شرط رکھی ہے کہ اس میں ٹٹا وقت نمازیں ہوتی ہوں مگر ماضین جنی ام، ہمد، ام ایوسف کے نزدیک ہر مسجد میں ایک نماز درست ہے اسی کی اکثر علماء نے تائید کی ہے اور انہما نے اس پر فتویٰ ہے۔ (مختلفہ، ج ۲، صفحہ ۴۳۸)

۳۔ ”مسجد جماعت“ هو ماله امام وموذن اقرت فيه الخمس اولا اذ مختار، اذيت فيه الخمس اولا صرح بهذا الاطلاق في العناية وكذا في البهر عراف الشيخ اسماعيل الى القصص والازايه وعنوان الفتاوى والمخلاصة وعبرها (الفتاوى الشامية، ۱/۴۳۱)

منہ جبہ میں امام وخطیب ہیں:

(۱)۔ ”مکلف واجب استیون کیلئے مسجد جماعت شرط ہے؟“

(۲)۔ ”اس مسئلہ میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ ہے یا مساجد کے قول پر؟“

الجواب حامداً ومصلحاً۔ ”مکلف واجب استیون کیلئے کثرت جمعہ فروعاً فتاویٰ میں مسجد جماعت کو شرط قرار دیا گیا ہے اور مسجد جماعت سے جس میں امام اور مؤذن ضرور ہوں اور جس میں امام و مؤذن مقرر ہو گاہاں ٹٹا وقت نماز کی جائے گی جیسا کہ خطار ملاحظہ فرمائیے۔“ (۱/۴۳۷) میں فرمایا اور امام ایوسف سے ”مقول ہے کہ واجب استیون کیلئے مسجد جماعت ضروری ہے لعل“ ”مکلف کیلئے ضروری نہیں ہے اور مستحکم و مضمناً واجب ہوتا ہے معلوم ہوا کہ امام ایوسف کے نزدیک بھی واجب استیون استیون کیلئے مسجد جماعت ضروری ہے اسی طرح اکثر کتب فقہ و فتاویٰ مثلاً ”جایہ“ (۱/۴۳۷)، ”فتح القدیر“ (۲/۳۰۳)، ”بہار الرائق“ (۲/۲۶۰)، ”قاسم خان“ (۱/۱۰۷)، ”بندیہ“ (۳۵/۱)، وغیرہ اور ہمارے اکثر علماء کے فتاویٰ مثلاً ”محمودیہ“ (۱۰/۲۷۸)، ”ترجمہ“ (۲/۷۷)، ”جوبہ الفتاویٰ“ (۱/۳۵)، ”آپ کے مسائل“ (۳/۳۱۳)، وغیرہ میں بھی وقت نماز والی مسجد کو ضروری قرار دیا ہے۔ لہذا نہ امام و خیرالہ جات کی روایت میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ واجب استیون استیون کیلئے بھی وقت نماز والی مسجد ضروری ہے۔

نما فی المیسوط لنسرحی (۱/۱۵۳): ثم حوازه يختص بمساجد الجماعات وروى الحسن عن اسی حنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ قال کل مسجد لہ امام وموذن معلوم وتصلی فیہ الصلوات الخمس بالجماعة لانه یعتکف فیہ

وفی بدائع الصنائع (۱/۸۱۴): ثم ذکر الکرخی انه لا یصح الاعتکاف الا فی مساجد الجماعات پروردگار جل و قال الطحاوی انه یصح فی کل مسجد، وروى الحسن بن زیاد عن اسی حنیفہ انه لا یجوز

الاي مسجد نصلي فيه الصلوات كنيته الح

وفي نسخة (١٠٣٤) ثم لا اعتكافه لا يصح الا في مسجد جماعة لقول حذيفة لا اعتكاف الا في

مسجد جماعة وعلى ابي حمزة لا يصح الا في مسجد يبنى فيه الصلوات الحسن لانه عادة

بسطار الصلوة فيحسن مكانه في ليلة

وفي نسخة (١٠٣٥) ورواه نوح بن يحيى في نسخة (١٠٣٦) ورواه نوح بن يحيى في نسخة (١٠٣٧) ولا يصح الاعتكاف

الا في مسجد الجماعة وروى عن ابي حنيفة رحمه الله تعالى انه لا يصح الا في مسجد يبنى فيه

الصلوات النحس قبل ان يبنى حنيفة رحمه الله تعالى غير المسجد الجامع لان هناك يجوز

الاعتكاف وان لم يتصلوا به الصلوات كلها بجماعة وفي السفي عن ابي يوسف ان الاعتكاف

المواجب لا يجوز الا في غير مسجد الجماعة وعمر الواجب يجوز الا في غير مسجد

الجماعة والاعتكاف المباح في الجماعة اذا كان ثمة قوم يتصلون بجماعة وان لم يكن قوم

فاعتكافه في مسجد الصل

وفي نسخة (١٠٣٨) والرواية (١٠٣٩) ولا يصح الا في مسجد الجماعة لقوله تعالى وانتم عنكم

في المسجد

وفي نسخة (١٠٤٠) عن ابي حنيفة في رواية لا يصح الاعتكاف الا في مسجد نصلي فيه

الصلوات كلها وفي رواية لا يصح الا في المسجد الجامع وفي رواية يصح في كل مسجد له اذان

واقامة وهو الصحيح لقوله عمر لا اعتكاف الا في مسجد له اذان واقامة

وفي نسخة (١٠٤١) زائدة عليه ومنها مسجد الجماعة في كل مسجد له اذان واقامة

هو الصحيح كذا في الخلاصة

وفي نسخة (١٠٤٢) عن علي بن ابي طالب في مسجد جماعة اما شرط لقول حذيفة لا اعتكاف

الا في مسجد جماعة من

وجهه بقا (١٠٤٣) لقوله اذ لم يجمع اولاهذا الاختلاف لم يكن في عبارة الشهر والمحر

ولا عبرت بها اطلعت عليه واذا ظهر انه اخذ من اطلاق عبارة الحاية ونسبها في كل مسجد له

اذان واقامة هو الصحيح هو فلب ما يباح ان يكون المبرك بالمسجد الذي له اذان واقامة فاعتاد فيه

الحسن كسائر اماكن الحسن عن امامه وصححه بعض المشايخ كذا قاله الكمال غير مع هذا القول

في ما بعده علي انه اذا كان له اذان وموذن ثم اذ الحس فيه عادة وان كان بهما فقط

وفی مرقاة المفاتیح ۳۰۳، ۵۳۱، ۵۳۲: قال الشیخ شریح الاعتکاف مسجد الجماعة وهو الذي له  
 مسجدان وماء ويصني فيه الصلوات الخمس وبعضها بجماعة وعن أبي حنيفة لا يصح الاعتكاف  
 الا في مسجد جامع يصني فيه الصلوات الخمس بجماعة وهو قول احمد قال ابن الهمام وصححه  
 بعض المشايخ اهد وقال فاصبحان وفي رواية لا يصح الاعتكاف عند الا في الجامع اهد وهو ظاهر  
 الحديث وعن ابي يوسف ومحمد يصح الاعتكاف في كل مسجد وهو قول مالك والشافعي  
 لا خلاف قوله تعالى "وانتم عاكفون في المساجد" لا في حنيفة ما روى الطبراني (بالي قولہ) لا  
 اعتكاف في المساجد التي في الدواوير (بالي قولہ) وروى ابن شنبه وعبد الرزاق في مصنفهما عن  
 علي قال لا اعتكاف الا في مسجد جماعة وتقدم في رواعي عائشة رضي الله عنها الخ

### (۱۳۱) معتكف کیلئے مسجد سے باہر بات چیت کا حکم

مولانا فرماتے ہیں مفتیان امام اس مسجد وہ ہے جس کے مضافات کے آخری سرحد میں دوران اعتکاف کسی شرعی حدیث کیلئے  
 اور مختلف اہل باب اور ان کی بات چیت کی یا کسی اور کام کیلئے جہاں چھوڑ دیا کسی کو یا جہاں تمام صورتوں میں اس شخص  
 اعتکاف نامہ ہو جائیگا "نہ اسے باہر کوئی مختلف کام کرنے کو ممانعت ہے اور اسے باہر اپنے سے بھی فنی سے روکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ باہر  
 بات چیت کا حکم نہ اس کے شرعی یا فنی یا بات چیت سے ہے اور ان کے اذ میں بھی کوئی چیز نہ ہے جس سے بات چیت کی ضرورت ہے  
 الجواب حامداً ومصلیاً اور کوئی شخص اعتکاف کے دوران کسی شرعی یا فنی حدیث کیلئے نظر میں دوران اس میں بغیر کے ہونے سے  
 اور کسی حدیث کی حدیث کے لئے اور اسے چھوڑ دیا جائے لیکن اگر دوران اعتکاف کے لئے اعتکاف نامہ ہو جائیگا۔ جہاں اعتکاف  
 کیلئے وہی نام سے مختلف کوئی حال پر پورا نہ چلتے۔

لما فی التہذیب (۲۱۲)۔ قال اصحرج لولئلا یحاط لایاس ہر بدخل بیتہ وبرجع الی المسجد

کما خرج من الوضوء، ولو مکث فی بیتہ فاعتکافہ ولو کان ساعة

### (۱۳۲) معتكف کا مریض کی عیادت کیلئے جانے کا حکم

مولانا فرماتے ہیں امام مفتیان خلاصہ میں مسجد کے بارے میں کہ اگر وہ اعتکاف کیلئے مسجد میں بیٹھ جائے اب اس نے  
 وہاں ہی نہ رہے۔ "اور نہ بہت دیر سے اس کو اب اس صورت میں اور اپنے دار فانی کیلئے آکر جائے کی گنجائش ہے وہیں  
 الجواب حامداً ومصلیاً مختلف کوئی دار فانی عیادت کیلئے مسجد سے باہر نظر درست نہیں ہے اگر کوئی معتكف مریض کی عیادت کیلئے مسجد سے  
 باہر جائے اور اعتکاف نامہ ہو جائے اور ایسا نہ ہو اعتکاف نہ ہو اور اس کے ساتھ میں پر قضا لازم ہوگی۔ جہاں امور سے مستور ہیں اگر وہ

اور اپنے راتوں کی شدید بیداری کی وجہ سے صرہ پر ۳۰ رات پہنچ جائے یا نہ پہنچے (تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو اعتکاف کی روزے کے ساتھ اس پر قضا لازم ہوتی ہے۔ اس میں بچے یا بلی وغیرہ کا دھکی نہ ہوگا۔

لصافی البحر الملتقى ۴/۳۷۳: وعن هذا فقد إذا عاد مريضاً أو شهيداً جنازة تعبت إلا أنه لا يأنم بل يجب عليه الخروج

لصافی فتاویٰ الهندیہ (۲۰۱۰: ۱) ولا يخرج لعبادة المريض كذا في البحر الرائق.

وہی رد المحتار (۳/۴۷۳) وعمل في الحائض المرضي بأنه لا يفلت ولو عده فم بصر مستحبی علی الايجاز فانما الفساد في الكل وعمل هذا بفسد ولو لا عيادة مريض أو شهيد جنازة وإن تعبت عليه إلا أنه لا يأنم كصافي المرضي بل يجب

### (۱۳۳) بدھوشی اور جنون سے اعتکاف نوٹنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بدھوشی اور جنون مفقود اعتکاف ہے؟ اگر جی ہاں تو کتنی دن تک؟ کیا بدھوشی اور جنون سے اعتکاف نوٹنا جائز ہے؟

الجواب عامداً واصلیاً نفس بدھوشی اور جنون مفقود اعتکاف نہیں ہیں۔ بدھوشی اور جنون اس قدر ذرا ہو جائے کہ وہ نیت سوساٹنے مانع نہ بنے تو ہم اس بدھوشی اور جنون سے اعتکاف فرما دیتے ہیں۔ مثلاً کسی حکمت و آتی بدھوشی یا جنون لاحق ہو گیا اور وہ بدھوشی یا جنون سے پہلے پہلے اتنے وقت ہو گیا اور اس نے روزے کی نیت کر لی تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ اگر اعتکاف پہلے روزہ اور شرط ہے۔ روزہ والی شرط سے پہلے روزہ کی نیت کر لی تھی ہے اور روزہ والی شرط کے بعد اسے اتفاقاً بدھوشی یا جنون کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا تو بدھوشی یا جنون کے بعد روزہ کی نیت نہیں ہوگی۔ لہذا اس سے اعتکاف بھی صحیح نہیں ہوگا۔

لصافی الموطأ للرخيص (۱۲۱۳: ۱) وقد اضمني على المعتكف ابتداءً أو انصابه لم فعله اذا مرء ان يضل الاعتكاف لان ما هو شرط الاداء وهو الصوم قد انعدم بتناول الاعضاء فعليه الاستقبال الج

الجواب المحتار (۳/۴۵۵): وكذا اعذاره وحرقه إن داماً ابتداءً فإن دام جنونه سنة قضاء استحساناً

رأي الشافعية (۳/۴۵۵): (وقوله إن داماً ابتداءً المراد بالأيام أن يقوته صوم بسبب عدم إمكان النية ح ويقصر في الاعضاء كالجنون ط وقوله سنة عبارة المدافع وغيرها سنين والمراد السابعة فبقضى في الأقل ما لا ولي.

وہی النسخہ الاسلامیہ (۳/۴۵۵) والاعضاء والجنون الظویلان فإذا حل المعتكف أو اغمى عليه ابتداءً بطل اعتكافه عند الجمهور الخ.

## (۱۳۴) معتکف کا نماز جنازہ پڑھنے کیلئے مسجد سے باہر جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اعتکاف کیلئے بیٹھا لیکن چار دن بعد اس کا ماموں فوت ہو گیا اب وہ اس کے جنازہ میں شریک ہونا چاہتا ہے تو شرعاً اس کیلئے جنازہ کیلئے باہر جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ معتکف کیلئے نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی معتکف نماز جنازہ میں شرکت کیلئے مسجد سے باہر نکلتا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور ایک دن کے اعتکاف کی روزہ کے ساتھ قضا مالا پر ازم ہوگی خواہ رمضان میں قضاء کر لے یا رمضان کے بعد۔ تاہم مذکورہ مذکر کی صورت میں اعتکاف توڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔

لما فی الہدئیۃ (۲/۱۲۲): ولو خرج لحنازة یفسد اعتکافہ و کذا لصلواتہا ولو نعتبت علیہ الخ

وفی الخانیۃ (۱۰۷۱): ولا یعود المعتکف مریضاً ولا یشہد جنازة

وفی الشامیۃ (۲/۳۳۷): وعلیٰ هذا یفسد لو لا عیادة مریض او شہود جنازة وإن نعتبت علیہ الا انہ

لا یأثم کما فی المرض بل یجب کما فی الجمعیۃ

## (۱۳۵) حالت اعتکاف میں کنگھا کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے ہی کے ایک صاحب جو کہ بڑے اچھے خوش اخلاق اور معلوماتی انسان ہیں ان سے میری بات ہوئی تو وہ فرما رہے تھے کہ حالت اعتکاف میں کنگھا کرنا درست نہیں ہے جو شخص کنگھا کرتا ہے اس کا اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ کیا ان کی بات صحیح ہے؟ جبکہ اکثر معتکفین کنگھا کرتے ہیں تو ان کے اعتکاف کا کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ حالت اعتکاف میں جو چیزیں ممنوع قرار دی گئی ہیں وہ بھناغ، دوامید بھناغ اور اسی طرح بلاغہ طبعی و شرعی مسجد سے باہر نکلنا ہے، کہ ان چیزوں کی وجہ سے معتکف کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے جہاں تک کنگھے کا تعلق ہے تو اس بارے میں صریحاً نص و جواز ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں ہوتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر مبارک میں کنگھا کرتی تھیں، پس صورتِ مسئلہ میں کنگھا کرنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا ہے اور تمام معتکفین حضرات کا اعتکاف درست ہے اور آپ کو جن صاحب نے بتایا ہے ان کی بات درست نہیں، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کچھ ہال وغیرہ گر جائیں تو اس کو اٹھالینا چاہیے کیونکہ مسجد کی تہذیب (مصلحتی و حقارتی) واجب ہے۔

لما فی جامع الترمذی (۱/۲۶۵): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ایہا قالت کان رسول اللہ ﷺ اذا

اعتکف ادنی الی واسہ فارجلہ وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان

وفی الہدئیۃ (۲/۱۲۲): (واما مفسداتہ) فممنها الخروج من المسجد فلا یخرج المعتکف من

معكفہ لیلۃ یا ہزار الا بعدد ..... وابتداء ص ۲۱۳) لبحرم علی المعنکف الحماغ ودر ابعہ نحو  
لماثراة والتفیل والتحصیل والمعرفة ..... (وما محظوراتہ) ویطیس المعنکف ویتطلب ویدعی راسہ  
کذا فی النحلۃ

وفي الهدية (٣٢٩: ٥) والرابع عشر ان يره عن التجاسد والعيان والمنحاس  
وفي السابعة (٣٣٩: ١) وتحت قوله لكي الخ: وبظاهر ان مثل النوم لاكل والشرب اذ لم يعمل  
المسجد ولم يلزمه لان تطيقه واجب كسائر  
وفيه أيضاً (٣٥٠: ١) وقوله ولو كان وهو الخ: ان المعتكف اذا لم يكن في المسجد فلا يهانه  
نوطاء. الى قوله تعالى ولا تباشروهن واتمم عن كفون في المساجد (قوله وان حرم الكل)  
في كل ما ذكر من ادعوى الوطء اذ لا يلزم من عدم البطان بها عليها لعدم المرجح

(۱۴۶) اعتکاف میں ناخن وغیرہ کاٹنے کا حکم

[illegible]

ان کو اب حامد اور مصطفیٰؑ نے بطریقِ حق کے ان اختلاف میں ٹھنسنے سے پہلے انہیں یاغیہ سرخوردی میں جو جڑھمت ہوں گے نہ چاہیے۔ اگر کسی وجہ سے نہ نکلتے، تو اختلاف میں ان چیزوں نے کاشنے کی اجازت ہے اور اس میں بھی ایسا طریقہ اختیار کیا جائے کہ جس سے ممکن ہو قیامت نہ ہو جیسے مُکد میں نہ دروغ اور جھٹس۔

لعمري فتح الباري (٢٢٠:٢٢١) قوله رحمه محاور على رواية احمد والسنن كان يائني وهو معكف في المسجد فيمكن على باب حجري فاعمل راسه واساره في المسجد وقد تقدمت فوجدت في كتاب النجاشي وبزحه انه ان المحاور في الاعتكاف واحد وليس بينهما مالك وفي الحديث حوار انظف وانظف والغسل والحلق والتبريد الحاقا بالترحل والمجهول على انه لا يكره في المسجد عن مالك نكرهه في الشبهج والحرف حتى طلب العلم وفي الحديث استخدام الرجل امراته برضاها رحمه احمد راسه دلالة على نسيان المسجد للاعتكاف.

وفي الفصل في محاكم الجوارف والسليم (١٦٠٤) أن السعكف يجوز له أن يملكه ورحته

والطریق، وحلق الراس، ونقلیه الاطفار، ونظیف البدن من السعف والحدیث

رشی الشافعیہ (۴/۲۵۵)۔ قولہ ولا یمكنه الحج للزمنک من غیر ان یطوف بالمسجد فلا یاس به سدایح ای سان کار ہے ہرگز ماء او موضع معد لطیافہ او اغسل فی ماء، بحيث لا یصب المسجد لماء المستعمل لئلا یسب الذنایح، فان کان ما حیث یطوف بالماء المستعمل یمنع منه لآن نظیفه، لمجد واحد۔

وفی السدرة الکبریٰ (۲۵۶۱)؛ فیلل فیس الفاسم، لکان مالک یکره للمعتکف حلق الیہر ونظیف الاطفار، فقال: لا ابلانہ ما کره ذلک لحرمة المسجد

## (۱۳۷) اعتکاف میں سگریٹ کے استعمال کا حکم

سوال: یہاں کے علماء کرام و مفتیان حکم میں مسکن کے بارے میں کیا یہ شخص اعتکاف میں بیٹھا ہے یا نہیں؟ دوسری بات یہ ہے کہ اس کے بغیر کائی آلیف میں چوڑا ہے اب آپ حضرات سے معلوم یہ کہ اس شخص کا کھڑی کھڑے ہوئے بعد انی غرضی نظامی نے جو ضرورت پڑنے کی تھی مسجد سے باہر نکلا جائے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً: شہید معکف کو ہڈی ریشی و پھل مانی ہونے کی وجہ سے مسجد سے باہر جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ لیکن سگریٹ سے ہڈی ریشی و پھل مانی ہونے کی وجہ سے معکف اپنی عادت پر ہی کرنے کیسے مسجد سے باہر نکلا جائے۔ لیکن بیت اقامہ جانتے ہیں۔ استاذان کرنے کی کھڑی نہیں ہے۔

لنالی الہمدیہ (۲/۱۲۱) وروا مسندناہ فہمنا الصروح من المسجد فلا یخرج المعتکف من معتکفه لیلا وینار الا بعد و ان حرج من غیر علی ساعۃ فسد اعتکافہ فی قول اسی حنیفہ رحمہ اللہ ندلی: او من الاعتار المروج للباط والبول واداء الجمعة

## (۱۳۸) معکف اگر قضا حاجت کیلئے جائے اور دیر ہو جائے تو اعتکاف کا حکم

سوال: یہاں کے علماء کرام و مفتیان حکم میں مسکن کے بارے میں کہاں ماں جب رمضان کا آخری مہرہ آیت میرے دوست بہت سارے اعتکاف میں بیٹھے ہاروا دیا اور مجھے بھی بیٹھے کا کہ تو میں بھی اعتکاف میں بیٹھا کیا تو ایک دن میں تھوڑے نیلے ہو گیا لیکن بیت اقامہ کا رشتہ نہ ہونے کی وجہ سے مجھے اعتکاف میں نکلنا پڑا تو اس سے اعتکاف پر تو کچھ اثر نہیں پڑا؟

الجواب حامداً ومصلحاً: معکف کیلئے ہڈی سے نہ دوا ہے وقت میں بیت اقامہ جاکے کہ اس کا نظامہ کرنا پڑے۔ لیکن اگر بیت اقامہ کا رشتہ نہ ہو اور اس کا اعتکاف نہ کرنا پڑے تو اس سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لصالحی الہدیۃ (۲۱۲۱) : رواۃ معتداتہا فیہا الخروج من المسجد فلا ینخرج المصلی من معتكفه لیلًا و نهارًا الا بعدہ : یوم الاعذار الخروج للعائط والبول واداء الجمعة فاذا خرج لبول او غائط لا یسأل بان یدخل بہنہ و یرجع الی المسجد کما فرغ من الوضوء و لو مکث فی بہ عند اعتکافہ وان کان ساعة عند الی حنیفۃ رحمہ اللہ کذا فی المحيط و لو کان بغرب المسجد بیت صلیق لہ لم یلزم قضاء الحاکم فیہ وان کان لہ بیتان قریب و بعد فال معصوم لا یجوز ان یمشی الی البعید فان مضى سفل اعتکافہ کذا فی السراج الوہاج وان کان خرج لحاجة الا انہ لہ ان یمشی علی التوفد کذا فی الہدایہ.

### (۱۳۹) مکلف کا مقدمے کی حاکمیت کیلئے مسجد سے نکلتا

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیین فقہاء میں مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا عدالت میں مقدمہ چل رہا ہو اور وہ اعتکاف میں بیٹھا ہو اور اس دوران اسے مقدمہ کی سماعت ہونے لگے تو اس شخص کو مقدمہ کیلئے عدالت جانا یا نہ جانا کیسی "حکمت" ہوئے کی صورت میں نقصان کا اندیشہ ہو؟

الجواب : حاکم ابو یوسف : مکلف کو اعتکاف میں مسجد سے صرف وہ جت طبعیہ یا شرعیہ کی نکل سکتا ہے۔ ہذا مذکور و سموت میں مکلف کو یہ کہ اس مقدمہ کی سماعت کو قیام کے لئے اگر مقدمہ کی سماعت ہو تو نہیں ہو سکتی اور اس کو اپنی جان و مال سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اور صرف مقدمہ کی سماعت سے کچھ سے بہرہ نہ آتا ہے اور مقدمہ کی سماعت کے بعد فوراً مسجد میں لوٹ آئے۔

لصالحی الہدیۃ (۲۱۲۱) : رواۃ معتداتہا (و کذا فی حاشی علی نفسہ او مالہ فخرج ہکذا فی التہبیب.

و فی الشافی (۲۵۴) : (و لو نہ طبعیۃ) ای سواء کانت طبعیۃ او شرعیۃ و لیس فی الشافعی الطبعیۃ

سواء یدمھا رما لا یقضی فی المسجد

و فی الفقہ الاسلامی (۶۳/۱) : ولا ینخرج الا لعذر شرعی او ضرورۃ او حاجۃ.

و فی ص ۶۳/۱ : او لحاجة ضروریۃ کانہذا المسجد او اداء الشہادۃ تہت علیہ او حرف علی نفسہ

### (۱۵۰) بے ریش لڑکوں کا اعتکاف میں بیٹھنے کا حکم

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیین فقہاء اس مسئلہ کے بارے میں کہ بھاری مسجد کی لمبی و لمبے کے ایک مفتی صاحب نے مشورہ کر کے اس ماں سے اعتکاف میں بیٹھنے اور اس کیلئے باریش ہونے کی شرط لگائی ہے۔ اور بے ریش لڑکوں کا بیٹھنا ممنوع قرار دیا ہے۔ یہ لڑکوں کے بزرگ اس پر بہت ناراض ہیں کہ یہ اپنی طرف سے شریعت میں اضافہ ہے اور جب اللہ اور اس سے



والسنة بائنتی نفس غفائی تو یہ کہن ہوتے ہیں! آیا ان بزرگوں کا یہ بہنا درست ہے! اور کیا مسجد والوں کا اس طرح کی پابندی لگانا درست نہیں ہے؟

انجواب حامد واصلیہ: شریعت کی رو سے اختلاف میں بیٹھے والے اپنے عاقل ہونا کافی ہے۔ اور باغی ہونا شرط نہیں۔ یہی صورت مسئلہ میں اختلاف میں پیش اور پیسہ پیش ہونے کے ضمن میں پیش کیے ہیں۔ البتہ اگر اندیشہ قدی جو ہے تو یہی دلائل نے اختلاف میں ان ضمن میں پابندی لگانے کو صحیح ہے۔

لشافی معارف السنہ (۳۰۲:۴): قوله وبائتكم وهبات الاصوات الهبات بفتح الهاء واسكان اليا  
وبالنسب المتعجمة ما يكون فيها من الجلبة وارتفاع الاصوات وما يحدث فيها من الغش (والى ان  
قال) وقيل له علاقة بالحديث والغرض النهي عن رفع الاصوات والضوضاء في المسجد.

وفي الهدى (۲۰۱:۴): واما البروع فليس بشرط لصحة الاعتكاف فيصح من النص العقل واهما  
فيه (۲۰۱:۵)، السابغ ان لا يتكلم فيه من احاديث الدنيا (الى ان قال) انخلوس في المسجد  
للمحدث لا يباح بالاعتكاف لان المسجد مبني لأمور الدنيا وفي حرمة افقه ما يدل على ان الكلام  
المباح من حديث الدنيا في المسجد حرام قال ولا يتكلم بكلام الدنيا وفي صلاة الجلايلي الكلام  
المباح من حديث اللب يجوز في المحدث وان كان الادلي ان يستغل بذكر الله تعالى

وفي المنهاج (۳۰۳:۴): اقول وفي مسرا فالبرع ليس بشرط كعالمي البحر عن السماع وفيه  
اضاء (۲۰۱:۵) الغلام اذا بلغ مبلغ الرجول ولم يكن صحيحا فحكمه حكم الرجول. وان كان صحيحا  
فحكمه حكم النساء. وهو غيرة من فرفه الى فده

رجمہ مسرا (۲۰۲:۵): اقول وفي مسرا خلف امرء الطاهر البانريحية ابدا والمطاهر ابدا كما  
قال ابن حنبل ان السرا له الصبح الواحد لانه محل الفضة

## (۱۵۱) اعتكاف میں بیٹھنے کیلئے عمر کی قید لگانے کا حکم

سوال: کیا ہے یہ حدیث اور اس میں کیا ہے؟ یہ حدیث صحیحہ کی ہے یا ضعیفہ؟ اس کا سند کتنا ہے؟ اس کا  
تفسیر یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کے لئے آمادہ ہے وہ مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ رکھتا ہے  
تو اس کے لئے حدیث کی مشورہ ہے کہ یہ بات کہی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص اعتکاف کے لئے آمادہ ہے تو اس کے لئے حدیث کی مشورہ ہے کہ  
بیٹھنے کی اجازت نہ دینی جائے، کیونکہ یہ حدیث صحیحہ ہے اور ایک متفق صاحب روایات بھی آخری شرط میں اجازت دیتا ہے کہ اس  
لئے لوگوں کو رہنا چاہیے۔ یہ حدیث صحیحہ ہے اور کوئی شخص اعتکاف میں بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے حدیث کی مشورہ ہے کہ

چیتے ہیں اور فی ایک ذبیحہ ملے ہیں تو کبھی کبھی مسجد کے آداب کی رعایت نہیں رکھتے اور بسا اوقات نوجوان بے دانش، بوجھل، جس کے قیام میں اور دوسرے مناسبہ ہوتے ہیں۔ تو ان کی سرکھال میں ہماری کھیتی کا یہ فیصلہ کہ بچوں سال سے کم عمر افراد کو اختلاف میں بیٹھنے کی اجازت نہ دینی جائے، درست ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر ہمیں ان مسائل سے نمٹنے کیلئے کیا کرنا چاہیے؟ اگر اور نرم جلد از جلد جواب مرحمت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً: اختلاف نہیں بلکہ ان کے ان کے جلد مائل ہونا بھی اختلاف میں بیٹھنا ہے۔ البتہ اگر کوئی شروع کرے تو دوسرے کو بھی چاہئے کہ وہ اس میں شامل ہو جائے۔ اگر کسی نے اس میں شامل نہیں ہوا تو اس سے غصہ نہیں کی جائے۔ اس میں غلط واقع ہونا ہو یا سمجھ کر بے حرمی لازم آتی ہو یا ایسے بے دانش نے جن کے اختلاف میں بیٹھنے کی وجہ سے محاسن اور محترمانہ شہرتوں کو اختلاف میں بیٹھنے سے روکا جاسکتا ہے لیکن اس میں عمر کی کوئی تحدید نہیں۔ چنداں دور سے مسئلہ میں آپ کی کھیتی کا یہ فیصلہ کہ بچوں سال سے کم عمر افراد کو اجازت نہ دینی جائے مناسب نہیں۔ بلکہ اگر ان کو روکا جائے گا تو اس میں نہ ضرر و ہلاک ہو سکتا ہے تو یہی ہے تو ان کی بارگاہ محبت سے کچھ کر سکتے ہیں یا جاسکتا ہے۔

لحم الحلی المسکون (ص ۱۰۹) بحسب أن نقصان عن إدخال الرابحة الكريمة و رولع الصوت

و ادخال السحاب و التبادل لغير المتعوض و منحوها الخ

و ايضا ص ۱۱۲ و الكلاذ المباح فيه مكروہ و باكل الحنات كما تاكل الهيمه الحبش كذا

ذكره حديثا صاحب الكتاب

وفي المناسخ ۱۰۹ و ان كان امره فلا به او يبعد

وفي ابعاد ۱۰۹ و جميع الغلب سلفا و خلفا على استحباب ذكر الجماعة في المساجد وغيرها

لا ان منوش جهره على نائب او مثل او قاری الخ

## (۱۵۲) حالت اعتکاف میں حمانے کیلئے مسجد سے نکلنے کا حکم

سوال: یا فاضل! میں نے اپنے ایک دوست کو دیکھا کہ وہ اپنے مسجد کے بارے میں کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنے مسجد میں حمانہ پر لوگ حرام نہیں جانتے ہیں اور ان کو یہ سرفہ آفرینی ہے۔۔۔ اختلاف ملے جاتے ہیں لیکن چونکہ وہاں کھانا کا اہتمام بہت تو ہوتا ہے جس سے مجبوراً وہیں میں جاتے ہیں۔ تو کیا یہ طریق وہاں جائز ہے؟ اختلاف میں بیٹھنا اور حالت اعتکاف سے فائدہ اٹھ کر بازار پر جانے سے ہے؟ آسان نہیں انداز میں یہ مسئلہ بتاویں۔

الجواب حامداً ومصلحاً: مسئلہ میں بیٹھنا اور نہ خودی اور نہ رت سے شریعت کے مسجد سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ مسئلہ بالاس میں اگر واقعی وہاں ایسا ہی ہے کہ انتظام نہیں ہو سکتا تو مجبوراً کھانا لینے کے بعد وہیں میں جا سکتا ہے لیکن وہیں میں ضرورت سے زیادہ دیر نہیں بایا یا بازار جاننا جائز نہیں ہے البتہ اگر یہ ہے کہ وہاں سے نہ نکلے جائے۔

لسامعی حاشیۃ الطحطاوی علی مرقی الفلاح (ص ۷۰۲، ۷۰۳) : (ولا یخرج منه) (ولا الحاجة شرعیة) (او) حاجة (طبیعیة) (او) حاجة (ضروریة) — (وفی الظہیریة ص ۷۰۳) (وقیل: یخرج بعد الغروب للاکل والشرب) (وفی حاشیۃ الطحطاوی تحت قوله: (وقیل: یخرج بعد الغروب للاکل والشرب) قال فی البحر یسفی حملة علی ما اذا لم یجد من یتالی له به فحینئذ یمکن من الخوانج الضروریة.

وفی التاتاریخیة (۲/ ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳) : م: ولا یخرج المعتکف من معتکفه لیلاً ولا ینهار الا بعد زوال الشمس (وقیل یخرج بعد الغروب للاکل والشرب) — (واما فی الاعتکاف التغل فلا بأس بان یخرج بعد زوال الشمس)

### (۱۵۳) معتکف کا چہرے کو چھپانا اور کس حد تک باتیں کرنا جائز ہے؟

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ جب وہ اعتکاف کرتے ہیں تو بہ وقت منہ چھپا کر رکھتے ہیں اور کسی سے بات بھی نہیں کرتے کیا ان لوگوں کا یہ طریقہ صحیح ہے؟ اعتکاف کے دوران کس حد تک باتیں کرنا جائز ہے اور کس قسم کی بات کر سکتے ہیں؟

الجواب — ماہد آدمی صلیا — مسجد میں اعتکاف کرتے رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں مسنون ہے البتہ معتکف کے لئے یہ بات درست نہیں کہ اپنے چہرے کو چھپا کر رکھے۔ اعتکاف سے مقصود اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے اب اگر کوئی شخص اس قرب کو حاصل کرنے کیلئے مسنون افعال میں اپنے وقت کو صرف کر رہا ہے اور لوگوں سے بات نہیں کر رہا تو ایسا کرنا اچھا ہے کیونکہ اگر وہ لوگوں سے اختلاط کرنے کا تو یہ اللہ کے قرب کو حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے گا البتہ اگر کوئی شخص بالکل خاموش رہتا ہے نہ کہ کرتا ہے نہ کوئی اور مسنون عمل کرتا ہے اور اس خاموشی کے ثواب ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے تو ایسا کرنا گمراہی ہے۔ نیز معتکف بوقت ضرورت بقدر ضرورت مباح کلام کر سکتا ہے۔

لسامعی تفسیر مظہری (القرآن الکریم، البقرة) (۱/ ۲۰۷) : وانتم عاکفون فی المساجد: العکوف هو الإقامة علی الشئ والاعتکاف فی الشرع هو الإقامة فی المسجد علی عبادة الله تعالیٰ مع النية. (وفی ترمذی شریف) (۱/ ۱۶۵) : عن عائشة رضی اللہ عنہا انہا قالت کان رسول الله ﷺ اذا اعتکف ادلی الی راسه فارجله وکان لا یدخل البیت الا للحاجة الا انسان.

وفی الدر المختار (۴/ ۳۳۹) : ویکرہ تحریماً صحت ان اعتقده قرینة والا لا لحدیث "من صمت لساناً" ویجب ای الصمت کما فی غرر الأذکار عن شری لحدیث "رحم الله امرأ تکلم ففهم أو سکت فسلم" وتکلم إلا بخبر وهو مالا اثم فیہ

وہی التامہ نحتہ، وحب لم یقل غیر من لیس علیہ الوجب، فان الکلام قد کثر حرما کالغیۃ مثلا وقد  
 بکثرہ کاسناد شیعہ قبیح وکذا کثر لیریح ساعۃ فالصمت من الاول فیرض وعلی الثاني واجب فانہم  
 ولہ بعضہ وقد الساج عند الحاجۃ الیہ لا عند عدمہا وھو محیل مافی التبع اندکروہ فی  
 السجد ما کمال الحب کما ینکای سار العطب کفرۃ قرآن وحديث وعلم  
 وھی لغتہ لاسلامی ۲۰۳-۱۰ حسب المعتقد کل مالا یعبہ من الاقول والافعال ولا یکتبر  
 انکلامہ لان من کثر کلامہ کثر سخطہ وھی الحدیث وھن حسی اسلامہ امرہ ترکہ مالا یعبہ ۱۱  
 ویجب المجدل والبراء والاسباب الفحش فان ذلک مکررہ فی غیر الاعتکاف فیرہ نونی ولا  
 یقل الاعتکاف منی من ذلک لانہ لیس یقل بساج لکلام نہ یقل بسحطہ  
 ولا تکلمہ البعدک الا بحیر ولا یس بالکلام لوجہ وجمادہ غیرہ ویکثر الصمت ان اعتدہ غیرہ  
 لانہ منی عنہ لانہ یسود اھل الکتاب وقد مسح

## (۱۵۴) اختلاف مسنون نوت جانے کی صورت میں ایک دن کی قضاء سے کیا مراد ہے؟

سوال :- پڑھتے ہیں حب ربہ استحبہ وہ من سدا ہے۔ جس کے اختلاف مسنون نوت جانے کی صورت میں ایک دن کی  
 قضا سے کیا مراد ہے؟ ایک دن کی قضا سے تھمتی قرآن میں تو فرض پڑھا ہے، مگر ”تیمم التوہیٰ“ میں ایک دن کی قضا سے ان امر  
 سے مراد ہے کہ جس نے نماز کی جو ہے نہ ہو ”صورت مسنونہ میں ایک دن رات کے اختلاف کی قضا کرنی چاہئے“

جواب :- ”اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ایک دن کی قضا کرنے کے لئے اگر اس دن روزہ بھی ہے تو نہ  
 روزه رکھو نہ نماز پڑھو۔ اگرچہ آج کے روزہ میں ایک دن کی قضا نہیں کی گئی ہے۔ مگر رات میں استکمال نہ ہو تو روزہ  
 اتنا دن کی قضا ہے۔ اور دن و رات کے اختلاف میں اگر کسی دن قضا کرے گا رات کی نہیں۔“

ما تھمہ ”ایک دن کی قضا میں رات دن میں واجب ہے نصف دن کی؟“ میں سے تھمتی صریح ہے کہ ”نہیں“ اور آقا سے  
 اس معنی میں ہے کہ ”اگر اس دن میں نماز ہو جائے تو اس دن کی قضا واجب ہوگی کجا حق سے کمال شایع ہے کہ واجب آقا سے  
 اختلافی ہے اور رات میں اختلافی نہ ہے۔“ اور اس دن میں نماز کی قضا واجب ہوگی۔“ (فتاویٰ الفتاویٰ ج ۱۵)

جوابی فرمایا، اس تو فرض اور روزه والہ امور میں نہیں۔

اگر آپ صاف و معلیٰ اللہ انگریزی کے چند ماہر یا عالم دینی ہیں

وہ ان کی دعا کی ہے، روزہ، ہے یہ نہیں کہیں۔ اور آج میں اختلاف ہے اس اتفاق اور وہ ان کی دعا کی ہے۔ یہ دعوت



المؤدی جهداً، لای القدر المؤدی بعقده فربة فیحتاج الی صیاته

وهی السحر الرابع (۲۴۱/۲) فتصریحهم بان الصوم انما هو شرط فی المنذور وفي منحه الحائق  
تحتنه قلت تصریحهم بذلك انما هو بالنسبة الی النفل یعنی انه لیس بشرط فی النفل لانه  
المحتاج الی البیان، اما الممسور فلا یمکن الا بالصوم عادة فلا حاجة الی التنبه علیه وامکان تصور  
عدم الصوم فی المرض ما ذکره

ومقتضاه ان التقدير مسطور لا یجاب الصوم فیه ولا یغنی ان اعتکاف العشر الاخير مقدر  
فیكون الصوم شرطاً فیه

وهی الدر المختار (۳۳۲/۲) «فلو شرع فی فعله لم یقطع لا یلزمه قضاء» لانه لا یشرط له الصوم  
وفي النامية تحت (۳۳۵/۲) الحاصل ان الوضوء یقتضی لزوم کل يوم شرع فیه عند الحاجة  
على لزوم صومه

وفیه (۳۳۲/۲) ومقتضى ذلك ان الصوم شرط أيضاً فی الاعتکاف المسور لانه مقدر بالعشر  
الاخير حتى لو اعتکفه بلا صوم لم یصح او سفر ینبغی ان لا یصح عدا یمکن ان لا یصح عدا یمکن ان لا یصح عدا  
اقامة سنة الکفاية فی النامية (۳۳۳، ۳۵۰/۲) وعلى کل فیظهر من بحث امن التهام لزوم  
الاعتکاف الممسور بالشرع اما على قول غیره لیتقضى اليوم الذى الفسده لاستقلال کل يوم  
بصومه على ان الشروع ملزم کالتذکر وهو نذر العشر بلزمه کله متتابعاً

وفیه أيضاً (۳۵۰/۲) والحاصل ینبغی المفرد لئلا نذر اعتکاف يوم لومه فقط براه او لم یبصر وان  
سوى التلکة معه لزماده ولو بوى اعتکاف لیلته یصح ما لم یبصر بها اليوم قوله اعلم ان اللامی نامة  
للایام ای کل لیلۃ تنبع الیوم الذى بعدها

## (۱۵۵) متکلف کیلئے مسجد میں خیر لگانے کا ثبوت

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان، بخلاف من سئل بارے میں کہ رمضان میں آخری عشرے کے احکامات میں ایک بات  
تمام مسجدوں میں دینے میں آئی ہے کہ ہر مختلف پاروں کا ایک خیر یا ایک میسر و متذکر اپنے لئے جائز ہے اور نمازوں اور اپنے  
نہایت سے ماہ و اوقات و کثرت میں گزار دیتے، پوچھنا یہ تھا کہ "پاروں کا کوئی ثبوت بھی ہے" اور اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس سے  
نقائے میں کیا نفوت ہے؟ اور تمام آسان الفاظ میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مسلماً رمضان المبارک کے آخری عشرے کے احکامات میں ہر مختلف چاروں کا ایک خیر یا ایک میسر و متذکر۔

اپنے لئے نکالتا ہے اس کا ثبوت ہے۔ صحیح مسلم (۱/۳۷۱) میں روایت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احکامات کا ارادہ فرماتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنے اعتکاف کی بئر میں داخل ہو جاتے۔ جب انہوں نے رمضان المبارک کے آخری عشرے میں اعتکاف کا ارادہ فرمایا تو اپنے لئے ایک خیر مانے کا قسم دیا جو دنیا یا کیا۔ لہذا مسجد میں اعتکاف کیلئے خیر وغیرہ دیتا ہے۔ کتب معتبرہ میں ہے البتہ میں اس بات کا خیال ضرور رکھنا ہے کہ آئی جگہ نہ پھیری جائے یا پورے مہینے پر نہ لگائے جائیں۔ اگر جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو۔ اور جہاں تک من کی شرعی حیثیت کا تعلق ہے تو علمائے دین کو مستحب لکھا ہے یعنی اگر کسی نے خیر نہیں لگا یا تو اس کا اعتکاف بھی درست ہے۔ اور اس کے لگانے میں محنت یہ ہے کہ اعتکاف میں اصل مقصد یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو دنیا کے مشاغل سے فارغ کر کے اپنے نفس کو غسل بیکسوئی کے ساتھ اپنے نبی کے قول کے لئے کرے اور خیر وغیرہ لگانے میں یہ صورت بھری حق حاصل ہو سکتی ہے۔

لعافی شرح الکرمانی علی الصحیح البخاری (۱/۶۷۱ جز ۹) وحوالہ انفرادی المعتکف لنفسه موصفاً من المسجد بغيره به مدة اعتكافه ما لم يضيق على الناس وان العمل اذا لم يكر حاله انه تعانى لم يكر له قدر عند الله.

وفى مرقاة المفاتیح: (۵۲۹/۱): (اصلی المسجرح نہ دخل فی معتكفه) بصيغة المفعول ای مكان اعتكافه وتناول الحديث بانه لا يَدْخُلُ دَخْلَ الْمُعْتَكِفِ وَانْقَطَعَ وَتَخَلَّى سَبْعَ فَتَاهُ كَانَ فِي الْمَسْجِدِ يَتَخَلَّى عَنْ النَّاسِ فِي مَرَضٍ يَسْتَرِبُهُ عَنْ اعْيَانِ النَّاسِ كَمَا وَرَدَ أَنَّهُ اتَّجِدَ فِي الْمَسْجِدِ حَجَرَةً مِنْ حَصَرٍ.

وفى البحر الرائق (۵۳۱/۲) ومحاسنه كثيرة لان فيه تفرغ القلب عن امور الدنيا وتسلیم النفس الى المولى والنهوض بحسن حصن ولازمة بيت رب كريم فهو كمن احتاج الى عظيمه للازمة حتى قضى ما ربه فهو بلازم بيت ربه ليخبر له كذا فى الكافي. وفى الاختيار: وهو من اشرف الاعمال اذا كان عن اخلاص.

(۱۵۶) خواتم کیلئے مسجد میں اعتکاف میں بیٹھنا کیا مکروہ تنزیہی ہے؟ اس بارے

میں فقہاء کرام کا راجح قول کیا ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت مکمل جامع مسجد میں اعتکاف کر سکتی ہے۔ اس کے بارے میں کہہ کر یہ تنزیہی کا قول درست کیا جاتا ہے۔ (۲) اس کی کیا حیثیت ہے؟ (۳) اور یہ کہ مسجد و دار میں اس قول پر عمل کرنا کیا

سید (۶) نیز سفیرینِ عزت اپنی مساجد میں اکابر و عورتوں نے اختلاف کا اللہ سے بددوست فرماتے ہیں۔ اریہ یہ مسئلہ خواص و فقیہان سے تدبیر میں نہ کرنا چاہئے کہ جس حد تک ممکن ہو جائے۔

اجواب جامعاً و مفصلاً عورتوں کے مسجد میں آنے سے ایک مسئلہ کا شرعی انعقاد ہی متنازعہ رہی ہیں۔ نو اندر تک وہیں اللہ تعالیٰ نے ہر ماہِ احداث النساء لمسحہن المسجد کما صنعت ساء سی اسرائیل ابراہیم علیہما السلام (۱۲۰۱) عورتوں نے اپنی برائے سلیقہ میں علم کے بعد بددوستی شروع کر دی اس کو اپنی برائے سلیقہ علم و آرائی دیکھ کر میں نے کچھ لیتے تو عورتوں میں فتنہ میں آنے سے روک دیتے جیسا کہ فی اسرار میں عورتوں کو رکھا گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس بددوستی سے روکتی تھیں، جو کچھ ان قرآن کا روئے قاصد ہے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ ہمیں ان کی کافری عداوت کو جو کچھ سچا و سچا ہے وہاں سے روکتی ہیں۔ عداوت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کفر میں اس قدر ہے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا ہے۔ سو بددوستوں کو اس سے بہت خوف ہے۔ اب یہ حرف برائے افشاء ہے۔ یہی جملہ بول ہے ان کی کل توجہ یہ کہ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں دینی چاہئے۔ تاہم یہ تمام میں عورتوں کا مسجد میں اختلاف کے باب میں نہایت غلطی کا قول ہے کہ ان کے ہاں عداوت ہے۔ یہ ان کے ہاں اختلاف کے مسئلے کو بھی ان کے مسئلے پر قرار دیا جاتا ہے اس طرح عورتوں کا شرعاً مسجد میں آنے کو روکا جاتا ہے۔ یہی طرح اختلاف ہے کچھ مسجد میں نہ کر دیا جاتا ہے۔ ان کا جو شرعاً مسجد میں اختلاف کے مسئلے میں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اگر شرعی اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے۔ انہوں نے بھی عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرمایا ہے۔ اس نے علماء و ائمہ نے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا ہے۔ ان کے لئے یہ ایسا ہی ہے جیسے عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا جاتا ہے۔

لعالمی المساجد (۱۳۰۱) عن عمر بن عبد الرحمن انہما سمعت عائشة زوجہ النبی ﷺ تقول لو ان رسول اللہ ﷺ رآی ما أحدث النساء لمسحہن المسجد کما صنعت ساء سی اسرائیل قال ثقلت نعمرۃ النساء سی اسرائیل مع المسجد ثالث نعمہ اھ۔

وفي العدة الفقاری (۱۳۰۱) وقال ابن حجر من حلفه في قوله لا خير نزل ولا لالة على انه ليس ليص لا عندك في المسجد او معلوم انه ليس من ليص وقال بعينه و ليس عاقبہ بواضح قلت بلي هو واضح لانه اذا لم يكن من ليص يكون فعله غير من ليص غير الطاعة والركاب غير طاعة حرام و بمره من ذلك عدة اجزاء

وفي الملاحظ و (۱۳۰۱) قوله بمره في المسجد الا انه حانر ولا خلاف بين اصحاب و طاهر ماضى المساجد انما كثره و يسمى على قباہ عامر من ان المختار مسجدين من العرا ح هي التلوات كذا ان لا يترد في معي في لا عندك في المسجد

وفيہ ابصار (۱۳۰۱) وما في المد المسجدي بواضح ماہ حیث قال وفي الکتاب وغیرہ عالمی و ما



قالفتی به منع الکحل فی الکحل حتی فی الوعظ ونحوه (قوله لفساد الزمان ولذا قالت عائشة للنساء حلیہ) شکون البها من عمر لہیہ لہن عن الخروج الی المساجد لو علم النبی ﷺ ما علم عمر ما اذن.

## (۱۵۷) عورت کا اعتکاف کیلئے پورا کمرہ مختص کرنا اور دورانِ اعتکاف کھانا پکانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بڑی بہن اور اس سال اعتکاف میں بیٹھنا چاہتی ہیں، انہوں نے معلوم کروایا ہے کہ میں جس کمرے میں نماز پڑھتی ہوں اس پر سے کمرے کو اعتکاف کی جگہ کیلئے مختص کر سکتی ہوں؟ اور دورانِ اعتکاف اگر کھانا پکانا چاہوں تو آپا کھتی ہوں؟ میرے گھر میں سوائے میرے دو بچوں کے اور کوئی نہیں ہوتا، شوہر بیوی پر ہوتے ہیں۔ برائے میری جلد جواب دیجئے گا۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ گھر میں جو جگہ نماز کیلئے مختص ہو، عورت اسی جگہ میں اعتکاف کیلئے بیٹھ سکتی ہے۔ اگر کوئی جگہ نماز کیلئے مختص نہ ہو تو پہلے ایک جگہ کو مختص کر، ضروری ہے ورنہ اس کے بغیر اعتکاف میں، عورت کیلئے بیٹھنا جائز نہیں ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر پورا کمرہ نماز کیلئے مختص ہے تو اس میں اعتکاف درست ہے اور اگر کمرہ نماز کیلئے مختص نہیں ہے تو پہلے پورے کمرے کو نماز کیلئے مختص کریں جب اس میں اعتکاف درست ہوگا۔ رہا دورانِ اعتکاف کھانا پکانے کا حکم تو گھر میں اگر اور کوئی نہ ہو جو کھانا پکانا سکے تو ضرورت کی وجہ سے اپنے اعتکاف کی جگہ میں ہی کھانا پکا سکتی ہیں۔

لسا فی الہدایۃ (۲۱۱) والمرأة تعتکف فی مسجد بیتھا اذا اعتکفت فی مسجد بیتھا فتلک البقعة فی حقھا کمسجد الجماعة فی حق الرجل لانخرج منه اللاحاجة الانسان کذا فی شرح المصنوع للإمام السرخسی۔ ولو لم یکن فی بیتھا مسجد تجعل موضعاً منه مسجداً فتعتکف فیہ کذا فی الزاہدی۔ (وفی الصفحة ۲۱۲) ولو شرط وقت النذر والالتزام ان یخرج الی عبادۃ السربض وصلوۃ الجنائز وحضور مجلس العلم یحوز لہ ذلک کذا فی التارخانیۃ ناقلان عن الحجة۔ هذا کذا فی الاعتکاف الواجب اما فی الفل فلا بأس بان یخرج بعدو وغیرہ فی طاهر البرایۃ۔ وفی التحفة لا بأس بان یعود المريض وبشہد الجنائز کذا فی شرح النفاۃ للشیخ ابی المکارم۔ وفی الدر المختار (۲/۳۱۱)۔ (او) لست (امراً فی مسجد بیتھا) وبکرہ فی المسجد، ولا یصح فی غیر موضع صلاحیہا من بیتھا کما اذا لم یکن فیہ مسجد ولا تخرج من بیتھا اذا اعتکفت فیہ۔

وفی الشامیۃ تحته: (قوله فی مسجد بیتھا) وهو المعد لصلاحیہا الذی یندب لہا ولکل احد اتخاذه کما فی البزازیۃ نہر۔ (قوله کما اذا لم یکن فیہ مسجد) ای مسجد بیت وینبغی الہ لو اعدتہ للصلاۃ عند ارادۃ الاعتکاف ان یصح۔

وہیہ (بصاً ۴/۳۳۴)، وحریم غیبہ، ای علی المعتقد اعتکافاً واجباً اما الفل فلہ الخروج لانه معہ  
لہ لا مطلق کسافر (الخروج الانحاجۃ الانسان) طبعیہ کول وحنظ وغسل لو احتلم ولا یسکنہ  
الاعتساف فی المسجد کذا فی النہر

وہی الشامیہ تحتہ: وقولہ حریم الح، لانه ابطال للعبادۃ وهو حریم لقولہ تعالیٰ: ولا یبطلوا اعمالکم۔  
بدائع (قولہ اما الفل) ای الشامیہ للمسئۃ المؤکدۃ ح

رابعہ (بصاً ۲/۳۳۸) وہی الشامیہ حسانیۃ عن المحجۃ لوشروط وقت النہر ان یخرج للعبادۃ مریض  
وحلوۃ حارۃ وحضور مجلس علم ح: ذلک للمحفظ

وہی الشامیہ تحتہ: (قولہ جائز ذلک) قلت: یشیر الیہ قولہ فی الہدایۃ وغیرہا عند قولہ ولا یخرج  
الانحاجۃ الانسان لانه معلوم وقوعہا فلا یمنع الخروج فیصیر مستی امر والعاصی ان ما یغلب  
ونوعہ یصیر مستی حکماً وان لم یسنرطہ وما لا فلا الا اذا شرطہ۔

## (۱۵۸) حالت اعتکاف میں عورت کیلئے تحریر پکانے کا حکم

سوال محمد زکریا بن ابی حضرت مفتی صاحب از: اشفت بزرگانہ میرے درج ذیل سوالوں کا جواب غایت فرما کر سنون فرمائیں۔

۱۔ کیا عورت عہدہ لوی کیلئے تحریر پکائی ہے، لہذا وہ دوسرا سوچوں ہو، اگر نہیں تو پھر عورت اعتکاف کیسے کرے؟

۲۔ یا مختلف عورت اپنے اہل نہ کے ساتھ عہدہ افتادہ ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ اہل خانہ کیلئے عہدہ افتادہ کی اور کس وقت کی ہے؟

الجواب: ہمداد واصلیاً: صورت مسئلہ کے تحت سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ عورت کے اعتکاف کا طریقہ یہ ہے کہ گھر میں جس جگہ نماز پڑھتی  
ہو اس جگہ کسی اور جگہ کو اعتکاف کیلئے مخصوص کرے۔ سوائے ضروری حاجات (چوشاب، پانچ، غسل، جنابت) کے علاوہ اپنی جگہ سے  
بہرہ نہ لے۔ جب حاجت کیلئے نکلے تو حاجت پوری کر لے۔ بعد فراموشی اپنی جگہ واپس آجائے۔

دوران اعتکاف قرآن مجید کی تلاوت، ذکر و تسبیح و نوافل وغیرہ جیسے مشاغل میں مصروف رہے۔ بلا ضرورت بات چیت سے احتراز  
کرے۔ نہ کھانا، نہ پانی، نہ اعتکاف کی جگہ میں آئے۔ ضروری حاجات کے علاوہ نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے۔ اسی طرح عورت  
سے ایسا ہوا ساری شرواں ہونے سے اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔

ہن صورت مسئلہ میں آپ اپنے گھر والوں کیلئے اپنے اعتکاف کی جگہ سے نکل کر تحریر وغیرہ نہیں پکائیں، اور نہ ہی باہر نکل کر تحریر والوں  
کے ساتھ تحریر و افتادہ کر لیں۔ بات چیت بہ وقت کی جائیگی ہے مگر بلا ضرورت تفصیلی بات چیت سے احتراز کرتے ہوئے اہم  
تفتش کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لصافی الہدیۃ (۲۱۱/۱) والمرأة تعتكف في مسجد بينها اذا اعتكفت في مسجد بينها. فتعكف البقعة في حقها كمسجد الجماعة في حق الرجال. لانخرج منه الحاجة الانسان كذا في شرح المصنوع. لہا ان تعتكف في غير موضع صلاتها من بينها اذا اعتكفت فيه كذا في التبيين. منها الصوم وهو شرط الواجب منه۔ (ص ۲۱۳) ویلازم النلاوة والحديث والعلم وتدریسہ وسیر الیسی والابناء علیہم السلام و اخبار الصالحین۔ ولا یأس ان يتحدث بما لا یم فیہ كذا فی شرح الطحاوی۔

### (۱۵۹) نظر شہوت سے انزال کی صورت میں اعتکاف کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اس رمضان میں میں اپنے تین دوستوں کے ساتھ مل کر اعتکاف میں بیٹھا تھا، وقت اچھا گزر رہا تھا، اعمال میں بھی جزا تھا میرے ایک دوست کے پاس کیم سے والا موہاں تھا، اس میں بعض شہوت انگیز تصاویر بھی تھیں۔ ایک دن مجھ پر شیطانی حالت طاری ہو گئی اور میں اس سے موہاں لے کر تہائی میں ان تصاویر کو دیکھنے لگا۔ اور ان تصاویر کو دیکھنے سے مجھے انزال ہو گیا، بعد میں اور ابھی بھی مجھے بہت افسوس ہے خوب توبہ واستغفار بھی کر لیا۔ اب مجھے آپ اتنا بتا دیں کہ ان طرح کرنے سے میرے اعتکاف پر تو کوئی اثر نہیں پڑا؟ مجھے اس اعتکاف کی قضاء تو نہیں کرنا پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ حالت اعتکاف میں اس طرح کے فعل کا ارتکاب حرام اور سخت گناہ ہے البتہ یہ فعل مستند اعتکاف نہیں ہے، لہذا صورت مسئلہ میں اعتکاف کی قضاء نہیں کرنا پڑے گی۔

لصافی سنن أبي داود (۳۳۵/۱) عن عائشة رضى الله عنها انها قالت: السنة على المعتكف ان لا يعود مريضاً ولا يشهد جنازة ولا يصوم امرأة ولا يباشرها ولا يخرج لحاجة الا لما لا بد منه ولا اعتكاف الا بصوم ولا اعتكاف الا في مسجد جامع وفي الدر المختار (۴/۳۵۰): ولا يبطل بالانزال بفكر او نظر۔

وهي الفقه الاسلامي (۳/۷۷۷) اما لو أمتى بالتفكير او بالنظر او باشر ولم ينزل، فلا يفسد اعتكافه عند الجمهور لانها مباشرة لا تفسد صوماً ولا حجا فلم تفسد الاعتكاف كالمباشرة لغیر شهوة۔

### (۱۶۰) دولڑنے والوں کو چھڑوانے کیلئے بھول کر معتکف کا مسجد سے باہر نکلنا

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اعتکاف میں تھا ایک دن باہر لڑائی شروع ہو گئی اس نے جب دیکھا تو اس کو اعتکاف پانچیس راجل دی سے مسجد سے باہر ان کو چھڑوانے کیلئے پہنچ گیا تو اس شخص کے اعتکاف کا کیا حکم ہوگا؟

الوجوب طاهر و معلیاً صورت منہ میں نہ کسی کا اعتکاف ناسد ہو گیا اور اس کا یہ اعتکاف الاکوف علی ہے یا نہ؟ اور کیا اعتکاف منہ میں ایسا ہے کہ اس سے قیاساً نہ ہو۔

لہذا فی حلایۃ الفارسی، ۱۰۶۷، ولا یخرج المعتکف من المسجد لاجل الحاجة لا لزمه شرعیة کالمجمعة او لاجل الحاجة طبیعیۃ کالتول والعاط۔ ولو خرج المعتکف من المسجد بعد عذر ساعة بطل اعتکافہ وعدهما لا یصل حتی یبکوا اکثر من نصف يوم واعداً ۶۹ بولو خرج بعد علی هذا الخلاف ومن الاعذار النسر من الایام لا یقیم اذا کان الحرج بعذر ومن الاعذار انهدم المسجد او امر به سلطان کرہاً او انحرجه التحريم۔ لصد اعتکافہ فی قول ابی حنیفۃ قال الامام السرخسی وقولہما یسر علی الصلبي۔ ولو خرج المعتکف بعد عذر ناصباً قد اعتکافہ اذا کان ساعة او نصف يوم عدہما وفي البدو المختار (۴/۵۴۷)۔ (ولو خرج) ولو قسماً (ساعة) زمانیۃ لا زعمیۃ کدائم ولا عذر لصد (۱) ان خرج معتکف بعلب وقبوعه وهو ما مر لا غیر ولا یفسد وانما ما لا یفلت کاجزاء عربی وانهدم مسجد فمسطح للام لا للظلال والا لکان السیاح اولی بدم الفداء کد حقہ الکمال ولی التامۃ تحتہ۔ (قوله وهو ما مر) ای من الحاجۃ الطبیعیۃ والشرعیۃ وفي البدو المختار (۴/۳۳۳)۔ او حرجہ علیہ ای علی المعتکف اعتکافاً واحداً انما العمل فله الحرج وفي الشامۃ تحتہ۔ (قوله وحره) ای لا یبطل للعبادة وهو حریم لثبوتہ تعالی۔ ولا یظنوا اعتکافکم مداع وقوله وانما العمل ای الشامل للسنۃ الخ فکذا ح قلت قدعما ما یبعد اشراط الصوم لہا ساء علی ایھا مقترنۃ بالعشر الاخیر ومضاد التقدير ایھا للزوم بالشروع تامل ثم رايت المحقق ابن البیاض قال ومقتضى الظن ان یخرج فی الصور اعنی العشر الاخر بیه ثم افہد ان یحب حبسہ نہ تحریراً علی قول ابی یوسف فی الشروع فی بطل الصلاة نواو یا اربعہ لا علی قولہما ادری سلمہ قضاء العشر کذلک لو اتمد بعضہ کما یلزم قضاء اربع نواو فی نفل ثم افسد الثلث الاول عند ابی یوسف۔ لکن صحیح فی الحلاۃ انہ لا یقضی لار کعتین کقولہما۔ فظہر من بحث ان التمسار لزوم الاعتکاف المسنون بالشروع وان لزوم قضاء جمیعہ او بانیہ معین علی قول ابی یوسف اما علی قول غیرہ فبعضی الیوم المدی لاسفلان کل یوم نصف

(۱۶۱) اعتکاف والی عورت اگر جائز ہو جائے تو کیا کرے؟

سوال۔ کیا نماز میں نماز اربعہ متینین کے ان مسئلہ کے تحت میں کوئی عورت کو دو رمضان کے مشرور میں اور ان اعتکاف

نہیں آئے تھے تو اسے لیا حکم ہے؟ آری اس کا اذکار باقی ہے؟ اگر اذکار باقی نہیں رہا تو اس کی آیت کی کیا صورت ہوگی؟ اور بعد از نماز میں آیا بعد اسے والے اور رمضان میں قرآن و سنت کی، فحش میں داخل عمل نہ نہیں۔

الجواب حامداً و مدافعاً: چنانچہ آیت کی وجہ سے اذکار کا بعد پڑھا ہے اور اس کی قضا لازم ہے۔ نیز صورت مسئلہ میں کہ "خبر سے زیادہ مضامین کے اچھے مضامین و مران اذکار کے چنانچہ آیت کے لئے اس میں سے اس صورت کا اذکار کا بعد پڑھے گا اور اذکار کے بعد پڑھے گا۔" اذکار کی قضا کرنا لازم ہوگی اور قضا اس وقت کرے گی جب وہ مانہ لینی ہے نہ وہ وہ ہے۔ اور یہ طریقہ اس دن روز و جمعہ نماز و روزہ و قضا کرے وقت، روز و جمعہ نماز لازم ہے۔

لجالی مدافع المصائب (۳-۳) وگو حاجت المراد فی حال الاعتکاف بعد اعتکافها، لان الحیث

یجائی احیاء الاعتکاف بعد قضاها الصور و لہذا صنعت من اعتقاد الاعتکاف لمتنع من البقاء،

و فی الشامیہ: (۴۳۰۰) و عقی کے مظهر میں بحث اس الہام لروم الاعتکاف المسمون بالشروع

اما قول غیرہ فی بعض المود الذی فیہ لا استعمال کل یوم بتبعہ الحج



# ﴿کتاب الحج﴾

(حج و عمرہ کے مسائل کا بیان)





## ﴿فصل فی فرضیۃ الحج وشرائطہ وارکانہ﴾

(حج کی فرضیت، شرائط اور ارکان سے متعلق مسائل کا بیان)

### (۱) حج کب فرض ہوگا؟

سوال کیا فرماتے ہیں امامائے کرام و مفتیان عظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک غریب انسان ہوں، تمیں پیچید ہیں۔ ایک شادی کے لائق ہے۔ میرے پاس ایک ہندو زلیخہ اور اس کے ہمساوار ہیں تو کیا مجھ پر حج فرض ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً صورت مسئلہ میں آپ پر حج فرض نہیں۔ البتہ مذکورہ مال کے علاوہ خرچ کا متوسط خرچہ اور مدت سفر میں اتنی و محال سے بخر جات کے عمل مال ہو تو حج واجب لازم ہو جائے گا۔

لسان الہندیہ (۱: ۲۱۰)۔ وتفسیر ملک الزاد والراحۃ ان یکون له مال فاضل عن حاجتہ وهو ما سوی مسکنہ ولبسہ وخدمۃ وثلاث بیت قدر ما یبلغہ الی مکۃ ذاہداً وجانیاً  
وعنی المشافہۃ (۳: ۵۹)۔ اقولہ دی زاد وراحۃ، افراد امہ واجب الایام ملک المراء و ملک احرہ  
انہ راحۃ الا بعب بالاباۃ أو العاریۃ

### (۲) استطاعت حج کی تعریف

سوال کیا فرماتے ہیں امامائے کرام و مفتیان عظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ حج کی فرضیت کیلئے آدمی کے پاس کتنی رقم ہونی چاہئے؟  
الجواب اگر رقم نقد موجود نہ ہو بلکہ جائیداد یا سامان تجارت و کسی پر فرض کی صورت میں ہو تو کیا اس پر بھی حج فرض ہو جاتا ہے؟  
بعض کے ہاں کہ فرق مراحل میں ہو یعنی ان وقت نہ ہو کہ نہیں جائیداد یا سامان حج پر اخذ کر سکے اس صورت میں یا نہ چاہئے؟  
الجواب حامداً ومصلحاً اگر کسی شخص کے پاس اتنی بچت حاصل ہو کہ وہ مال و عیال کے نفقہ اور اس کے مقروض ہو تو اس شخص کے علاوہ  
اجی رقم جو حج کے تمام اخراجات لینے کافی ہو یا نہ رقم توں ہو نہیں سکتی نہ وہ اپنی سے زائد مال یا عیال یا اس تجارت ہو سکے نہ وقت  
اسے حج کے اخراجات کے بقدر رقم حاصل ہو جائے تو دونوں صورتوں میں وہ شخص استطاعت سے محروم ہے اور اس پر حج فرض  
نہ ہوگا۔ و استطاعت کا ماحول یہ کہ اس وقت ضروری ہے جب اسے شہر سے لوگ حج پر جاسکی یا نہ ہو۔ یہ ہوں اسکی صورت آہل  
یہ کہ حج لینے میں اس وقت دشواری نہیں کی جاتی ہیں اس وقت کوئی شخص استطاعت ہوگا تو نہ حج فرض ہوگا یا نہ

انراں وقت و ٹائم سب استطاعت نہیں ہیں بعد میں الشرح کے دوران میں دو فرض صلیب استطاعت ہو گیا تو اس میں نہ اس  
ہو گیا کہ انراں سال و دن کے لئے نہ ہو گا تو نہ اس لئے اپنے لئے نہ ہو گا۔

لصالحی العناية علی هاتش النهج (۲۸۲۱): ومن شرط الاستطاعة وهي ان يملك المال المصلا عن  
ملكه وفرشه ونصاب سده وقربه وسلاحه ونفقة عياله واولاده الصغار مدة ذهابه وايامه وان يكتفي  
ذلك المصاقل للزاد والراحلة وغال بعض العلماء ان كان الرجل منحر يعيشر بالندحارة فملك  
حالا مفدا حاليه ماله من امواله من احسن له ذهابه وايامه ونفقة عياله واولاده من وقت رجوعه يبقى له  
معدرجوعه ونس مال النحره التي كان منحر بها كان عليه الحج والاداء.

### (۳) حج کیلئے استطاعت کی تفصیل

سوال: اگر نماز میں غائب ہو جائے تو اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں حج کے واسطے میں ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا ہوں اس  
میں وجوب حج کیلئے استطاعت کا بیان ہے۔ کیا یہ ہے اور استطاعت سے مراد کیا ہے؟ کیا جب قافلے تک نہیں آتے تو اس وقت  
تو یہ نہیں ہے تو حج استطاعت سے مراد اور نماز میں کیا ہوگا؟

الجواب: حامداً ومصلحاً۔ حسبہ کسی آدمی کے پاس حج کا فرض اور مدت حج میں اہل مال کا فرض ہو اور دیگر شرائط بھی پائی جائیں تو ان میں  
وجوب ہوجو ہے البتہ وجوب اداء اشرف میں ہوتا ہے بلکہ اشرف حج سے پہلے عرفہ عام کے مطابق حج کی تیاری لازم ہے۔ قدرہ نماز میں  
پہنڈ قافلوں کے نکلنے کے وقت سے چار روزہ تک، نے اس کا قلم فرمایا اب جو قافلوں کے نکلنے سے پہلے قانونی اذاریاں ہیں  
ہوتی ہیں انہیں اس وقت سے اس زمانہ میں اس وقت عام کے مطابق حج کی تیاری کریں گے اس وقت سے پہلے چار روزہ کی ادب  
ہوتی اور وہ قافلوں کے حج کرنا ہے۔ اس وقت سے اس اب عرفہ میں بھی حج کی تیاری کا وقت ہے تو اس کا اعتبار ہوگا۔ اس کے بعد یہ  
یہ وقت اور نماز میں حج کرنا اور اس مال میں بھی ہوگا۔

نصاحی الشافعی ۱۵۵۸: ۲ الاول شرط الوجوب وهي ان يملك اذا وجدت انماها وحسب الحج والا  
فلا وهي سعة الاسلام والعلم بالوجوب لمن في دار العرب والبلوغ والعقل والحرية والاستطاعة  
والوقت اي القدرة في أشهر الحج أو وقت خروج أهل بلده على ما ياتي

وفي الدر المنثور ۱۳۶۵: ۲ والعصره لوجه بها اي العدة المأبغة من سفرها وقت خروج أهل بلدها  
وكذا سائر الشروط بحر. وفي انتباهية اي يعتبر وجوده في ذلك الوقت. ذكر صاحب اللباب  
في مسكه الكبير ان من الشروط ان يكون السبر وهو ان يبقى وقت بمكنه الذهاب فيه الى الحج على  
السبر المعتمد فان احتاج الى ان يقطع كل يوم أو في بعض الايام أكثر من مرة لاجب الحج.

و ذکر شارح اللباب ان مہلجا بمنہ من اداء الذکوات لی اوقفتها

### (۴) ایام حج میں استطاعت رکھنے والے پر حج کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حاکم اس مسئلہ کے بارے میں کہ صرب پاس شوال المکرم کے، غریب الاکثر و پونے سے اور بحرے شروس میں قحط ہو گئے تو کیا میرے ایر حج فرض ہے اور نہ کرنے کی صورت میں تہرجا، ہوں گا، نہیں؟

الجواب حامداً و موصلیاً: اگر کسی کے پاس حج کے سببوں "شول" اور اقتصاد و ذوالعجز میں اتنی رقم آجائے جس سے حج کر سکتا ہو، اور نہ ہی حج نہ کر سکتا ہو، اس پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ اور اس کو دو رقم دوسری جگہ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ اور حج میں جانا ضروری ہے، اگر کوئی یا دو ایر حج فرض ہوئے کہ نہ جائے تو تہرجا ہوگا۔ نیز صورت مسئول میں جس وقت حکومت کی طرف سے حج نہ کرنا منع ہوئے ہیں اور قید اندازی ہوئی ہے اگر اس وقت یہ قحطی، جب تہرجا فرض ہوگا اور اگر اس کے بعد ہی تہرجا فرض نہیں ہوگا۔

لما فی الہمدیہ (۱/۶۱): وهو فرض علی الفرد وهو الاصح فلا یباح له التأخیر بعد الامکان الی العادۃ الثانی: فاذا احرم و ذی بعد ذلک وقع اداء

وفی التامیہ (۲/۵۵۲) ان وجوبہ علی الثور للاحتیاط فان فی تأخیرہ تعریضاً للضرر

وفی التامیہ (۲/۵۵۸) فسر و ط الوجوب وہی النیۃ والحدیث بتعاملاً وجب الحج والا فلا وہی

سعة الاسلام والعلم بالوجوب لمن فی دار الحرب والبلوغ والعقل والعربة والاستطاعة والوقت

ای القدوة فی الشہر الحج الوفی وقت خروج اہل بلدد۔

### (۵) فرضیت حج درخواست داخلہ کے وقت ہو جاتا ہے یا اشہر حج سے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حاکم اس مسئلہ کے بارے میں کہ آئین کل حج کی درخواست داخلہ کے وقت فرضیت حج باقوتی یا جام ہے یعنی داخلے کا وقت ہوئے ہی فرضیت حج ہو جاتا ہے، دوسرے نقلوں میں یوں سمجھیں کہ آئین کل فرضیت حج درخواست داخلہ کے وقت ہو جاتا ہے، اور تہرجا خیال میں داخلہ کے وقت کی حیثیت لفظ اتنی ہے کہ اس میں حصول داخلہ ہو سکتا ہے، اور صاحب استطاعت کیسے اس وقت میں حصول داخلہ کیلئے کوشش کرنا شرعاً ہے، اور داخلہ کے وقت میں فرضیت حج ماننے سے کیا یہ اشکالات جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں درست ہیں یا نہیں۔ برائے میری تمام اشکالات کا مکمل مدلل جواب عطا فرمائیں۔ اور اگر یہ اشکالات صحیح نہیں ہیں تو ان کی عدم صحت کو مدلل بیان فرمائیں۔ اور حج کی فرضیت کی شرائط اور اس کی شرائط کے اعتبار سے بات مدلل اور واضح فرمائیں۔ سوال عدد ۳۶۱ کافی حوصلہ سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا ہے، اس مسئلہ کا نام آپ کو بھی فتویٰ دیں اس کو مدلل اور واضح فرمائیں تاکہ گھٹان و پوچھائی دور ہو اور آپ خدا تعالیٰ کا اجر ہوں۔



پرانے زمانے کی روایتی قبل از اشراج فرضہ حج کی ادائیگی کیلئے سبب تام تھا اور آج کی درخواست اشراج سے پہلے سبب قیاس ہے کیونکہ بعض حضرات کی درخواستیں دو تین سال تک نامنظور رہتی رہتی ہیں پھر بیٹے فقیر ہو جاتے ہیں اور بیٹے فوت ہو جاتے ہیں اور بیٹے فوت ہو جاتے ہیں اس وقت بھی جس گھر اس زمانے میں تاخیر ادائیگی فریضہ کیلئے رکاوٹ بن جاتی ہے۔ لہذا اس وجہ سے پرانے زمانے میں قبل از اشراج کی روایتی میں فرضیت معتبر تھی اور آج کی فرضیت محل نظر ہے۔

بہر حال آپ اگر اس زمانے میں بھی فرضیت کے قائل ہیں تو شرعی دلیل سے اپنے موقف کو ضرور بینین اور میر بین فرمائیں خاص کر مقیمین علیہ اوقاف قیاس کو۔ تاکہ ہمارا غلجوان اور پریشانی دور ہو، اور آپ عند اللہ ماجر ہوں۔

الجواب عائد مصلیٰ حج کے مذکور مسائل کو سمجھنے سے پہلے چند اہم باتوں کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔  
(۱)۔ سب سے اہم اس بات کو سمجھنا کہ حج کا سبب کیا چیز ہے؟ حج کا سبب بیت اللہ ہے۔

للمصافی الشامیہ (۴/۳۵۵): لان سبب الیبت بدلیل الاضافۃ فی قولہ تعالیٰ ولہ علی الناس حج الیبت من استطاع۔ فان الاصل اضافۃ الاحکام الی اسبابہا کما تقرر فی الاصول ولا ینکرر الواجب اذا لم ینکرر سببہ

(۲)۔ حج کے وجوب کیلئے دو قسم کی شرائط ہیں۔

شرائط اداء۔۔۔ یہ شرائط جب شرائط وجوب کے ساتھ متحقق ہو جائیں تو پھر حج ادا کرنا لازم ہے اور اگر ان شرائط اداء میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو حج بدل کرنا یا حج کی وصیت کرنا لازم ہے۔ شرائط ادا تین ہیں: احرام، مکان، زمان۔

شرائط وجوب۔۔۔ یہ شرائط جب پورے طور پر ثابت ہو جائیں تو حج فرض ہو جائے گا ان شرائط وجوب میں سے ایک شرط وجوب وقت بھی ہے۔ وقت تو اشراج ہی ہے البتہ جو لوگ دور دراز ممالک میں رہتے ہیں ان کے لئے قافلوں کے نکلنے کا وقت ہے اور آج کل درخواستوں کے منع ہونے کا وقت ہے کیونکہ وجوب اور ادائیگی دونوں ایک وقت میں ہوں یہ ذرا مشکل بات ہے خاص کر ان لوگوں کیلئے جو دور دراز ممالک میں رہنے والے ہیں کیونکہ ان کو تو قافلوں کے نکلنے کے وقت لگانا ہو گا یاں جو قریب ہے وہ تو ایک ہفتہ پہلے بھی حج کیلئے جا سکتا ہے اور حج ادا کر سکتا ہے۔

للمصافی فتاویٰ التاتاری حاتیہ (۲/۳۶۹): اما شرطہ فوعان، شرائط الاداء، وشرائط الوجوب شرائط الاداء ثلاثۃ الاحرام، والسکون هو البقعة المعظمة والزمان وهو اشهر الحج فلا يجوز شی من العالیا۔ قبل اشهر الحج

وشرائط وجوبہ خمس، الاستطاعۃ۔۔۔ قال ابو حنیفۃ فی ظاہر الروایۃ تفسیرھا سلامة البدن

وفی الشامیہ (۲/۳۵۸): شروط الاداء: وہی النی ان وجدت بتامہا مع شروط الوجوب وجوب اداءہ بنفسہ وان فقد بعضها مع تحقق شروط الوجوب فلا یجب الاداء بل علیہ الاحجاج او

الأيام عند انعمت

سيرة الطيحيوت: وهي التي اذا به خلت سماتها وحل الملح والافلا

المصالح: أي في ركن خروج أهل البلد

وفي القران الكريم ان عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: والله علي الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا

وفي الخلاصة (م. ا. ش. د) قيل: ما يحجب الله عن البصير فالمراد بالبر حلف

وليس روح الصالحين إلا أن يفتح لهم أبواب الجنات، ويخرجهم منها على ما هم فيها وهم لا يخافون شيئا.

بوقتہ وقت ماسکے واعمالہ۔ غیر کچھ

(۱)۔ ایشیائی سے پہلے کی قرینیت کا عالمی ہونا اسلامِ قدس کے قورے کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اسلامِ قدس میں ایشیائی کوشرکار اور تواریک یا  
بے ارکان جی کی الگ الگئی اس سے پہلے نہیں ہو سکتی کہ درووب ترار نہیں دیا اور اسی حیثیت سے جی کو لہذا درووب کے مشابہ قرار دیا یا  
بے نظریں پر تو وقت نماز اور درووب کی الگ الگئی ایسے جب بھی ہے اور شرکار بھی اس لئے نماز اور درووب کی قرینیت وقت سے پہلے نہیں  
ہو سکتی یا تو سبب ہی تھوئے سبب پر جہ نہیں۔ خداوند جی کے کہ وقت جی کی الگ الگئی ایسے شرکار ہے جب نہیں سے صیسا شرارت نماز  
وقت یا نماز سے خداوند جی کا سبب ثبوت اللہ سے پہلے جی کی قرینیت وقت سے پہلے ہو سکتی ہے۔

وفي سورة الاسراء ٢٣: «ما كان لكم ان تقوموا للحبلى وشرعنا للاداء وما للوحوب كفو»

المحمود      رتخنيو الحب غنى الحب لا يحدز اصلاً      هو يكون معياراً له وسالو جومه

كنهية: المضى      ولا فرق بينه وبين القسم الاول الا يكون الا نزل ظرفا وهذا معار

وفي الخلاصة ليس ١٠-٣٢٦، وفيما لا نهائي الحجج أشهر معطوفات لا يقتضي الاكوار المحج

راز گاہد موقوفہ بھی درون سیر نقشہ

وفي الحسامي (١٩٦٣: ١١) الموقف بوقت مشكل توسعه وهو النحر ورفقه منظر

المصحح فإنه هي عابس المطور في وقت انه قد

في أصول الدين وفروعه عشر وعده بأسباب جعلها الشرع أسباب لها كالإحراج بالبيت والعبادة ما انتهر  
والصنعة ما فيها

كذلك الحج مألوف متعلق وحيثه دليل لأن سب وجوب الحج اليه لأنه يضاد التي ليست في  
النسب فالله تعالى، وقد عني الناس حج البيت والأصالة دليل السببة كما سرف. وأما الوقت  
فمنه طهور وإدعاء وليس يك لأنه لا يضاد اليه.

النسوة منهن وحيوه التي لنجد من لانه يضاف اليه ويكرر تكريره ويصح الإدعاء بعد دخول

النہر لا یقبلہ

والصلوة متعلق وحوہا ساوقاتہ فیکون اوقات الصلوة سببا لوجوبہا لان الصلوة تصاہبہ الیہا  
ویشکرہ یشکرہا ولا یصح قبلہا ونصح بدعولہا.

{ ۱۲۰ } نورالینس میں حج کی فرضیت کی شراکت میں جو وقت ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد پورا وقت ادا ہے جو کہ وغیرہ حج ہے یا اس سے  
مراد وقت واجب ہے جو کہ باختلاف بعدان مختلف ہوتا ہے تاہم میرا کہنا یہ غلط آن علی مرتبی الغلات شرح نورالینس میں اس کی تصریح  
ہو چکی ہے۔ اور پھر قرآنی کا مقتضی اگرچہ ادا ہو یہ ان پر تاہم میرا کہنا حکام افتراء میں حرام رہا میں نے اس کی تصریح تو فرمائی ہے نہ کہ  
شرعاً واجب نہ۔

لما فی حاشیۃ الطحطاوی علی مرآۃ الفلاح (ج ۲ ص ۷۷): قوله والوقت ای وقت الطواف والوقوف  
و یحصل ان المراد الوقت الذی یحصل فیہ الحج وهو یختلف باختلاف البلدان.

وهی احکام القرآن للحجصاص. اعلیٰ هذا یمکن معنی قوله. الحج اشہر معلومات ان الفاعل فی اشہر  
الحج المعلومات.

{ ۱۲۱ } (د. م. س) حج پینے والے کی صورت میں نیکے میں جو طے تھی کہ اگر کوئی تاخیر کرے تو حج فیت ہو جائے اس لئے کہ بضرورت طے کے حج کرنا  
بہت ساری طرح مشکل قرار دیا گیا ہے اور درخواستوں کے منع کر دینے کے وقت پائی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص درخواست منع کروانے  
کا کرے تو حج کے وقت ہونے کا خطرہ ہے لہذا تاخیر کے نکلنے کے وقت کہ جس میں حج ہوا اور انکار ہو گیا تو اس کے حج  
کرنے کے وقت وہ شخص بیکار رہتا ہے اور انکار بھی وہی طے سہتر ہے اور سال کا یہ کیا کہ اسے اسباب بدل گئے تو قیاس درست  
نہیں ہے تو سال کا یہ کیا درست نہیں ہے کیونکہ شریعت میں احکام کا دار دار و مسائل پر نہیں ہوتا بلکہ قیاس کرتے وقت طے کو دیکھا جائے  
نہ کہ اس کے طے کیسے وہ شخص وغیرہ میں ایک ہو تو قیاس درست ہے۔

و فی الشاہد (۲/ ۶۵۴ م) وقت خروج اہل بلدھائی ثابۃ وقت خروج اہل بلدھا ولم یقبل اشہر  
الحج لعدہ الصافد کذا سائر الشروط ای بعض و حودھا فی ذلک الوقت.

{ ۱۲۱ } جیسا کہ شروع میں بیان ہوا کہ حج کا سبب بیت اللہ ہے اور حج سے وجوب کیلئے دو قسم کی شرائط ہیں وجوب ادا کی شرائط انہیں  
وجوب کی شرائط وجوب ادا کی شرائط میں زمانہ یعنی اشرف اور افعال حج کا اور کرنا وغیرہ سے پہلے جائز نہیں۔ جس وجوب کی شرائط انہیں  
سے استقامت ہے اس کا حق اشرف سے پہلے بھی ہو سکتا ہے۔ درخواست جمع ہونے کے وقت صاحب استطاعت ہو یا ضروری ہے اس  
آخر کوئی شخص اس وقت صاحب استطاعت قرار دے اور درخواست جمع نہیں کر دیتی اور درخواست جمع کر دیتی لیکن منظور نہیں ہوتی تو اس وجہ سے اس  
شخص سے حج کی فرضیت ساقط نہیں ہوگی بلکہ حج کرنا اس کے لازم ہے۔

و فی الصلۃ الاسلامی (۳/ ۲۸۴ م) ثم ان شرط وجوب الحج من المراد والراحۃ وغیر ذلک

بعبر و حرمہا وقت خروج اہل بلد فان جاء وقت الخروج والعال فی بدہ فلیس لہ ان یصر قدامہ  
عبرہ

وفی الشامیہ (۴۵۶)۔ ولید خروج اہل بلدہا و کذا سائر الشروط قوله وقت ای ناسخ وقت  
خروج اہل بلدہا ولو قبل اشہر الحج لعد المسافہ قوله و کذا سائر الشروط ای بعبر وجودہا فی  
ذلک الوقت

وقال فیہ ایضاً و قالوا لو لم یحج حی تلف ماله وسعدان یستقرض ویحج ولو غیر قادر علی وفائہ  
ویرحمی ان لا یرا حذہ اللہ بذلک ای لو باوہ وفاء اذ قدر کما فیہ وقوله وسعدان یستقرض الحج ای  
جوازہ ذلک ولول بلزمہ الا یستقرض کمالی باب المناسک۔

(۱)۔ ابتدا میں بیان ہوا کہ حج کے جوہر سے دو قسم کی شرائط ہیں۔ شرائط جوہر شائکا ادا۔ روح المعانی میں آیت نہ یزک قمتی  
جوب اور ۱۱۰۰ لفظاً لہ بیان کرتا ہے کہ حج کے جان، انہما کی اور انکی سوائت حج سے پہلے نہیں ہوتی لیکن نفس وجوب اس سے چھٹ  
توسکتا ہے کیونکہ نفس وجوب باختلاف بعد ان تھکتا ہوتا رہتا ہے پہلے زمانے میں قافلوں کے نکلنے کا وقت تھا اور جنگل دیہاتوں کے رہنے  
دونے کا وقت تھا اس صورت سے بھی یہی چاہتا ہے کہ نفس وجوب اور وجوب ادا اور ایک چیز میں ہیں اور اس فرق کو سمجھنا چاہئے اور ان  
المعانی اسے بھی اس کی تھمت بیان فرمائی ہے۔

وفی روح الصعانی (۸۴۱) الحج منہر معلومات ای وقتہ ذلک وبہ یصح العمل المراد  
بوقتہ وقت مامک و اعمالہ من غیر کراہۃ

ماں نے روح المعانی کی عبارت ذکر کی ہے اس عبارت سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس عبارت میں وقت حج کی اور انکی  
بیان کر رہا ہے ادا اور قضا کا اعتبار کرتے ہوئے اور ان افعال کی اور انکی وہ اشہر حج ہی میں ہوگی اس سے پہلے نہیں ہوتی بلکہ نفس  
وجوب وہ اشہر حج سے پہلے بھی ہوسکتا ہے اور نفس وجوب اور وجوب ادا یہ دونوں چیزیں ایک وقت میں متحقق ہوں یہ ارا ماضی بات ہے  
خاص کر مجتہد حج کرنے والے کا متعلق دور دراز ممالک سے ہو۔

(۲)۔ چارہ نہ منہ میں اشہر حج سے پہلے ماضی کی ملحق بعد مسافت حتی اس لئے کہ اگر کوئی شخص قافلے سے نکلے کر توجہ فرت  
ہو جائے کا خطرہ تھا اور راستے کی تکالیف و مشقت کی وجہ سے اسے حج کرنا ممکن اور مشکل تھا اور آج کل بھی وہی حالت درخواست حج  
مراست وقت پائی جاتی ہے کہ اگر کوئی شخص اس ایام میں جو کہ شعیب میں درخواست جمع ہونے کیلئے اس ایام میں درخواست حج نہیں کرے اس  
سستی آتا ہے تو اس سے بھی حج فوت ہو جاتا ہے اور یہ تو ان حکمت کی طرف سے مقرر ہے کہ ایام حج میں حج جیسے در خواست کا نفع ہوتا  
میں در خواست کا نفع ہوتا ہے۔

پہلے زمانے میں تو آسانی تھی کہ جو شخص حج پر جانا چاہتا قافلے کے ساتھ شریک ہو جاتا لوگ بھی قموں سے ہوتے تھے لیکن آج کل تو مشکلات



نیز وہ جس آرائش بھی ایسا ہو گئے کہ جو بے حج ہو چلا جائے تو وہاں مناسب حج نکالو۔ اگر نہ نہایت مشکل ہے اس وجہ سے یہ جاری ترتیب حکومت کی جانب سے مقرر ہے اس وجہ سے اظہارِ خوشی کے وقت استطاعت کو فرضیت حج کیلئے شرط قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ پچھلے زمانے میں علماء اشرفی نے پہلے روانہ ہونا چاہتے تھے چونکہ ان کے سامنے یہی وجہ سے قرار دیا نہیں ہوتے لیکن ان کو قلعے والوں کی طرف اشارہ کیے سے پہلے وہاں انتظامات کرنے پاتے تھے تو وہی طے بعد مسافت والی اب بھی ہے۔ البتہ قدرتی امدادیں پہلے زمانے میں دے دیتے تھے وہ بھی پانے جاتے ہیں۔ نیز ہونا انتظام ہونا۔

۱۔ اس کے لئے ضرورتی اور منجانبِ خلق ہے مائل کا یہ کہنا درست نہیں اس لئے کہ حکومت والے ایسا کرنے پر مجبور ہیں کہ ان کو اسے ہی لو۔ بلکہ چیتے ہیں جن کیلئے آسانی سے وہ انتظام ہو جائے تاکہ جان کر اس کو مناسب حج ادا کرنے میں کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ رشتہ ان لوگوں کی بات میں ان کی سالوں تک درخواست منظور نہیں ہوتی جس کی وجہ سے مانع ہوتی ہے اس صورت میں اللہ کی رحمت علی سے امید ہے کہ وہ لوگ حداثہ و خوشی میں اسے باطن فریضت ان معزات سے ساقا نہیں ہوگی جب عبدان کو حج پر قہر دے رہے۔ اور مائل پہلے زمانے میں اشرفی نے پہلے قلعوں کی روانگی کو سبب نام لکھا اور آج کل درخواست کے منع ہونے کے وقت کو سبب نام لکھا ہے۔ یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ حج کو سبب نام لکھنا ہے پہلے زمانے میں بھی سبب نام لکھا اور آج بھی سبب نام لکھا ہے اور ہمیشہ وہی سبب نام لکھا۔

لحمی النحر المرفوع (۵۶/۲۰۴) والمختلف من السطان اندی بمنع الناس من الخروج الى الحج ولا يحجب عليهم الحج بانفسهم ولا الاحجاج عنهم ان قدروا على ذلك هذا ظاهر المذهب عن ابي حنيفة وهو رواية عسما وظاهر الرواية عسما انه يحجب عليهم الاحجاج فان اخرجوا اجرهم عادم النحر مستمر انهم طان وال فعلهم الاعادة.

والى التنازع خامم ۴۲۹/۲ وسبب الیث لانه يضاف اليه.

## (۶) کیا فرضیت حج کیلئے مالدار ہونا ضروری ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری آمدنی ایک دکان ہے۔ دکان چونکہ حج طریقے سے نہیں چل رہی اس لئے میں نے ایک تھیلی ڈالی اور اس میں تقریباً 45,000 روپے منا کئے ہیں اب تھیلی میری نقلی ہے جبکہ مزید بکھے 1,80,000 روپے کھینچی میں جمع کرنے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میں رقم کو کاروبار میں لگاؤں تاکہ دکان میں جملہ کوافٹی اور دینی چوری ہو کر کاروبار صحیح طریقے سے چلے پڑے۔ جبکہ میری اہلیہ کے ساتھ دیگر رشتہ داروں کی یہ خواہش ہے کہ تھیلی کی رقم سے ایسے نیلے حج کا اظہار کیا جائے تاکہ حج اور ترکے واضح رہے کہ میری اہلیہ کے پاس بی ڈالائی اتنی رقم نہیں کہ اس سے حج ادا کر سکے۔ نیز میری اہلیہ کے ساتھ میرا بھائی اور اس کی امیرت بے ساتھ جائے گی۔ جبکہ نب اور میری اہلیہ بھی نہیں ہیں۔ میرے بھائی اور اس کی اہلیہ کی

جی ہر پھر خواہش ہے کہ میری اہل ان کے ساتھ نہ ہو جائے۔ اس صورت میں اس کیس کی رقم سے اپنی اہلیہ کیلئے حج کا داخلہ کر دیا جائے۔  
 (۱)۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسا نہیں کرے گا۔ نیز میری اپنی خواہش یہ ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسا نہیں کرے گا۔  
 (۲)۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسا نہیں کرے گا۔ اب سوال یہ ہے کہ

(۱)۔ میں یہ بھی کی رقم کا وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسا نہیں کرے گا؟

(۲)۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو وہ ایسا نہیں کرے گا؟

(۳)۔ اگر میری بیوی میرے بھائی اور اس کی اہلیہ نے ساتھ حج کو جانے تو شرعاً کیا ہوگی؟ لیکن کیا ہرگز ہوگا؟

(۴)۔ کیا اس کیس میں جو رقم میرے بھائی کے پاس ہے حج کا داخلہ ہوگا؟

الجواب حامداً ومعلماً (الف) حج اس شخص پر فرض ہوتا ہے جس کی اپنی قابلیت میں اتنا مال ہو جس کے ذریعے وہ حج کر سکے۔ جس کی  
 قابلیت میں اتنا مال نہ ہو اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔ لہذا صورت مسئولہ میں چونکہ مال شوہر کی ملکیت میں ہے بیوی کی ملکیت میں نہیں ہے  
 اسلئے بیوی پر حج فرض نہیں۔ اور مذکورہ صورت میں شوہر مال کو کاروبار میں لگانے سے گناہگار نہیں ہوگا۔

(ب) مذکورہ کے حج پر جائے تکلیف ایسا شرط یا حتیٰ تک کہ حرم کے ساتھ اس کا حرم جس کے ساتھ نکاح بیچ کر لینے کے مبراہ ہوتا ہے۔ حرم  
 حرم نہ ہو تو حرم کا حج پر جائے تکلیف نہیں ہے لہذا صورت مسئولہ میں چونکہ حرم اور شوہر کے ساتھ جائے کاروبار نہ تھی ہے تو حرم نہیں جہاں  
 نے اس حرم کا حج پر جائے تکلیف نہیں ہے۔

(۵)۔ اگر شوہر اپنے سے حج کی ادائیگی پر وہی اثر نہیں پڑتا۔

لما فی القرآن الکریم (آل عمران ۹۷) : وَلَوْ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا

وَفِي السَّبِيلَةِ : ۱- ۱۰۴ : وَمِنْهَا الْقُدْرَةُ عَلَى الْفَرَادِ وَالرَّاحِلَةُ بِطَرِيقِ الْمَلِكِ أَوْ الْإِجَارَةُ دُونَ ذَلِكَ  
 وَالْإِسْحَاحُ سِوَاهُ كَمَا فِي الْإِسْحَاحِ مِنْ جِهَةِ مَنْ لَاعَمَّةٌ لَهُ عَلَيْهِ كَالْوَالِدَيْنِ وَالْمَوْلُودَيْنِ أَوْ مِنْ غَيْرِهِمْ كَالَا  
 حَابِّ كَذَا فِي الْمَسَاحِقِ الْوُجُوحِ وَهُوَ لَمْ يَلْحِجْ بِهِ لَا يَجِبُ عَلَيْهِ لِقَوْلِهِ سِوَاهُ كَانَ الْوَاقِعُ مِمَّنْ  
 نَعُيْرُ مَنَّهُ كَالَا حَابِّ أَوْ لَتَعُيْرُ كَالَا حَابِّ وَالْمَوْلُودَيْنِ كَذَا فِي فَصَحِ الْقَعْرِ

وَفِي الشَّامِیَةِ (۳۶۴/۲) : أَوَّلُهُ وَمِنْ رُوحٍ أَوْ مَحْرَمٍ هَذَا وَقَوْلُهُ وَمِنْ عَدَمِ عَدَّةٍ عَلَيْهَا سِرْطَانِ مَنْصُصٍ  
 بِالسَّرَافَةِ لِهَذَا قَالَ لَامِرُهُ وَمَا فُلْهِمَا مِنَ الشُّرُوطِ مُشْتَرَكٍ وَالْمَحْرَمُ مَنْ لَا يَجُوزُ لَهُ مَا كُنْتُهَا عَلَى

التَّائِيدِ مَقْرَابَةٍ أَوْ رَحَاغٍ أَوْ صَهْرِيَّةٍ كَمَا فِي النَّحْفَةِ

(۷)۔ فرضیت کے بعد دیگر ضروریات کے مقابلے میں حج کی ادائیگی ضروری ہے

حوالہ : باخبرائے میں ملنے کے مبراہ مختلفاں مقام اس مسئلہ سے ہے۔ جس کے ایک شخص پر حج فرض ہو گیا تھا لیکن اس نے اس وقت

اٹھیں یا بیٹاں نہ کر سکتے ہیں۔ نیز حسبِ قسم، کوئی ایسا باقی مکان بھی فراموش کرنا کہ جو عمر جماعت کے پاس رہا ہو اور وہ حج کرنا چاہے۔ جس کافی غرض سے، یہ وہ چیز ہو جس کے پہلے میں، کان فریڈ اس کے بعد اگر قریبی کوئی تو حج کرنا چاہے، چنانچہ یہ کہ حاجت کے لیے جسے حج کرنا چاہے، یا وہ کان فریڈ ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ صورتِ مسائل میں اس شخص پر پہلے حج کرنا نہ ہوگی۔ پہلے ہی سے حج فرض ہو چکا تھا اور فرضیت میں نہ تھی۔ یہ صورت ضروری اور لازمی ہے چنانچہ اس شخص کو اگر کسی حج کیلئے فرض لے کر لے گا تو وہ صورتِ ضمان ہو۔

مدالی الہندیہ (۱: ۲۱۰)۔ وان لم یکن له مسکن ولا شی من ذلک وعنده درهم یبلغ بها الحج او یبلغ

نفس مسکری وحامدہ وطعام وفوت فعلیہ الحج فان جعلها فی غیر الحج ثم

وفی الطحطاوی علی الدر: (۱: ۳۹۰)۔ (قوله وسعده ان یستغرض) وفي النسخة تالی عن ابی یوسف

یلمرہ الاسفراہی

## (۸) ضرورت سے زائد چاندی ادا لے پر حج فرض ہے

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیین حکام اس مسئلے کے بارے میں کہ میرا حج کرنے کا ارادہ ہے لیکن میرے پاس چاندی ادا ہے اور وہ بڑھ چکی ہے۔ کیا میں چاندی ادا کر دیتا ہوں کہ حج پر جائز ہو؟ اور کیا جس کے پاس چاندی ادا کے علاوہ اور کچھ نہ ہو تو کیا اس پر حج فرض ہوگا؟ یا نہیں؟ اور اس کے لئے چاندی ادا کر دینا درست نہ لازمی ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ جس شخص نے پاس اتنی چاندی ہو کہ اس کے دھماکے ہوں، فقیر اور غنی کا حقوق و مستحق انتظام کرنے بعد اتنی چاندی ادا کر دینا ہو کہ وہ حج پر جائز نہیں کہ کافی ہو جس شخص پر حج فرض ہے اور جو غیر کو فرض کرنا ضروری ہے اور اگر غنی غنی و قریبی اور جو حج چاہے؟ کافی ہو اس شخص پر حج فرض نہیں۔

مدالی الحر الرافق: (۳: ۳۱۰)۔ وثبت الاستیذان عند الاستیذان عندہ فعلم ان یبیع و یصح

وفی الہندیہ (۱: ۲۱۰)۔ وفی النسخہ ان کان له دار لا یسکنها وعند لا یستخدمة فعلم ان یبیع

و یصح بہ

## (۹) کئی ایک زین ہونے کی صورت میں حج فرض ہے یا نہیں؟

سوال۔ کیا مائیں مائے کرام و مفتیین حکام اس مسئلے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ جس پر جس کو کاشت کرنے ہوں اور کوئی قدر نہیں ہے تو کیا یہ حج فرض ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ حج نہ ہو کہ کسی شرط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آدمی کے پاس اتنا مال ہو جو اس کی ضروریات اس لیے امانا

۱۰۔ اہل دیار کے ان ائمہ کا عقد ہے کہ اگر وہ کسی مسافر کے ساتھ سفر کریں تو ان کا ایک حصہ حج کرنا صرف فی ۱۱۰ روپے کے بعد باقی زمین آتی ہوگا اس سے آپ کا کہنا ہے کہ اہل دیار کا عقد پرانا ہو جاتا ہے تو آپ پر زمین کی کتنی رقم فرض ہے اور اگر باقی آمد ہو جائے تو آپ کے اہل دیار کا یہ کہہ سکتے ہیں کہ آپ پر زمین پچاس روپے کے بعد حج کرنا ہے۔

لحمای الہدیۃ: ۱۴۱، وکذا من کانت نیاہ لا یستہنها کان علیہ ان یشی و یحج بشمہا ان کان فدا  
و لا بالحج ولو کان لہ منزل یکفیه بعضہ لا یلزمہ بیع الفاضل لاجل الحج کذا فی فتاویٰ فاضلی  
حاج، الا ان کان لہ منزل بسکک و یمکنہ ان یشی و یشتری بشمہ منزل آخر منہ و یحج بالفضل لہ یلزمہ  
ذلک کذا فی المحيط، و ان احد لیو الفضل کذا فی الايضاح

و فیہ اہضار (۴۱۸)، ان کان محترفا یشتراط ثلث حرمہ الحج ان یملک الراد و الراحۃ ذہابا و اہما  
و یعقۃ عیالہ و اولادہ من وثق حرمہ الی و حرمہ و یغنی لہ آلات حرمہ و ان کان صاحب ضیعۃ ان  
کان نہ من الضیعۃ مالو ما یشاء ما یملک الراد و الراحۃ ذہابا و حائبہ و نفقۃ عیالہ و اولادہ و یغنی لہ  
من الضیعۃ قدر ما یغنی بعضہ الباقی یغفر من علیہ الحج و الا فلا، و ان کان حران اکارا یملک مالاً  
یکفی الراد و الراحۃ ذہابا و حائبہ و یعقۃ عیالہ و اولادہ من حرمہ الی و حرمہ و یغنی لہ آلات  
الحرمۃ من البحر و نحو ذلک کان علیہ الحج و الا فلا کذا فی فتاویٰ فاضلی حاج.

ولی النور المحتار (۲/۳۶)، ایضاً علما لا یستہنوا کما مر فی الزکوة، و مہ السکن و مہ و ثلث  
کبر، یمکنہ الاستغناء ببعضہ، و النحر بالفاضل فانہ لا یلزمہ بیع الزائد، نعم ہو الاصل و علو بہ عدم  
لحرمہ بیع الكل و لا کفای، بسکک الا جازۃ بالارالی و کذا لو کان عہدہ مالو اشتری بہ مسکرا و حادما  
لا یغنی بعدہ ما یملک الحج لا یسرمہ، خلاصۃ و حرم فی البحر انہ یشتراط بقاء راس المال، لحرقتہ ان  
احتاجت لذلك و الا لا و فی الاشیاء معہ الف و عیالہ و عیالہ ان کان قبل خروج اہل ملکہ فلا  
الزوج و لو وقفہ لحرمہ الحج و ایضاً عن (نفقۃ عیالہ) فمن تلزمہ نفقۃ لتقدم حق العبد الی حرمہ،  
عودہ و قبل بعدہ یوم و قبل شہر

و فی النصاب (۲/۳۶۶): (قوله یشتراط بقاء رأس مال لحرقتہ) کتابہ و دفعان و مزارع کما فی  
الخلاصۃ، و راس المال یختلف باختلاف الناس بحر

(۱۰) جس شخص پر حج فرض ہو وہ پہلے شادی کرے یا حج کرے؟

سوال کیا قرآن میں معاشرے کے لیے ایسا کوئی حکم ہے جسے مسند کے بارے میں کہ میرے پاس حجی رقم ہے جو میری ضروریات سے زیادہ

ہے جس سے جس آسانی سے ترکا ہوں لیکن دوسری طرف میری بیوی جس کی شادی نے مجھے پریشان کر رکھا ہے وہ ایسی صورت میں بچے کو نہ چاہتے اپنی بیوی کی شادی نہ کرنا چاہتے! جامہ بی بیوبہ کے کر مکتور فرمیں تاکہ میری پریشانی دور ہو جائے۔  
 الجواب حامداً ومصلیاً ہر وہ شخص جو صاحب استطاعت ہو اور اس پر حج فرض ہو تو اس کو بھی عذر نہ ہے حج مؤخر نہیں کرنا چاہئے۔ ابتدا صورت سنو! میں چونکہ آپ پر حج فرض ہو چکا ہے۔ اور کوئی عذر بھی نہیں ہے۔ ابتدا آپ پہلے فریضہ حج ۱۴۱۰ کریں۔ اس کے بعد اپنی شادی کریں۔

لما فی التماس خدیۃ (۲/۳۳۳)۔ "الہنا بیع ان کان لہ مقدار ما یصح بہ وعزم علی التزوج ذکرہا من شجاع عن ابی حنیفۃ انہ یصح ولا یتزوج۔"  
 وحی الہدیۃ (۱/۲۰) اذا وجد ما یصح بہ ولقد قصد التزوج یصح بہ ولا یتزوج لان المحج فربضۃ  
 او حبھا اللہ تعالیٰ علی عبدہ

## (۱۱) اولاد کی شادی کرانا حج سے رکنے میں عذر ہے یا نہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟ اختیاراً یا مصلحتاً اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص جو حج واجب کی اولاد کی شادی کرے تو اس پر حج واجب کی شادی کے لئے حج کرنا چاہئے تو اس پر حج واجب کی شادی کرے اور بعد میں حج کرے جائے یا یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟  
 اولاد کی شادی کے لئے حج کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً صورت سنو! کے مطابق جس شخص کی اولاد کی شادی کے لئے حج کرنا چاہئے اور وہ شخص اولاد کی شادی کرنا چاہئے پر قدرت بھی رخصت ہو کر چلا جائے اور اس کے لئے حج کرنا چاہئے لیکن جب اسی شخص کے حق میں فرضیت حج کی شرط پائی جائے۔ تو اب اس شخص پر حج کرنا چاہئے اور حج کرنا لازم ہے اور اس عذر کی بنا پر (کہ وہ اولاد کی شادی کرنا چاہئے) حج سے رکنا جائز نہیں ہے بلکہ اس پر حج کرنا فرض ہے۔

لما فی الہدیۃ (۱/۲۰) اذا وجد ما یصح بہ ولقد قصد التزوج یصح بہ ولا یتزوج لان المحج فربضۃ  
 او حبھا اللہ تعالیٰ علی عبدہ کذا فی التبین

وفی التمام (۲/۳۶۶)۔ القول وحی الاشیاء، المسئلۃ منقولہ عن ابی حنیفۃ فی تقدیم الحج علی التزوج والتفصیل المدکور ذکرہ صاحب الہدیۃ فی التبعی و ذکرہا فی الہدیۃ مطلقاً واستشهد بہا علی ان الحج علی الفور عندہ ومقتضاه تقدیم الحج علی التزوج وان کان واجباً عند الترفان وهو مسویح مافی الغایۃ مع انہ حینئذ من الحوائج الاصلیۃ ولذا اعتبرہ ابن کمال باشاہ فی شرحہ علی الہدیۃ بانہ حال ان کان مغتلب علی الحج انفاً

## (۱۲) مشترکہ مال سے حج کرنے کا حکم

سوال کیا فائدہ ہے جو ہے اور وہ تینوں حکم میں امتداد کے بارے میں کہ مال سے والد سے اب کا اہل بڑی بنان کی ایک مکان بھی ہم چار بھائی ہیں ہم سب اس مال سے ہونے والے حج کے لیے آج جمعہ بہت زیادہ ہمارے کافی پیسے بھی ہیں ہم سب بھائی ہمارے بھی اپنے مال سے ہیں اور ہمارے بھی ساتھ ہے اب اگر اس مال کی رقم جو ہے کہ ایک شخص آسانی سے حج کر سکتا ہے تو اس صورت میں اس بھائی پر حج فرض ہوگا؟ اور مشترکہ مال سے حج کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب عہد اوصلیٰ فرمیت حج کی شان میں ہے یہ شرط ہے کہ مالیاتی رقم کا مالک ہو اور ان کے سہرور بات نہ دینی ہو اور وہاں سے حج نہ کرے اور وہ مال کے قدر آئے ہونے کیلئے کافی ہو۔ نیز اس صورت میں اگر مشائخ میں سے کسی سے یہ ایسا بھائی ہے یا نہ ہو تو اس کی ضرورت ہے کہ اس مال کے مالک کے مکان وقت سے زیادہ ہو۔ حج پر آنے کے لئے اس کے کافی ہو تو یہ ایسا بھائی حج کرنا نہیں ہے۔ واللہ اعلم

نصافی البحر الرائق ۴/۵۸۶: ولو كان بين رجلين أو عول شاذ حتى لم يجب على كل واحد منهما

الركاة؛ لئلا يفتن، لأن منك كل واحد منهما فاصر على الصاب،

وقیه أيضاً: ۵/۶۱۳: وما القدر عسى المراد والمرحلة فانفق، على أنه من شرط الوجوب فلا

وجوب أصلاً يتعلق بالفقير لا بشرط الاستطاعة في أية الحج ولست بهما

وقیه أيضاً: ۵/۳۸۱: لم يعرف على الزاد لأن ثبت إلا بالملك لا بالاجرة والقدر على المرحلة

لأنه لا بالملك أو الإجارة لا بالعارية ولا ساحة فلو سأل الناس لایه الطاعة وأما له المراد

المرحلة لا يجب عليه الحج وكذا لو وهب له مال ليحج به لا يجب عليه القبول لأن شرائطه من

الوجوب لا يجب عليه تحصيلها عند عهدها

وفي الفاصی خان: ۱۰/۵۱: ومن الشرائط الاستطاعة وهي أن يملك مالا فاصلاً عن مسكنه

وبشره وثبات بدنه وفريسه وسلاحه وبغفه عياله وأزواجه الصغار مداهم وإبانه وأن يملك ذلك

الفاصل لمراده والمرحلة محملاً، والمراد أو شق محمول كان عليه الحج

وفي الهمشیه: ۱۰/۲۱: ونفس منك المراد والمرحلة أن يكون له مال خاص عن حاجته وهو

ما سوى مسكنه ولبسه وحده والثابت بقدر ما يبلغه من حكة ذاهبا وحائيا

وفي الشهاب: ۲/۵۸۲: لم له دي والذرة مرحلة أفداه لا يجب إلا بمنك المراد وملك جرة

المرحلة فلا يجب بالاجرة أو العارية كما في البحر

وہی المذبح المسحور (۳۰۰) اور کل من شركاء الملک (احس) فی الاستماع عن مصر مصر  
(الحی بدل صاحبہ) لعدد تضمها الوکالة اھ

### (۱۳) حکومت کے خرچہ سے حج کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کل مختلف طریقوں سے حکومت و کون و حج پر یعنی  
بے خرچہ و غیرہ سب حکومت کا ہوتا ہے اور یہ لوگ صرف ارکان «ا کرتے ہیں یا ان لوگوں کا حج فرض «ا ہو جاتا ہے یا ان کے پردہ پارہ  
نہ کرنا لازم ہوگا؟

الجواب «ا اصطلاحاً صورت مسؤل میں جن جن کرام نے حکومت کے خرچہ سے حج «ا کیا ہو اگر انہوں نے حج غلّی کی نیت نہ کی ہو تو  
ان کا حج فرض «ا ہو جائے گا مال کے پردہ پارہ حج کرنا لازم ہوگا اجتہاد فرقان نے و کچھ کہ نہ تو فقہ میں حکومت کے خرچہ سے حج «ا  
کرے ہیں نہ غلّی حج کی نیت کرنی و اس صورت میں پردہ پارہ حج کرنے کا لازم ہوگا۔

الحاشی الہندیہ (۲۰۶) : الفقیر ادّیج ما شہدہ ابسر لاصح علیہ کذا فی فاضی خان

و فی النسیۃ (۳۶۰) : (تنبیہ فی اللباس : الفقیر الاذنی اذا وصل الی میقات فهو کالمکمی

و لیسقید اہ یصل علیہ ان لا یسوی فلا علی و علیہ انہ لا یجب علیہ لفقیر لانه ما کان واجبا و هو

الذانی فلما صار کالمکمی وجب علیہ ظویرا و علا لزمہ الحج ذاب اھ ملخصاً و نظیرہ ماسد ذکرہ فی

ساب الحج عن العیر من ان العالوز بالحج اذا راصل الی مکة لزمه ان یمکن لیصح حج الفرض عن

عسہ لکونہ صار قادراً علی ما لہ

و فی اللحنۃ الذائمۃ (۳۰۰) : (ص) «ا حکم فیمن یحج من نفقات النجا کما؟ بمعنی اذا اراد احاکم من

الاحاکم بان یعطی رعاہا ما ملغا من المال و قال لہم حجوا بهذا المال فهل یحوز لہم بان یحجوا بہ ام

لا و اذا حجوا بہ فهل یسقط عنہم حجة الاسلام؟

ج: یحوز لہم ذلک و صحیح لعموم الادلۃ۔

### (۱۴) حکومت کی طرف سے اگر زبیراہ اور ٹکٹ وغیرہ حج کیلئے ملے تو اسے فروخت کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب افغانستان میں امریکہ نے بمباری کرتے ہوئے کو  
شبیہ زبیراہ و افغان حکومت نے شہداء کے ارشاد کی ووری سے حج کے ٹکٹ کا مکان کو دیئے کہ اس شہر میں کوئی شہید ہو چکا ہے  
اس شہید کی قبر پر بھیجے ہیں اور ان کے لئے ہم ٹکٹ کا انتظام کرتے ہیں اب وہ لوگ جن کے لئے حکومت نے یہ انتظام کیا ہے وہ

وایں آئے تھے ٹرپن کے بعد، تھے جس (شق) میں جی کی شراکاء ہوئی ہیں، کہتے ہیں کہ ہم اپنا حق کا نعمت دیکھ کر اور ہر وقت کہنے ان سے پہلے کہ تھے جن باتوں پر غیر حضرت محمدی اس مومن سے خبردار ہے اور ہر بھی بدعتیں یا نیک نہیں کرنا، تو یہ جی کا غایت اس طرح کہ وقت کرنا ہر روز ہے۔

الحج باب عامر و امیہ ص ۱۰۰ میں پانچ فدان طوست کی طرف سے شہداء کے دار میں نیلے بید ہے اور یہ وقت شہداء کے دار میں سے کیا ایسے شخص کی ملک میں ہے۔ اس کے حق میں حج کے واجب ہوئے کی تمام شراکاء ہوئی ہوں تو اس کے وہ حج واجب نہیں ہوگا۔ اب اگر یہ شخص (جس نے پہلے حج نہ کیا ہو) اس ملک کو اپنی ملک میں آئے کے بعد فروخت کرے گا تو اس کے اس حج سے فرض ہوا نہیں ہوگا۔ جن حضرات نے پہلے حج نہیں کیا وہ ان نیلے ملک کے لئے کے بعد حج کے واجب ہوئے کی تمام شراکاء ہوئی جاتی ہوں تو ان نیلے ملک فروخت کرے گا تو وہ ملک اس ملک کے فروخت کرنے سے ان کے حج میں تاخیر ہوئی ہوگی تو اس سے کہ حج کے فرض ہونے کے بعد ان میں تاخیر نہ ہو، تو یہی ہے۔ البتہ ان حضرات جن کے حق میں حج کے واجب ہوئے کی تمام شراکاء ہوئی نہ ہوں یا انہوں نے پہلے حج کر لیا، تو ان کیلئے ملک کا فروخت کرنا جائز ہوگا۔

الحاقی القرآن الكريم (ال عمران ۹۷)۔ والله على الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلا، ومن كفر

فان الله عصى عن العالمين.

ولم يشرع في ۱۹۸۱: عن ابن عمر قال جاء رجل الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله ما واجب الحج قال الزاد والراحلة.

وفي المسامع ۲، ۴: قوله (رحله) اي وجهه كون الناحير صعباً ان المعوزة واجبة لانها طيبة لطيفة دليلها وهو الاحتياط لان في ناخورة تعريضها للفرس، وهو غير لطمى ليكون الناحير مكرهاً تعريضاً لاسرهما لان الحرمة لا تنسب الا لمقتضى كمالها وهو الفرصة

وفي الهندية ۱، ۲: منها التقدير على الزاد والراحلة بطريق الملك او الاحار لادار، لا عارضة والراحلة سواء كانت الاباحة من جهة من لا عنه له عليه كالتوالدس و لمؤودين او من غيرهم كالاجاب كذا في السراج الوهاج

ولو ذهب له حال الحج به لايحب عليه قبوله وفي ۳، ۳: كتاب الحج اما شرعاً

منها ان يكون الموهوب مقوضاً حتى لا يثبت الملك للموهوب له بل المقصود

وفي الشافية ۵، ۹۸۸: كتاب النية وحكمها ونصح بقول اي في حق الموهوب به اما في

حق الواهب فنصح بالايضااف وحده لانه متبرع

وفي بدائع الصانع ۸، ۵۰۹: للمالك ان يتصرف في ملكه اى تصرفه،



## (۱۵) کیا مکہ مکرمہ جانے کی رقم ہو مدینہ جانے کی نہ ہو تو حج کرنا فرض ہے؟

سوال یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مسکین و محتاجین و غلامان مسئلہ نہ ہوں تو کیا یہ رقم ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جو مکہ یا مدینہ جانے کی رقم نہیں دے سکتا، تو یا حلال سورت مال میں سے لے کر حج کر جائے یا اگر وہ مسکین و محتاجین کیلئے روزانہ نقد میں لیا کرتا ہے تو یہ مدینہ خود بخود لازم ہے۔

الجواب علامہ و معلیٰ حضرت مولانا صاحب پرچہ انوار ازم ہے بھائی آن کل پورہ تھا۔ اس مسئلہ میں مولانا و سورت مال یا پست کوئی لینے دینے ان وقت و تہہ نہ ملے اور نہ پائے ناچ و خرچ نہ ہو اب چونکہ آپ نے پائے مدینہ جانے کا خرچہ نہیں ہے اس لئے آپ نے اپنی انجلی نہیں لی تھا کہ بخیر کی جگہ سے آپ نے حج نہیں جاسکتے اس لئے آپ نے ضرور دینے کے لئے خرچہ لئے حصول نیلے و شیش کر رہے وادعائی ہے کہ اگر یہ کوئی مدد دینی آپ نے اپنے اس مہارت سفر کو مسلمان کر لیں۔ بہت کر لیں اس کی جو رحمت مل جاتی ہو اور دینی ہے۔ پانچ دھرم سلف کا یہ نہایت بوقت اس پر حج فرض ہوگا۔ دینی وادعائی نہیں کی زیارت کے لئے۔ اس میں فقہ و کرام کے تین اقوال ہیں۔ بعض کہ وہ سب جیتے ہیں بعض کہ جب نہ رہیں وادعائی ہے کہ آپ نے حج نہیں کیا۔ علامہ شامی نے اس مسئلہ پر تیسرا قول دیا ہے۔

لما فی البدیہۃ ۱۲۱۰ و تفسیر ملک المردو الزحفہ او یکنون لہ مال لھل علی حاجتہ و ہو ما سوی مسک و ولیدہ و مات ینہ قبل ما یبلغہ الی مکہ و اھبا و حاجبا و اکما لا عاتبا و سوی ما یغنی عن ذلک و ینسک لعلفہ عبالہ و ہرما مکہ و مدینہ الی وقتہ بصرہ

و فی البدیہۃ ۱۲۱۵۔ قال من سباحما و حسیہ اللہ تعالیٰ اھبا الفصل المدومات و فی ماسک انفاسی و شرح المختار اھبا قریبہ من المرحوم لیس لہ سعۃ

و فی الدر المختار ۱۲۱۶۔ و ربما فرد مدومۃ من قبل و احیۃ لیس لہ سعۃ

و فی التلخیص مع عبارۃ اللغات و التلخیص و شرح المختار اھبا قریبہ من المرحوم لیس لہ سعۃ

و فی التلخیص ۱۲۱۲۔ و ان لم یکن لہ مسکن و لا لیس علی ملک و عدو اھبہ یبلغ بہ الحج و یقلع لیس مسکن و حاد و طعام و لول و حد علیہ الحج

## (۱۶) ہمارے گرج ادا کرنے کا حکم

سوال یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ مسکین و محتاجین و غلامان مسئلہ نہ ہوں تو کیا یہ رقم ہے یا نہیں؟ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جو مکہ یا مدینہ جانے کی رقم نہیں دے سکتا، تو یا حلال سورت مال میں سے لے کر حج کر جائے یا اگر وہ مسکین و محتاجین کیلئے روزانہ نقد میں لیا کرتا ہے تو یہ مدینہ خود بخود لازم ہے۔

لما فی الحجاب علی ہامس الیہ (۲۸۴): وعن محمد من علیہ الحج اذا لم یط ولم یحج عنی  
انطلق ماله وسعد ان یستغفر من السعة فحج وان کان لا یقدر علی قضاء الذمین وان مات قبل ان  
یعسی ذنبه غل او حرق ان لا یواحد بذلك ولا یكون انما اذا کان من نیت قضاء الذمین اذا قدر  
وفی الہندیہ (۲۸۵): اذا اراد النحر حل ان یحج بمال حلال فیہ شبهة فانه یستدبر للحج ویفقی  
ذنبه من ماله کذا فی فتاویٰ قاضیان

## (۱۷) حرام مال کی موجودگی میں قرض لے کر حج کرنا بہتر ہے

سوال: نیچے دیے ہوئے تمام مسائل کے بارے میں کہ ایک شخص کے پاس سو کمال یا سو روپے چھپے ہوئے  
ہوں۔ یہ سب تو کیا یہی ہے قرض لے کر ان کو ادا کرنا؟ مال اس کے کرم میں ہے؟  
الجواب: عامداً وعلیاً صورت مسئلہ میں حج کا مال رکھنے والے شخص کا یہ (پس) یا سودی حراموں کے ساتھ ہوا۔ مال نہیں ہے  
بلکہ یہ سودی نہیں ہے۔ قرض لے کر حج کرنا بہتر ہے۔ اور حج اپنے مال سے اس کو قرض ادا کرے۔ کیونکہ حرام مال کے ساتھ حج  
کرنے سے حج قرض سے ملتا ہے۔ اس سے قرض کا ثواب نہیں ملتا۔

وفی الہندیہ (۲۸۶): اذا اراد النحر حل ان یحج بمال حلال فیہ شبهة فانه یستدبر للحج ویفقی ذنبه من ماله  
وقد انصاف (۲۸۷): وکل حیلۃ یحالی بانہ حل لیتخلص بها عن حرام او لیتوصل بها الی حلال فیہی حسنة  
فی التمام (۲۸۸): ویمتنع من تحصیل نفقة حلال فانه لا یطیل بالنفقة الحرام کما ورد فی  
الحدیث مع انه سقط الفرض عند معی ولا تافی من سقوطه وعده فہو لدغایب لعدم القبول ولا  
معاقب عشاء سواک الحج۔ ان لان عدم الترتیب یسبی علی الصحة وہی الانبیا بالشراط  
والا کما والقبول السرب عند۔ ان یسبی علی انباء کحل المال والاعلاص کما فی جہی  
مرابا او صا۔ ان الفاعل صحیح لکھ ملاو

وفی المغنی الاسلامی (۳۲۶): لحرر علی ان یتکون مفعول حلالاً حالاً من الشبهة فان حج بها  
فیہ شبهة او مائل معصوب صحیح عند الجمهور لکھ لیس حراماً مبروراً

## (۱۸) سود کے مال سے حج بیت اللہ کرنے کی ممانعت اور مال حلال سے حج کرنے

### کی ایک صورت کا حکم

سوال: یہ غناستہ میں ہے کہ تمام مستحقین عظام سے مسدود ہونے میں نہیں ہیں۔ بلکہ ہر مادی مال پر حق آتا ہے۔ چنانچہ یہاں تمام

رہا: زیوارتو مجھے آٹھ لاکھ (800,000) روپے پیش ملی اس وقت دنیاوی اٹن میں تھا اس وجہ سے ساری رقم بینک میں جمع کرادی جو میں ان سال تک نہیں لکھوا سکتا والدین اس کا سوچتے ہر سال ملتا رہتا ہے بعد میں میں نے تبلیغی جماعت میں وقت لگا دیا اب تو اس کے حج کروں اس رقم کو ملنے میں پانچ سال دیر ہے اب مجھے اس سال کا سوچ گیا ہے اور کچھ بچنے سال والا بھی باقی ہے اب ارادہ ہے کہ اس رقم سے حج کروں یا میرے لئے سودی رقم سے حج کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے جواب کی کوئی صورت ہو سکتی ہو تو ضرور بیان فرما دیجئے۔

الجواب حامداً ومصلیاً: اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں سو کو حرام قرار دیا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا: وَأَحْسِلُوا لِللّٰهِ السَّعْيَ وَحُكْمَ الرِّبْوِ اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبْوِ إِن كُنتُمْ مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ (ترجمہ) "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور جو کچھ سود کا بقیہ ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو" کیونکہ ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور سود کے حعلق قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اتنی سخت وعیدیں ارشاد فرمائی ہیں جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں فرمائی گئیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَمَّا لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ۔ (سورہ) نہیں چھوڑتے تو اعلان سن لو جنگ کا اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔ "فَإِنْ تَنَسَّوْا فَمَا لَكُمْ إِلَى اللَّهِ"۔ (سورہ) اگر تم سوچو تو اللہ کے سامنے کیا ہوگا؟ پس صورت مسئلہ میں آپ پر لازم ہے کہ اپنی حج بیت اللہ کی خواہش پوری کرنے سے پہلے اپنے آپ کو سودی بیعت سے پاک کریں۔ اور اب تک غفلت اور زین سے دوری کی وجہ سے اس لعنت میں مبتلا رہے ہیں اس پر خوب توبہ اور استغفار کریں اور بینک سے سودی معاملہ کو ختم کر کے اپنی اصلی رقم لینے کی کوشش کریں۔ اور جب تک اصل رقم نہ ملے اپنی خواہش (حج بیت اللہ) کو مؤخر کریں۔ اور جب اپنی اصل رقم مل جائے تو اس مالِ حلال سے اللہ کے کھرچ کرنے کیلئے جائیں۔ کیونکہ عند اللہ مال حرام سے کیا بواج قبول ہی نہیں ہوتا۔ تاہم اگر آپ اپنی خواہش (حج بیت اللہ) ابھی پوری کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت یہ ہے کہ آپ کسی ایسے شخص سے جس کی تمامی طاعت کی بوقر ض کے کھرچ کرنے کیلئے تخریف لے جائیں اور جب بینک سے آپ کی اصل رقم مل جائے تو اس سے قر ض کی ادائیگی کریں۔ کیونکہ اس صورت میں حج کی ادائیگی مال حرام سے نہ ہوگی اور عند اللہ قبول ہونے کی امید ہے۔

لصاحی سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۱۶۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ: قال قال رسول اللہ ﷺ الربا سبعون حویلاً یسرھا ان ینکح الرجل امہ۔

وفی المسند (۲۲۰/۱): ویجتہد فی تحصیل نفقة حلال فانہ لا یقبل الحج بالنفقة الحرام مع اللہ یسقط الفرض معها وان کانت مقصودۃ کذا فی فتح القدیر اذا اراد الرجل ان یحج بمال حلال فی شبهۃ فانہ یستدین للحدیث ویقضى دینہ من مالہ کذا فی فتاویٰ قاضی خان فی المقطعات۔

وفی الشامیہ (۴۵۶/۲): قال فی البحر ویجتہد فی تحصیل نفقة حلال، فانہ لا یقبل بالنفقة الحرام کما ورد فی الحدیث، مع انہ یسقط الفرض عنہ معها ولا تنافی بین سقوطہ، وعدم قبولہ فلا یناب

لعدم القبول ولا يعاقب عقاب تذکر الحج

وهي مناسك ملا علی قاری ص ۱۸، ونكون العفة من وجه حلال، فان الحج لا يقبل بالغة الحرام.

وان سقط عنه العرض في الظاهر لم يحج بها. وانما اراد ان يحج، ولم يكن معه الامان حرام اذ فيه

شبهة، فيستدبر للحج من مال حلال ليس فيه شبهة، ويحج به. ثم يفتن دبه في ماله

## (۱۹) حکومت کی اجارت کے بغیر حج کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں امامان و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو لوگ محمد اپنے چچے جاتے ہیں اور یہ قانونی طور پر وہاں کے حکمران کے ہیں تو کیا وہ اس طرح حج کر سکتے ہیں کہ درست ہوگا جبکہ حکومت نے صرف محمد کی اجازت دی تھی۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ جو کہ عمرہ کیلئے چلے جاتے ہیں اور حج کر کے واپس آتے ہیں تو ان کا حج اگر وہاں سے نیکو فریضہ کی عاقبت ہو تو حکومت کی اجازت پر ہی ہوگی لیکن اس بات کا حکم یہاں اور پانچ امور میں ماننا واجب ہے انھوں نے اس کی وجہ سے ترک واجب قرار دیا ہے۔

شمس الی الشامہ ۱/ ۱۸۵، تنبیہ الامراء بالصدایہ فی غیر الایام المنیہ وحب کما قدمنا فی ما

العیہ من ان طاعة الامام فیما یسیر مع عصبہ واحدة.

## (۲۰) نہینا کے لئے حج پر جانا فرض نہیں

سوال کیا فرماتے ہیں امام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرچہ آؤں اپنے حج پر جانے کا کیا صحابہ نے اسی طرح اپنے شخصوں میں سے کسی سے بھی کہہ دیا ہے اور کبھی لکھ نہیں آتا بلکہ وہ جب مناسب سمجھے تو اب اس سے یا عمر

الجواب حامداً ومصلحاً۔ تاہم پانچوں حج کرنا فرض نہیں ہے ابھی کو اپنی طرف سے بھیج کر حج بدل کر دے اور وہ شخص اپنی آنکھوں میں شے ڈالے اور وہی شخص اس کو جو چاہے دے اور ان کے ساتھ حج پر جانے والے کسی کے ذریعہ حج بدل کر دے۔ حج بدل لی دینے سے لوگوں میں انرا کلام نہ رمل تو کیا تو ان لوگوں کے حج کا مادہ نہ کرنا لازم نہ کہ۔

شمس الی الشامہ ۲/ ۵۹، (قوله صحيح الدين) أي سالم عن الألفاظ الجامعة عن القيام بما لا مد منه

أي السفر فلا يجب على مغلوط مغلوط ونحو كبر لا يثبت على الواحدة منه والعسى وان وجد فانه

وطاهر الرواية عهدا وحب الاحسان عليهم وبحرهم ان دام المحروان والاعاد ما لم يهجم

## (۲۱) مالدارنا بیٹا کے حج کا حکم

سوال : یا فرماتے ہیں مالدار اور غنیمتین کا نظام میں مسند کے بارے میں کہ میرا بیٹا دوست ہے جو کافی مالدار ہے تو شتر و ایک حاشہ میں اس کی دو اونٹنیں خراب ہوتی ہیں۔ اب وہ بالکل تاجڑا ہے۔ چوتھوں پر بھی غرض ہے۔ لیکن وہ تاجڑا پریشان ہے کہ کیا اسے جب انھیں چھینے تو غنیمت تھی اور اب جب اونٹن اور اونٹنیں نہیں ہیں۔ آپ بتائیں کیا یہ دیکر کرے؟

الجواب: مالدار و غنیمتین کسی صورت میں غنیمت نہیں کو اپنا مال دیکر اس سے حج ادا کرالے۔

لساقي الهندية (۲۵۰/۱) ومرتبة سببها كالحج والا تابة تحرى في النوع الاول في حالتي الاختيار والاضطرار ولا تحرى في النوع الثاني وتحرى في النوع الثالث عند العجز كذا في التكاليف ونحوها

النبابة في المنع شرط (مهما) ان يكون المحجوج عند عاجر اخص الاداء بنعمه وله مال.

وفي الدر المنثور (۵۹۸/۲) (والمسركة عنهما) كحج القرص (وتقبل النيابة عند العجز فقط)

نكر بشرط دواء العجز الى الموت لانه لو مضى العمر حتى تلزم الاعادة بزوال العجز (و) بشرط

دبلة الحج عنه (اي عن الآخر) (۵۹۹) ومن لم يكن كذلك كالعبي والرقاة سقط عنهم

محج المهر (عند) اعلا اعادة مطلقا سواء (استمر به ذلك العجز ام لا)

وفي التسمية (۵۹۸) والحاصل ان من قدر على الحج وهو صحيح ثم عجز لزمه الاحتجاج

بشأن امهات لم يملك مالا حتى عجز عن الاداء بنفسه فهو عني الخلاف واصله ان صحة البدن شرط بلوغ حرم عذبه ونحوه من الاداء عذبهما ولذا اول الحج احتياط النهي صحيح وان قول الامام

هو المذهب لقوله حتى تلزم الاعادة بزوال العجز (اي العجز الذي برحى زواله كالحبس والمهر من

حالات محو العبي فلا اعادة لزواله على ما ياتي

وفي الفقه الاسلامي (۲۵۰/۳) يحوز الحج عن الغير الذي مات ولم يحج كوعن الميراث المحي

التي عجز عن الحج لعجزه وله مال... قال التحف من لم يجب عليه الحج نفسه لعجزه

كالموت ونحوه وله مال ينزعه ان يحج رجلا عنه ويجزئه عن حجة الاسلام اي انه تجوز النيابة في

الحج عند العجز فقط لا عند القدرة بشرط دواء العجز الى الموت

## (۲۲) والدین کی بیمار داری کیلئے حج کو مؤخر کرنا

سوال : یا فرماتے ہیں مالدار اور غنیمتین کا نظام میں مسند کے بارے میں کہ میرا بیٹا مانتی ہے اس سے حج کیلئے نہ رہے

کہ دیا اور نام بھی نہیں آیا اور اس پر یہ حج فرض بھی تھا اب ہوا یہ کہ جب رواجی میں ایک ہفتہ باقی تھا تو اس کے والد صاحب نے عت  
پہنچا دیا اور والد صاحب کہتے ہیں کہ پتا نہیں کہ پھر میں تجھے دیکھوں گا یا نہیں اور میرے علاوہ کوئی دوسرا میرا خیال نہیں رکھتا اسلئے تو اس کا حج  
جی پر نہ جاؤ تو پوچھنا یہ ہے کہ ایک طرف اللہ کا حکم ہے کہ حج کرو اور دوسری طرف والد صاحب کی بیمار داری کیلئے کوئی نہیں ہے اور آئندہ  
کچھ پائیں کہ میرے دوست کے پاس اتنی رقم ہوگی بھی یا نہیں اب میرے دوست کیلئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئولہ میں آپ کے ساتھی کیلئے حج پر ٹھکانہ کرو تو حرجی ہے کیونکہ جب حقوق اللہ اور حقوق العباد میں  
تفریق آجائے تو ترجیح حقوق العباد کو دی جاتی ہے لہذا آپ کے ساتھی کو چاہئے کہ اس سال حج نہ جائیں والد صاحب کی خدمت کریں  
پھر جب یہ بندہ ختم ہو جائے تو حج کر لے۔

لسا فی لطحطاری علی الدر (۱/۹۷۴) اذا اراد الامن ان يخرج الى الحج وابوه كاره لذلك اذا كان  
الاب مسعياً عن خدمته فلا بأس به وان كان محتاجاً بكمه كذا الام وفي السير الكبير اذا لم يخف  
عليه الضعف فلا بأس به۔

وفي الشامية (۲/۳۵۶): (قوله من يحب استئذانه) كاحد أبويه المحتاج إلى خدمته  
وطاهره أن الكراهة تحریمیة ولذا عبر الشارح بالوجوب۔ قال فی البحر۔ وهذا كله فی حج  
الفرض أما حج النفل فطاعة الوالدین أبولی مطلقاً كما صرح به فی المنطلق۔

## (۲۳) کیا نفلی حج کیلئے والدین کی اجازت ضروری ہے؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے گرام و ملتین نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا اس سال نفلی حج کرنے کا ارادہ ہے لیکن والدین منع  
کرتے ہیں آپ نے حج فرض ادا کر لیا ہے نفلی کی کیا ضرورت ہے لہذا آپ حضرات سے معلوم یہ کرنا ہے کہ میں نفلی حج کیلئے والدین کی  
اجازت کے بغیر جا سکتا ہوں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ کہ آپ کے والدین آپ کے نفلی حج کیلئے جانے کی وجہ سے کسی بھی سخت تکلیف پریشانی کے پیش آنے کا قوی  
التمس ہے مثلاً ان کو آپ کی خدمت کی ضرورت ہے اور کوئی دوسرا خدمت کرنے والا نہیں ہے وغیرہ تو آپ کیلئے نفلی حج کیلئے جانا جائز  
نہیں۔ اور اگر ان کو کسی قسم کی تکلیف پریشانی کے پیش آنے کا اندیشہ نہیں ہے تو پھر ان کی اجازت کے بغیر آپ کے لئے نفلی حج کیلئے جانا  
جائز ہے۔ لیکن پھر بھی مستحب و مناسب یہی ہے کہ والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ والدین کی اجازت کے بغیر  
نفلی حج کیلئے نہ جائیں۔

لسا فی الهندیة (۵/۳۶۵): الامن البالغ بعسل عملاً لا ضرر فيه دنیا ولا دنیا بوالدیه وهما بكمهانه فلا

بد من الاستئذان فيه اذا كان له منه بد۔

وقال محمد رحمه الله في السفر الكبير اذا اراد الرجل ان يسافر الى غير الجهاد لتجارة او حج او غيره ذالك ابواه فان كان يخاف الضيعة عليهما بان كان معسرين و نفقتهما عليه وماله لا يفي بالزاد والراحلة و نفقتهما فانه لا يخرج بغير اذنيهما سواء كان سفرا يخاف على الولد الهلاك فيه كتركوب السفينة في البحر او دخول البادية ماشيا في البر او البحر الشديدين او لا يخاف على الولد الهلاك فيه. وان كان لا يخاف الضيعة عليهما بان كانا موسرين ولم تكن نفقتهما عليه ان كان سفيرا لا يخاف على الولد الهلاك فيه كان له ان يخرج بغير اذنيهما وان كان سفرا يخاف على الولد الهلاك فيه لا يخرج الا باذنيهما كذا في الذخيرة.

وف الدر المختار (۴/۲۵۱): وفيه لا يحل سفر فيه خطر الا باذنيهما. وما لا خطر فيه يحل بلا اذن ومنه السفر في طلب العلم.

قال العلامة الشامي في حاشية: قوله فيه خطر كالجihad وسفر البحر والخطر بالخاء المعجمة والطاء المهمللة المفتوحين الاشراف على الهلاك كما في طعن القاموس. قوله (وما لا خطر) كالسفر للتجارة والحج والعمرة يحل بلا اذن الا ان خيف عليهما الضيعة سرحسي.

### (۲۴) چھوٹا (نا بالغ) بچا اگر حج کرے تو کیا اس کا حج نفلی ہوگا یا فرض؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم دو میاں بیوی اس سال اللہ کے فضل و کرم سے فریضہ حج کی ادائیگی کیلئے جا رہے ہیں۔ ہمارے ساتھ ہمارا نو سالہ بچہ بھی ہے۔ ہم اسے بھی تمام ارکان وافعال کروائیں گے۔ آپ سے پوچھنا یہ تھا کہ چھوٹا بچہ جب ماں باپ کے ساتھ پورا حج کر لے تو آیا بڑے ہونے کے بعد اس پر دوبارہ حج فرض ہوگا؟  
الجواب حامداً ومصلياً۔ چھوٹا (نا بالغ) بچا اگر حج کرے تو وہ نفلی حج شمار ہوگا اور بالغ ہونے کے بعد اگر اس کو استطاعت ہوئی تو اس کو حج فرض اور اگر ہوگا۔

لشافعی (المسند ۱/۲۱۰): ولو ان التمسى حج اذا قبل البلوغ فلا يكون ذلك عن حجة الاسلام ويكون تطوعاً

وفی الدر المختار (۴/۲۶۶): (فلو احرم صبی عاقل او احرم عنه ابوه صار محرماً)۔ (فبلغ او عند لعن) قبل الوقوف (فمضى) كل على احرامه (لم يسقط فرضهما) لا تعقاده لفلان

### (۲۵) مالدار شخص کا قرضہ اندازی میں نام نہیں آیا، بعد میں مال ختم ہو گیا؟

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص پر حج فرض ہے وہ جانے کا ارادہ بھی رکھتا ہے

میں آئے۔ ان میں سے ایک نام اُنھیں تھا: آپ ارادے سے پاس ہائی تھیں۔ وہ نے اور بھی ذکر کرتے تو یہ انھیں ہر گز نہیں؟

الجواب: علامہ اوصلیاؒ: سورت سجدہ میں نہ نماز نہیں کی چونکہ یہ تکبیر سے پہلے ہوا کہ انھیں فریضہ بھی نہ تھا۔ ہذا جواب ہے۔

مسئلی المسند: ۲۱۹۱) وهو لم يرض على الفجر وهو الصحيح فلا يباح له التحجير بعد الاستحباب

العام الثاني فإذا أخره وادى بعد ذلك وقع أداء

وفي فتاوى الشامية: ۳۵۵۴: إن وجوبه على الفور للاحتياط فإن في تأخيره تعريضا للغير.

وفي الشامية: ۳۵۸۱: ضرورة أن وجوبه وهي التي إذا حدثت بنعماها وجب التحجير ولا فلا وهي

سبعة الإسلام والعلم بالوجوب ليس في دار الحرب واليهود والعنف والمحرمة والاستطاعة والوقت

في القسرة في أشهر الحج أو في وقت خروج أهل بلده

وفي السفة الاسلامي: ۲۰۳۲: فإن أبو حنيفة رحمه الله تعالى وأبو يوسف والمالك في أرجح

الشعربن راحته بوجوب الحج بعد ما اثر الاستطاعة وبقي السروط الاتية على النحو هو العدم لا

في أول اوقات الاستحباب لشعربن ورد نهاده تأخير مسبب لان تأخيره معصية صعبة وإن كان

مؤد لا يفسق الا بالاحكام لان القسرة ظنة مسبب تكون ذلها ضارفا كما قال المحقق ومعد عليه

لو تراضى كان أداءه والتمس منه فله

## (۲۶) حاجی کے صاحبِ انصاب ہونے کی وجہ سے قربانی کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں: ہمارے دوامِ حقیقتان۔ ان میں سے ایک کے بارے میں کہہ دے تو وہاں کی ایک مسجد میں جب بے

میں رہا۔ وہی چھتہ کر کے کہتا ہے: اب وہ وہی ہے۔ وہی تو کہیں گے لیکن معصوم یہ کہتا ہے کہ آپ اپنے وعدہ کی کیا صاحبِ انصاب

بے مانی ہے۔ ان وہاں تو کہیں گے: یہ ایران کی طرف سے یہاں پاکستان میں قربانی کر دیں۔ یہ تو کہہ جاتے ہیں: اب

رحمت فرمائی۔

الجواب: علامہ اوصلیاؒ: قربانی واجب ہوئی۔ ہر مسلمان آزاد، بالغ، عاقل و مدلل صاحبِ انساب ہے۔ لہذا صورت یہ: سوال میں آپ

خاموش تھے جس کی وجہ سے ان پر قربانی واجب نہیں۔ لہذا اگر وہ خود آپ ان سے حکم سے قربانی کر دیں تو یہاں تک کہ یہ

خاموش نہ رہیں تو یہی ہوگی۔

مسئلی المسند: ۲۱۹۳: ولا يحج على الصغار ولا على المجنون ولا على المحرمان ولا على من

أهل مكة كداعي شرح المصنفين

وفي الشامية: ۳۶۰۲: هو حرم حلاله دخول الحاج الشاه فانه بصير مفيضا حكما وإن لم يدر



الاقامة وهذا مسافر حکما وفي نوى الإقامة لعدم انقضاء سفر عادام عازما على الخروج قل حجة

عسر يوما

وفي الدر المختار ۱۳۱۵ قل نحب على حاج مسافر فاما اهل مكة فكلهم وان حجوا وقبل لا

يلزم المحرم

## (۲۷) جس شخص نے مسجد نمرہ میں قیام کیا اور عرفہ میں نہیں گیا اس کے حج کا حکم

سوال :- یا فرماتے ہیں کہ اگر ہم دو مہینے کا مقام میں مسکن رہے ہیں کہ اس سال الحمد للہ چھپنے کی دعاؤں سے اللہ رب اعزات نے حج کی سعادت بخشی ہوئی اچھا اور بہترین مقام تھا اور دعائیت اور نورانیت کی محبت چاشنی تھی یہ کیف! اس نے وہاں بعض لوگوں کو دیکھا کہ جو مسجد میں قیام کیا ہے وہ وہاں سے میدان میں بھی نہیں گئے، کس مستحکم ہیں رہے تھے تو یہ ایسا نرم و گھٹنے والا ہے کہ وقت میں کچھ وقت نہ مارا کر دیکھا جاتا ہے کسی صورت میں اسے چھوڑ دیا جائے گا اور اگر ہم اس مسئلہ کا ضرور بعد جواب دیتے ہیں۔

الجواب حامداً ومعتزلاً :- ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ بعد طواف نحر تک میدان عرفات میں کچھ وقت گزارنا حج کا سب سے اہم رکن ہے جس سے انسان کو اللہ کی رضا میں کچھ کچھ حصہ ملتا ہے اب ایسے شخص پر لازم ہے کہ وہ حج کے دوسرے افعال کو ادا کرے اور طواف بوجہ ہے اور اسے مال چرچہ کی قدر ہے۔ نیز صورت مسکن میں لوگوں نے مسجد نمرہ میں قیام کیا اور میدان عرفات میں نہیں گئے تو ان کا حج بوالا کس کی بات پر موقوف ہے کہ مسجد نمرہ میں عرفات میں داخل ہے یا نہیں۔ تو ان کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں ان سے اور بعض کہتے ہیں کہ غلط نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ چھپا حصہ ادا ہے اور اگر حصہ داخل نہیں ہے حال میں جس کا تعلق ہے۔ میدان عرفات میں سے اور اگر اسے وہاں سے اس میں کچھ اس وقت گزارنے سے یہ کہیں اور بوجہ ہے کہ اور جس جگہ سے ہمارے میں بعض سے معصوم نہ تو ان پر میدان عرفات میں داخل ہے یا نہیں وہاں پر قیام کرنے والوں پر حقیقتاً حج کی قضاء اگلے سال کرنا فرض ہے۔

الساقی اعلاء الصلوة - ۱۱۰ - واما مسجد نمرہ فلا يفتاى ما لو قلد فيه عابثة فوضعت بعض

قطعي وهو الوطوف معرفة اصطلاحاً كما قالوا في استيفان الحطيم بل الاولى.

وفي التمام: ۵۳۴ قل في المعراج وهرل عرفات في اى موضع شاء الا الطريق وقرب جبل

الرحمة افضل وقابل الالة الثلاثة في سورة البصير لنزوله عليه الصلوة والسلام فيه فلما نمره من عرفه

ونزوله عليه الصلوة والسلام فيه لم يكن عن قصد

وفي مسك حلا على فارغ ص ۱۳۲ قلانت الحج هو الذى احرم به ثم فاته الوطوف معرفة ولم

سَمَكَ نَسَبًا مِمَّنْ، أَيْ مِنْ زُهَيْرِ الْفُؤَادِ وَمَكَدُوا لَوْ سَاعَةً نَصِيقَهُ، أَيْ لَعَبَدَهُ لَا عُمُومَةَ، وَلَوْ أَدْرَكَ سَاعَةً مِنْ زَمَانِهِ، مَعَهَا مَكَامُهُ، بِهَذَا أَيْ عَدَّ زَوَالَ عِرْفَةِ (وَأَوَّلِيًّا) لَيْسَ الْمُرَادُ لَعَلَّهِ إِلَى طُلُوعِ الْفَجْرِ هَذَا فَقَدْ مَرَّ حُدُودُ لِقَائِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ مِنْ دَرَكِ عِرْفَةِ قَبْلَ طُلُوعِ الْفَجْرِ فَقَدْ أَدْرَكَ الْحُجَّجَ وَبُشَى تَعْلِيْقَاتٍ مَرَلَا نَاقَشَ أَحْمَدُ مَنَامِي عَلَى النَّبَاةِ (١٠٠٧) : وَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِنَا لَعَرَفَاتُ أَرْبَعِ حُدُودٍ : وَاعْلَمُوا أَنَّ لَيْسَ مِنْ عَرَفَاتٍ وَادِي عِرْفَةٍ وَلَا نَمْرَةٍ وَلَا الْمَسْجِدَ الْمَسْبُوعِ مَسْجِدَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْسَ لَهُ أَيْضًا حُدُودٌ عَرَفَةٌ

(۲۸) یومِ آخر (قربانی کے دن) میں حاجی کیلئے چار کام اور ان کی ترتیبی رعایت

[illegible]

في البند ٢٠ (٢٣)، تم باني حسم والعقبة قبل الزوال فيرمها تسع حصيات في بطن الواحد من  
سبعين إلى مائة حصاة المحدث ولا يقب عند هكده في شرح الطحاوي أنه يرجع إلى  
سبب فان كان معه سك واحد وان لم يكن فلا يصح دلاله مع رد الملح ولو كان لازماً أو مستند فلا  
مداه من الدخ لم يخلو أو يقتصر عليه ابعاص ٢٣٢، انه يقول بالثبت في جوده ذلك طواف  
رجوع ان استطاع ان يمس القدر بعد القدر والا رجوع على ذلك

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْفَقِيرَ».

طواف للزيادة يوما من ايام الحج الثلاثة

وہ اشیا حد لیں، جبکہ فی یوم البحر اربعۃ اشیا، الرمی، ثم الذبح، ثم الغفران ثم الحلق ثم الطواف لکن لا تنسی غفران الرمی والحلق، نعم یکرہ لیاف وقد نفیہ، کما لا شیء علی المغرد الا ان حین فی الرمی، ان ذبح لا یجب، و یجب ذبح علی قنار حین قبل ذبحہ، وہ للتأخیر، و ذبح للقنار علی المنصب کما حرره المصنف قال: و ان تدفع مفوضہ عنہم من جعل الذمین للمحابة

## (۲۹) طواف کے درمیان جماعت کھڑی ہونے کا حکم

سوال: یا فرماتے ہیں، کہ اگر وہ وضو تکمیل کے بعد ایسے جگہ پر آئے جہاں طواف یا کسی شروع کرے لیکن قبل نماز کے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: حامداً ومصلياً طواف اور فی نماز کے درمیان جماعت کھڑی ہو جائے تو دیکھا جائے اگر طواف اور سعی مکمل کرنے سے جماعت کی مناعت چھوٹے کا اثر نہ ہو تو طواف ایسی جگہ پر سے ہر طواف اور سعی کو ترک کر کے نماز یا جماعت میں شامل ہو جائے، ورنہ میں یہاں سے پیچھا کرتا ہوں تاکہ اسے صحیح نہ کہ، زمرہ و بار و شروع کرنا شروع نہ کرے۔

لسا عی الجسدية ۱۰۰-۱۰۱ و لو اقبست الصلاة والرحل يطوف أو يسعى بترك الطواف والسعي

و سنی ثم یسعی بعد الفراغ من الصلاة

و فی الدر المختار ۲۰۹-۲۱۰ و لو حرج منه أو من السعی إلى جارة أو مكتوبة أو تحديه و صواء ثم

عاد سی و حار فیہما اکل و بیع.

و فی الشامية ۲-۳۹۰ فلو لم یسعی فی علی ما کان طافه ولا یلمه الا استقبال یقی ما اذا

حصرت الحارة أو المكتوبة فی أثناء الشرط هل یتمه أو لا؟ له أن من صرح به عندما یبغی عدم

الاتساع اذا حلت قوت ان کتبه مع الامام و اذا عاد للبنا هل یسعی من فعل انصرافه أو یبندی الترم

من الحجیر ۳ و المظاهر الاول فیما عسی من سبقه الحدث فی الصلاة

## (۳۰) میقاتی پر طواف و راء واجب نہیں

سوال: یا فرماتے ہیں، کہ اگر وہ وضو تکمیل کے بعد ایسے جگہ پر آئے جہاں طواف یا کسی شروع کرے لیکن قبل نماز کے پہلے جماعت کھڑی ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب: حامداً ومصلياً طواف اور فی نماز کے درمیان جماعت کھڑی ہو جائے تو دیکھا جائے اگر طواف اور سعی مکمل کرنے سے جماعت کی مناعت چھوٹے کا اثر نہ ہو تو طواف ایسی جگہ پر سے ہر طواف اور سعی کو ترک کر کے نماز یا جماعت میں شامل ہو جائے، ورنہ میں یہاں سے پیچھا کرتا ہوں تاکہ اسے صحیح نہ کہ، زمرہ و بار و شروع کرنا شروع نہ کرے۔

مختلف اور نہ کریں تو ان پر دہرہ و تہرہ بھی لازم ہوگا البتہ قائلی (جو نہ نماز میں قیام پڑھے اور نہ میٹ سے کسی ایسی جگہ حوائف...  
وہیبت ہے اس لئے اگر یہ طواف واداء کیے بغیر ایسی آجائے تو اس پر دہرہ و تہرہ ہوگا۔

لما فی الہندیۃ (۲۳۴): وطواف الصدر واحد علی الحاج اذا اراد الخروج من مكة فلیس علی المستمر طواف الصدر ولا یحب علی اهل مكة واهل الموقیت ومن ذوبہم.  
وفیہ (بعضاً ۲۳۵): ومن سمر ولم یطوف للصدر فانه یرجع مالہ یحاذر المیقات فان ذکر بعد مجاوزة المیقات ثم یرجع فار یرجع بعمرۃ وان عاد بعمرۃ ابتداء بطوافها فذل فرغ من عمرۃ طواف للصدر

وفی الدر المختار (۵۲۲): (ثم) اذا اراد السفر طواف للصدر ای التوداع سبعة اشواط بلا رعیل وسعی وهو واجب الاعلی اهل مكة: ومن فی حکمہم فلا یحب مل یدب کمن عکث بعدہ  
وفی الشامیۃ نخجہ: (قوله) وهو واجب: فلو نفر ولم یطوف وجب علیہ الرجوع لیطواف مالہ یحاذر المیقات  
لحصر بہن ارفاقہ اللہ والرجوع باجرام جلید بعمرۃ مستلماً بطوافها ثم بالصدر والاعتن علیہ فلاحیرۃ الاول  
الوی سیرا علیہ ونفعا للفقراء (قوله) ومن فی حکمہم ای ممن کن داخل الموقیت

### (۳۱) اپنی بیوی یا والدہ میں سے کس کو حج کروانا بہتر ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دھام میں مسئلے بارے میں کہ ایک آدمی نے اپنی ماں اور بیوی کو بیٹھ سائے میں اور دو تھالے لائے ان میں سے کھانا کھا اور اب اس آدمی نے اپنی سوتلی بیوی کو روک دیا اور اس کی بیوی نے کہہ دیا کہ میں نے تمہاری بیوی کو روک دیا ہے۔ کیا اس کی بیوی کو حج کرانا واجب ہے؟  
جواب: عاقل و عاقلہ صورت میں اگر اس کی بیوی کو حج کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس شخص کا اختیار ہوگا کہ اپنی ماں یا بیوی میں سے کسی کو حج کرانے کا فیصلہ کرے۔ لیکن اگر اس کی بیوی کو حج کرنا ضروری ہے تو اس صورت میں اگر اس کی بیوی کو حج کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس شخص کا اختیار ہوگا کہ اپنی ماں یا بیوی میں سے کسی کو حج کرانے کا فیصلہ کرے۔ لیکن اگر اس کی بیوی کو حج کرنا ضروری ہے تو اس صورت میں اگر اس کی بیوی کو حج کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس شخص کا اختیار ہوگا کہ اپنی ماں یا بیوی میں سے کسی کو حج کرانے کا فیصلہ کرے۔

لما فی البحاری (۸۸۳/۴) عن امی ہریرۃ قال جاء رجل یلی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ من احق محبتی صحابی قال امک قال ثم من قال انک قال ثم من قال ثم امک قال ثم من قال ثم

وفی فتح الباری (۴/۳۳) رحمہ اللہ قال فی حدیث عائشۃ سالت النبی ﷺ عن الذی اعظم حقاً علی المرأة قال ذر جہا قلب یعنی الرجل قال اللہ



۱۰۔ اور وہ کہتا ہے کہ میں نے اس سے یہی عرض کی تھی ایک جہاد بنی، ان سے اور جس طرح نماز اور روزے کے بارے میں  
 یہ شرط رکھی ہے وہی طرح حج کے معاملہ میں بھی اپنی فرض کو جاننا شرط رکھی ہے۔ لہذا ان صاحب پرستہ وری نے نہ دیکھی کہ مسلمانوں کو  
 روزہ پختہ اور نماز پختہ اور حج کے ادکار کو انہوں نے دیکھ کر بھی ادا کرنے کا سیکھتے ہیں۔ اپنی قسمی ادا کاوت پہلے آپ ادا کرے۔ ادا کرے نہ  
 کرے۔ اللہ سے دینی کتاب اچھی ہے یہ نہیں دیکھا!

(۱۱)۔ یہ بتاتے ہیں کہ: "مگر یہ ملحق مجھ کا نہیں اسی صاحب پرستہ وری"

۱۲۔ انہوں نے بھی یہی شرط رکھی ہے کہ: "مگر یہ ملحق مجھ کا نہیں"

(۱۳)۔ فلاں نے یہی شرط رکھی ہے کہ: "مگر یہ ملحق مجھ کا نہیں"

## فصل فی واجبات الحج ومنہ

### (حج کے واجبات اور سنن کا بیان)

#### (۳۴) کیا تلبیہ کیلئے خاص الفاظ منقول ہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے اہل بیت (ع) اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایسا شخص کوئی تہنیت کہے کہ میں نے تہنیت کی ہے کوئی خاص الفاظ منقول ہیں جن الفاظ سے اللہ پاک نے یہ پائی جان ہو ان سب الفاظ سے جائز ہے اس لیے آپ (ع) نے اس سے کچھ معلوم کیا ہے کہ تہنیت کی کون سی الفاظ پر سنانہ دینی ہے یا اور سے الفاظ سے بھی اور جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً تلبیہ کیلئے یہی رسم کلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مخصوص الفاظ منقول ہیں اور ان الفاظ کے ساتھ تلبیہ مسنون ہے اور نیز الفاظ سے بھی جن سے اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی بیان ہوئی ہو تلبیہ اور یہ الفاظ نہ نازل نہ پر سنانے کے خلاف اور اگر وہ ثابت ہو جائے۔

لسان فی اللہ ص ۱۰۴۴) ولو كان مكان التلبية نبح أو تعبد أو تهليل أو سجد أو ما أشبه ذلك من ذكر الله تعالى وسوى به إلا حرام صر محرم ما سواه كان يحرم التلبية ولا يحلها بالإجماع وكذا إذا نسي بلسان آخر أو سمع من غيره أن يحرم من العربية ولا يحلها وفي الشامية ۲/ ۴۸۴: أقول قد تحرمنا القول بهم إيجاباً بشرط ولا يحل ما فيه فإنه إن أراد أن الشرط خصوص الصيغة المتعارفة فيه أن ظاهر المذهب كما في الفتح أنه يصير محرم ما سلك بناءً ونسج وقد مر وإن أراد بها مطلق المذكور فلا يبعد مدعا وهو كراهة نقص هذه الصيغة تحريماً فالحق ما في المحرم من أن خصوص التلبية لا ينافي أصلاً ارتكاح كراهة التبريد.

#### (۳۵) طواف سے قبل سعی کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے اہل بیت (ع) اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے بعد اور وہ خوف سے ہے سعی میں کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلحاً سعی نماز واجب ہے اور ان میں سے کسی ایک سے پہلے سعی طواف ہے یعنی چاہے طواف ہو یا

اس پر مبنی راقی ٹیٹا مرنے سے۔

الحائي المبسوط للمرحوم ١٠٧٥: لا يجوز البيع في الخواص اى ان قال: ويجوز ان يبيع بعد

ان بطرف الافكر من الطوائف ان لا يكون بنوع مفاد افكر

وحي البصيرة ٢٠٠ (١) وإلا: فإني إن السعي بعد النظر إليه قد عكسني عنه السعي لانه مع له

(۳۶) حالت طواف میں رُک کی ابتداء اور طواف کی مسنونہ نہیں

[illegible]

۱۔ دلی پر اس معاملے میں زور ہے جس نے بعد میں وہ طائفہ طوائف میں دلی کی تہذیب کو اس لیے نہ  
 دلی "مہیا" میں پھروں میں صرف دلی کو، نہ ہوتا اور جب قہر سے پھر میں تہذیب کے یہ پہنچا چکیں تو اس وقت دلی تہذیب کا  
 ورتہ جاری ہو کر نئی دہلی کی دلی کے مقبرہ "مہیا" میں چلے گا۔

[illegible]

(۳) امام محمد بن حنفیہ شہر سے کسی ایک سے آپ غلام خریدتے ہیں۔ (۱) ان کے مال میں سے جو مال غنیمت ہے، اس کا ایک چوتھائی حصہ آپ کو ملتا ہے۔ (۲) اگر وہ مال غنیمت ہے، اس کا ایک چوتھائی حصہ آپ کو ملتا ہے۔ (۳) اگر وہ مال غنیمت ہے، اس کا ایک چوتھائی حصہ آپ کو ملتا ہے۔



لسماعی الاذکار للنوی (ص ۶۷۱): فصل فی اذکار الطواف، يستحب ان يقول عند استلام الحجر الاسود اولاً، وعند ابتداء الطواف ايضاً: "بسم الله والله اكبر، اللهم ايماناً بك وتصديقاً بكتابك ووفاء بمعهدك والتابعاً لسنة نبيك صلى الله عليه وسلم" ..... ويقول في رملة في الاشواط الثلاثة ((اللهم اجعله حجاً مبروراً، وذنباً مغفوراً، وسعيًا مشكوراً)) ويقول في الاربعة الباقية: ((اللهم اغفر وارحم، واعف عما تعلم وانت الاعز الاكرم، اللهم ربنا النافى الدنيا حسنة وفي الآخرة حسنة وثما عذاب النار ..... الحج

وفي الهندية (۱/۲۲۶): ويرمل في الثلاثة الاول من الاشواط ويمشي في الباقي على هتته كذا في الكافي. وكذا في كل طواف بعده سعى فانه يرمل فيه كذا في فتاوى قاضيخان ..... ولو ترك الرمل في الشوط الاول لا يرمل الا في الشوطين بعده وينسيانه في الثلاثة الاول لا يرمل في الباقي، ولو رمل في الكل لم يلزمه شيء كذا في البحر الرائق ..... الحج

وفي الشامية (۳/۴۹۸): (قوله استأنأ) ففي مسلم وابي داود والنسائي عن ابن عمر وحسب الله عنهما قال ((رمل رسول الله صلى الله عليه وسلم من الحجر الى الحجر ثلاثاً ومشى اربعاً فتح ..... (قوله ولو في الثلاثة الحج) قال في الفتح ولو مشى شوطاً ثم تذكر لا يرمل الا في شوطين وان لم يذكر في الثلاثة لا يرمل بعد ذلك اذ لا يرمل الا في الاربعة سنة، فلو رمل فيها كان نازكاً للستين وترك احدهما اسهل بحر، ولو رمل في الكل لا يلزمه شيء ولو الحجة، وينبغي ان يكونه تبرعاً لمخالفة السنة بحر ..... الحج

### (۳۷) یوم الآخر کے بعد منی میں قیام کی شرعی حیثیت

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ منی کا ریش مطلق عذر ہے یا مخصوص لوگوں کیلئے ہے؟ نیز عرفات سے مزدلفہ کے راستے میں ریش کو منی کے ریش پر قیاس کرتے ہوئے منی والا حکم لگانا درست ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص بجز ریش کے مزدلفہ تا ثب سے پیچھے اور توقف نہ کر سکے تو ہم لازم ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ یوم الآخر کے بعد منی میں تین راتیں گزارنا مسنون ہے، جس کی عدم ادائیگی پر گناہ تو ہوتا ہے، مگر وہ لازم نہیں آتا البتہ توقف مزدلفہ واجب ہے، جس کی ادائیگی نہ ہونے پر ہم لازم آتا ہے۔ لیکن اگر پھر یا کسی طرزی وہ ہے تا ثب ہوگئی یا ادائیگی نہ ہوگئی تو ہم لازم نہیں آئے گا۔

لسماعی الطحطاوی علی الدر (۱/۵۰۵): (قوله لكن لو تركه بعد الحج) لا يحصى هذا الواجب بل كل

و: حسد د انځر که لڼدېدا: لاسی حنډه والې فی الحرف (قوله کمر حنما) ولو نثر جاف مع بعضهم او کلامه  
تسبیح او غلغله

وفي الدر المنثور: ٢٠١ (١) وفيه من صنوع الفخار إلى صنوع الخشب ولو  
 كان كما في معرفة النكاح لم يفته بعد: كجمعة يوم الجمعة لا شيء غيره

والى النسبة تحته : حوله كمر جمع : عذرة الذئاب الاذية : كان لعلها هو ضعف ، او يكون امرأة تحالف  
 امرءا على لاسى عذرة هذا كثر فى المعمر ولم يقبه فى "محبط حروفه" ان حرام بالمرأة بل اطلقه  
 شمسها الى حيا

وفي الخامسة (٢٠٠٤) فإنه قصد بها الترمي، أي لبالى إياه الرمي هو المسة فلو بات بعير هذا كره ولا يلزمه شئ لذلك

(۳۸) منیٰ میں رات گزارنے کا حکم اور منیٰ سے واپسی کا حکم

سوال : یہ قرآن میں جو ہے انرا وہ غصیان و فحاشیاں مسدود کے بارے میں کیا امتیاز حق میں انہی میں رات گزارنے کو یا نعمت ؟  
 جواب : انہی میں قصداً یہ نہ کہنے کی وجہ سے تھی کہ رات گزارنے تو ان کیلئے کیا مقصد ہو گا نیز یہی ہے وہ اسی سبب ہوئی ؟  
 جواب : حلال و حلالیہ : اب امتیاز حق میں یہ وہ ہیں کہ وہ روزوں کو بھی میں رات گزارنا سنت ہے مگر کوئی شخص حق سے باہر رات گزارے تو  
 غلو و موفادار میں یہ کچھ بھی نہ کہہ سکتا اس لئے وہ انہی بارہ (۱۲) کو وہ جبکہ زوالِ شمس کے بعد ہی کوئی کہنے ہوگی البتہ تاریخ میں  
 یہ حق میں رات گزارنے (یعنی اپنی غصیاں و فحاشیاں مسدود کے تاریخ کوئی نہ کہہ لاری ہو جائے گا۔

السائل ليقوله: ٢٣٢ - وبخلافه - جلد في غير مس في امام مس في كذا في شرح الطحطاوي فان  
باب في حقه ما بعد ذلك في حقه خلد علما

وفي الشافية (١٠٩٩) انه نسي معنى بعد ما علمى ركعتي الطواف ايست بها الزمي اي الذي ايام الزمي وهو المسبب في ان مات بعد ما حكمه في ايامه من

(۳۹) دوران طواف پیکر میں استلام کارو جانا

[illegible]



وفي الشامية تحت: وقوله النباي: وهو اخذ الطائف عن يمينه وجعله البيت عن يساره.

وفي عبدة النباي: (ص ۱۱۳) النباي وهو اخذ الطائف عن يمين يمينه وجعله البيت عن يساره

فلو عكس واعطاه في ثوب النجاء عندنا ومكة ترك امر اجب شعبه موجه

وفي الشامية (۲: ۵۵۸) (قوله: رضاء ذبح الخ) هذا فيما يجب فيه الدم (قوله: في الحرم) فلو

ذبح في غير الحرم يجر ۱۰ ان يقتصر بالمذبح على سنة مساكين.

### (۴۱) حقا و مروہ کی سعی الٹی کر لینے والے شخص کیلئے حکم

سوال یا فرماتے ہیں ملائے گرام و مشہور حکم اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ماں اپنی بچی کی طرف سے اس سال کی حج سعادت حاصل کر کے آئے وہ بچہ بہت زیادہ لکھے پڑھے نہیں ہیں۔ انہوں نے حج کا طریقہ تو نہیں سمجھا لیکن تھا جس ان سے یہ غش ہوئی تھی کہ انہوں نے منام و روپ سعی الٹی کر لی تھی۔ یہ سچ ہے یا اس طرح کرنے سے ان پر کوئی دم وغیرہ تو لازم نہیں ہوگا؟

جواب قرآن و حدیث و روایت میں واجب حجت فرما کر ان کو فرمائیں۔

الجواب حامداً و معضداً سعی الٹی نہ امانت و واجب ہے اور اعتقاد مروہ پر واجب ہے اگر کسی نے سعی الٹی کی ابتداء مروہ سے کی ہو یا اعتقاد مروہ پر یا قاصد میں پہنچا تو مروہ سے شروع کیا تھا جس وقت پہنچا تو اس کے بعد والے پھر شہر ہوں گے۔ سموت سکوت میں آپ کے پاس سے پہنچا تو سعی الٹی کی جس سے یہاں کا پھر شہر یا غیر معتبر رہا نہیں چاہئے تھا تو اس کے بعد ایک اور پھر لیتے تھے۔ سات پھر پورے ہو جاتے تھے۔ ان میں جب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو اب ان پر تعدا دینا واجب ہوئی کہ نصف سال گندم یا پونے دو سیر لیا اس کی قیمت ہے۔

لصالح القرآن الكريم البقرة: او الصفا والمروة من شعائر الله الخ.

وفي مناسك ملا علی اعجازی ۱: ۵۰۱ لو بدأ بالمروة وحده بالصفا يلزمه إعادة شوط واحد يعني

بأن يعود من الصفا إلى المروة ويكون شوطه الأول صافطه الاعتبار

وفيه أيضاً ۱: ۳۵۵: (ولو ترك منه شيء من السعي وثلاثة اشواط أو أقل فعليه لكل شوط صدقة إلا ان

يبلغ ذلك دما فله الجواز بين الدم ونقص الصدقة بأي بقدر ما شاء أو مقدراً بنصف صاع الخ

وفي الشامية ۳: ۵۵۶: (ويجب لكل شوط منه ومن السعي نصف صاع) أي لو ترك ثلاثة منه أو

أقل فعليه لكل شوط منه صدقة إلا ان يبلغ دما فيحير بين الدم ونقص الصدقة لئلا

### (۴۲) حاجی حضرات کنگریاں سب اور کیسے ماریں گے اور ان کی تعداد کیا ہوگی؟

سوال یا فرماتے ہیں میرے کرم و ملتان اہل مسئلہ کے بارے میں کہ اس سال ہم چند دوست لی کر حج پر جا رہے ہیں اللہ تعالیٰ

تے نفس سے ہم سب دوستوں کے دم آگئے ہیں۔ مجھے ایک صاحب نے بھی بتایا اور ایک سائب میں بھی پڑھا ہے۔ وہاں شیطان کو ٹھکرایا بھی داتا بولتی ہیں۔ ممکن تو تھوگھی تھا مٹھیا ہے آپ براہ کرم بتادیں کہ یہ ٹھکریوں مارنا کب شروع کریں گے؟ اور جیسے مارا گیا ہے اور ٹھکریوں کی قعدہ آتے ہوئی کہاں سے ٹھکریوں کی قعدہ آکر گئی ہے اور کہاں اتار ہوئی؟

الجواب: هذا مصليا حاجي حضرات ٹھکریاں تین دن ماریں گے۔ پہلے دن یعنی دوسری ذوالحجہ کو زوال سے پہلے صرف نمرۃ اعقیہ (بڑا شیطان) کو ماریں گے۔ دوسرے اور تیسرے دن تینوں کو مستحسن طریقہ اس کا یہ ہے کہ اسے اس وقت سے دن زوال کے بعد ٹھکریاں مارنے کی ابتدا مسجد حنیف کے قریب جو جہرہ ہے اس سے کی جائے گی پھر حجرۃ الوسطی (دوسریاں) حجرۃ (بڑا) حجرۃ حنیف (بڑا) حجرۃ حنیف کے قریب جو جہرہ کو سات ٹھکریوں سے مارا جائے گا اور مارنے کی کیفیت کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ان میں آسان اور عمدہ یہ ہے کہ انکو صبح اور آفتاب شہادت کے سروں سے مارا جائے۔

نصافی (فتاویٰ: ۲۳۱/۱) ثم باقی جمعة العقیة فی الزوال فیرمیها بسبع حصوات فی بطن الوادی من أسفل الی أعلى مثل حصاة النخوف وبیکر مع کل حصاة ولا یرمی یومئذ من الجمار غیرها ولا یقف عندها۔ (وفی ص ۴۳۳): (الخامس) فی کیفیة الرمی وقد اختلف السناخ فیها قال بعضهم یأخذ الحمص بطرفی ابهامه وسبائنه یمسک بهما عاقله ثلاثین ویرمیها کذا فی المحيط وفی الولو الجبه وهو الاصح کذا فی الشارح حاتیة۔ (وفی ص ۴۳۳): (الثانی عشر) انه فی الیوم الاول یرمی جمرة العقیة لا غیر ولی بقية الایام یرمیها بدأ بالاولی ثم بالوسطی ثم بجمرة العقیة کذا فی المحيط۔

وفی الشامیة: ۵۱۶/۲: (قوله رمی جمرة العقیة) هی ثالث الجمرات علی حد منی من جهة مكة و لیست من مری و یدال لها الجمرة الکبری والجمرة الاخرة قهتانی ولا یرمی یومئذ غیرها ولا یقوم عندها حتی باقی منزله ولوالجبه۔ (وفی ص ۵۱۳): (قوله سبع) ای سبع رمیات بسبع حصوات فلو رمیها دلعة واحدة کان عن واحد..... (قوله ای مرؤس الاصابع) فیل کیفیة الرمی ان یضع طرف ابهامه الیمنی علی وسط السبابة ویضع انحصاة عنی ظاهر ابهامه کانه عاقله سبعین فیرمیها: وقیل ان یحلق سبائنه ویضعها علی مفصل ابهامه کانه عاقله عشرة وقیل یأخذها بطرفی ابهامه وسبائنه وهذا هو الاصح لانه لا یرمی المعتاد فتح. وکذا صححه فی المناہج والولوالجبه وهو مراد الشارح لفهمه والخلاف فی الاولیة والمختار ابهامه مقدار ان یفلاء لباب ای قدر الفولة وقیل قدر الحمصة او الوااة او الانملة قال فی التایید وهذا بیان المنسوب واما الجوار فیکون ولو بالاکثر مع الکراهة

وفی البدیع المختار: ۵۲۰/۲: (وبعد الزوال ثانی النحر رمی الجمر الثلاث بدأ) استناداً (بما یلی



مکان مخصوص و فی الباب ولو وقعت علی الشخص ای أطراف الجبل الذی هو علامة للحجرۃ  
احرامہ ولو علی فناء الشاحص ولم تنزل عنہ لہ لا یجزیہ لہ بعد ورن لم یدر أنها وقعت فی المعرعی  
بنفسہا او بنقض من وقعت و منجریکہ غفیلہ اختلاط والإحتیاط ان یمیدہ۔

### (۴۴) بغیر عذر کے رات کے وقت کنکریاں مارنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر بخل کی اور اس سے مزید چیز نے والے سال میں  
سے تو آغیاب بخون یا اقل ہوں گے، ہاتھوں جب یہ سفر خواجی کے ساتھ ہوا، مجھے بھی فقیر یہ میاں کو مقرر تھا ہے اور سفر میں میری  
والہ زور والہ صاحب بھی ساتھ ہیں۔ اب آرام کی میں سے پادری سے بغیر عذر کے رات کے وقت کنکریاں مارنا چاہیں تو آیا جائے؟  
ہے؟ اور اگر کوئی مرد و عورت اور کمزوروں کے ساتھ دوسرے تہیج کی رات کو حلال سے آگے رات نے بعد رات ہو جائے تو کیا ہمارے  
اعتقاد میں مرد و عورت اور کمزوروں کے ساتھ کنکریاں مار سکتا ہے؟

الجواب حامداً و معظماً بطبع ہمارے کہ رات کے وقت کنکریاں مارنا حرام ہے۔ حرج الفقیر و فقیریاں مارنے کا وقت دوسری تاریخ کی صبح  
صالح سے شروع ہو کر کیا دوسری تاریخ کے صبح صادق تک ہوتا ہے۔ دوسری تاریخ کی صبح صادق سے پہلے کسی جیسے بھی کنکریاں مارنا  
نہیں ہذا کہ کوئی مرد و عورت اور کمزوروں کے ساتھ دوسری تاریخ کی رات کو حلال سے آگے رات کے بعد رات ہو جائے تو وہ حرام و ناجائز  
ان مرد و عورت اور کمزوروں کے ساتھ دوسری تاریخ کی صبح صادق سے پہلے کنکریاں نہیں مار سکتا۔ بہت عذر دینے کی یہ کج فہم ہے کہ وہ  
نہیں ہوں تاریخ کے صبح صادق تک یا رات کنکریاں مارنے کو مقرر کریں۔

لما فی البحر الرائق (۲/۳۵۵) ولہ اوقات اربعۃ وقت الجواز و وقت الاستحباب و وقت الاماحۃ  
و وقت الکراہۃ فالاول ابتداء من طلوع الفجر یوم النحر و انتہاؤہ اذا طلع الفجر من الیوم الثانی  
حتی لو اخرہ حتی طلع الفجر فی الیوم الثانی ثم یدم عند ابی حبیہ خلافاً لہما ولو من قبل طلوع  
لحرم یوم النحر لم یصح اتفاقاً و الذی من طلوع الشمس الی الزوال و الثالث من الزوال الی الغروب  
والرابع قبل طلوع الشمس و بعد الغروب۔

وفی الہدیۃ (۲۳۳/۱) فی اوقات الرمی ولہ اوقات ثلاثۃ یوم النحر وثلاثۃ من ایام التشریق  
اولہا یوم النحر و وقت الرمی فیہ ثلاثۃ انواع مکروہ و مستون و مباح فما بعد طلوع الفجر الی وقت  
الطلوع مکروہ و ما بعد طلوع الشمس الی زوالہا وقت مستون و ما بعد الزوال التمس الی غروب  
الشمس وقت مباح و اللیل وقت مکروہ و لو رمی قبل طلوع الفجر لم یصح اتفاقاً و اما وقت الرمی  
فی الیوم الثانی و الثالث فہو ما بعد الزوال الی طلوع الشمس من العذر حتی لا یجوز الرمی فیہا قبل

المرء ان لا ياتي حرمه والى لى غير - الشمس وقت مبسور وما بعد الغروب الى طلوع الفجر وقت مكروه وما وقفه في اليوم الرابع فقد ادى حصة من طلوع الفجر الى غروب الشمس الا ان ما قاسل من روال وقت مكروه وما بعد مبسور، وايضا فيه (عب ٢٣) ولو جاوز حد الضرورة قبل طلوع الفجر لعد له لركعة ولو قوف بها الا اذا كان به علة او مرض او ضعف فحدث المرحاة دفع بها نيلا فلا شيء عليه

وفي السفر المحض: ١٥١ - وهو وقت مبسور دقة ووقته من طلوع الفجر الى طلوع الشمس ولو ما ركعة في غرفة يكن تركه بعد ترك حصة بعد دقة لاشي عليه.

وفي الشامية نحتة بوقته ثم رقب، هذه الوقوف واجب عندا لامة والسبب في مبسورة دقة مو كذا في الشافعي لا واجبة خلافا لمتاعى فيهما كما في الباب وشرحه قوله ووقته اي وقت حوزة قال في الباب والى وقته طلوع الفجر من يوم البحر واخره طلوع الشمس من فليس وقف بها قبل طلوع الفجر او بعد طلوع الشمس لا يعتبه وقدر الواجب فيه ساعة ولو لطبعه وقدر انه استدع الوقوف الى الاستمرار جدا - وما يوله ترك حصة عارضة العاد الا اذا كان لعملة او ضعف او يكون اذ اذ فحالت المرحاة فلا شيء عليه نكر وان في البحر ولم يقيد الى المحيط خوفا من حمام بالسرقة من اطلقه فيحمل لرحل - قلت وهو من نحو الوقوف الزحمة عند الرمي فيمنعت به انه لو دفع ليلالير من قبل دفع الناس ورحمتهم لاشي عليه نكر لا تنك ان الزحمة عند الرمي وفي الطريق قبل الوصول فيه امر محقق في زماننا فينزهه من سقوط واجب الوقوف بعد دقة فلا يلى تفيد خوف الزحمة بانمرأه وسحمل على اطلاق المحيط عند تكون ذلك على ظاهره في حقها يسقط به الزحمة بحال لم رحل او يحمل على هذا حال ترك حصة نحو من من ولله قال في السراج الا اذا كانت به علة او مرض او ضعف فحدث المرحاة دفع بها نيلا فلا شيء عليه (قوله لاشي عليه) وكذا كره واجب اذا تركه بعد لاشي عليه كما في البحر اي بخلاف فعل المعذور لعدم كمال المحيط ومجوزة فان العذر لا يسقط القدم كما سبقت.

وفيه ايضا (٥١٥) - تحية قوله ووقته اي وقت حوزة (١٥١) من الفجر الى فجر البحر الى فجر اليوم الثاني فذل في البحر حتى يات آخره حتى طلع الفجر في اليوم الثاني ثمعه بعد حلالا لهما ونودي في طلوع فجر البحر به صباح انقلا - وقوله ويكره للفجر اي من الغروب الى فجره وكذا يكره قبل طلوع الشمس بحر وهذا عند عدم العذر فلا يسهل الا في مرضي الصعبة فالنفس ولا



برمی الزحاة لہذا کما فی الصحیح.

(۳۵) رمی جمار کیلئے نذر کی وجہ سے جمرات کے آس پاس سے کنکریاں اٹھا کر رمی کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام ان مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ماموں ٹھیکہ کے سربراہ ہیں۔ اس سال جب وہ حج پر گئے تھے تو مدینہ کی وجہ سے مرض میں بھی شدت آئی تھی۔ جس کی وجہ سے پلٹے میں کافی بیٹھادی ہو رہی تھی۔ انہوں نے جمرات کے پاس سے بتی کنکریاں لے کر رمی کر لی تھی۔ اور اب حج سے واپس چلا آئے ہیں۔ مجھے شکوک ہوئی کہ انہیں اس سے ان کے حج پر تو کوئی اثر نہیں پڑا؟ اور واپس آئے تھے تو حج سے سرفراز فرما میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً مستحب یہ ہے کہ رمی جمرات کے لئے کنکریاں حذر اللہ سے لے لے کر کسی نے جمرات کے آس پاس سے کنکریاں اٹھا کر رمی کی تو یہ سب نہیں کیونکہ ان کنکریوں کے بارے میں آیت ہے کہ وہ مردود ہیں یعنی جن کا حج قبول نہیں ہوتا اس کی کنکریوں کی رمی کی جاتی ہے۔ اور جن کے حج قبول ہوئے ہیں ان کی کنکریوں اللہ کے حکم سے اٹھائی جاتی ہیں اس لئے بدھگوئی سے بچنے کے لئے نہ اسے کے آس پاس سے کنکریاں اٹھا کر رمی نہ کرے نہ کسی کنکریوں سے کنکریاں اٹھا کر رمی کی تو جو بڑے محرم ہو گا۔

نعم فی الصمدیہ (۴۳۳) ويستحب ان يأخذ حصی الجمار من المزدلفة او من الطريق ولا يرمي بحصاة اخذها من عند الجمرۃ فان رمی بها جاز وقد اساء.

وفی المطعطوی علی الدر (۵۰۶:۱): ولم یبین المصنف الموضع الذی توخذ منه الجمرات وقد قالوا انه بحوز اخذها من ای موضع شاء فیاخذها من مزدلفة او فاعلم الطريق وتعين الاخذ من مزدلفة لیس منہا فالہ الذکر مامی وھول لانہا مردودۃ ای فیشاء م یاخذھا.

وفی الشاہدۃ (۵۱۵:۲): وبکرۃ اخذھا من عند الجمرۃ (وماھی الا کراہۃ تنزیہ فتح اشار الی اللہ بحوز اخذھا من ای موضع سواہ وفی اللباب يستحب ان یرفع من مزدلفة سبع حصیات..... (قولہ لا یجا مردودۃ ای فیشاء م بها

(۳۶) لاعلمی کی بنا پر جمرات یعنی موضع رمی سے کنکریاں اٹھا کر رمی کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام ان مسئلہ کے بارے میں کہ میں اس سال حج پر کیا جاتی کام تو میں نے صحیح کئے لیکن نذر میں نے وقت میں سے کنکریاں اٹھا کر رمی کر لی اب جب گھر واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حوض سے کنکریاں اٹھا کر رمی کرنا صحیح نہیں ہے تو مجھے انتہائی غصہ ہوا اب میرے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً رمی نہ کیلئے مستحب یہ ہے کہ کنکریاں مزدلفہ سے یا راستہ سے اٹھائی جائیں نیز اس کے علاوہ بھی ہر جگہ سے

لہذا یہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر کسی نے حج کو مکمل کر لیا تو اس کے لئے حج کی تکمیل ہوئی ہوگی اور حج کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ اگر کسی نے حج کو مکمل نہیں کیا تو اس کے لئے حج کی تکمیل نہیں ہوئی ہوگی۔

اسلامی فتاویٰ المبدیہ: ۲۴۲، پر مستحب ان یاخذ العصی الحمار من المزدلفة او من الطريق ولا یرمی حصہ احدھا من عبد الحیرۃ لان رمی بہا جاز وقد اساء کذا فی السراج

وفی المصباح: ۵۱۵، الحرف ویکبر احدھما من عند الجمرۃ وما ہی الا کراۃ لیرہ فتح، اشار الی انہ یحوز احدہ من اى موضع یرامی الی الباب یمسح ان یرفع من مزدلفۃ سبع حصیات ویرمی بہا حیرۃ العقبۃ وان رفع من المزدلفۃ سبع او من الطريق فهو جاز ولیل مستحب قال تنازعہ لکن قال الکرمینی وھذا خلاف النہ ولس ھدھا ولما ھا فی الذبح وعبھا من انہ یاخذ حصی الحمار من المزدلفۃ او من الطريق فیکفی حمۃ تلی الجمرۃ السبعۃ وکذا ھا فی الطہریۃ من انہ یسحب الشططین من ذوان الطریق والمعاہل ان الذبذبۃ ماعند السبعۃ لیس لہ محل یحصرہ عندنا۔ قولہ لانہ مزدلفۃ ای لیس ذبیحہ سراج

## (۳۷) کمزور یا ضعیف العمر شخص کی طرف سے کنکریاں مارنے کا حکم

سوال: کیا پڑھتے ہیں ماہنامے آرام و مقیمین نے، ان مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کمزور یا ضعیف العمر ہو تو کنکریاں مارنے وقت کسی شخص کے ہاتھ پر جو ان کی طرف سے پڑے وہ ان شخص کی کنکریاں دیکھتا ہے؟

الجواب: حامداً ومصلحاً۔ ایہ کمزور یا ضعیف العمر شخص کو کنکریاں مارنے پر آمادہ ہونے کی طرف سے دوسرے شخص کا کنکریاں مارنا ہم پر ناجائز ہے۔

اسلامی المبدیہ: ۲۴۱، مریض یا مسنوع الرمی توصح الحصاة فی کفہ لیومی بہ او یرمی عنہ غیرہ مامرہ کذا فی محیط المسرحمی فی سعة الرامی۔

وفی المصباح: ۵۱۱، وقولہ لکرمۃ، عبارة القلب الا اذا کان نعمة او ضعف او یحکم امرأۃ تحائف شوحہم فلاشی علیہا، لکن لکن فی البحر ولم یقتد فی المحيط حواف الزحام بالمروافیل أطلقہ فصل ترحیل فت، وهو شاعر لحرث الرحمة عبد الرمی فینقصہا انہ لو دفع نبالا لیرمی فی ذی الساس ور حمنہ لانی علیہ لکن لا ینک ان الزحمة عبد الرمی وفی الطريق قبل الوصول الیہ امر

محکم فی ردنا

## فصل فی اشتراط المحرم للمرأة

### (عورتوں کیلئے محرم کی شرط کا بیان)

#### (۳۸) عورت کا بغیر محرم کے حج کرنا جائز نہیں

سوال۔ یہاں تک کہ میں اپنے تمام مفتیقین عقائد اس مسئلہ کے بارے میں کہہ دوں گی کہ یہ تو جی ان کے پاس اتنی رقم جمع ہوئی ہے کہ وہ تاجانی پہلی ہو گئیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ کون کون ہیں؟ کیا محرم بغیر محرم کے حج نہیں کر سکتی؟ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ محرم نہیں ہیں، تو حج کی جگہ پہلی جائے تو حج فی ما نہیں۔ لیکن اگر ایسا تو صورت حج پر عمل کر سکتی ہے؟

الجواب حامداً وعضیلاً۔ عورت بغیر محرم کے حج نہیں کر سکتی، جب تک کہ محرم کے درمیان ازواج (۳۸) کی تکمیل کی مسافت ہو، اگر اس سے مسافت نہ ہو تو محرم بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے۔ محرم وہ ہیں جو عورت کے ساتھ ایسے طریقے پر محرم ہو مثلاً باپ، چچا، دادا، بھائی، بھائی بچہ، بھائی بچہ کی بیوی۔

عورت غافلہ یا محرم لیا تو حج یا سفر کر سکتی ہے، بشرطیکہ محرم مستحب اور آزاد اور بواہرہ و عورت کی حفاظت کر سکتا ہو۔

وقی المشافرة ۲۴۴۴ھ، قولہ مع زوج أو محرم ۱۔ والمحرم من لا يجوز له ما كرهته على

المرأة بطريق أو بصاح أو صيرفة۔ قوله على سفر، هو ثلاثة أباہ ولباہا یباح لها الخروج إلى

مادہ ۱۰ للحاجۃ بغیر محرم

#### (۳۹) عورت کا حج کیلئے "صرف جہاز میں بغیر محرم کے" سفر کرنے کا حکم

سوال۔ یہاں تک کہ میں اپنے تمام مفتیقین عقائد اس مسئلہ کے بارے میں کہہ دوں گی کہ یہ تو جی ان کے پاس اتنی رقم جمع ہوئی ہے کہ وہ تاجانی پہلی ہو گئیں۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ کون کون ہیں؟ کیا محرم بغیر محرم کے حج نہیں کر سکتی؟ اگر کوئی ایسی صورت ہو کہ محرم نہیں ہیں، تو حج کی جگہ پہلی جائے تو حج فی ما نہیں۔ لیکن اگر ایسا تو صورت حج پر عمل کر سکتی ہے؟

الجواب حامداً وعضیلاً۔ عورت کا بغیر محرم کے حج نہیں کر سکتی، جب تک کہ محرم کے درمیان ازواج (۳۸) کی تکمیل کی مسافت ہو، اگر اس سے مسافت نہ ہو تو محرم بغیر محرم کے حج کر سکتی ہے۔ محرم وہ ہیں جو عورت کے ساتھ ایسے طریقے پر محرم ہو مثلاً باپ، چچا، دادا، بھائی، بھائی بچہ، بھائی بچہ کی بیوی۔

عورت غافلہ یا محرم لیا تو حج یا سفر کر سکتی ہے، بشرطیکہ محرم مستحب اور آزاد اور بواہرہ و عورت کی حفاظت کر سکتا ہو۔

مر ذلّٰلہ، رقم ۳۹ ص ۱۰۳

## (۵۰) بیٹا ستودہ میں ہے والدہ کا بغیر محرم کے حج کیلئے جہاز میں سفر کرنے کا حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں علمائے کرام، مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیا یہ عورت کا بیٹا ستودہ میں رہتا ہے اور یہ بچے خاتمہ سے ساتھ پاکستان میں رہتی ہے اب اس کا حج کرنے کا ارادہ ہے لیکن آٹا پیسہ نہیں ہے کہ شوہر کو کسی اور محرم کو ساتھ لے جائے اب اگر یہ بیٹا پر بھی جائے اور پاکستان سے شوہر کو نہ جہاز پر سوار کر دے اور آخر جدہ میں بیٹا جائے، وہ جہاز سے اتارے تو کیا اس خرافات عورت کو پناہ ملتی ہے؟

الجواب: حامداً ومصلحاً۔ مؤخرتہ میں عورت اپنے شوہر کے بارے میں سفر میں شوہر یا کوئی دوسرا محرم ساتھ نہ لے سکتی ہے اور بیٹا یا عورت حج کیلئے اپنے محرم سے نہیں جاسکتی، البتہ عورت اگر محرم کا نہ ہو، بہ نسبت کہ اسے کوئی حج کیلئے جاسکتی ہے۔

للمنفی التنازع حاشیہ ۲: ۴۳۵، وبحسب علیہ النفقة والراحلة فی مالہا للمحرم لیجوز بہا وروی  
المحسن عن اسی حنیفة فی البراءة القادرة علی نفقة نفسها ونفقة المحرم ان الحج یفرض علیہا  
واضطربت الروایات عن محمد فی هذا اکثر المتأخرین عنی انہا اذا وجدت محرماً لا تكون علیہا  
نفقة یفرض علیہا الحج والا فلا

ولم یالہمدیہ (۲: ۱۹۱): وبحسب علیہ النفقة والراحلة فی مالہا للمحرم لیجوز بہا وعند وجود  
المحرم كان علیہا ان تخرج حملاً الاسلام.

ولم یالہمدیہ (۴: ۱۹۴): قوله مع وجوب النفقة ای فیستلزم ان تكون قادرة علی نفقتها ونفقة  
الحمل للمحرم بہا، قیدہ لانه لو خرج معها زوجها فلا نفقة له علیہا بل هی لہا علیہ النفقة وان لم یخرج  
معا فکذا الک عند ابی یوسف وقال محمد لا نفقة لہا لانہا مانعة نفسها بفعلہا.

## (۵۱) سفر حج میں شوہر کی وفات کی صورت میں عورت کیلئے شرعی حکم

سوال: یہ فرماتے ہیں علمائے کرام، مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ حج کرنے سے پہلے فوت  
رہے تو کیا اب یہ عورت اپنے حج کو ختم کر سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب: حامداً ومصلحاً۔ عورت نے حج کیا ہے یا نہیں شوہر یا محرم کا ساتھ دینا فرض نہیں ہے اگر کسی فوت کا شوہر یا محرم یا محرم یا نہ ہونے کے  
بعد وہ ان سفر حج راستے میں فوت ہو جائے اور وہ اس جگہ سے ۴۸ میل سے کم کا فاصلہ ہو تو پھر عورت اپنی حج کیلئے جاسکتی ہے اور اگر  
۴۸ میل یا اس سے زیادہ کا فاصلہ ہو تو پھر وہ عورت کو حج نہ کرنا ہوگی اور محرم کا حکم یہ ہے کہ وہ دیکری یا اس کی قیمت کو دے یا اس کو بی

اس قیمت سے کفری خرید کر اس کی طرف سے اتان کرنے سے وہ حلال ہو جائے گی یہ اس وقت ہے جب اس کی کیا وہاں نہیں رہا اگر  
تو اس آئینہ کے ہوتے وہاں نہیں رہتی ہے تو اس وقت اس کی عمر تینے کیلئے حج کرنے کی خواہش ہے۔

لحمائی الہندیہ (۴/۱۹۱): وجود المحرم للمرأة شرط للوجوب بالحج ام لا والله بعضهم حملوها  
شرطاً للوجوب وبعضهم شرطاً للإداء وهو الصحيح. (وفی ص ۳۵۵) واذا مات محرم المرأة ففی  
الطریق وبینا و بین مکة مسیرة ثلاثة ایام فصاعداً ففی بمنزلة المحصر (واما حکم الاحتصار  
فہو ان یبعت بالہدی او یضیع لیشری بہ ہدیاً ویذبح عنہ وما لم یذبح لایجزل وهو قول عامة العلماء  
سواء شرط عند الاحترام الا لہلال بغیر ذبیح عند الاحتصار اولم بشرط ویجب ان یواعد يوماً معلوماً  
یذبح عنہ لیل بعد الذبیح ولا یجزل قبلہ حتی لو فعل شيئاً من محظورات الاحرام قبل ذبیح الہدی  
یجب علیہ ما یجب علی المحرم اذا لم یکن محصراً.

وفی التامیم (۲/۵۹۰): قوله او موت محرم اراد به من لا تحرم خلوته بالمرأة فیشمل زوجها و  
کمرئہما عہدہما ابتداءً فلو احرمت وليس لها محرم ولا زوج ففی محصرۃ کما فی اللباب  
والبحر، ثم هذا اذا کان بیہا و بین مکة مسیرة سفر و یملأها لیل منہ او اکثر. لکن یسکتھا المقام فی  
موضعها والا فلا احتصار فیما یتظہر.

### (۵۳) معتدہ کیلئے حج پر جانے کا حکم

سوال کیا فرمائیے میں علماء کرام و متین نظام اس مسئلے بارے میں کہ میں میرے شوہر اور میرا چھوڑا جانی اس سال حج پر  
جا رہے تھے، سب تیاریاں مکمل تھیں ایک ماہ بعد جارج قذافی نے ہے لیکن چند روز قبل میرے شوہر کا اچانک انتقال ہو گیا ہے، میں  
پریشان ہوں اگر حج پر نہیں جاتی تو نتیجہ سناغ ہو کہ لا رہا جانی ہوں تو شوہر سے ابھی ابھی عداوت ہوئی ہے، آپ بتائیں ایسی صورت میں  
شرعاً مجھے کیا کرنا چاہئے؟ کیا نہ پرعت میں بیٹھنا لازمی ہے؟ براہ کرم جلد جواب عینت فرما کر اس میں مدد فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً: دو صورت جس کا شوہر انتقال کر جائے تو اس پرعت میں بیٹھنا واجب ہوتا ہے اگر وہ عورت غیر حاملہ ہو تو اس کی  
حدت چار ماہوں کی ہے، اگر حاملہ ہو تو اس کی حدت وضع حمل ہے، اس دوران گھر سے نکال جائز نہیں ہے۔ ابتدا صورت مسئولہ میں آپ کو  
حدت میں بیٹھنا لازم و ضروری ہے۔ حج کیلئے جانا جائز نہیں۔ چاہے پیسہ ایسی نہیں پائیں۔

لحمائی الہندیہ (۴/۱۹۱): (ومعها عدم ایام العدة فی حق المرأة بعدة وفاة كانت.....

ولا تخرج المرأة الى الحج فی عدة طلاق أو موت وكذا التزوج بعد العدة. فی مصر. لا تخرج

من ذلك المصير ما لم تنقض عدتها كذا فی قاضی حاکم

وفی الدر المختار (۴/۲۶۵)، (و) مع عدم عدۃ علیہا مطلقاً ایہ عدۃ کانت اس ملک، والغیرہ لو حویہا، ای العدۃ المانعۃ من سفرہا، وقت خروج اہل بلدہا)

وفی الشامیہ (۲/۴۱۵)، (قوله) مع عدم عدۃ الحج ای فلا یجب علیہا الحج اذا وجدت کما فی شرح المصباح واللباب قال شارحہ وهو مستحب بانہ شرط الوجود۔ (قوله) أبۃ عدۃ کانتہ ای صواب کانت عدۃ وفاة (قوله) المانعۃ من سفرہا) فان کانت فی مضر فوثب فیہ الی ان تنقص عدیہا ولا تخرج وان وجدت مضرہا حلالاً لہما

رہی الفقہ الاسلامی (۱/۳۶۴) الذانی لا یتکون معتدۃ عن طلاق أو وفاة لان اللہ تعالیٰ نہی المعتدات عن الخروج، بقوله عز وجل: ولا تخرجوهن من بیوتہن ولا یمرحن، ولا الحج یسکر ادارہ فی وقت آخر۔ فاما العدۃ فابیہا نجس فی وقت محصر، وهو ما بعد الطلاق أو الوفاۃ مباشرة فکان الجمع بین الامور اولیٰ

### (۵۳) متنبی کے ساتھ حج کرنے کا حکم

حوالہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و متنبیؒ حکم اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بیان کوئی اور نہیں دیتی تھی، اس وجہ سے میں نے اپنی کتاب کے بیچے نوٹ لکھے ہیں کہ حج واجب ہے جس حال میں اور اسے اپنا طاقو، اس کی تحمل پر، دشمن سے لڑنے کی تھی۔ اب ماشاء اللہ، جوان ہو گیا ہے، میرے ساتھ وہ لڑائی میں لڑا، اس کے ساتھ میری کوئی اور دشمنی نہیں ہے۔ اسے میں حج پر جانا چاہتی ہوں، تو کچھ شک کہہ رہے ہیں کہ آپ اس لڑکے کے ساتھ حج نہیں کر سکتیں۔ یہاں بات حج ہے؟ اور میرے بیٹے کی طرف سے۔ یہاں سے حج پر ساتھ نہیں لے جاسکتی۔

والجواب: ہاں و مصلیٰ۔ زمانہ جاہلیت میں یہ ریت، حج تہ کوئی کی دوسری کی اور اپنا پنا بنا لیا کرتے تھے۔ جس شخص پر جانا تھا، اور اس کو قتل کے طریق سے نواز دیتے تھے۔ لیکن شریعت اسلام میں حج کی تعمیل کے لیے نہیں دیا، اور نہ ہی قتل اور دبا دیا اور حجی کو تہم قرار دیا۔ یہاں امور سے مسودے پیش نظر آپ اپنے منہ سے بیٹے کے ساتھ سفر حج نہیں کر سکتے، بلکہ دیکھو کہ اسے خود منہ سے ساتھ لے کر جانا جائز ہے۔ البتہ کسی کو روکنا چاہی، یا اس کی دوسری دیکھو، اسے ساتھ حج پر جاسکتی ہیں۔

لما فی روح المعانی (ج ۱، ۱/۱۶۰)، الجزء العادی والعشرون (وما جعل الدعاء کہ انانکم المظالم لیسما کان فی الجاہلیۃ ایضاً وصدر من الاسلام من انہ اذا نبی المرجل ولد غیرہ احرمہ احکام الہیۃ علیہ، وقد نسی رسول اللہ ﷺ قبل بعثۃ رید من حارثہ والحطاب عامر بن ربیعۃ۔) ادعوہ لایامہم ای انیسوہم الیہم، وخصوصہم فیہم احرج الشیخان والیرمدی والتمسانی وغیرہم عن ابن عمر رضی

اللہ علیہما ان زید بن حارثہ مولیٰ رسول اللہ ﷺ ما کنا لدعو الا زید بن محمد حتی نزل القرآن  
(ادعواہم لا بالہم) الخ، فقال النبی ﷺ انت زید بن حارثہ بن شراحیل۔

وفی الہندیۃ (۲۱۸/۱): ومنہا المحرم للمرأۃ شاة کانت او عجوزا اذا کانت بہنہا وبین مکۃ  
مسیرۃ ثلاثۃ ایام۔

وفی الدر المختار (۳۶۳/۲): (و) مع (زوج او محرم) ولو عبداً او ذمیا او برصاع (بالغ) فیدلہما  
کسافی النہر یحنا (عافل والمرافق کبالغ) جوہرۃ (غیر مجوسی ولا فاسق) لعدم حفظہما۔ ولو  
حجت بلا محرم جاز مع الکراہۃ۔

وفی الشامیۃ (۳۶۵/۲): تحت (قوله مع الکراہۃ) ای التحریمۃ ینہی فی حدیث الصحیحین "ولا  
تسافر امرأۃ ثلاثا الا ومعہا محرم" زاد مسلم فی روایۃ "او زوج"

## (۵۴) عمر رسیدہ خاتون کا شوہر کے چچا زاد بھائی کے بیٹے کے ساتھ سفر حج کرنے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک خاتون (عمر رسیدہ) اپنے شوہر کے چچا زاد بھائی  
کے بیٹے یا مندرجہ ذیل بھائی کے بیٹے کے ساتھ حج کرنے کی سعی و شراعیہ حج ہوا ہے یا نہیں؟ اور رشتہ داروں میں عورت کے محرم کون کون سے  
حضرات ہوتے ہیں؟ ہدائے میرانی قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً و مؤیداً۔ عورت چاہے یوزحیٰ ہو یا جوان حج کے لئے محرم کا ہونا ضروری ہے بغیر محرم کے حج کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "لا تصح امرأۃ الا ومعہا محرم" (لا کوئی عورت بھی بغیر محرم کے حج نہ کرے) اور اگر  
عورت نے بغیر محرم کے حج کر لیا تو کراہت تحریمی کے ساتھ حج ادا ہو جائے گا اور عورت گنہگار ہوگی۔ لہذا صورت مسئلہ میں شوہر کے  
چچا زاد بھائی کا بیٹا یا مندرجہ ذیل بھائی کا بیٹا مذکورہ عورت کے لئے محرم نہیں ہیں ان کے ساتھ حج کرنا جائز نہیں تھا البتہ حج ادا کر لیا ہے تو حج  
کراہت کے ساتھ ادا ہو گیا ہے لیکن مذکورہ عورت ایسا فعل کرنے پر گنہگار ہوئی ہے اس پر توبہ و استغفار کرنا ضروری ہے۔ نیز عورت کے محرم  
رشتہ دار میں ہر وہ شخص داخل ہے جن سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو، جیسے والد، دادا، بیٹا، داماد، چچا، بھائی، چچا کی طرف رضا فی  
رشتہ دار بھی شامل ہیں لیکن فقہائے کبار زمانہ کی وجہ سے ان کے ساتھ سفر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لما فی اعلام السنن (۱۰/۱۰۱): عن ابن عباس رضی اللہ عنہ: أن رسول اللہ ﷺ قال: لا تصح  
امرأۃ الا ومعہا محرم فقال رجل یا بنی اللہ الی اکتسبت فی غزوۃ کذا و امرأۃ حاجۃ قال: ارجع  
فصح معہا رواۃ البزار، و أخرجه الدارقطنی بنحوہ و اسنادہ صحیح (تاریخہ ۸۳)

وفی الشامیۃ (۳۶۳/۲): (قوله ومع زوج او محرم) هذا وقوله ومع عدم عدۃ علیہا شرطان مختصان

بالمرأۃ لفساد قال لا صرافہ وما قبلہما من الشرط مشرک والمحرّم من لا يجوز له انکاحہا علیہا  
التأبید بقراۃ أو رضاع أو صہریہ کما فی النسخۃ وأدخل فی الظہیریۃ بنت موطونہ من الرماح  
یسکون محرّم لہا وفيہ دلیل علی شونہا بالوطء المحرم. ولكن قال فی شرح المساب ذکر لواء الدین  
شارح الہدایۃ انه اذا کان محرّم بالزنا فلا تسافر معہ عند بعضهم. والیہ ذهب القدوری وبہ تأخذ  
وهو الأحوط فی الدین والأبدن من النجسۃ

نقل السید ابو السعود عن بغفایہ الرازیۃ لاکسافر بأعیہا ورضاعاً فی زمانہا ہی لعلہ انفساد الثبت  
ویؤیدہ کراہۃ الخلوة بہا کما لصہرۃ الشاہۃ فیسعی استثناء الصہرۃ الشاہۃ ہا ایضاً لأن السہر  
کالخلوة (فہو لہ ولو عجزوا، انی لا طلاق النصوص بحر قال الشاعری  
لکل ساعۃ فی الیوم لافلحہ وکثر کاسدہ یوماً لہا سرق

## (۵۵) عورت کیلئے بہنوئی یا دیور کے ساتھ سفر حج کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و متذہبن مظہر اس مسئلہ کے ہمارے میں کہ زیہ یا بی بی علیہ السلام حج کا فریضہ کرتے کا ارادہ کرتے  
ہے۔ زیہ کے ساتھ اس کی بیٹی، بہن، اور زیہ کے دو سالوں کی بی بی یا بی (یعنی زیہ کی بیوی کے بھائی کی بیوی) کے ساتھ حج پر جاتے کا ارادہ کرتے  
ہیں۔ تو کیا زیہ کے ساتھ زیہ کے عورتوں کے حج، اور کرتے یا نہیں ہیں۔ نیز اگر زیہ کے ساتھ اس کے بھائی، یعنی بی بی کی بیوی (جو زیہ کی بیوی کی بیوی  
میں ہے) حج پر جا سکتی ہے یا نہیں؟ مزید یہ کہ زیہ کی والدہ بھی حج کا ارادہ کرتے ہیں کہ زیہ کا ایک ماں یا سوتیلی ماں ہے۔ اس  
سوتیلی ماں کے ساتھ حج کرنا کرتے یا نہیں؟ اگر اس طرح سے حج کا فریضہ ادا کیا جائے تو کیا اسے حج کا فریضہ ادا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلحاً عورت سفر شری (۸۹) میں اس سے زیادہ بشرط یا اپنے کسی محرم کے ساتھ نہ سکتی ہے اور محرم سے مراد وہ شخص ہے کہ  
جس کے ساتھ اس کا نکاح بیشک طے کر رہا ہے۔ اس سے ماوراء مذکور شدہ واروں کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی۔ نیز امور مستحکم میں زیہ کے ساتھ  
اس کی بیوی، بہن، اور والدہ حج کیلئے جا سکتی ہیں۔ نیز یہ کہ سالانہ کی دیویاں (اگر غیر محرم ہیں) اور اس کی بیٹی بھی جہاں بی بی ہیں وہ  
زیہ کے ساتھ حج کیلئے نہیں جا سکتیں۔ اور اصل نہ مذکور شدہ عورتوں کی جو غیر محرم کے ساتھ حج کیلئے جاتی ہیں۔ البتہ اگر غیر محرم کے ساتھ جاتے  
ہے۔ نہ تو حج قبول ہے اور اگر کبھی ہے تو اہل بیت قرآنی کے ساتھ حج ادا ہو جائے گا۔

لسانی قولہ تعالیٰ النساء ۱۲۳ حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واعوانکم وعباتکم وحلائکم  
ورسان الاغ وسان الاغ وسان الاغ وامہاتکم وبناتکم وبناتکم وبناتکم وبناتکم وبناتکم وبناتکم  
وربانکم الی فی حضورکم من سائیکہ الی وعلینکم الی لان لم نکو حوا وعلینکم بہن فلا جناح علیکم



وحلال اہل الذہن من اصحابکم وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف.

وفی الصحیح للبخاری (۱۳۷/۱): عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال لا تسافر المرأة لثلاث الا معها ذو محرم.

وفی الدر المختار (۲/۲۶۳): (و) مع (زوج أو محرم) ولو عبداً — (بعد سطر) لامرأة حرة ولو عجزاً فی سفر.

وفی الشامیة (۲/۲۶۲): (قوله مع زوج أو محرم) هذا وقوله مع عدم عدة علیها شرطان مختصان بالمرأة فلذا قال لامرأة — والمحرم من لا يجوز له منا کحتها علی التأیید بقراءة اورضاع او صهریة کما فی التحفة.

وفی الدر المختار (۲/۲۶۵): ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة

وفی الشامیة (۲/۲۶۵) (قوله مع الکراهة) ای التحريمیة للنهی فی حدیث الصحیحین "لا تسافر امرأة لثلاث الا ومعها محرم" زاد مسلم فی رواة "أوزوج" ط.

## (۵۶) عورت کا اجنبی شخص کو بھائی یا ماموں بنا کر حج کی ادائیگی کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض عورتوں کے پاس اتنا مال ہوتا ہے جس سے ایسے رواج پر جاسکتی ہیں دوسرے کو ساتھ نہیں لے جاسکتیں تو رواج پر جانے والے کسی قافلے کے ساتھ چلی جاتی ہیں اور قافلے میں سے کسی آدمی کو اپنا بھائی یا ماموں وغیرہ بنا لیتی ہیں تو کیا اس طرح کرنے سے ان کا حج ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ عورت پر فریضہ حج کیلئے ایک شرط محرم شرعی کا ساتھ ہونا بھی ہے لہذا اگر کسی عورت کے پاس سفر حج کیلئے اپنا خرچہ تو ہے لیکن کوئی محرم اس کے ساتھ نہیں اور اس کا خرچہ وہ عورت اٹھا سکتی ہے تو اس عورت پر حج فرض نہیں۔ اور عورت کا کسی اجنبی غیر محرم کو اپنا محرم ظاہر کرنے سے یہ اس عورت کا شرعاً محرم نہ بنے گا۔ تاہم اگر کوئی عورت ایسا کر کے حج پر چلی گئی اور حج کر لیا تو حج تو ادا ہو جائے گا لیکن یہ عورت سخت تہکار ہوگی۔

لما فی الہندیة (۱/۲۱۸): ومنها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجزاً اذا كانت منها وبين مكة مسيرة لثلاث ايام — والمحرم الزوج ومن لا يجوز منا کحتها علی التأیید بقراءة اورضاع او مصاهرة.

وفی الطحطاوی (۱/۳۸۳): (قوله مع الکراهة) ای التحريمیة للنهی الوارد فی حدیث الصحیحین لا تسافر امرأة لثلاث الا ومعها محرم زاد — لم فی رواة أو زوج.

وہی دستور المستحار (۴/۲۶۴-۲۶۵) (زوج او محرم) ولو عبداً أو لیباً أو برصاع (جمع) وجوب النفقة لمحرمها (علیہا) لاند محبرس (علیہا) ... ولو حجت بلا محرم جاز مع الکراهة

## (۵۷) داماد کے ساتھ عمرہ یا حج کا سفر کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری معافی صاحب عمرہ کی ادائیگی کے لئے باء جابتی ہیں وہ میرے داماد اور بیٹی کے ساتھ جنتی ہیں۔ براہ کرم رہنمائی فرمائیں۔ اور ماموں کے انتقال کے بعد دوران نعت انہوں نے دعا سے پردہ نہیں کیا آیا جائز تھا نہیں ہے آن دعا ویت کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلحاً سفر شری (48 میل) محرمات شہر یا پر اس عزم کیا تھا کہ کسی ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح کرنا پیش پیش کیے جا رہا ہے اور داماد چونکہ بیوی رہا ہے جس کے ساتھ اس کا نکاح کرنا پیش کے لئے نہیں ہو سکا ہے۔ اس لئے آپ کی معافی سداپ اپنے داماد کے ساتھ عمرہ کیلئے جائز ہے۔ نیز ماموں سے عام دنوں میں پردہ ضروری نہیں ان لوگوں سے دوران نعت بھی پردہ نہیں۔ لہذا اگر وہ ان محرمات آپ کی معافی نے اپنے داماد سے پردہ نہیں کیا ہے تو کوئی گناہ کی بات نہیں ہے۔

لساقولہ تعالیٰ (سورة النساء ۴۳)، حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واعوانکم وعتمتکم وخلنکم وبنات الاخ وبنات الاخت وامنکم المئی ارضنکم واعوانکم من الرضاۃ وامنکم نسائکم، وفي الصحيح لمسلم (۳۳۳/۱) عن عبد اللہ بن عمر عن النبی ﷺ لا یحل لامرأة ان تومن بالذی والیوم الا حر نسافر مسیرة ثلاث لیال الا معہا ذو محرم.

وفي منلق الامحر (ص ۶۹): وزوج او محرم للمرأة ان کان مینھا وبن مکة مضافة مع ولا تحج بلا احدهما (رفی حاشیہ) وزوج او محرم للمرأة وان محرم هو الرجل الذی لا یحل له التزوج بهذا المرأة لتدفع الغریبة بینہما.

وفي الشامیة (۴/۱۶۴): (قوله مع زوج او محرم) معنا وقوله مع عدم عدة علیها شرطان مختصان بالمرأة المسلمة قائل لامرأة واما فلیهما من الشروط مشترک، والمحرم من لا یجوز له تناکحتها علی الشایع للمرأة او رضاع او صبریة کما فی النخبة والاعن فی الظہریة بنت موطرہ من الرنا حیث سکون محرمات لہا (قوله ولو عبداً) راجع لكل من الزوج والمحرم وقوله ذمیاً او برصاع یحتص بالمحرم کما لا یحقیح لکن نفس ابو السعود عن نفقات الزوزیة لانسافر داخراً ورضاها فی زماننا، واما لعلی الفساد قلت: ویؤید کراهة الخلوة بہا کصہرة الشایع فیبھی اشتاء الصہرة الشایع هنا، بعد لان السفر کالخلوة.

## (۵۸) خلیہ ساس کا اپنے بھانجی داماد کے ساتھ عمرے پر جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و اسلامیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ  
 ۱۔ وہ جس میں سے ایک کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کی نند نے اپنا چچ پیدائش کے وقت اس کو دیا۔ اس بچے کی پرورش جوانی تک اس  
 محرت سے کی اور اب اس کی شادی اپنی مکی چھوٹی بہن کی بیٹی سے کر دی۔ اب یہ بتایا جائے کہ یہ محرت اس کے ساتھ عمرہ کی سعادت  
 حاصل کر سکتی ہے؟ نیز اگر اس کی بیوی کو بھی عمرہ پر لے کر جا رہا ہے۔

الجواب عاذا وعلیہا محرت کے چچ و عمرہ پر جانے کیلئے شہر یا مکی عمرہ کا ساتھ ہو نا ضروری ہے جس کے ساتھ وہ سفر حج و عمرہ کر سکے۔  
 لہذا صورت مستحسنہ میں محرت کا اپنی نند کے بیٹے سے نا محرمیت کا رشتہ ہے جس کی بنا پر عمرہ سے کاپنی نند کے بیٹے کے ساتھ حج و عمرہ پر جا  
 سکتی ہیں۔ البتہ اس کے لئے شرط ہوگی اور عمرہ موجود ہو تو ان کے ساتھ حج سکتی ہیں۔ نیز مذکورہ لڑکا بزرگ عمرہ سے اس لئے اس سے مذکورہ  
 محرت کا پرہیز نہ کرنا بھی ضروری ہے اگرچہ انہوں نے اس کی پرورش کی ہے۔

لصاحب الشامی (۴/۴۶۳): وقوله ومع زوج أو محرم، هذا وقوله ومع عدم عدة عليہ شرطان  
 مختصان بالمرأة فلذا قال للمرأة وما قبلهما من الشرط مشترک والمحرّم من لا يجوز له  
 هنا كحيتها على التأنيذ بقراءة أو رضاع أو صهرية كما في التمهيد وادخل في الظهيرية بنت موطوءة  
 من الزنا حيث يكون محرماً لها وفيه دليل على ثبوتها بالوطء المحرم وما ثبت به حرمة المصاهرة  
 كما في المحابيه به. وقوله ولو عبداً، رجع لكل من الزوج والمحرّم وقوله أو ذماً أو برضاع  
 يختص بالسحر كمالا يخفى. لكن نقل السيد أبو السعود عن شفاة البرازية لا تسافر راضية  
 برضاة أبي زائدة أي لغلبة الفساد

قلت. ويؤيده كراهة الخلوة بها كالصهرة الشابة فينبغي استثناء الصهرة الشابة هذا أيضاً لأن السفر  
 كالمخلوة. (قوله حرّة) مستدرك لأن الكلام فيمن يجب عليه التحج وقدمر اشتراط الحرّة في  
 لكن أشار به إلى أن ما استبعد من المقام من عدم جواز السفر للمرأة إلا بزواج أو محرّم خاص  
 بالحرّة



كان أقل من ذلك فصدقة كذا في المحيط، سواء لبسه ناسياً أو عمداً عالماً أو جاهلاً بمحتواها أو  
مكرهاً هكذا في البحر الرائق.

(۲۴۳/۱): وإن حلق رأسه من غير ضرورة فعليه دم لا يجزيه غيره كذا في شرح الطحاوى سواء  
حلق في الحرم أو غيره. وكذا إذا حلق ربع رأسه أو ثلثه يجب عليه دم وإن كان أقل من الربع  
فعليه فصدقة وإن حلق عاتقه أو أبطيه أو نظهما أو استحفا فعليه دم كذا في سراج الوهاج.

(۲۴۴/۱): وليس للمحرم أن يقص الظفارة فإذا قص الظافر يده واحدة أو رجل واحدة عن غير  
ضرورة فعليه دم وكذلك إذا لم الظافر يديه ورجليه في مجلس واحد بكفبه دم واحد ولو لم  
تلاص الظافر من يده واحد أو رجل واحد تجب عليه الصدقة ولكل ظفر نصف صاع من الحنطة  
الجماع فيما دون الفرج والممس والقبلة بشهوة لا تقصد الحج والعمرة أو لم يركب وعليه دم  
(۲۴۵/۱): وإن جامع في العمرة قبل أن يطوف أربعة أشواط فقدت عمرته فيسقط فيها ويعصينا

وفي الشامية (۲/۵۴۳): قوله كاملاً لأن المعتمر المكثرة، قال ابن الكمال في شرح الهداية  
واختلف المشايخ في الحد الفاصل بين القليل والكثير لاختلاف عبارات محمد.

وفي الشامية (۲/۵۳۵): (بحث لوله المطيب أكثر) قلت: لكن قلوا عن المجرد أن كان في  
شوبه شر في شر لم يركب عليه يوماً بطعم نصف صاع وإن كان أقل من يوم ففضله... بل ظنوه أن  
ما زاد على شر كثير موجب لعدم لكثرة الطيب حينئذ عرفاً فوجه إلى اعتبار الكثرة في الطيب لا في  
التوب. وأيضاً (ص ۵۳۶) بأن الطيب إذا كان في نفسه ككبر لزم الممس وإن أصاب من التوب أقل  
من شر، وإن كان قليلاً لا يلزم حتى يذهب أكثر من شر في شر.

وفيهِ أيضاً (۲/۵۵۳): قال في الباب: وأعلم أن المحرم إذا توى رخص الإحرام فجعل يصنع ما  
يعينه الحلال من لبس الثياب والمطيب والحلق والجماع وقتل الصيد فإنه لا يخرج بذلك من  
الإحرام وعليه أن يعود كما كان محرماً ويجب دم واحد لجميع ما ارتكب ولو كل المحظورات  
واسماً بتعدد الجزاء بتعدد الجنابات إذا لم يترك رخص. ثم لية الرخص إنما تعمم من زعم أنه خرج  
منه بهذا القصد ليعمله مسألة عدم الخروج، وأما من علم أنه لا يخرج منه بهذا القصد لأنها لا تعتبر  
منه. اهـ.

## (۶۰) سفید رنگ کے علاوہ دوسرے رنگ کے احرام کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان نظام میں مسکے کے بارے میں کہ جب لوگ بنی یا عمرہ کا احرام باندھتے ہیں تو سب سفید چادر میں احرام باندھتے ہیں آیا سفید چادر میں نہ ہو سکتی ہے؟ کسی اور رنگ کی چادر میں بھی باندھ سکتے ہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً مجمع اور عمرہ کا احرام باندھنے میں سفید چادروں کا استعمال افضل ہے۔ تاہم اگر کوئی شخص سفید رنگ کی چادروں سے علاوہ کسی دوسرے رنگ کی چادر میں استعمال کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

لحمائی الہندیہ (۲۲۶/۱)۔ وسیع المحیط والخف ویلس نویں ارار اور ۱۵۰۰ جلدین اور عسلیں  
والجبدہ الفضل کدافی فتاویٰ قاضی حان  
والی الشاہ (۳/۳۸۱)۔ (قولہ جدیدیں) اشار بتقدیمہ الی الفضل، وکونہ ایضاً الفضل من غیرہ۔

## (۶۱) احرام باندھنے سے پہلے کپڑوں پر خوشبو لگانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان نظام میں مسکے کے بارے میں کہ گزیت اور کبیر سے پہلے احرام سے کپڑوں پر خوشبو لگا دیا جائے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً گزیت اور کبیر سے پہلے احرام سے کپڑوں پر خوشبو لگانا جائز ہے اگرچہ اس کی خوشبو بڑے  
بڑے سے بعد بھی پاتی رہے اور اگر ان چیزوں سے پہلے کپڑوں پر خوشبو لگا دی جائے تو اس کی خوشبو بڑے سے پہلے بھی پاتی رہے  
پڑا جائے نہیں ہے۔

وفی الہندیہ (۲۲۶/۱)۔ ولا یحور التطیب فی الثوب بما یقی عنہ علی قول النکل علی احد  
الروایتین عنہما قالوا وہ ناعہ کدافی البحر الرائق  
وفی الدر المختار (۴/۴۹۱)۔ (وطیب بدن) ان کان عندہ لاثوبہ بما یقی عنہ ہو الاصح۔  
وفی الشاہ نحتہ۔ (قولہ بما یقی عنہ) والعرق بین الثوب والبدن انه اعتبر فی البدن ناعہ  
والمتصل بالثوب متصل عنہ، وایضاً المقصود من استنائه وهو حصول الارتفاق حانۃ المنع منہ  
حاصل بما فی البدن فاغنی عن تجویرہ فی الثوب نہر اھ۔

## (۶۲) حالت احرام میں پیشاب یا ندی کے قطرات کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان نظام میں مسکے کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کے حالت احرام میں ندی یا پیشاب سے

تہرات نکل آئیں تو اس کیلئے شرعاً کیا حکم ہوگا؟

الجواب: عداً و معلیاً۔ پیٹھ پر یا ہڈی کے تہرات نکل آنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لیکن اس سے حالت احرام پر شرعاً کچھ اثر نہیں پڑتا، وہاں اگر نہی کا مرتبہ اس بات پر ہے تو اس پر دم واجب ہوگا، اور اگر بغیر مکی طواف کے لگے تو نہی اور پیٹھ کے تہرات دونوں کا ایک حکم ہے کہ صرف وضو نہ کیا ہے۔ باقی افعال حج و عمرہ سوائے طواف کے وہاں اگر مکہ ہے طواف کے لئے طہارت شرط ہے، اس لئے اس پر لازم ہے کہ وہ احرام کے کپڑے بغیر بدن کے ان مقامات کو دھوئے جہاں نہی اور پیٹھ کے تہرات نکلے ہیں، اور وضو کر کے طواف کرے۔

لصالحی الہندیہ (۱/۲۷۷): والأصل أن كل عبادة تؤدي إلى فساد المسجد من إحكام المناسك فالطهارة ليست من شرطها كالمسعى والوقوف بعرفة والمزدلفة ورمي الجمار وجوها وكل عبادة في المسجد فالطهارة من شرطها والطواف يؤدي في المسجد وفيه أيضاً (ص ۲۳۶): ولو طاف طواف الزيارة محدثاً فعليه شاة وفيه أيضاً (ص ۲۳۶) ولو طاف طواف الزيارة وفي لونه نجاسة أكثر من قمر الفرمم أجزاء ولكن مع الكراهة ومن طاف طواف الصدر محدثاً فعليه صدقة. وفي الدر المختار (۲/۳۸۰): (مرداً وعمله أحب وهو لظنافة) لا للطهارة لمحب (بلى حتى حائض ونساء) وصلى (والنجم له عند العجز) عن الماء (ليس بمشروع) لأنه ملوث. وفي الشامية (۲/۳۸۰): (قوله ورجعه في النهر) حيث قال إنه التحليل كذا اعتبر من في البحر على المربيعي بأن النجم لم يشرع لهما عند العجز إذا كان طاهراً عن الجبابة ونحوه، والكلام فيه لا ملوث ومهر لكن جعل طهارة ضرورة أداء الصلاة ولا ضرورة فيها. وفيه أيضاً (ص ۵۶۸) (نبيه) فمننا من السحيط أن تقديم الطواف شرط صحة المسعى، لكن هذا قال القهستاني: فخلو حائض قبل الإحرام إغسلت وأحرمت وشهدت جميع المناسك ألا الطواف والسعى.

### (۶۳) احرام کا کپڑا دھوئے کیلئے دوسرا کپڑا بدلنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مجھے کہ احرام و مقیان و عمارت کے بارے میں کیا ترکیض نے احرام باندھا اور بعد میں وہ احرام کا کپڑا خراب ہو جائے تو اس کو دھو اور دھوئے کیلئے دوسرا کپڑا بدلنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: عداً و معلیاً۔ اگر احرام کی چادر میں کسی جگہ سے پٹاک ہو جائے تو اس کو اتار کر دوسری چادر پہن کر وضو کر لیا جائے اس طرح اگر کسی کو کپڑا مل جائے تو اس کو اتار کر دھوئے کیلئے اس کو دھوئے جس کوئی مضائقہ نہیں لیکن زیب و زینت کیلئے نہیں دھوئے جاتے۔

لنصفی التاتار حاشیہ ۴: ۸۶۲۔ وثلو المی ثوبہ ولو بقصد بہ قتل القمل من حر الشمس فلا شیء علیہ  
کسایلو غسل نیابہ فعات القمل لہ یکس علیہ جزاء وفي المنقی عن محمد محررہ دفع ثوبہ المی  
حلال لعلہ قال اذا علمہ انه ذبل قملًا فعليه الكفارة

وفي مناسک لملا علی القاری، ص ۱۴۱۔ (فصل فی مباحاتہ)۔ (وغسل الثوب) ای لظہارہ  
او النفاقہ، لا لغصہ القمل والربہ

## (۶۴) بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا حکم

ہاں کیا فہمات ہیں جو کہ لازم و مفقوتین علیہ میں مسند کے بارے میں گواہ راہ پر راہ کار لی گواہوں۔ اور میں پوچھتا ہوں کہ اگر  
تو نے انہیں میقات سے آگے چلے تو کیا ان کو حج پر احرام باندھنا لازم ہے اور اگر نہ لازم ہے تو ان کو احرام باندھنا  
بغیر احرام باندھنا جائز ہے؟

اجواب حامداً ومصلياً : انہ میقات سے پہلے پہنچے ہیں وہ جبکہ کسی شخص کو نہ کاراہ کریں چاہتے ہیں یا نہ کرتے ہیں۔  
اور فی الحقیقت میں یہ ہے تو ان پر ملتا احرام بغیر احرام کے میقات سے گزرتے ہوئے احرام باندھنا لازم ہے اور جو حضرت عائشہ سے  
ہوتے ہیں وہ نہ ملتا احرام بغیر احرام کے میقات سے گزرتے ہوئے احرام باندھنا لازم ہے اور اگر کسی دوسری فرض نیچے داخل ہوں یا ہیں  
تو ان نیچے جا رہے کہ بغیر احرام سے داخل ہوں تو نہ ملتا احرام بغیر احرام کے میقات سے گزرتے ہوئے احرام باندھنا لازم ہے اور اگر کسی دوسری فرض نیچے داخل ہوں یا ہیں  
پہلے احرام باندھنا لازم ہے تو ان سے فرض لازم آئے گا کہ اگر فرض کی وجہ سے ان سے احرام ملتا ہے لیکن فرض کی وجہ سے انہیں احرام ملتا ہے  
نہی پڑتی ہے کہ یہ وہ آئے ہوتے ہیں کہ ان سے فرض لازم آئے گا کہ اگر فرض کی وجہ سے ان سے احرام ملتا ہے لیکن فرض کی وجہ سے انہیں احرام ملتا ہے  
تو ان سے فرض لازم آئے گا کہ اگر فرض کی وجہ سے ان سے احرام ملتا ہے لیکن فرض کی وجہ سے انہیں احرام ملتا ہے

نصفی الہدیہ (۲۴۱): ولا یحوز للافاقی ان یدخل مکة بغیر احرام نوى السک اولاً ولو دخلها  
علیه حرمہ أو عمرہ کذا فی المعبط

وفي الدر المختار (۲۷۷): وحرم تاخیر الإحرام عنہا کذا فی اللمع فی الافاقی فصل دخول  
مكة، یعنی الحرم (ولو لم یحاج) غیر الحج اما لو قصد مواعداً من الحل کخیط وحذ حل لہ  
مجازوتہ بلا إحرام فادخل بہ التخیل فادخل مكة بلا إحرام وهو الجہلہ لمرید ذلک

وفي الفہم الاسلامی وادلتہ ۳۰۳: من یسحب لکل فدخل الی مكة لا یتکرر دخولہ الاحرام،  
وبكرہ الدخول بغیر احرام، فمن دخل مكة لحاجة لا لتکرر کالفسار والریارة وعبادة الصریض  
فلا یصح عند المتأخیر انہ یسحب لہ الاحرام، ولا یجب مطلقاً، وقال مالک وأحمد، بل مرہ، وقال



ابو حنیفہ: ان كانت داره في الميقات أو القرب إلى مكة، جاز دخوله بلا إحرام، وإلا فلا  
ج: من كان يتكسر دخوله كالخطاب والحشاش والصيد والسقاء والبريد والساقين ونحوهم  
يجوز دخوله بغير نسك لما روى ابن عباس، لا يدخل أحد مكة إلا محرماً، وخصص للخطابين ولأن  
في إيجاب الإحرام على هؤلاء مشقة.

## (۶۵) بذریعہ ہوائی جہاز حج و عمرہ کرنے والے نیت احرام کہاں سے کریں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل لوگ حج و عمرہ کیلئے ہوائی جہاز پر سفر کرتے ہیں راستے میں پتہ نہیں چلتا کہ میقات کہاں ہے تو ان لوگوں کو حج کی نیت کب کرنی چاہئے؟  
الجواب: حامداً ومصلياً..... جو حضرات حج کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ہوائی جہاز سے سفر کرتے ہیں تو میقات آنے سے پہلے جہاز کا ٹکڑا عام طور پر اعلان کرتا ہے کہ میقات آنے والا ہے، حج و عمرہ کرنے والے حضرات نیت کر کے احرام باندھ لیں، لیکن پھر بھی اگر کسی شخص کو بغیر احرام کے میقات سے گزرنے کا اندیشہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ جہاز میں سوار ہوتے ہی نیت احرام کر لیں۔ اگر کوئی شخص بغیر احرام کے میقات سے گزر گیا اور میقات سے احرام باندھنے کیلئے واپس نہ آیا یا احرام تو میقات سے گزر کر باندھ لیا، لیکن تکبیر پڑھنے کیلئے میقات پر واپس نہ آیا تو اس صورت میں اس پر دم یعنی ایک بکری یا بکرا وغیرہ کی قربانی لازم ہوگی۔ پاک و ہند سے جانے والے جہاز قرن المنازل سے گزر کر جدہ پر اترتے ہیں۔ پس اگر کسی نے قرن المنازل سے پہلے احرام نہ باندھا، اور جدہ سے احرام باندھ لیا تو اس پر دم لازم نہیں آتا، اس لئے کہ جدہ مقامات میقات میں ہے اور تہاذر حرم با احرام کے بعد اگر میقات یا مقامات میقات پر آ کر احرام باندھ لیا جائے تو اس سے دم تو واجب نہیں ہوتا، البتہ احتیاطاً بکری یا بکرا کی قربانی بہتر ہے، یہاں با احرام جدہ و دریم سے گزرنے کا گناہ ہوگا۔

لشافی السبکیہ (۲۴۱/۱): فان قدم الاحرام على هذه المواقيت جاز وهو الافضل اذا امن واقعة المحظورات والا فالتاخير الى الميقات الفضل..... ومن جاوز ميقاته غير محرم ثم أتى ميقاتاً اخر فاحرم منه أجزاء الا ان احرامه من ميقاته الفضل ((وفى ص ۲۵۳)) فان احرم بالحج أو العمرة من غير ان يرجع الى الميقات فعليه دم لسرک حق الميقات — ومن جاوز الميقات وهو يريد الحج والعمرة غير محرم فلا يخلو اما ان يكون احرم داخل الميقات او عاد الى الميقات ثم احرم فان احرم داخل الميقات ينظر ان خاف فوت الحج متى عاد فانه لا يعود ويمضى في احرامه ولزمه دم وان كان لا يخاف فوات الحج فانه يعود الى الوقت واذ اعاد الى الوقت فلا يخلو اما ان يكون حلالاً او محرماً فان عاد حلالاً ثم احرم سقط عنه الدم وان عاد الوقت محرماً قال ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ان لم یسقط عنه الدم وان لم یلب لا یسقط وعندهما یسقط فی الوجہین۔

وفي الدم المختار (۳۷۸) ، الا يحرم (التقديم) للاحرام (عليها) بل هو المفضل

وفي التسمية (۳۷۹) ، قدما تفسير الصحابة (الاتحاد) بالا حرام من ذبيرة أهله ومن لا مأكرا  
فإن في فتح القدير . وإنما كان لتقديم على المواثيق الفضل لانه أكثر تعظيما وأوفر مشقة والاحرم  
على قدر المشقة الخ

وفي البر (ص ۵۹۰) ، (و جاور رقت ) (لم يحرم لزمه دم ، كما اذا لم يحرم فان عاد) الى ميقات ما  
انه اخرجوا (محرماته بشرع في يسك) (ولي) (سقط دمه)  
وفي التسمية . لا يسقط عنه الدم ، لانفاق

إلى عبد الناسك في بنية الناسك (ص ۶۰) : آفاق مسلم مكلف اذا دخل مكة او الحرم ، ولو  
لحجارة او ساحة وجاور آخر من قبله غير محرم ثم احرم او لم يحرم ثم ولزمه دم وعليه العود الى  
مبغته الذي حاربه او الى غيره قرب او بعد . وعن أبي يوسف رحمه الله من كان الذي يرجع اليه  
محاربا لمبغته الذي حاربه او بعد عنه ، سقط الدم والا فلا

وفي مسك الملاء على الفتاوى (ص ۸۱، ۸۰) : (ومن سبك غير ميقات) أي طريقا ليس فيه ميقات  
معي (أو بحر ، اجتهد وأمر) : (إذا حاذى ميقاتا منها) أي من الميقاتين المعروف  
(وإن لم يعلم المعاذرة) فإنه لا ينصرف لعدم المعاذرة ، (فعلني من حلتين من مكة) كمجدة المحرمة  
من صلب الشعر

## (۶۶) اگر کوئی شخص منی میں ہو تو احرام کی نیت کہاں سے کرے گا؟

سوال : کیا فرض ہے کہ ہر مسافر یا منی میں داخل ہونے والے مسافر سے پہلے منی میں کسی ایسے جگہ میں ایک چھوٹا سا کاروبار کرے جو اس  
مکان میں سے سب سے پہلے ہو جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ وہ آٹھ روزہ والہ سے پہلے منی میں آئے ، چونکہ یہی مرتبہ ہے تھا ، اس لئے اس  
نے احرام کی نیت منی سے کی تو منی کی وجہ سے وہ چھ روزہ تھا ، کیا یہ احرام درست ہو گیا تھا یا مجھے مکرر کرنا چاہیے تھا؟ میرے  
ایک دوست نے کہا کہ یہ صحیح ہے ، منی سے نیت کرنا صحیح ہے ، میں اس کا جواب دیتا ہوں ۔

الجواب : ہاں ، منی سے نیت کرنا صحیح ہے ، منی میں آٹھ روزہ ہو ، اور آپ فرمائیے کہ اگر وہ منی سے پہلے منی میں آئے ، تو اس کا حکم کیسی ہے منی سے  
منی سے احرام کی نیت کرنا ہے ، منی سے احرام کی نیت کرنا ہے ، لہذا صورت مسنونہ میں آپ کے ہونے کا  
مستحب ہو رہا ہے ۔

لصافی الدر المختار (۳۷۹) ، (والمیقات (لن سبک) یعنی من بدخل الحرم (وللحج الحرم

## والنعمرة الحلی

فی الشامیة فیجئہ : (قوله یعنی الخ) اشار الی ما فی الحرم من قولہ والسراد بالمکي من کان داخل الحرم سواء کان مسککة اولا وسواء کان من أهلها اولا فیشمل الألفی المفرد بالنعمرۃ والمنتمی والحلال من أهل الحل اذا دخل الحرم للحاجة کما فی اللیام

والی الدر المختار (۴/۴۲۲)۔ (والموافق) ای المواضع التي لا يجاورها مريد مكة الا محراما  
وفی الدر المختار (۴/۴۷۷)۔ (وحریم تاخیر الاحرام علیها) کنہا (الح) ای فی ما فی (فصد دخول  
مسککة) بمعنی الحرم (ولولحاجة) غیر الحج اما لو قصد موضعا من الحل کتخیص وجدة حل لہ  
مجاورہ بلا احرام فداحل بہ التحن ماہلہ فلہ دخول مسککة ملا احرام وهو الجبلۃ لمعہ بذلك  
الاصحاح بالحج للتحالفة

وفی الشامیة نحتہ (قوله) اما لو قصد موضعا من الحل (الح) ای مما یس العیقات والحرم والمنعبر  
الفصد عند المجاوز لا عند الخروج من بیتہ کما سبقت فی الجنایات ای فصد اولیا کی اذا قصدہ  
لیبع او شراء وانه اذا لرع عنه بدحل مسککة لایا اذ لو کان قصدہ الاولی۔ دخول مسککة ومن ضرورہ ان  
یسری الحرم لا یحل نہ

## (۶۷) حج یا عمر سے کی نیت سے بغیر احرام پاندھے جدوا نیر پورٹ پر پہنچنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام بہ فقہین عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہاں پاکستان سے حج کی نیت سے جا رہا ہو اور احرام کی نیت کے بغیر جدوا نیر پورٹ پر اتر جائے اور پھر جدو سے احرام باندھے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہوگا آیا یہ جدو سے احرام باندھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجوابیہ حامد و صلیا جو شخص حج یا عمر سے کی نیت سے احرام پاندھے بغیر جدوا احرام کو کراں کرتے ہوئے جدوا نیر پورٹ پر جائے تو اس پر جدو احرام میں بغیر احرام کے داخل ہونے کی وجہ سے دم بخنی تکرری وغیرہ کی قربانی لازم ہوگی اور اب اگر وہ شخص وہیں اپنے یا دوسرے میقات پر پہنچے مگر یہاں تک کہ وہ احرام باندھ لے تو اس سے دم ساقط ہو جائے گا چنانچہ جدو سے اپنے میقات بہت دور ہے لہذا کسی مکی میقات پر جا کر احرام باندھ سکتا ہے اب جدو کو اس میقات میں ہے کہ نہیں؟ تو بعض علماء نے نزدیک جدو کا اس میقات میں ہے جبکہ بعض دیگر علماء نے نزدیک جدو کا اس میقات میں نہیں ہے لہذا اگر جدو سے احرام باندھنا تو ایک قول کے مطابق کھاذی میقات ہونے کی وجہ سے دم ساقط ہو جائے گا جبکہ دوسرے قول کے مطابق عدم کھاذی کی وجہ سے دم ساقط نہیں ہوگا اور یہی اصطلاح مذکورہ ہے۔ لہذا نتیجہً کھاذی بجا پر جدو سے احرام باندھنے کی صورت میں بہرہ ریز لازم ہوگا۔

لہذا فی الہندیہ (۱/۲۵۳) میں حلو، وقفہ غیر محرم تم لے لی، وقتاً آخر اقرب سے و احرم جائز لاشی علیہ  
 و فی الشامیہ (۱/۳۷۹) میں حلو، میقات بلا احرام، حرام الی آخر جار، الا ان المستحب ان یحرم من  
 الاول کذا روی عن ابی حنیفہ کہ قال فی غیر اهل المدینۃ اذا مروا بہا فجارزوہا الی الجحفۃ فلا  
 بأس بذلك و احب الی ان یحرم مواضع ذی الحلیفۃ لانہم لما وصلوا الی المیقات الاول لزمہم  
 محافظۃ حرمتہ فیکرہ لہم ترکہا

و فی مسابک لملا علی قاری (ص ۸۰): (فمن سلك غیر میقات) ای طریقاً لیس لہ میقات مع  
 سوا و سحر اجتہد و احرم اذا حاذی میقاتاً منها ای من المواقیت المعروفۃ (و ان لم یعلم  
 المحاذی) فانہ لا یصور عدم المحاذی (فعلی مرحلتین من مکہ) کجدة المحرومۃ من طرف البحر  
 و فی ہامشہ قال: قولہ کجدة لایا عنی مرحلتین عربیتین من مکہ: ثلاث مراحل شرعیۃ و وجہہ ار  
 السرحلتین توسط المسافات والا فالاحتیاط الزیادہ و الاول لعل وجہہ ایضا ان العرب السوطیت  
 الی مکہ علی مرحلتین عربیتین من مکہ فقدر بذلك

و فی الہندیہ (۱/۲۶۱): و ان سلك بین المیقاتین فی البحر أو البر اجتہد و احرم اذا حاذی میقاتاً  
 مہما و انعدما اولی بالاحرام کذا فی التبیان فان لم یکن بحيث یحاذی لعلی مرحلتین الی مکہ  
 و فی الدر المختار (۱/۳۷۹) و لو لم یمر بہا تحوی و احرم اذا حاذی أحدہا و لم یصل إلی الفصل فان لم  
 یکن بحيث یحاذی لعلی مرحلتین

## (۶۸) مکہ میں مقیم آفاقی حج کی نیت و احرام کہاں سے باندھے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مکہ میں مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی کسی کام یا ذوقی پر کمر بستہ یا اور حج کا وقت  
 آیا تو توبہ یا دینی قید پر حج کی نیت کرے یا وہ حج سے باہر نیت کر سکتا ہے؟  
 الجواب حاد و مسلماً ایسا شخص جو کہ مسافر اور حج کا وقت آجائے تو ایسا شخص حج کا احرام حد و احرام میں باندھے گا۔ لہذا صورت  
 ۱۔ میں یہ شخص حد و احرام میں نہیں سے بھیجتا۔ ۲۔ لے اور احرام باندھنے میقات جانے کی ضرورت نہیں۔

لہذا فی الطحطاوی علی الدر (۱/۳۸۹) (والمیقات لمن یسکون بمکۃ للمحج الخ) و لو خالف فیہما وجہ  
 علیہ دم بحر۔ (قولہ یعنی میں بداحل الحرام) یعنی سوا، کان بمکۃ ام لا من اہلہا ام لا۔

و فی الدر المختار (۱/۳۸۹) (والمیقات لمن یسکون بمکۃ) بھی بداحل الحرام للمحج الحرام و للعمرة





بطعم نصف صاع قال فی الفتح یفقد التعصیب علی ان الشبر فی الشبر داخل فی التقلیل اھـ  
ای جہت اوجہ بہ صیدۃ لا دما  
وفی الہندیۃ (۲۳۱) : واما القوب والقراش اذا انزلی بہ طیب اعصرت فیہ الغلۃ والکثرۃ علی کل  
حال وکان الفارق ہو المعروف والا لما یقع عند المبتلی کذا فی النہر المانی  
وفی الدر المنثور (ص ۵۳۵، ۵۳۶) : واما القوب المطیب اکثرہ فیشترط لغروب الدم ذو ۸ نسہ  
یوما

## (۱) محرم کا کمرے میں دھونی دینے یا روم اسپرے کرنے کا حکم

سوال کیا نماز میں طہائے کرام و مستحبات مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خوشبو لگانے سے تو دم آتا ہے۔ لیکن کیا انرا اگر تہی کی  
دھونی دی جائے یا خبیچے لکھرے وغیرہ میں روم اسپرے کر لیا جائے تو کیا اس سے بھی دم آتا ہے؟ اور اس کبھی تہی کی نہ ہے خیر اور  
کمرے وغیرہ میں بھی محسوس ہوتی ہے تو یہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامد و سبیل : آیۃ اللہ العزیز نے فرمایا ہے کہ بعد عزم کیلئے بدن اور کپڑے پر خوشبو لگانا منع ہے امر خوشبو لگانے۔ تو خوشبو کے  
بغیر کسی صورت میں ہم لازم آئے کہ اگر کمرے کی صورت میں صدقہ دینا لازم ہوگا۔ اور اگر کمرہ کسی ایسی جگہ داخل ہو جائے کہ خوشبو  
سے معطر کی تھی تھی۔ جیسے صورت مسؤل میں کہ اگر کمرے کو اگر تہی کی دھونی دی جائے۔ یا روم اسپرے کر لیا جائے۔ تو اس صورت میں عزم  
پر تہی بھی لازم نہیں آئے گا۔

لما فی المسوط للسر عسی (۳/۲۲۳) : قال فان کان تطیب أو ادھن قبل الاحرام ثم وجد ریحہ  
بعد الاحرام لم یبصرہ و كذلك ان اجمر ثیابہ قبل ان یحرم ثم لبسہا بعد الاحرام فلا شیء علیہ و  
ذاکر هشام عن محب : حسبما افہ تعالیٰ ان المسحوم اذا دخل بیتا فذا اجمر فیہ فطال سکتہ حتی علق  
نوبہ لا یلبسہ شیء ولو اجمر ثیابہ بعد الاحرام فعليه الجبر لان الاحرام اذا کان فی البیت فحرم  
التطیب لم یحصل بعبہ ولا یبدہ انما مال وانحہ فقط بخلاف ما اذا اجمر ثیابہ فان عمر الطیب قد  
علق ثیابہ فاذا کان الاحرام قبل الاحرام لم یکن ممنوعاً عن استعمال عین الطیب یومئذ وانما یفی  
مع المسحوم وانحہ فلا یبرہ شیء

وفی البحر الرائق (۲/۲۱۳) : اذا دخل بیتا فذا اجمر فیہ فعلى ثیابہ وانحہ فلا شیء علیہ لانه غیر منقطع  
بعینہ ولا یأس ان یجلس فی حائوت عطار ولا یوق فیبتا بئیں ان یغسلہ او لا  
وہی فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الہندیۃ (۱/۲۸۷) : ولو دخل بیتا فذا بخر فیہ وتصل بنوبہ شیء من

دَنَك لَا شَيْءَ عَلَيْهِ وَلَوْ مُنْهَرِجًا يَعْجَبُ بِهِ قُلُوبُ الْأَحْرَامِ لَا بَأْسَ بِهِ.

بوفى القديس اليميني (١٠٠٠) لم يحل بيتا فهد سمير فعلى بنو به راحة فلا شىء عبيد لاه غير هنع

معينه بعلقه حالوا سنجمر نوبه بعتق نوبه لان كان كثيرا فعليه دو راي كان قليلا فعليه صدقة لانه

نستع بعد ذال لم بعدي ما نبي عبد ملائكي عبيد كذا في معبط السرحمي.

وفي الختام (١٩٨٤) وبعد اسير الى أن المراد بالنطب استعماله في الثوب والبدن وقالوا لو

ليس اريد محروا الا شي عليه. لاح جي مستعمل اجرو، هن القلب واهم حصول محروا التواضع و من

نه فان في الحايبة لو دخل بنا بعد نحره فبه وانصل كونه في عنه لم يكن عليه نفي بهر

(۷۲) حالت احرام میں بیچوں کے اوپر سے حصے کو کھولنے کا حکم

سوال: کیا فحشہ جو ملامت کر رہا ہے، منشیہ کی حکام اس مسئلہ کے بارے میں کسی دورانیہ اعتراض کو نظر جان کر دو ہولناکیوں

بلیکس میں سڑک پر چلتے ہوئے پتھر پھینک کر لوگوں کو مارا گیا۔ یہ سب اپنے بچوں کے لیے کیے گئے گھمسانوں کی وجہ سے ہو چکا تھا کہ تو

نمبر ۱۰۲۵: کیا ہے پاس پورے سرورداں سے بنی ادارہ میں صحت مباحثے؟

الحق کہ خدا اور مصلحت! حاکم ۱۷۱ میں مصلحت کے لیے چاروں کے لیے جسے دیکھ کر اے دلہن! تیرا دل ہی سے چھین لیا گیا۔ تم جیسے۔ م۔ م۔

(اے جوں کے توں) کے لئے (چھپ چھپ) کا لفظ ہے اس سے متواتر میں یہ شعر صرف م ر ا ن کی تیلیت اور قوس نوادین اور ان کے نفسیاتی امور

پیشانی سے ہاتھیں میں لکھتے ہیں۔ یہ جوبھی کے ہر۔ ہر شریعت کے سزا و قصص۔ بات پر تو کہیں کے ہوتے۔

پیشکش کیا، جس سے اس نے مرقوں کو بچنے دیا۔ اس کے بعد پھر بھی لایا جانے لگا۔

الشيخ عبد الله بن محمد بن عيسى بن علي بن أبي طالب عليه السلام

لله البحر ورواه ما تفجع به البحر وامل على كل محيط وما تحائف عني كما يستر للرحمن

۵۰

وفي ١٠ مايو، قبله في صالحه المحاماة علي حور، التي المبدأ أن الحقيق خارجة. وشي بعدها معمر

الحظية

في البحر الزنقي " " . و قد كان عليه السلام يفتشها لا يحلق رأسه ولا يلبس

سفیر و نایب المصلحت الخ و ان شاء الله التبرع عامه جميع المستقلين ماله بقوه دليل حسي المخلص من

في ١٢٣٠، وأمامي لحد لـ الباعزة، وإسار ملى المحيط في لى الحبيب المح

في الهند (١٩٢٢) ولا بد من حفظ هذا أو حقا لا أن يقطع الختم اسمي من الكعبين



کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ وکتب هذا المفضل الذي في وسط القدم عند مفكك الشراك كذا في النسب۔ ولا يمس الجوز من كمالا يلبس الحفيس كذا في المحيط  
وفي الشامية (٢٩٠٢): (قوله وخمين) أي نلر حال فإن المرأة تلبس المحيط والحفيس كمالا في  
فاحسان فہستانی (قوله إلا أن لا يحد نظير الخ) إذا اندلوا وحدهما لا يقطع لما فيه من اختلاف  
المدال بغير حاجة، فإذا في البحر وما عزی الي الامام من وجوب القذبة اذا قطعتهما مع وجود  
السلب خلاف المذهب كما في شرح اللباب (قوله فيقطعهما) إذا لم يلبسهما قبل القطع بوما لعلیه  
دوم (قوله اقل صدقة لباب (قوله اسفل من الكمين) (هو الصبح منها ابن كمال والمراد قطعهما  
بحيث يصير العكبان وما فوقهما من الساق مكشوفاً لا قطع موضع الكمين فقط كمالا يخطي  
والنعل هو السداس بکسر السیم وهو ما يلبسه اهل الحرم من صر له شرآک وقوله عند مفكك  
الشراك) وهو المفضل الذي في وسط القدم كذا روى هشام بن محمد، بخلافه في الوصر، فإنه  
العظمه السانی ای المرفوع ولم یعی فی الحديث احدعهما لكن لما كان الكعب يطلو عليهما حمل  
علي الاول احتياطاً لأن الاوسط لهما كان اكثر كشفاً بحر

### (۷۳) احرام کے وقت پڑھی جانے والی نماز کا حکم

موافق یہ فرماتے ہیں طائفة احرام، فاشیاء منہ من اس مسجد کے بارے میں کہ اگر اس کے وقت جو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے یا یہ  
احرام پڑھنے کا ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً ومصلحاً۔ احرام کے وقت اگر رکعت نماز پڑھی جاتی ہے، یہ احرام پڑھنے کا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں، تو اس میں  
ایک ہے، اگر نماز پڑھنے کا ہے تو قضا بھی احرام نہیں۔

لما فی الہدایہ (۲۴۰۰) تو یصلی وکتب ویقرأ لہما ما شاء، وان قرأ فی الیکھ الاوئی معافحة  
الکتاب وقیل بابا الکافور، وفي التاب معافحة الکتاب وقیل هو الله حدیر کا من رسول الله صلی  
علہ وسلم لہو الفضل کذا فی السجط، لا یصلیہما فی الوقت المکروه وتحریرہ المکونة کذا فی  
المحرر المراتق

وفي الطحطاوی (۲۹۰۱): (قوله تسمعاً) أي في موضع الاحرام يقرأ فيهما ما شاء، والا فصل  
الکافور والاسلاص فہستانی، قوله وتحریرہ المکونة، فهي کتبه المسعد بحر  
وفي الدر المختار (۲۸۱/۲) (وصلی مدناً بعد ذلك) (شعباً) یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروه

وإنحرمة المكتوبة

إفنی نسابة: ۱۰۰ (قوله نذبا، وفي الفقه ابها سنة. نذر، وبه جزم في البحر والسراج. وقوله بعد ذلك) ان بعد الميس والتطيط: بحر (قوله بعنى ركعتين) ينهر إلى ان الأولى تعبير بهما كما فعل في الكثر لان الشئ يشمل الاربع.

في حاشية السفة على المذهب الاربع (۲۳۱): ۱۰۰. ومنها: ان يعنى بعد ما تقدم ركعتين اذا كان الوقت نيس وقت كراهة ولا فلا يصلي وهذه لقلا سنة على الصحيح.

### (۷۴) عورت کے احرام کے پکڑوں کا حکم

سوال کیا جانتے ہیں ماہر کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عورت جب حج یا عمرہ کیلئے جاری ہو، تو وہ احرام میں کیا کر سکتی ہے آیا پکڑوں کیلئے کسی خاص چیز کا احرام کیلئے متعین ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً: نہایت مشکل مسئلہ ہے، حضرت امام غزالیؒ نے ایک شہود پکڑوں کے علاوہ ہر قسم کے شے ہونے پکڑوں میں احرام کیلئے ناجائز سمجھا ہے، اور عورت کیلئے وقت ایستہ اور مکائی نہ مسمیٰ چیز متعین نہیں۔

لنساء المتغير (۲۳۱): ۱۰۰. تلبيس من السخيط ما دلهما من التبرع والقبض والجماع والحف والنفازس ولكن لتلبس المصوغ مودس ولا زعفران ولا عصفرا الا ان يكون قد غسل كذا في الكفاية.

وفي النسخة حقاوى على المنز (۲۳۱): ۱۰۰. (قوله وتلبس المصوغ غير المصوغ جودس او زعفران الا ان يكون عصبلا لان هذا اقرب من ادعى الجماع وهي متنوعة عن ذلك في الاحرام، ابو السعود، ويحذر ليه ليس الحبر).

### (۷۵) حالت احرام میں عورت کیلئے چہرہ کھولنے کی حکمت

سوال کیا فرماتے ہیں ماہر کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام حالات میں تو عمارت جاتے ہیں کہ عورت کیلئے چہرہ کھولنے کی ضرورت ہے لیکن احرامی حالت میں یہ ہوتا ہے کہ انہیں چہرہ کھولنا واجب ہے اس کی کیا حکمت ہے؟ ایسی صورت میں خواتین کیلئے چہرے کے پردے کی کیا صورت برآئی؟

الجواب حامداً ومصلحاً: حالت احرام میں عورت نے لئے چہرہ کھولنا واجب ہے اور ساتھ ساتھ غیر خمر مرد سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے لہذا جس طرح مرد پر کراہت حالت احرام میں، اسی طرح عورت کو چہرہ کا کھولنا واجب ہے لیکن پردے کے لحاظ سے ضروری ہے اس نامہ و طریقہ پر ہے کہ کوئی ایسی چیز پہنی جائے کہ جس کو سر پر رکھنا جائز ہے چہرہ سے جدا ہے (مثلاً جلیبہ، زانوی، بالکری وغیرہ)

اور ان کے اوپر سے پیر اور اڑھلے ان صورت میں چروپر کپڑا نہ لگے گا اب چروپر کو لے کر حکمت یہ ہے کہ عورت کے لئے کپڑا چھپانا ایک قسم کی عزت اور شرف کی علامت ہے اور یہ آداب عورتوں کے ساتھ خاص ہے اور حج کے دوران اللہ تعالیٰ کے دربار میں تمام آداب کی جیسے ہیں انہما عورت کو حکم دیا کہ چروپر کو کھول کر حج کرے تاکہ بائیں اور آداب عورتوں کے درمیان فرق باقی نہ رہے اور سب عورتیں اللہ تعالیٰ کے دربار میں ایک ہی ہوں گی۔

لما فی مشکوٰۃ المصابیح (۲۳۵/۱): وَلَا تَنْتَبِ الْمَرْءُ الْمَحْرُومَةَ وَلَا تَلِيسَ الْفَقَارَ.

وفی (ص ۲۳۹) وعن عائشة قالت کان الرکبان یسرون بنا ونحن مع رسول الله ﷺ محرمات فاذا جازوا انسا سدلنا احدانا حلیاها من راسها علی وجهها فاذا جازوا کشفناه رواه ابو داود ولابن ماجه معناه.

وفی الدر المختار (۵۲۷/۲): والمرأة فیسافر کالرجل لعموم الخطاب مالم یقم دلیل الخصوص لکنها تکشف وجهها لا راسها ولو سدلنا شیاً علیہ وجافته عنه جاز بل یندب وفی الشامیة و قوله وجافته ای باعدته عنه: قال فی الفتح: وقد جعلوا لذلك اعداداً کالقلة توضع علی الوجه

(قوله جاز) ای من حیث الاحرام، بمعنی انه لم یکن محظوراً لانه لیس بستر وقوله بل سدلنا ای حوفا من رؤیة الاحجاب: وعبر فی الفتح بالامتنعاب، لکن صرح فی النہایة بالوجوب وفی المحيط، ودلت المسألة علی ان المرأة منیة عن اطہار وجهها للاحتجاب بلا ضرورة لانها منیة عن تعطیة لحق النسک لولا ذلك والا لم یکن لهذا الارحاء فائدة اھ ونحوہ فی الخایة.

وفی فی البحر بما حاصلہ ان محمل الامتنعاب عند عدم الاحجاب، واما عند وجودہم فالارحاء واجب علیہا عند الامکان، وعند عدمہ یجب علی الاحجاب غرض البشر، ثم استدرک علی ذلك بان النووي نقل ان العلماء قالوا لا یجب علی المرأة ستر وجهها فی طریقها، بل یجب علی الرجال الغض: قال: وظاہرہ نقل الاجماع واعتزضہ فی البیہر بان المراد علماء مذهبہ قلت: بزیادہ ما سمعته من تصریح علمائنا بالوجوب والنہی.

(تسبیہ) علمت مما تقرز عدم صحۃ ما فی شرح الہدایة لابن الکیمال من أن المرأة غیر منیة عن ستر الوجه مطلقاً الا بشئ فصل علی قدر الوجه کالغطاء والرفع

(۷۶) حالت احرام میں عورت کیلئے موزے، دستاں اور سلی ہوئے کپڑوں کے استعمال کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر عورت سچ پر جائے تو وہ حالت احرام میں موزے اور

اگر وہ پہلے طہی نہ کرے اور نہ غسل کرے تو اسے کچھ سے استعمال نہ کرے گی؟

جواب حامداً و معظماً : حرمۃ افعال حج میں حائضہ پر غرض نہیں ہے جو حرمۃ کیلئے جائز اور مکہ کیلئے ناجائز ہیں، ان میں سے حرمۃ لینے سے روکنے پر اسے اور اس کے تامل میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حرمۃ کا احترام نہ کرنا کبیرہ ہے اور کبیرہ کا احترام نہ کرنا کبیرہ ہے، لہذا صورت مسئلہ میں حرمۃ کے ہونے پر کچھ سے اور اس کے استعمال کو طہی ہے۔

لشاعی البسمۃ: (۲۲۵۱) والمرأة في جميع ذلك كالرجل غير أنها لا تكشف رأسها وتكشف وجهها ولو سادت على وجهها شيئاً وجافه عنه جاز. وتلب من المخطوط حامداً عليها من الدرع والقميص والخمار والخنف والقفازي وتكن لا تلبس المصوغ بروس ولا زعفران ولا عصفر إلا أن يكون قد غسل كفاً في الكمياہ ولا ماس للمرأة المبرحة أن تلبس المصيط من حرير أو غيره ونفس العلي

وفي الدر المختار: (۵۴۷۲) والمرأة فيصام (كالم رجل) لعصوم الخطاب ما لم يقع دليل التحصن ولكن لا تكشف وجهها ولا رأسها ولو سادت شيئاً عليه وجافه عنه جاز بل يندب ولا يلبس حراماً بل تسع نفسها دفعا للفتنة وما قبل إن صونها عودة صمغ ولا زمل ولا تصطبغ ولا تلبس من اللبس ولا تحلق بل تنقص عرق شعرا كما مر ونفس المخطوط والخبر والمخبر

وفي المشتمل: (۵۴۶۰) وقوله والخبر زاد في البحر وغيره والفقهاء قال في الدائع لأن لبس القفازي ليس إلا عطية بدنية وأما غير ممنوعة عن ذلك، وقوله عليه الصلاة والسلام ولا تلبس القفازي: فهي مندب حملت عليه جمعا بين الأدلة شرح الباب.

وفي الشف فی الفتاوی (۱۳۱) والفرق بین حج المرأة والرجل أحد عشر شيئاً. أحدها لبس عمامة المرأة الحج بغير محرمة والثاني لبس عليها الحج بغير وجود نقعة المحرم إذا طلب والثالث حرم الرجل في رأسه وأحرام المرأة في وجهها والرابع تخفيف المرأة للثبته ويجوز بها الرجل والحاس الرجل لا لبس الثوب المحيط في قول أبي حنيفة وأصحابه وأما المرأة فلها أن تلبس المحيطات الحج

(۷۷) حالت احرام میں خفص پائنتے آنے کی صورت میں ان کا بچ حج کی ادائیگی کا حکم اور طریقہ

سوال : یادداشت ہیں کہ میں نے کراہہ و مستحبین کے مسائل سے کچھ دیکھا ہے کہ میں نے ایک ایسے مسئلے سے جس میں آپ نے رہنمائی

حاصل کرنا چاہتا ہوں، مسئلہ میری بیوی کا ہے لیکن ہے ایسا کہ چراگھر خواتین کو پیش آ جاتا ہے اس کا صحیح آسان شرعی حل بتاؤں گی۔  
 میں اور میری بیوی اس سال بحمد اللہ حج کی معادلت الی شاء اللہ حاصل کریں گے۔ لیکن چونکہ ہم جلد جا رہے ہیں اس لئے ہماری راتوں کی  
 حفاظت بھی جلدی کی ہے۔ آجکل آپ کو معلوم ہے کہ تیسے پروگرام کے تحت حج ہوتا ہے ہر شخص اُس کے پیچھے کروانا انتہائی مشکل بلکہ ناممکن  
 ہوتا ہے۔ میری بیوی کے جوایام آتے ہیں اور وہ دس دن جوتے ہیں۔ اور اتفاق سے حج کے مہینے میں جوتا رہے ہیں اور تھوڑی لمبی  
 تاریخ میں رہی ہے اور ایام ختم ہونے سے پہلے ہی تاریخی یا کسی کی گنت تک ہے۔ اب میری بیوی اس سے بہت پریشان ہے کہ حج بھی  
 عبادت ہو کیسے کرے گی۔ ہم نے سنا ہے کہ طواف کے بغیر آجائے نہیں ہے تو مجھ پر اس حالت میں کیا کریں۔ کسی نے بتایا ہے کہ گولیاں  
 پیو اور سنبھال کر لو۔ لیکن ذرا سزا سے نقصان دہ ہوتا ہے۔ ایک مولوی صاحب کہہ رہے تھے کہ اسی حالت میں طواف نہیں اور مجھ پر ایک  
 اونٹ ذبح کریں۔ لیکن اونٹ کی قیمت تو بہت زیادہ ہے ہم نے تو جیسے جیسے بڑی مشکل سے حج کے اخراجات نکالے ہیں۔ پس آپ سے  
 مدد چاہتا ہوں کہ شرعی مسائل کا صحیح حل اور جماعتی مسائل کی جاتی ہے۔ براؤ کریم جلد از جلد۔ اس مسئلے کا شرعی حل بتاؤں۔ اللہ  
 تعالیٰ آپ کے علم و عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

الحجاب حامداً وصلياً اللہ تعالیٰ نعمت دے گا ہے۔ ان کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس خالق کائنات نے بے شمار  
 نعمتوں کے تحت جو ہماری نظر والے سے اوجھل ہیں "نکاح حواء" کے جسمانی نظام کا ایک حصہ "ایام حیض" بھی بنائے ہیں لہذا آپ کی  
 ایہ "ایام حیض" حج کے دنوں میں آ رہے ہیں تو انہیں پریشان نہیں ہونا چاہئے۔ اس سے ان شاء اللہ ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔  
 کیونکہ حج بھی اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور یہ "ایام" بھی اللہ تعالیٰ ہی نے بنائے ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام  
 سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حج فرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہے اور اسی حالت میں ہوا ہے۔ لہذا اس  
 معاملہ میں پریشان نہ ہوں۔ اب ذیل میں شرعی احکام لکھے جاتے ہیں ان کے مطابق عمل کیجئے۔

جو نہ تو "احرام" کے وقت سے ہی "ایام حیض" میں ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ وہ احرام کیلئے غسل کرے، اور احرام باندھ لے، اور دوسرے  
 مایموں کی طرح تمام "اعمال حج" ادا کرتی رہے موائے "طواف" کے (اور یہ طواف جب پاک ہو جائے تو پھر طواف کرے) اس کے  
 بعد سات چکر صفا مروہ کے درمیان "سعی" کرے۔ اور آخری طواف جو "طواف الوداع" کہلاتا ہے ایسی عورت پر واجب نہیں ہوتا اس  
 لئے بغیر واپس جاسکتی ہے۔ البتہ طواف زیارت کے بغیر نہ جانا کر نہیں، اگر کوئی عاتیق اس کے بغیر واپس چلا آئے تو وہ بیحد محرم رہے گا یعنی  
 شہر کیسے بیوی اور بیوی کیلئے شوہر طہال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ واپس جا کر اسی احرام کے ساتھ طواف نہ کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی عورت کو حیض کا خون نہ آئے تو اس پر حیض کے احکام جامد کیسے ہوں گے اس تفصیل کی روشنی میں  
 آپ کے پاس تمہیں سمجھ رہی ہیں جو امت مسلمہ ہر اس پر عمل کر لیں۔

(۱)۔ سب سے پہلے کوشش کریں کہ سیت آگے کرانیں، اور پھر ذرا تفصیل کے مطابق حج کریں یعنی آپ کی ایہ طواف کے علاوہ تمام  
 اعمال حج ادا کرتی رہیں اور پھر پاک ہونے کے بعد طواف وسیلہ کر لیں، اس صورت میں طواف زیارت کو ایام آخر سے مؤخر کرنے پر کوئی وجہ

تاریخ: ۱۳۰۲/۱۰/۱۰

۱۰۔ اگر آپ نے جو کچھ آپ کی ملیہ افواہات نے پیش کی ہیں، اس میں ممکن ہو تو ”طوائف زیارت“ لکھنے پہلے قلم کر لیں، اور مبالغہاتی پر —  
 ”معمروینہ“ نوعیہ واسطوں استعمال کریں۔ یہ مسجد، اس میں عبادت کرنے کا اندیشہ نہ رہے، بلکہ طوائف کر لیں، ۱۰۰ ویں سال ہو —  
 انہیں کو جانور یا پانچ سالہ اہستہ کا جانور وقت اور اسے تسلیم کر لیں۔

ان دونوں صورتوں سے متعلق ایک مشہور یہ ہے کہ آپ نے یہ وصیہ "ایمان شریعتوں نے سے چھپا کر وہ باطلہ کیس تا آنکہ وفات آج" پاس میں سات شش ہونے میں ہفتی نماز کو بھی ملے۔ (انہیں۔)

(۲) - اُردو میں صورت کی بھی اصلاح نہ ہوتی تھی۔ مثلاً: "وہانی استعمول کر لیں۔" اور "جسلی سے حق و باطل کی بات۔" یہاں "استعمول" اور "جسلی" کے الفاظ درست نہیں تھے۔ یہاں "استعمل" اور "جسلی" لکھنا چاہیے۔

نعماني صحيح البخاري (١٠٥٠)، عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها قالت: خرج مع رسول الله ﷺ لاندكمر إلا النعج، وأما حصارف طمعت، فدخل على النبي ﷺ وأما السكى، فقال: ما بهك؟ قالت: لوددت والله إني لم أجد العمام، قال: لهلكت نفسك؟ قلت: بعم، قال: فإن ذلك نسي كتبه الله على بنات آدم، لا تعلين ما يعمل الحاج غير أن لا تنظرو في البليت حتى تظهرن وفي المد (المختار) (٥٢٨/٢) حيثها لا يمنع نسكا (إلا الطواف) ولا شيء عليه متأخير والمالم يظهر إلا بعد أيام الحر، فلو طهرت فيها فقد أكثر الطواف لرمحها الدم متأخير "الاب"، وهو بعد حصول ركبة بقطط طواف الصدر، ومثله النفا، (والبن)، جمع مدنة (من ابل وبقر)، والهدى منها ومن الصم

وفي السابعة ١٥٩٢/٢: نفسه، غلب بعض المحققين على شك ابن أبي حجاج "لو هذا انك  
على القفون، ولو تظهر، حاشيتك هل تطوف، أم لا؟ قالوا: يقال لها: لا يحل لك دخول السجدة،  
إن دخلت، وطفت، المت، وصح طالعك وغلبك دبح بدعة وهذه مسئلة كثيرة الويلوخ بتعير  
عينا الساء، اهـ."

وفي الدبر المسخض (١١٣٠٦) ذات البدى: (هو) في الملعقة والشرع (عابدى إلى الحر) من المعد  
 لينقر به في (ادعاه نافذ، وهو ايل، اس حصص من) (ويعرف) ابن مسين (وعنه) اس منة  
 وفي النشامة: ٣٠١-٣٠٢. وعقيد فالربح التي لا ترى الذم في مدة ارضاعها، لانفقت عذب الا  
 بالحسن، كسابك في التصريح به في باب العدة، وقال في السراج: كل بعض السباح عن

المجموعة، إذا لم تر عيصاً فعلى العدة، حتى رأت صفرة في أيام الحيض<sup>٧</sup> قال: هو حسب تخشى به العدة

وفي الإسماء والصفات ١٥٥ : القاعدة الخامسة عشرة هي استعجال الشئ قبل أن يذهب  
محرمانه ، ومن لزومها : وحديث عنها مسائل السادسة شرب الدواء فحاصب لم يقض  
أصله .

وفي لقاءى اللجنة الثالثة (١٩٩٠) يجوز للمرء ان يأكل حبوبا لمنع العادة الشبيهة عنها أفاء،  
اذانها للمناسك.

(۷۸) حالتِ اِرام میں بحث و مباحثہ کرنا

سوال : کیا فرائض میں طمانہ تراویح، مستحقین نظام امن مسئلہ کے بارے میں کوئی اثر ہے؟  
 جواب : اگرچہ ایک ماہی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک برقی ٹانگہ سائیکل پر بوجھ کر رکھا گیا تھا۔  
 اس کے بعد ٹانگہ ہوا تو برقی ٹانگہ پانی بھی بھری ٹینڈر آپ سے یہ دریافت کرنے کے لیے انسانی حالت میں جھٹک رہا تھا۔  
 اس لیے یہ خطرناک ہے؟

[illegible]

وفي التسمية: ١٢٨٤: قوله والجدال أي الخصومة مع الرفقاء والخدم والمكاريب بحر

(۷۹) حالت احرام میں غلاف کعبہ سے تبرک حاصل کرنا

سوال کیا فاسق میں ملائے کرنام، مفتقرین عظام میں منکدر ہے اور میں کیا وہ ایمان اور صدقہ کا حامل ہے؟ ہے اگر وہ ایسی شخصیت ہے  
 جب ہم کے ماحصل کرنے کیلئے آئے ہیں اور وہ حوائج کو کیا قسم ہے؟ نیز میں نے منافق اور سے توبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
 جواب حامد اور مصطفیٰ خلافت اور سے توبہ حاصل کرنا چاہتا ہے البتہ حالت احرام میں نہ نہ خلافت اور سے توبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔  
 بعد میں سے توبہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔

للمدعي المطعونواي على القرار ١٠٢١: يقوله اللائحة عليه اي من ذم وحسنة ولإدخال المحرر ارمـ

نعمت ستر الکعبتان کمال نصیب رسد اور وجہ فہو مکروہ ولاشی علیہ والا فلا یأس بہ بدھر

## (۸۰) کیا اہل تشیع مسجد شجرہ ہی سے احرام باندھتے ہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان مقام میں مسئلہ کے درمیان میں یہ ہے کہ شیعہ حضرات مسجد شجرہ سے احرام باندھتے ہیں کیا یہ بات درست ہے؟ اور یہ مسجد شجرہ کہاں ہے؟ (شیعی کی بیقات میں بھی فرق ہے کیا؟)

الجواب: ہاں معلیٰ۔ میقات میں تہ متوجعے ہیں جس سے طبع الترام کے ٹورہ جائز نہیں اور یہ پانچ میقات ہیں (۱) ذوالحلیفہ (۲) ینبوع (۳) اہل کی طرف سے آئے والوں کیلئے۔ (۴) شہر کی طرف سے آئے والوں کیلئے۔ (۵) یلمم کی طرف سے آئے والوں کیلئے اور شہر کے نزدیک بھی موافقت میں ہیں اور مسجد شجرہ ذوالحجیرہ میں واقع مسجد کہ جاتا ہے جو کہ مدینہ منورہ والوں کیلئے بیقات ہے۔ ایک سے زائد مستقل میقات نہیں۔ ہذا سنی درائش تشیع کی بیقات میں فرق نہیں اور مطلقاً یہ کہ شیعہ مسجد شجرہ ہی سے احرام باندھتے ہیں اور نہ تہا

نظامی المحاریم (۲۰۱: ۲۰۲) عن ابن عباس قال وقت رسول الله ﷺ لأهل المدينة ذوالحلیفہ ولأهل الشام الحلیفہ ولأهل نجد فروع المنازل ولأهل اليمن یلمم فہن لہن ولعن أنہ علیہم من غیر ہمہن لمن کان یرویہ الحج والعمرہ لیمن کان دونہن فہملہ من اہلہ وکذاک حتی اہل مکة یہاون منها

وفی الشامیہ (۴/۳۷۳) (قولہ علی سعة أمیل من المدينة) وقیل سعة وقیل أربعة قال العلامة النقطی فی منکک والمحرر من ذلك ما قاله السيد نور الدين علي السمعوني فی تاريخه قد اختصر ذلك لكان من عتبة باب المسجد النبوي المعروف باب السلام إلى عتبة مسجد الشجرة لدى الحنفية تسعة عشر ألف ذراع وبسعة عشرة ذراعاً والنبش وثلاثين ذراعاً وبسعة ذراعاً بيد اہل۔ قلت وذلک دون خمسة أمیال فان المیل عندنا أربعة آلاف ذراع بذراع الحدید المستعمل الآن والله اعلم اھ

وفی وسائل الشیعة إلى تحصیل مسائل الشریعة (۲۲۲: ۸): وعن علی بن ابراہیم عن ائمة عن ابن ابي عمیر عن حماد عن الحلبي قال قال أبو عبد الله عليه السلام الإحرام من مواضع خمسة وقتها رسول الله ﷺ لا بأسی لحاج ولا لمعتنر أن يحرم قبلها ولا بعدها ووقت لأهل المدينة ذوالحلیفہ وهو مسجد الشجرة یصلی فیہ ویفر من الحج ووقت لأهل الشام الحلیفہ ووقت لأهل السجدة العقیق ووقت لأهل الطائف فروع المنازل ووقت لأهل اليمن یلمم ولا یبھی لأحد ان یوغب



عن مواقبت رسول الله ﷺ

وفي الحدائق الناصرة في أحكام العترة الطاهرة (۱۴۳۵ هـ) ومعه ما رواه ثقة الإسلام في التصحيح  
أو الحسن علي المنتهون علي الحلبي قال قال أبو عبد الله عليه السلام لأحرام من مواقبت حممة  
وفتيها رسول الله ﷺ لا ينبغي لحاح ولا لمحضر أن يحرم قلبها ولا بعدها وقت لأهل المدينة  
هذه الحديقة وهو مسجد النجفة يصلي فيه ويغفر من الحج وولدت لأهل الشام الجحفة وولدت لأهل  
مسجد العقيق وولدت لأهل الطائف قرن المنازل وولدت لأهل اليس يلتمض ولا ينبغي لأحد أن يرغب  
عن مواقبت رسول الله ﷺ



ولیس الشفۃ الاسلامی (۳/۲۱۱۲) عدم المخالفة: فلو أمره بالافراد، ففون أو تمنع، ولو عن الميت لم یبلغ عنه

## (۸۲) آفاقی مدینہ منورہ سے قرآن کر سکتا ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست نے گزشتہ سال حج تمتع کے ارادے سے حج کیا، انہوں نے بتایا کہ جب وہ مدینہ طیبہ پہنچے گئے تو انہوں نے ارادہ کر لیا کہ اب میں حج قرآن کروں گا۔ اور پھر انہوں نے حج قرآن کیا۔ آپ سے مجھے پوچھنا ہے کہ آیا انہیں حج قرآن کا ثواب ملے گا؟ اور ان کا وہاں سے حج قرآن کرنا درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں اگر وہ پہلے مدینہ منورہ گئے تھے اور وہاں سے قرآن کی نیت کی تھی تو درست ہے لیکن اگر انہوں نے پہلے عمرہ ادا کیا تھا اور پھر مدینہ منورہ گئے تھے تو نیز یہ تھا کہ حج افراد کی نیت کرتے لیکن اگر قرآن کی نیت سے اہرام باندھا ہے تو حج قرآن درست ہوگا۔

لسافی الشامیہ (۲/۵۳۹): (والمسکی ومن فی حکمہ یفرد فقط) هذا مادام مقبلاً فاذا خرج إلى الكوفة وقرن صح بلا كراهة۔ قال المحبوسی هذا إذا خرج إلى الكوفة قبل أشهر الحج وأما إذا خرج بعدها فقد منع من القرآن۔ وقول المحبوسی هو الصحيح

ولیس کتاب المناسک لملا علی القاری (ص ۳۲۹): والحاصل أن المسکی ممنوع من أن یقرن بمكة وأما إذا خرج إلى الأفاق بأن جاوز الميقات قبل أشهر الحج أو بعدها وقرن صح قرائته ويكون مسنوناً۔ (وقيد المحبوسی بأن يكون الخروج قبل أشهر الحج وأما بعدها فلا يصح قرائته) لم قال بعد صفحة۔ والأظهر أن فی المسئلة خلافاً لما فی الكرماني قال ابن سماعه عن محمد إذا دخلت عليه أشهر الحج وهو بمكة أو داخل الميقات لم يخرج لم يصح قرائته عند أبي حنيفة وهو الصحيح قال في البحر وتقيده بقوله عند أبي حنيفة يقتضي أن يصح عندهما الخ

ولیس غنیۃ المناسک (ص ۲۴): (وأما الأفاقی إذا دخل الميقات أو دخل مكة بعمرة وحل منها قبل أشهر الحج فإن مكث بها حتى دخل أشهر الحج فهو كالمسکی بالاتفاق وإن خرج إلى الأفاق قبل أشهر الحج فكذا لا ينافي بالاتفاق أو فيها فكالمسکی عند أبي حنيفة إلا أن يعود إلى أهله وكالأفاقی عندهما (كبير وغيره)

ولیس فتح القدیر (۳/۱۴): (قوله بخلاف المسکی إذا خرج إلى الكوفة الخ)۔ لم قيد المحبوسی قرآن المسکی بأن يخرج من الميقات إلى الكوفة مثلاً قبل أشهر الحج۔ وقد يقال (إنه لا يتعلق به

حطاب الصبح مطلقاً بل مادامکہ الی قونہ فاطلا فی المعصب جبکہ ہو الوجه الحج

## (۸۳) حج تمتع اور قرآن کرنے والے کیلئے دم تمتع اور قرآن سے کھانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان انعام میں مسند کے کیا ہے میں کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مجھے حج کی سعادت سے نوازا اور فرمایا میں نے حج تمتع کی نیت سے احرام باندھا تھا، جبکہ یہ ایک بڑی ہی وہمی بات تھی انہوں نے قرآن کا احرام باندھا تھا، ہم نے جب اپنی اپنی قربانی کی تو میرے پاؤں نے کھجور سے کہا کہ تم کوشت رکھ دو شاہ میں کوئی ایچا سامان خود چاکر کر نہیں میں نے ان سے کہا کہ میں نے تمنا ہے کہ اس قربانی کا کوشت ہم بھی تمتع اور قرآن کرنے والے نہیں کھا سکتے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ چلتا سپہی قربانی کا کوشت لے گا اور میں آپ کی۔ اس پر میں پریشان ہوا کہ تم نہیں یہ بھی ہا کرے یا نہیں؟ میں نے سیاق انہیں معافی کر دیا اب یہاں ان کو ان کا نہیں آیا تو سیاق پر چلوں گا آئندہ کام آئے گا آپ ذرا صبر فرماتے ہیں کہ قرآن اور قرآن والے اپنی قربانی کا کوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا ایسا اور۔ ان قربانی کا کھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اور تم کھانے کی شریعت یہ ہے؟ الجواب حامداً ومصلیاً حج تمتع اور قرآن کے لئے کھانے کی تمتع اور قرآن کی قربانی کے کوشت سے کھانا نہ فی جاہ جلد مستحب ہے یہ فتویٰ مشہور ہے کہ دم تمتع جس کا تعلق احرام سے ہے اور وہ اس کو کھ سکتے ہیں چاہے وہ حج کی قربانی نہ ہو۔

لصاحب المسند (۲۶۲)۔ وینسحب لصاحبه أن يأكل من هدي التطوع إذا بلغ الحرم ومن هدي

المستعذر الفرائض في أبيه ويجوز له أن يطعم الغني ولا يجوز الأكل من بقية الهدايا

وفي الدر المنثور (۲۰۵)۔ ويجوز أكله بل يندب كالأضحية من هدي التطوع إذا بلغ الحرم

والمستعذر والفرائض لفظ

وفي التذكرة تحت: قوله كالأضحية: أنساريه أن المستحب أن يتصدق بالثلث ويطعم الأغنياء الثلث

وبأكل ويدحر الثلث.

## (۸۴) تمتع کا تلبیہ کے وقت حج تمتع کی نیت نہ کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان انعام میں مسند کے کیا ہے میں کہ ایک شخص نے سیقات سے احرام باندھا لیکن تلبیہ میں یہ کہن بول گیا کہ وقت تمتع کی نیت کر۔ تو یہ شخص کی نیت سے وہ حج کر سکتا ہے یعنی پہلے عمرہ کر کے حال ہو جائے اور پھر ذبح کر دے۔

نیت کی نیت نہ کرنا

الجواب حامداً ومصلیاً صورت مسئلہ کے پیش نظر ذرا شخص کا حج تمتع درست ہو جائے گا کیونکہ شرعاً خلق حج و عمرہ کی نیت سے ہی فیضیت کی اور خلق بھی جوتی ہے۔ اس میں غیر سے ساتھ حصین حج کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ طواف و دعا کرنے سے پہلے حج

تمتع کی نیت کرنی تو حج تمتع کی اور ایسی ہو جائے گی۔

لما فی المسند (۲۲۳/۱): وعن محمد اذا خرج الرجل الى السفر يريد الحج فاحرم ولم يحضره السية قال هو صحيح قيل له فان خرج ولانية له واحرم ولم ينوشنا قال له ان يجعله ماشاء ما لم يطف بالبيت كذا في فتاوى قاضيان، فاذا طاف شوطا واحدا كان احرامه احرام عمره.

وفي المطحطاوي على الدرر (۱/۳۹۰): (قوله اللهم اني اريد الحج) لم يقيد بالفرض اشارة الى ان حجة الفرض تصاب بمطلق النية وبغير فيها نية المعايير كالنفل افاده صاحب البحر.

وفي الفتاوى الشامية (۴/۳۸۳): (قوله بمطلق النية) من اضافة الصفة للموصوف ان مالبة المطلقة عن التقيد بالحج بان نوى السك من غير تعيين حج او عمره، ثم ان عين قبل الطواف فيها والا صرف للعمره كما يأتي، قال في اللباب وتعين السك من غير تعيين حج او عمره، ثم ان عين قبل الطواف فيها والا حرف للعمره كما يأتي، قال في اللباب: وتعين السك ليس بشرط فصح ميهما وبما احرم به الغير، ثم قال في موضع آخر: ولو احرم بما احرم به غيره فهو ميهم فليزمه حجة او عمره وقيل شارحه بما اذا لم يعلم بما احرم به غيره اهو وكذا لو اطلق نية الحج صرف للفرض وباتى تمامه قريبا قبل قوله ولو اشعرها.

## (۸۵) متمتع کیلئے میقات سے نکل جانے کے بعد قرآن کا حکم اور موجودہ دور کا فتویٰ

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ متمتع میقات سے نکل جانے کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قرآن نہیں کر سکتا جبکہ صاحبین رحمہما اللہ اس کو قرآن کرنے کی اجازت دیتے ہیں۔ دونوں کے وائ کیا ہیں۔ اور موجودہ حالت کے اعتبار سے فتویٰ کس کے قول پر ہے؟

الجواب ماہد و مسلماً اس بات پر اتفاق ہے کہ مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کیلئے حج قرآن جائز نہیں۔

صورت مسئلہ میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک متمتع میقات سے نکل جانے کے بعد ان کے قرآن نہیں کر سکتا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں متمتع کا وطن اصلی کے علاوہ دوسری جگہ جانے سے اس کا سفر اور حج پائل نہیں ہوگا۔ اور وہ وہی ہی شمار ہوگا۔ اور جب وہ وہی کے حکم میں ہے تو اس کیلئے قرآن جائز نہیں ہوگا۔

جبکہ صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک جیسے وطن اصلی چلے جانے سے حج اور سفر پائل ہو جاتا ہے اسی طرح میقات سے نکل جانے سے بھی حج اور اس کا سفر ختم ہو جاتا ہے اور اس کا وہی سفر باقی نہیں رہتا اور وہ وہی نہیں بلکہ آفاقی کے حکم میں ہے اور جب وہ آفاقی ہے تو اس کیلئے حج قرآن کرنا جائز ہوگا۔ اتنا امام کی وجہ سے آج کل صاحبین کے قول پر فتویٰ دینے کی گنجائش ہے۔

لساكني عبدة التماكب (ج ۲۹، ۲۶) كوفي اعترض في سفير الحج، وحلف ثم خرج الى التبت، وبكى هناك، فخذها ذرا، ولا يطول بنا ولا، ثم رجع ورجع من عامه صح نسعه عبد أبي حنيفة وفي الغلاء الس (۱۰ - ۳۶) راجعوا ايضا ليس لم يرجع الى اجد ورجع من مكة حتى حازر الميقات. فقال ابو حمزة: هم متنع ان حج من عامه ذلك، لانه لم يحصل له الماء بخلاف العرة، فهو مسرله كونه مكة وروى عن أبي يوسف انه ليس بمنع، لان ميقاته الآن في الحج ميقات أهل بلده ولا ميقات أهل مكة، فصار مسرلة عوده الى أهله والصحيح هو الاول لما ساءه أي لان الميقات لا ذكر له في النص، وإنما ذكر فيه محصور الأهل، فإذا لم يله ما هذين داخلين فيس ثم يكره، هله حاضري المسجد الحرام، لا حقيقة ولا حكم فالجيب

وفي الشامية (۲، ۵۳۰). وقد عذ في الباب للقران سعه سروط الاول، ان يحرم بالحج في هذه العمرة كله أو اكثره، فلو احرم به بعد أكثر طرعا لم يكن قارنا

السادس ان يكون ألفا والو حكما لا قران لمكي، لا اذا خرج الى الأفاق في أشهر الحج وفي الدر المختار (۲، ۶۰۰). كوفي أي ألقى حل من عمرته فيها أي الاشتهار أو سكن مكة أي داخل الميقات (أو مصره) أي غير بلده، ورجع من عامه ومنع لقاء سفره وفي الشامية تحته (قوله لقاء سفره) أما إذا أقام بمكة أو داخل الميقاتين فلا بد من سكن في سفر واحد في أشهر الحج وهو علامة التمتع

وأما إذا أقام حذرها فذكر الطحاوي ان هذا قول الإمام وعندهما لا يكون متمعا لان المسح من كانت عمرته عينية وحجته مكبة، انه ان حكم السفر الاول فامه ماله بعد الى وطه واتر العدة يظهر في لرويه لعدم

## ﴿فصل فی الحج عن الغیر والبدل والوصیة﴾

### (حج بدل اور نفلی حج سے متعلق مسائل کا بیان)

#### (۸۶) حج بدل کی شرائط

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے مال ۱۱۰ روپے کے لحاظ سے اقدار حج کی استطاعت حاصل ہے لیکن معذوری کی بنا پر نہیں جاسکتا کیا میں حج پر کسی اور کو بھیج سکتا ہوں؟ نیز حج بدل کی کیا شرائط ہیں؟ اسے مہربانی تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔۔۔ صورت مسئلہ میں اگر آپ صاحب استطاعت ہیں اور آپ کو واقعی ایسی معذوری الحاق ہے کہ پہلی حج سے آپ کا حج کرنا ممکن نہیں اور مستقبل میں بھی اس معذوری کے دور ہو نہکا امکان نہیں ہے تو آپ پر کسی اور شخص کو حج بدل کیلئے بھیجنا واجب ہے۔ حج بدل کی اہم شرائط یہ ہیں کہ آپ اپنی رقم جو آپ کے حج کیلئے بنانے سے نکال رہے ہیں اسے کی ہر ضرورت کیلئے کافی ہو، کسی ایسے شخص کے حوالہ کریں جو آپ کے وطن سے سترج کرے اور آپ کی طرف سے احرام باندھ کر حج بدل ادا کرے اور مناسب ہے کہ وہ شخص ایسا ہو کہ جو اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکا ہو۔

لشافی البحر الرائق (۳/۲۱)؛ واما شرط جواز التیابة: فمبہان بكون المحجوج عنه عاجزاً عن الاداء بنفسه وله مال..... ومنها العجز المستدام الى الموت ومنها الامر بالهجع فلا يجوز حج الغیر عنه بغير امره الا للوارث..... ومنها ان المحجوج عنه عبد الاحرام ومنها ان يكون حج المأمور به مال المحجوج فان قطع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه..... ومنها الحج وانكسار.

#### (۸۷) حج بدل کرنے والے کیلئے شرائط

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب کسی معذوری وجہ سے اپنا حج فرض ادا نہیں کر سکتے مگر وہ صاحب مکمل خرچہ پورے شخص کو حج پر بھجوا رہے ہیں جو ویدار ہے لیکن ان نے پہلے حج نہیں کیا اور نہ ہی ان پر حج فرض ہے تو اس صورت میں بھجوانے والے صاحب کا حج فرض ادا ہو جائے گا یا حج کرنے والے کا حج ہوگا قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرم کر جواب دین ماحصل کریں۔

[illegible]

اگر متعدد چہارے شراکط پائی جائیں تو اس سے تعجب نہ ہوگا۔ ہم نے ان کا فرض کیا ہے اور ہو جائے محراب الہی کا نام۔ ہر کسی ہو جائے گا۔

ثم قال النسخ الصحيح للبخاري: ٢٥٠١ حدثنا أبو عاصم عن ابن جريح عن ابن عمر أن أمراً قال: ح ر ت - موسى ابن اسماعيل عن ابن عباس قال: جاءته امرأة من خلفه عام حجة الوداع فقالت: يا رسول الله إن فرصة الله على عبده في الحج أدركت أبي شيخاً كبيراً لا يستطيع أن يستري عني أثره، فلهذه أقضى عني الحج، فقال: نعم.

والى الهندية ١٢٥٤٠ (العجايب ثلثة أنواع) ماله محضة كائز كوة وصدقة الفطر، وبندبة محضة كالمسوة والنصوم ومركبة منها كالحج والأيامه تحرى فى النوع الاول فى حائلي الاحتياط ولاصطرار ولا تحرى فى النوع الثانى وتحرى فى النوع الثالث عند العجز كذا فى المكافى . ولحوار الأئمة فى الحج شرائط منها سبعة العجز عن وقت الاحتجاج الى وقت المصير هكذا فى البداع وما شرطه عجز السبب للحج الفرض لاللس كذا فى الذكر . ومما الامر بالحج فلا يجوز حج العجز عنه بعد امره . ومما به المحجوج عنه عند الاحرام والافتل ان يقول بانه لك عسر فلاش . ومما ان يكون حج العامر بمال المحجوج عنه . ومما ان يحج راكبا ثم يصح من المذهب لمس حج عن غيره ان اصل الحج يقع عن المحجوج عنه ولهذا لا يسلطه الفرض عن العامر . وهو الحاج كذا فى السير .

وفي التفسير ١٠٣، ٢: قال في البحر والمحيط ما تنبيهية على الأمر لقولهم والافضل فتح تحريمية على الضرورة المأمور الذي اجتمع فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه انه بالبحر. فلهذا لا ياتي كلام الفتح لانه في التفسير ويحصل كلام التارخ على الامر غير ان في ما في البحر من ان



الكراهة هي حقه لربية وإن كانت في حق الأمور المحرمية

(۸۸) حج بدل صحیح ہونے کیلئے شرائط

سوال کیا فرماتے ہیں خانے گرامر مفتیین دھماکا اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ۱۵ سالہ بیٹے نے عمر ۱۲ سال کے لگ بھگ ہے وہ دونوں قوس سے خرام میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کافی ادا سے نوازا ہے لیکن اس مجموعی کی بنا پر دو حج نہیں کر سکتے امید وہ مجھے اپنی جگہ پر بھیجا ہے کہ چاہے میں یہ معلوم کر رہا ہوں کہ اس عمر کا حج کرنے کی میں نے استطاعت کہ نہ ہو بلا کہ جس۔ برائے کہ ام ایسی قوم شر کا مجھے تحریر کی صورت میں دیں۔

[illegible]

وليس المذهب الثاني ٢٥٤. مسيحيين يكون المحجور عنه عاجزاً عن الإدلاء بشهادته وله حال ومنها

استدانة المعجر من وقت الاحياء الى وقت الموت هكذا هي البدائع (ومعنى) الامر بالحج عنها

بَابُ الْمَحْجُورِ عَنْهُ عِنْدَ الْأَحْرَامِ وَالْأَقْلِلِ أَنْ يَقُولَ لِيُطَاعَ لِيَكُ عَنْ فَلَانٍ رَمَتْهَا أَنْ يَكُونَ حَيًّا

المأمور بمقتضى المرسوم رقم ١٠٠٠

وفي الشامية (١٠٠١٢): قوله النفقة من مال الأقرن المبع، أي المأجور، عهده ومجترز، قوله الثاني (ولو

امتیاز من مالی فضا

(۸۹) حج بدل کروانا کس ضروری ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام: نعتیانِ مخدومین مریدانہ میں سے ہمارے میں سے کون کونسی شخص حج یا عمرہ دیکھ جائے، ہاں نہیں اس کو یہ خوف ہے کہ میں کسی بدی کی بد سے حج یا عمرہ نہیں کر سکتوں گا تو ان شخصوں کو کیا کرنا ہے؟

لجو اب حامد و مصطفیٰؐ نے جس میں ستر چھپ گئے یا افعال انجام دینے کی وجہ سے زیادتی مرض یا موت کا خوف ہو کر ایک صورت میں اس میں بعض لوگ جانتے کو ایسا ہی مقرر کرے جو کسی کی طرف سے بچ کر رہے ہو۔ اگر یہ مرض نہیں ہو تو خود ہی چاہ توئی کا جائز ہے۔ ہاں اس میں بڑا قصور ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو جو شخص کو یہ وجہ ملے کہ کھانے یا سونے یا پانی پینے کی وجہ سے یا بیماری کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کو ایسا کرنا ہے تو اس سے بچ کر رہے ہیں۔ اس سے تو بچ کر رہیں۔ جس میں غرض کسی جائز کچھ کا بھی قصور اور کوتاہی



میں جس کی بجائے والے کی طرف سے ہی دو بیگانہ کہ جائے والے کی طرف سے۔

لما ضی الہدیٰ (۲۵۷)۔ ثم الصحیح من المذهب فمع حج عن غیرہ ان اصل الحج یقع عن الصحیح عنه ولهذا لا یسقط به الغرض عن الحائز وهو الحاج کذا فی التبيين والافضل للسان اذا اوان ان یصحح رجلاً عن نفسه ان یصح رجلاً قد صح عن نفسه ومع هذا لو اصح رجلاً لم یصح عن هذه حجة الاسلام يجوز عندنا مسقط الحج عن الامر کذا فی المعبط  
وفی الدر المنثور (۶/۶۰۳) (معاز حج الضرورة) بمعلقة: من لم یحج (والمرأة) ولو امة (والعبد وغیره) کالمراة وغیرہ اولی لعدم الخلاف

## (۹۱) بغیر وصیت کے حج بدل کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام متنبین مکرمین اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج بدل ضروری ہے (بغیر وصیت) یا معذور ہوئے اور  
میتے سے اور عیال افراد پر 3,67,000 روپے کا استعمال ضروری ہے، بلکہ ان کی ایک بچی کی شادی بھی ہے اور گھر میں کانے والا کوئی بھی  
نہیں ہے۔

تفصیل: اکثر رافع صاحب کا انتقال 2003ء میں ہوا تھا۔ ذاکر رافع صاحب نے سرکاری قانون میں ایک مکان اپنا نہیں کے نام  
خریدھا تھا اور اس مکان میں اپنے بیٹوں جو بچے تھے سے معذور ہیں اور نہیں جو بچے تھے سے معذور ہیں اور ان کی ایک بچی تو غریب  
بیماری میں 20 سال سے (تقریباً) ساجھ رہے تھے اور ان کی مالی طور پر مکمل پورشہنی ہے۔ ذاکر رافع صاحب نے اپنے انتقال سے  
پہلے مکمل رقم جو چیک میں تھی اپنا وارثہ ترم (ان کی بیٹی ہے) کو کر دیا ہے۔ ذاکر رافع صاحب نے شادی نہیں کی تھی۔ ذاکر رافع صاحب  
سے 3 بھائی اور 4 بہنیں ہیں ایک بہن انڈیا میں ہیں اور ان کا نہیں کوئی اپنا نہیں۔ ان تمام لوگوں نے کسی قسم کی رقم کا مطالبہ نہیں کیا اور یہ  
بہن دیا ہے یہ رقم بھاری معذور ہیں اور بیٹوں اور ان کی بچی کے استمال کے لئے ہے۔ رقم کل 2,88,000 روپے ہے۔ البتہ ذاکر  
صاحب کے انتقال کے وقت کل رقم 3,67,000 تھی جس میں سے ترم نے چھ رقم لگا کر کرپے اور والدین کے استمال میں لے لی۔  
اب بچی ذاکر رافع صاحب (مرحوم) کی بیٹی ترم کی شادی ہے اور اس پر تقریباً 170,000 یا 150,000 رقم لگی۔ بچی دو۔ بچی رقم  
113,000 روپے معذور تھے والدین اور بیٹوں کے استمال کے لئے بچے ہیں۔

فقہی صاحب باقی رقم جو شادی کے خرچ کے بعد بقی ہے 113,000 روپے سے حج بدل کر ضروری ہے ان کے معذور بہن اور بیٹوں  
کا استمال ان کی بہن کے حج وال نہیں ہو سکتا، دوستوں نے ہر قسم سے دوران کیلئے نہیں۔ حج حج کا۔ یعنی من جائے۔ ان کے  
آپتہ ان جائے۔ فی وثیغہ واجبہ پیشہ تھا۔ شری مہدیں۔ بڑا سہلہ  
وچوہ عدا و مصداق صورت مسئلہ میں مذکور رقم کی مالکہ مسوۃ ترم مرحوم کی بیٹی ہے اور مسوۃ مذکور کی شادی۔ بعد از رقم کمال



جائی جو جہہ میں ہیں آپ کے والد مرحوم کی طرف سے حج بدل کرنا چاہیں تو دوسروں کے ساتھ اس کی مخالفت ہے، اور ان کو ثلث مال سے دین سے حج بدل کرنا دشوار ہو جہاں آپ کے والد مرحوم تھے، تاہم یہ کج کرنے کے اخراجات مرحوم کے ترک سے ادا کئے جائیں۔ اگر کسی پر حج فرض ہو اور اسے ایات کر سکے اور اس حال میں وصیت کے بغیر مر جائے تو وہ تمہارا ہوگا تاہم اگر ان کی طرف سے کوئی تمہارے حج بدل دیا کر دے تو امید ہے کہ ان شاء اللہ سوا فائدہ نہ ہوگا۔

وفی الحول المستحار (۲۰۴/۲): (خرج المكلف (الی الحج زعات فی الطريق و اوصی باله حج عنه)

انما تجب الوصیة به اذا آخره بعد وجوبه، اما لو حج من عامه فلا

وفی الشامیہ تحتہ: (قوله عرج المكلف الحج) اما اذا لم یخرج و اوصی بان یحج عنه و اطلق: ای لم

یعین مالا ولا مکانا لانه یحج عنه من ثلث حاله من بلده ان یبلغ الثلث، لان الواجب علیه الحج من

بلده الذی یمکنه والا فمن حيث یبلغ وان لم یمکن من مکان بلقات الوصیة.

وفی الشامیہ (۲۰۸/۲): وان لم یوص به فیسرع الزواریت عنه بالاحیاج او الحج بنفسه، قال ابو

حسین یجزیه ان شاء اللہ تعالیٰ. لقوله <sup>مستحب</sup> للخصمیة ارایت لو کائن علی ایک ذین، الحدیث

انتهی. وبهذا ظهر فالقاعدة اخرى للتشديد بالا یوین فی هذه المسئلة وهی سقوط الفرض عن الذی عبه

له بعد الإیهام لو یؤدون وصیة الحج.

## (۹۳) حج بدل میں آمر کی اجازت ضروری ہے

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عقلماء اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے والد صاحب کی عمر پانچ سال سے بہت حالت خراب ہے، چلنا پنا غارتھی بستر ہی پر ہوتا ہے، ان کے مدد کرنے میں ناتوانی ہے۔ ہمارا پچھلے سال سے ارادہ ہو رہا تھا کہ ان کی طرف سے کسی سے حج بدل کر دیا جائے۔ اس سال حج کے بعد میرے والد صاحب کے ایک دوست ہمارے یہاں آئے وہ حج کرنے آئے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میں نے یہ حج آپ کے والد کی طرف سے ہی کیا ہے، بس حج کرنے سے پہلے میں اطلاع نہ کر سکا تھا۔ تو شک ہے کہ نذر نہ تھی کہ آپ بھی ہماری کد یا ہمارے والد صاحب کی طرف سے ان کے دوست کا حج بدل درست ہو گیا؟ اور ہمارے والد صاحب فرماتے ہیں کہ وہ کسی کو بھی نہیں دے گا اگرچہ تو کیا ہم ان کے اس دوست کو جو ان کا خرچہ ہوا دے دیں تو کیا پھر ہو جائے گا؟ اگر اکرم اس مسئلہ کو جلد حل فرمادیں۔

الجواب حامد و تعاضداً حج بدل کے صحیح ہونے کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حج کرنے والے کی طرف سے آمر یا حج بھی موجود ہو۔ لہذا صورت مسئلہ میں آپ کے والد صاحب کی طرف سے آمر نہ ہونے کی وجہ سے حج بدل صحیح نہیں ہے اور والد صاحب کے دوست کو ان کا خرچہ سے حج کا ثواب لینا درست نہیں ہے۔

لعافی البحر الرائق (۱۰۹۳)۔ و ذکر فی البدایع وأما شرط حوار النیابة فمنها ان يكون المحجوج عنه عاجزا عن الاداء نفسه وله مال فلا يجوز إحتجاج الصحيح غنيا كان أو فقيرا لان المال من شرائط الوجوب ومنها العجز المسند إلى الموت ومنها الامر بالحج فلا يجوز حج الغير عنه بغير أمره الا للوارث یصح عن مورثه انه یجوز ان شاء الله تعالی لوجود الأمر دلالة ومهابة المحجوج عنه عند الاحرام ومنها ان يكون حج المأمور بهما المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم یجوز عنه حتی یصح بماله اهـ

وفی الہدایہ (۲۵۷)۔ و لحوار النیابة فی الحج شرائط منها ان يكون المحجوج عنه عاجزا عن الاداء نفسه وله مال ومنها الامر بالحج فلا یجوز حج الغير عنه بغير أمره الا للوارث یصح عن مورثه بغير أمره فانه یجوز به ومنها ان يكون حج المأمور له المحجوج عنه فان تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم یجوز عنه حتی یصح بماله اهـ

وفی الدر المنثور (۱۰۰۵۹۹/۴) (و بشرط الأمر به) أى بالحج عنه (فلا یجوز حج الغير بغير أمره الا اذا حج أو أوجح (الوارث عن مورثه) لوجود الأمر دلالة اهـ

وفی التمام (۵۹۵)۔ (مسبہ) قال فی البحر ولم أر حکم من أحد شأ من الدعا لیجعل شیا من عبادته للمعطى ونهى ان لا یصح ذلك اذ اى لانه ان كان أحده علی عاده سابقه بكون ذلك ببطلانها وذلك باطل قطعاً وإن كان أحده ليعمل بكون إجارة علی القاعة وهی باطله ايضا كما نص عليه فی العمود والشروح والفتاوی الا فیما استثناء المتاعرون من حوار الاستئجار علی التعلیم والأذان والامامة وعلمود بالضرورة، وحرف ضیاع الدین فی زماننا لا یقطع ما كان یعطى من جـ المال اهـ

### (۹۳) حج بدل میں مامور کیلئے آمر کے شہر سے ہی حج پر جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علامہ کرام مفتیان علیہ السلام منسبت کے بارے میں کہ ہمارے والد صاحب پچھلے سات سال سے بہت سخت بیمار ہیں انہوں سے چلنے پھرنے سے بھی معذور ہیں۔ ان پر حج فرض ہے اب ہم چاہتے ہیں کہ ان کی طرف سے کسی نوع پر بھی کیا ہو۔ بڑے بھائی کا پیش میں تمہیں انہوں نے پہنچا۔ ہم حج بھی کیا ہوا ہے۔ اسے آدھ والد صاحب کی طرف سے فی التمام کیا۔ والد صاحب سے فریضت سابقہ ہو جائے گی کیا یا نہا یا نہا یا نہا کی طرف سے حج کر سکتا ہے؟ براہ کرم طبع اس مسئلے کو حل فرمادیں۔

الجواب عاداً و معللاً حج بدل میں مامور کیلئے آمر کے شہر سے ہی حج پر جائے ضروری ہے، بقا صحت مسئلہ میں آپ کے بڑے بھائی

آپ کے والد صاحب کی طرف سے حج بدل نکس کر رکھے ہاں اگر وہ آپ کے شریعتی جہاں آپ کے والد صاحب جتے ہیں وہاں سے حج نیچے روانہ ہوں تو پھر ان کا حج بدل درست ہوگا۔ گی ہاں اپنا آپ کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے۔

لما طئ بدائع الصالح (۲۹۶/۳): وان مات عن وصية لا يسقط الحج عنه ويجب ان يحج عنه لان الوصية بالحج قد صحت والا حجت عنه يجوز عند استعمال شرائط الجواز وهي نية الحج عنه وان يكون الحج معال الموصى او باكثره الا نظرا وان يكون والا فلا ما يشا لها ذكرنا فيما تقدم وبحج عنه من ثلث ماله سواء قيد الوصية بالثلث بان يحج عنه بثلث ماله او اطلق بان اوصى ان يحج عنه اما اذا قيد بظاهر وكذا اذا اطلق لان الوصية تنفذ من الثلث وبحج عنه من بلده الذي يمكنه لان الحج مفروض عليه من بلده فمطلق الوصية ينصرف اليه ولهذا قال محمد وحمه الله تعالى روى ابن رستم عنه في خبر اساني اذ ركه الموت بمكة فلأوصى ان يحج عنه يحج عنه من غير اسان.

وفى الفقه الاسلامي وادبته (۲۹۰/۸/۳): ان يحرم من الصلوات على المحر الذي طالب به الاصيل فلو اعتصر وقد امره بالحج ثم حج من مكة لا يجوز ويضمن اي لو امره بالافراد بالحج فتمتع بالعمرة لم يقع حجه عنه ويضمن بانفاق العقيقة ولو امره بالافراد ففقرن بالحج والعمرة فهو مخالف ضامن للصلوات عند ابي حنيفة ويجوز ذلك عند الصاحبين.

وهي مناسك ملا على القاري (ص ۳۳۰): الا ان يحج عنه من وطنه ان اتسع الثلث اي ثلث ماله السبب وان لم يتسع اي الثلث يحج عنه من حيث يبلغ اي استعسانا وان لم يمكن اي ان يحج عنه بثلث ماله من مكان بطلت الوصية ولعل المكان مقيد بما قبل الموصية والا فبالدني شيء يمكن ان يحج عنه من مكة وكذا الحكم اذا اوصى ان يحج عنه بماله وسمى مبلغه فانه ان كان يبلغ ان يحج عنه من بلده حج عنه منه والا فمن حيث يبلغ.

## (۹۵) حج بدل میں مدینہ منورہ کا خرچ آ کر پر ہوگا یا مامور پر؟

سوال: یا فرماتے ہیں علمائے اہل سنت و اجماع اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ کثرت دہرے لوگوں کے ذریعے حج بدل کر دیتے ہیں، آیا حج بدل کی صورت میں مدینہ طیبہ کا خرچ بھی آ کر پر آئے گا یا حج بدل کرنے والے پر، کیونکہ حکومت حجاز حج میں مدینہ کے خرچے کو بھی شامل کرتی ہے۔ اس صورت میں مدینہ طیبہ کی حاضری کا کیا حکم ہے؟

الجواب: حامداً و معیلاً: جو آدمی حج بدل کر رہا ہے تو حج کا خرچ اس کے ذمہ لازم ہے۔ سزاویہ اگرچہ افضل القربات میں سے ہے لیکن حج اس کے بغیر تام ہو جاتا ہے پس اصل حکم کے اعتبار سے تو آ کر پر سفر مدینہ کا خرچ نہیں ہے۔ البتہ اس وقت مدینہ کا خرچ جمع کرانے بغیر

تجربہ رکھنے والے مسافر جس نے اس کا خرچہ خرچ کر کے دالے پر ہوگا۔ البتہ اگر مامور اپنی طرف سے اضافہ کرے جب میں نے امریٰ طے کر کے دالے پر ہو جائے گا اور اس کے حج میں کچھ بھی گنایا نہیں جائے گا۔

لما فی المناسک لملا علی القاری (ص ۳۵۸) ولو خرج الحاج المأمور به قبل أيام الحج، يسفر من منزله من مال الامر إلى بلد أو إلى الكوفة أو إلى المدينة أو إلى مكة وإذا أقام بلدة بنفق من مال نفسه حتى يجيء أو ان الحج، ثم يرحل وينفق من مال الميت، ليكون المأمور منفقاً من مال الامر في الطريق فإن أنفق من مال الميت في مدة إقامته يكون هاتماً، هذا إذا أقام بلدة خمسة عشر يوماً، لأنه مقیم ولو أقام بلدة أقل في أيام الحج إن كان لا انتظار القافلة فنفقته مال الميت سواء أقام خمسة عشر يوماً أو أقل أو أكثر

وہی الہندیہ (۴۵۸/۱): المأمور بالحج ينفق من مال الامر ذاهباً وجانياً

وہیہ ایضاً (ص ۲۶۰): لو حج عن الميت ثم اعتمر لنفسه لا يضمن النفقة وما دام مستغنياً بالصورة فنفقته في مال نفسه فإذا فرغ منها فنفقته في مال الميت.

## (۹۱) حج بدل میں مامور کے پاس بھی ہوئی رقم کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک صاحب نے اپنے والد کی طرف سے حج کرنے کیلئے بھیجا تھا، میں نے بڑی کفایت شعاری سے وہاں خرچ کیا تو کچھ رقم بچی گئی۔ اب جب میں واپس آیا تو وہ صاحب دینی گئے ہوئے تھے۔ مجھ سے وہ رقم خرچ ہو گئی، اسے فی الفور ہاتھ میں نہیں ہے۔ لیکن ارادہ واپس کرنے کا تھا اگرچہ انہوں نے واپسی کا کہا تھا، لیکن اب بدل میں آ رہا تھا کہ انہوں نے تو پورے حساب سے رقم دی تھی وہ جو بچی تھی میری کفایت شعاری کی بنا پر تھی۔ آج میں یہ رقم رکھ چکا ہوں، انکس تلوں تو منہ تو نہیں ہے؟ کیا ان کو بتا بھی دوں؟

الجواب حامداً ومصلحاً حج بدل میں امر کی طرف سے جو مال مامور کو دیا جاتا ہے، اگر حج کرنے کے بعد مامور کے پاس کچھ رقم بچی رہتی ہے تو اس کا وہی کرنا مامور پر لازم اور ضروری ہے۔ البتہ کہ اگر نے باقی رقم کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہو۔ جس صورت مسئلہ میں آپ یہ رقم اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے اور نہ دینے پر تیار ہو کر رہوں گے ہاں اگر بتا دینے کے بعد اجازت دینی تو پھر استعمال کر سکتے ہیں۔

لما فی التلخیص (۵۳۷/۲) وینفق المأمور من مال الميت ذاهباً وجانياً إلى بلدة الميت ويرد بقية النفقة الموصی وهذا إذا لم يوسع الميت عليه أما إذا وسع بان جعل الباقي صلة له بعد رجوعه فلا مانع بذلك.

وہی الشامیہ (۶۱۲/۲) (قولہ وغیرہ) فما للصل من النفقة، قال فی البحر فالعاصل ان المأمور لا



ہے کہ ہاں لکھا لیا اٹھو من الذی فیہ علی ملک الامر حیا کان او عبد معب کان انظر و  
لا ولا یحل لہ الفصل الا بالشرط الا انی سواہ کان الفصل کثیرا و یسمو اکیسیر من الراد کما  
صرح بہ فی الظہیریۃ اھ

## (۹۷) حج بدل کرنے والا اگر واپس نہیں آیا اور وہیں ٹھہر گیا تو حج بدل کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان غلام ان مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک شخص کو حج بدل کرنے کے لئے بھیجا اور  
کہنے کے بعد ٹھہر گیا مگر وہ واپس نہیں آیا تو کیا میری طرف سے حج واجب ہو جائے گا یا وہ بارہوی کو بھیجا ہوگا یا اور ہے کہ میں اسی کتابی میں  
بتا رہا ہوں جس کی وجہ سے خود نہیں جاسکتا؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ جس شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا وہ اپنے تو اس کیلئے ہی ہے یہ کہ حج سے فرغت کے بعد واپس آجائے البتہ اگر وہ  
وہاں ٹھہر جائے اور ایسی نہ آئے تو بھی جائز ہے۔ ہذا مسودت مسطور میں آپ کا جواب ہوئے ہے وہ بارہوی کو بھیجنے کی ضرورت نہیں۔

الحمد للہ الذی (۱۴۵۸ھ)۔ ولو احج رجلاً یؤدی الحج ویقیم بمکۃ جازر الا فصل ان یحج و یروح  
ولی الطحطاوی علی الدرر (۱۵۵۳)۔ ولو تو طر مکۃ سقطت نفقۃ علی او کثیر تم ادا ابدالاً تعود  
بالاتفاق

وہی الشیخ (۱۱۲۲ھ)۔ و الا فصل ان یعود الیہ ای الی منزل الامر المذكور ہی المنس قال فی  
البحر ولو احج رجلاً فحج ثم اقام بمکۃ جازر لان الغرض صار مؤدی والا فصل ان یحج ثم یعود الی  
اھلہ

## (۹۸) جس پر حج فرض ہو اس سے حج بدل کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان غلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے دادا صاحب فوت ہو چکے ہیں میں چاہتا ہوں کہ  
انہی طرف سے حج دو کروں تو کیا میں اپنی جگہ کسی اور پرندار شخص کو حج پر اہل بیت رکھتا ہوں مجھے فوراً جانا ہوگا یا نیز جس شخص کو میرا تیار  
تاریخہ دادہ ہے اس پر خود بھی حج فرض ہے وہ مجھے خود اذکات صحیح طریقہ منظور نہیں ہیں اس بارے میں میری رہنمائی فرما کر مکتون  
فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔۔۔ اگر آپ احکام حج سے واقف نہیں ہیں تو فرجہ دیکھائیے اور وہ شخص کو حج پر بھیجتے ہیں جو احکام حج سے پوری  
طریق واقف ہو اور اس پر حج بھی فرض نہ ہو لیکن اگر آپسے شخص کو حج پر بھیجیں جس پر حج خود بھی فرض ہے تو یہ بھی جائز ہے فرمایا کرتے تھے  
ماہر نے دو سالہ فرض حج پر بھیجی باقی رہ گیا اور فرض حج میں ۲۰ فخریہ ہمارے گھر کا بھی ہوگا۔

لصالحی الشیابہ (۳۰۳-۹) والاصلی احتیاج الحرام العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه وقد کثر فی  
الذات کراهة احتیاج الضرورة لانه تارک فرض الحج قلت ويحمل کلام الخارج علی  
الامر بالحق ما فی الحرم ان الکراهة فی حقه تنویہیة وان کانت فی حق المأمور تنویہیة  
وفیه ایضاً ۲ (۳۵۷) قلت لا یحکم ما فیہ بل الظاهر ان الصواب انه التاخير اذ یصلح الاداء لا تعویث وفی  
المصحح وبانہ بالتاخير.

## (۹۹) گرفتاری کے خوف کی وجہ سے حج بدل کروانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی آدمی پر حج فرض ہو چکا ہو اور جانے پہلے تیار رہی  
باعتبار عہدہ کی طرف سے بھی گرفتاری کا ارشاد ہو جی ہو چکا ہو اب اسے صورت میں لے لیا جائے تب تک اس شخص نے کوئی بھی جرم نہیں  
کیا ہے نہ اسے اس کا جرم ہے کہ اس نے جہاد میں شہید ہو گیا تھا۔

الجواب حامداً و معیناً ایہ شخص جس پر حج فرض ہو چکا ہو اور جانے پہلے تیار رہی ہو لیکن کسی عذر کی بنا پر مثلاً حکومت کی طرف سے پابندی کی  
جیت جائے پرتہ دست نہ رہتا ہو تو اسے اس صورت میں ہیں۔ اول یہ کہ عذر واقعی ہو یعنی ایسے عذر کے ہونے کی امید ہو۔ دوم یہ کہ عذر واقعی  
نہ ہو یعنی سوت تک مسئلہ زائل ہو نہ ہو۔ اس صورت میں حکم یہ ہے کہ جس پر بذات خود حج کا فرض نہیں ہے البتہ کسی دوسرے شخص  
وہاں دوسرے کیلئے بھیجا ازم ہے پھر اگر عذر واقعی ہے تو عذر زائل ہو جانے کے بعد قدرت علی الحج ہو سکتی صورت میں حج کا عہدہ کرنا لازم  
ہوگا اور اگر عذر دائمی ہے تو حج بدل اس کی طرف سے کافی ہو چکا اور مرض الموت میں اس پر حج کی وصیت کرنا بھی لازم نہ ہوگی۔

لصافی الدر المختار (۵۹۹/۲) (تقیل الیابہ عبد العجز فقط) نکس (بشرط دوام العجز الی الموت)  
لا بد من المرض حتی تلزمه الاعادة وروال العذر (هذا ای بشرط دوام العجز الی الموت)  
(اذا کان) العجز کالحمس و المرض یوحی زواله ای یمکن زواله لو یکن كذلك کالعمس و المرض  
سقط الفرض (بجای الغیر) (عنه) فلا إعادة له مطلقاً (و) (استمر به ذلك العذر ام لا)

## (۱۰۰) صحت مند شخص حج بدل نہیں کرا سکتا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان حکام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص صحت مند ہے اور حج کی پابندی ہے اور کافی زیادہ ہے  
تاکثر صحت مند ہے وہ دوسری شادی نہ کرے جس کا وہ بے ہمتانہ نہ ہو یعنی جلد اپنے جوئے کو ترک و ترجیح کیلئے اس کی سب سے زیادہ طرف سے  
جی ہو اور نیز وہ آپ معلوم یہ کہ ہے کہ اسے آدمی کی طرف سے جبہ و خود چمکانا (اس کی طرف سے حج کرنا) نہ رہے نیز اس سے متعلق  
حج جوڑا ادا ہوں وہ بھی تو پابندی میں۔

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں مذکور شخص کا صحت مند ہوتے ہوئے اپنی جگہ پر تے یا کسی اور شخص کو حج کیلئے بھیجنا درست نہیں ہے۔ حج بدل کی شرط یہ ہے کہ بیماری وغیرہ ایسا ہو کہ انکی مدد سے پوری زندگی حج پر نہ جاسکتا ہو، ورنہ اس پر خروج حج کرنا لازم ہے۔

لساقي الشافعي رحمه الله (۵۳۵/۲): رجل احمى وجلا وهو مريض فلم يزل مريضاً حتى مات فلهو جنازه عن

حجة الاسلام وان صح لايجزيه عن حجة الاسلام

## (۱۰۱) بیوی کی طرف سے حج کرنے کا حکم

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں جہد میں رہتا ہوں جبکہ میری بیوی کراچی میں ہے، میں اتنا زیادہ مالدار نہیں ہوں کہ بیوی کو حج کیلئے پاسکوں، کیا میں خود بیوی کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟ کیا یہ حج میری بیوی کی طرف سے ادا ہو جائیگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں جب آپ کی بیوی نہ خود صاحب استطاعت ہے اور نہ آپ کے پاس اتنا مال ہے کہ بیوی کو حج کرائیں تو اس صورت میں آپ کی بیوی پر حج فرض نہیں ہے اور چونکہ آپ اپنی بیوی کی طرف سے کر چکے وہ بیوی کی طرف سے لگی حج ہوگا البتہ جب آپ کی بیوی کے پاس اتنا مال آجائے کہ دو مع مخرج سفر حج کے اخراجات ادا کر سکنے تو اس پر اس وقت فرض حج ادا کرنا لازم ہوگا۔

لساقي الشافعي (۶۰۴/۲) اما الحج السفل فلا يشترط فيه العجز لانه لم يجب عليه واحدة من

المستقنين اى مشقة البدن ومشقة المال فاذا كان له تركهما كان له ان يتحمل احدهما تقر بالآي ربه

عز وجل فله الاستابة فيه صحيحا

وفى الدر المختار (۳۶۳/۲): (و) مع (زوج او محرم) ولو عبداً أو ذمياً أو برصاً ع۔ (مع) وجوب

النفقة لصححها

وفى الشامية تحته: (قوله مع وجوب النفقة) اى فيشترط ان تكون قادره على نفقتها ونفقته

## (۱۰۲) حج بدل میں میقات پر تلبیہ کے وقت حجوج عنہ کی نیت نہ کی

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے اپنی والدہ کی طرف سے حج کیا میقات پر تلبیہ کہنا لیکن اپنی والدہ کی طرف سے تلبیہ نہ کہا تو ایسے آدمی کیلئے کیا حکم ہوگا؟ آیا یہ حج اس کی والدہ کی طرف سے ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً۔ صورت مسئلہ میں جبکہ مذکور شخص نے اپنی والدہ کی جانب سے (جبکہ یہ حج ان پر فرض تھا اور انہوں نے اس کی ادائیگی کی وصیت بھی کی تھی) حج کرتے وقت (اگر احرام باندھتے وقت والدہ کی نیت کر لی تھی) اپنی والدہ کی جانب سے تلبیہ کہنا بھول گیا تو اس صورت میں بھی یہ حج والدہ کی جانب سے ادا ہو جائیگا۔ اور اگر یہ فرض نہیں تھا تو اس کا ثواب والدہ کو پہنچ جائے گا۔ اور اگر فرض تھا اور

ہست نمی چنی بود، چراغ و نہ سست دشت چنی و نہ من بانیب سے نیست کسی کی چنی، آری صورت میں یہ فریضہ اللہ تعالیٰ جانب سے الائنہ ہونا چاہیے، ثواب کی بنا سے نہ ہو۔

نسائی البیہدہ ۱/ ۲۵۷، الأصل فی عبد البانی ان الاصل ان له ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة كان او صوما او صدقة او غيرها كالصحيح فمضى الصحيح النفل تجوز النيابة حالة القدره لان باب النفل اوسع كما فی السراج الوهاج، او مہیا الامر بالحج، فلا يجوز حج الغير عنه بغير امره، الا الواو ات بحج عن موروثه بغير امره فانه بحربه، (ومہیا نية المحجوج عنه عند الاحرام، والافضل ان يقول لمساند ليكن عن فلان

وفي الشاذلية ۵۵۵، قوله بعد ما ادى سوا كذب صلاة او صوما او صدقة الحج، لان عدم التبرع لا يفسد عدم سقوط عن ذمته، على ان الثواب لا يعدم كما علمت، وسذكر فيما لو اقبل صحيح عن بنويه، انه قيل انه بحر عن حج الفرض، وهذا يزيد ما بحثه في الحر، ومبحث ايضا ان النظام ان لا يعرف بين ان يرد من عند الفعل للغير او يفعله لنفسه ثم يجعل ثوابه لغيره لا لطلاق كلامه، قلنا، واذا قلنا بمنعنا به بغيره الا ذلك لان الفرض بنويه عن نفسه، فاذا صح جعل ثوابه لغيره دل على انه لا يلزم في وصول الثواب ان ينوي الغير عند الفعل

### (۱۰۳) معتدہ کا بوجہ عدت حج بدل کروانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام بوضوئے حلال اس مسئلہ کے، ہرے میں کہ میں نے اور میرے شوہر نے بڑی مشکل سے اسے پینے پر، نہ پینے کیلئے نہ کھانے کیلئے پھر ہمیں اس مال کی دشوائ سے جمع کروائی تھی، خدا کا فضل ہو اور ہم دونوں کا نام نکل آیا، اور ہم نے تیاریاں کیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا نعمت نہ تو، تقاضا لینی سے میرے شوہر کا تین دن کھل اٹھا، ہو گیا، اب میں عدت میں بھی ہوں، اس وجہ سے میرا چاند نفل ہو گیا، آپ سے پوچھا ہے، کیا اس وجہ میں اس سال حج پڑ جائیگی تو حج بدل کروا، مجھ پر لازم ہوگا؟ تیر میں کسی اور حاجی ملے اسے اپنی جگہ بھیج دوں؟

الجواب الحمد للہ اصلیا عدت نہیں وجوب کی ہے، و میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عدت عدت میں نہ ہو، اور ہی ملے حج بدل کیے نہ ہو، یہ نہ ہو، عدت پڑا رہے، صورت ۱۰۰۰ میں چرگدا ہے عدت میں ہیں اور عدت کے اندر آپ کیلئے سفر کرنا چاہا کر نہیں، اس نے عدت میں آپ سے بھی کیا کر نہیں، ۱۰۰۰ حج بدل آپ اس لئے نہیں کروا سکتیں کہ عدت ایسا نہ نہیں جو عدت سے بڑا ہو رہے۔

نسائی البیہدہ ۱/ ۲۵۷، الحوائج لباہ فی الحج شرائط، منها استدامة العذر من وقت الاحرام

وفی الشامية (۵۹۸/۲): (والمرکبة منیهما) کصحح الفرض (تقبل النيابة عند العجز فقط) لكن بشرط دوام العجز الى الموت) لأنه فرض العمر حتى تلزم الإعادة بزوال العذر وفي الشامية قوله لأنه فرض العمر) تعليل لاشتراط دوام العجز الى الموت ای فيعتبر فيه عجز مستوعب لبقية العمر ليقع به الياس عن الأداء بالبدن —

وفی الشامية (۳۹۵/۲): (قوله السالعة من سفرها) أما الواقعة في السفر فإن كان الطلاق رجعا لا ينفذها زوجها أو بانا فإن كان إلى كل من بلدها، ومكة أقل من مدة السفر تحيرت أو إلى أحدهما سفر دون الآخر تعين أن تنسحب إلى الآخر أو كل منهما سفر فإن كانت في مصر قوت فيه إلى أن تنسحب عذتها ولا تخرج وإن وجدت محرما خلافا لهما وإن كانت في قرية أو مفارقة لأتامن على نفسها فلها أن تنسحب إلى موضع آمن ولا تخرج منه حتى تمضي عذتها وإن وجدت محرما عنده خلافا لهما كذا في فتح القدير.

### (۱۰۴) کیا حج فرض ادا کرنے سے حج نذر ادا ہو جائیگا؟

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے نذر مانی کہ میرا ملاں کام ہو گیا تو میں حج کروں گا اب زید پر حج فرض ہو گیا ہے اور اس نے پہلے حج فرض ادا نہیں کیا تو اب زید یہ کہتے ہیں حج میں ایک یا دو اور اگر زید حج ادا کر لے تو کون سا حج ادا ہوگا یعنی حج فرض ادا ہوگا یا نذر کا حج ادا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلحاً... صورت مسئولہ میں اس شخص کا حج فرض ادا ہوگا اور جو نذر کا حج مانا تھا اگر اس کا کام ہو گیا تو حج منذر کو ادا کرنا بھی اس پر واجب ہوگا لیکن حج فرض ادا کرنے سے حج منذر ساقط ہو جائے گا، البتہ اگر صرف حج منذر کی نیت کرتی تو پھر حج منذر ادا ہوگا اور حج فرض اس کے ذمہ باقی رہے گا۔

لما فی خلاصة الفتاویٰ (۴۷۷/۱): ولو قال المريض ان عافاني الله تعالى من مرضي هذا فعلى حجة فبرأ لزمته حجة وان لم يقل حجة لله لان الحجة لا تكون الا لله تعالى ولو برأ وحج حار ذالك عن حجة الاسلام ولو نوى غير حجة الاسلام صححت نيته

وفی الهندية (۲۶۲/۱): بان قال ان فعلت كذا فلله على ان احج حتى يلزمه الوفاء اذا وجد الشرط ولا يخرج بالكفارة في ظاهر الرواية عن ابني حنيفة. (وفی ص ۲۶۳) ولو قال المريض ان عافاني الله من مرضي هذا فعلى حجة فبرأ لزمته حجة وان لم يقل على حجة لله لان الحجة لا تكون الا لله ولو قال ان برأت فعلى حجة فبرأ وحج حار ذالك عن حجة الاسلام ولو نوى غير حجة الاسلام صححت نيته.



وفی الشامية نعتہ . ( لولہ بتصدق بشئ ) ہی کثرتہ و کسرة خبر ( قوله وفي الشامية ) کی من  
الشعر و الثقل .

## (۱۰۷) دوران حج بال کرنے کا حکم

حوالہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ہم مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں تیرہ سال حج پر نیا تھا لیکن میرے ، تو ایک مسند  
چین یا بنس کی وجہ سے میں کافی پریشان ہوا تھا ، دو یا کہ تیرے ، بال بہت کثرت میں ہوا سا بھی ہا تھا تو مجھے تو کچھ بال نہ رہ گئے تھے  
اور جب میں وہاں سکا رہا تو ہر سال وقت بھی بال کرتے تھے انکی صورت عالی کو جب میں نے وہاں اپنے حج کر آپ ۔ رہا تو اس نے  
سامنے ذکر کیا تو وہ کہنے لگے کہ آپ کو ہر سال کے بدلے میں ایک قربانی کرنی ہوتی ہے میں نے ان کی بات سنی تو میں کافی پریشان ہوا  
تو تھویری تو اتنی استطاعت نہیں ہے میری وہاں سے تو میں ابھی آ گیا اب آپ بتائیں مجھ کو کیا کرنا ہوگا اور جو بھی چیز یعنی کچھ صدق یا  
قربانی کرنی ہوگی تو یہاں کرنے سے ادا ہو جائے گی یا وہاں کسی کو کہنا ہوگا اور میرا تو کوئی وہاں جاننے والا ہے کس ؟ اور اگر قرآن و حدیث  
کی روشنی میں جواب دیں۔

الحاجب ماہد و معلیٰ : صورت مسئلہ میں اگر آپ کے بال مسک و غیرہ دکنے کی بناء پر کثرت ہیں ، اور جو قربانی سبکی مقدار کے زیادہ یا  
اس سے زیادہ تھے تو اس صورت میں آپ تو نہیں چیزوں میں سے کسی ایک چیز میں اختیار ہے ، جو ہے تو آپ یہ دیں ، جس کی ادنی  
مقدار ایک ہجرت ہے ، یا جس کو وہ نہ دے سکیں یا تین ساعہ گندم ( 9.54 کلو ) حد تک کریں ، جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو سیکڑوں میں ہے یہ  
نیم ٹونٹھ ساعہ گندم ( 2 کلو ) دے دیں ۔ البتہ اگر آپ یہ ادا کرنا چاہتے ہیں تو موزن کے ساتھ خاص ہے ، اور باقی دو چیزیں آپ  
نہیں بھی ادا کر سکتے ہیں ، اور اگر آپ کے بال سر سے پڑھائی حصے سے کم رہے تھے تو آپ پر کم از کم نصف ساعہ گندم ( 2 کلو ) کا  
کرنا لازم ہے۔

لعمادی المہدیۃ ( ۲۴۳ ) وان حکم الحکم و اسد او لحدہ فانظر منہا شعر فعلیہ صدقہ

وفیہ ایضاً ص ۲۴۴ : اذا فعل ذلک بعلقہ او ضرورۃ فعلیہ ای الکفارات شاء و ذلک اما

السکۃ او العبدۃ او الصوم فلان اختار السکۃ ذبح فی الحرم وان ذبح فی غیر الحرم لا

یحوز علی الذبح الا اذا تصدق بلحمہ علی سنۃ مساکیہ علی کل واحد منهم فیصد نصف صاع من

الحنطۃ وان اختار الصوم صام ثلاثۃ ایام فی ای مکان شاء وان اختار الصدقۃ تصدق

بثلاثۃ اصوع حنطۃ علی سنۃ مساکیہ لکل مسکین نصف صاع و الا فضل ان تصدق علی فقراء

ھکک و لو تصدق علی غیر فقراء مکۃ حار

وفی الدر المنثور ( ۳۹۱۱ ) وحکم و اسد و بدہ نکل من فی ان حلف سحر طغیرہ او لعلہ فان فی

انہو حصہ بتصدیق بنی ولی اللہ کتب من طبعہ عوز الذکار

رفی شنبہ، ۵۳۹۴ھ، قولہ فی الرأس ای ارادہ بالحلل الارائہ ما یسی او بعدہ مختاراً اولاً، فلو ارادہ بالثوب وادب نصف لحيته او احترق شعره بحرہ او سبه بیده وسقط فهو كالحلق بخلاف ما اذا سائر شعر ماله من الرأس، فiolه "ربع راسه الحج" هذا هو الصحيح المختار الذي عليه جمهور اصحابه۔

## (۱۰۸) حالت احرام میں بالوں کے چھڑنے اور کاٹنے کا حکم

سوال۔ پافات میں طائے اگر اہل مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میری بڑی بہن اس سال حج پر جا رہی ہیں ان کا یہ بھی آپا ہے ان کے ٹوٹے سر تو ہیں ہیں میری بہن۔ ہاں بہت بھڑکتے ہیں، انہیں کسی سے معلوم ہوا ہے کہ اگر دوران حج پاں توڑے اور ٹوٹے تو بھی وہ آج ہے۔ اب وہ بہت پریشان ہیں کیا کریں۔ آج تک کسی خدمت میں وہ خواست تھی کہ یہ مسئلہ کچھ طرح تھپس نہ رہیں اور اس حدیث کی بنا پر وہی حالت ہے تو وہ بھی آج رہیں۔

الجواب۔ ملاد و مصغیاً۔ آنحضرت کے ہاں بیماری نہ تھی نہ بھڑچاٹیں، خواہ تم چھڑیں یا زیادہ تو اس صورت میں حرم پر تہجد و ادب نہیں رہتا۔ اگر حرم جان یا چھڑے تو اس پر توڑے۔ اور اگر کے چھڑے تو کسی مسئلہ کے مقداد سے کم ہیں تو اس صورت میں حرم پر صدق آتا ہے۔ اگرچہ خلاف۔ یہاں سے زیادہ مرنے پر غوافہ حدیث توڑے یا ٹوٹے تو اس صورت میں حرم پر دم آتا ہے بخلاف صورت مسئلہ میں زیادہ۔ آپ ہی ان مسایاں یہ بھی یاد سے تحریرت ہیں ان پر تہجد و ادب نہیں ہوگا۔

لصالحی الشعر الثانی ۱۵۳۱ھ راساً کین حلق ربع الرأس او ربع اللحية موجاً للدم لشکامل الجمابة شکامل الانفاق۔ فلو ارادہ بالثوب وادب نصف لحيته واحترق شعره بحرہ او سبه بیده وسقط فهو كالحلق بخلاف ما اذا تفرق شعره بالمرض او النار فلا شيء عليه لانه ليس للزينة وانما هو شين وفي الصنف اوی علی الثوب ۵۳۹۴ھ، قوله ربع رأسه: سواء بقى معه ذلک شيء من الرأس ام لا كما صرح الـ علی راسه الا مقدار الربع ولو لم يوله بل ثنائی شعره او ناز فلا شيء عليه لانه ليس له راسه بل ذنبي وقد عنيان الربع ماله رأس واللحية للاشارة الى أنه لا يعتبر فی غیرهما فلا يجب ائده الا لحلق طایف المقعد والنفاق ولصغر لاسرهما كما فی البحر اء

رفی شنبہ، ۵۳۹۴ھ، فلو ارادہ بالثوب وادب نصف لحيته او احترق شعره بحرہ۔

فهم كما حلقوا بخلاف ما اذا سائر شعر ماله من الرأس الحج، قوله ربع راسه الحج، هذا هو الصحيح لاجاب الله، اليه جميع اصحاب المذهب، وذكر الطحاوی فی مختصره ان فی قول ابی يوسف



و محمد لا یجب الدم ما لم یحلق أكثر رأسه شرح اللباب وإن كان أصلع إن بلغ شعرة ربع رأسه فعليه دم وإلا فصدقة وإن بلغت لحیه الغایة فی الخفة إن كان قدر ربعها كاملة فعليه دم وإلا فصدقة لباب، واللحیة مع الشارب عضو واحد فتح.

## (۱۰۹) کیا حاجیوں کیلئے حجام سے بال کٹوانا ضروری ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حاجیوں کیلئے حجام سے بال کٹوانا ضروری ہے یا ایک دوسرے کے بال بھی کاٹ سکتے ہیں؟

الجواب حامداً و مسلماً۔ احرام سے نکلنے کے وقت حاجیوں کیلئے حجام سے بال کٹوانا ضروری نہیں ہے بلکہ ایک دوسرے کے بال خود بھی کاٹ سکتے ہیں۔

لما فی غیة المناسک (ص ۴۷۱): ولو حلق رأسه أو رأس غيره من حلال أو محرم جاز له الحلق لم يلزمهما شيء.

وفی مناسک لملا علی القاری (ص ۲۳۰): (وإذا حلق) ای المحرم (رأسه) ای رأس نفسه (أو رأس غيره) ای ولو كان محروماً (عند جواز التحلل) ای الخروج من الاحرام بأداء أفعال السك (لم يلزمه شيء) الاولي لم يلزمهما شيء وهذا حکم بعدم كل محرم فی كل وقت.

## (۱۱۰) حاجی اگر دوسرے حاجی کے بال کاٹے تو کیا صدقہ لازم ہوگا؟ فقہاء کرام کی

### عبارتوں میں ظاہری تعارض اور اس کی توجیہ

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حاجیوں کیلئے آپس میں ایک دوسرے کے بال کاٹنے کا کیا حکم ہے؟ اس سورت میں جو حاجی ابھی تک محرم ہے آیا اس پر دم یا صدقہ کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟ غیبة المناسک (ص ۴۷۱) و لو حلق رأسه أو رأس غيره من حلال أو محرم جاز له الحلق لم يلزمهما شيء۔ کی اس عبارت سے جواز معلوم ہوتا ہے اور کچھ لازم نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے جبکہ ہمدیہ (۲۳۳/۱) حلق رأس محرم أو حلال وهو محرم عليه صدقة الحج سے عدم ہمار اور صدقہ کا لزوم معلوم ہوتا ہے۔ براہ کرم اس مسئلہ کا صحیح حل قرآن و سنت کی انصاف سے عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً و مسلماً۔ حالت احرام میں حاجیوں پر ایک دوسرے کے بال کاٹنے کی وجہ سے حلق کرنے والے پر صدقہ اور حلق کروانے والے پر دم لازم ہوتا ہے۔ لیکن اگر حاجی دیگر مناسک حج سے فارغ ہو چکا ہو اور صرف حلق باقی ہو تو حلال ہونے کی نیت سے حاجی ایک

۱۰۰ سے بے مال کاٹ کئے ہیں۔ اس صورت میں جو بھی لازم نہیں ہوگا۔ لہذا صورت مسئولہ میں ہند پر اور غصہ الہی مسک کی مبادیہ میں جو قاضی معلوم ہو رہے ہیں ان کا کل یہ ہے۔ نہ تو یہ صورت اس صورت پر محمول ہے جب مناسک حج مکمل نہ ہوئے ہوں۔ جیساً کہ حالت مہررات سے معلوم ہو رہا ہے۔

لما فی مناسک ملا علی القاری (۲۴۹: ۱): فصل فی حلق المحرم رأس غیرہ وحلق الحلال رأسہ ای رأس المحرم اذا حلق محرم رأس محرم ای غیر نفسه أو حلال، فعليه صدقة، سواء حلق مأمراً أو بعيراً، ای بغیر امر المحلوق طائفاً أو مکرهاً (وان حلق الحلال رأس محرم فلا شيء على الحائق الحلال)۔ اذا حلق الحلال غیر ذلک فی موجودات محظورات الاحرام۔ وهل يحرم عليه أو يباح فعله هـ أو يكره الطاهر الاحير لظاهر قوله تعالى: "ولا تحنطوا رؤوسكم" اذا لم يصح لا تأمره بحلق رؤوسكم أو لا يحلق بفسكه رأس بعض وان حلق المحرم رأس حلال تصدق بشيء وان حلق المحرم رأس محرم آخر مأمراً أو بعيراً امره فعلى المحلوق دم وعلى الحائق صدقة وفقى غنية المناسک (۲۵۹: ۱) وان حلق محرم رأس محرم قبل أو ان الحلق مأمراً أو بعيراً امره فعليه صدقة، وعلى المحلوق دم ولا ينخير فيه، وان كان مكرهاً، أو نائماً لانه عذر من جهة العبادة وكذا اذا حلق رأس محرم فعلى الحائق الحلال صدقة، كما لو حلق نبات الحرم.

۱۰۱۔ نایہ النائم کی حالت میں صورت پر محمول ہے۔ جب حلق کرے یا مکر ماسک حج مکمل کرچکا ہو اور صرف صحت باقی ہو اور حال ہو سکے کہ اس میں ہو، جیساً کہ مناسک ملا علی القاری میں اس صورت سے معلوم ہو رہا ہے۔

وقی مناسک ملا علی القاری (۲۳۰: ۱): "وإذا حلق ای المحرم رأسه ای رأس نفسه، أو رأس غيره، ای ولو كان محرماً، بعد حلق الحلال، ای الخروج من الاحرام بإداء الفعل المنسك ولم يدره شيء" لاؤلی لم یلم بها شيء، وهذا حکم یعم کل محرم فی کل وقت

### (۱۱) حالت احرام میں خوشبو والے صابن سے غسل کرنے کا حکم

والیٰ نیا مائے چہ ملائے کوام، لغتوں ملائم میں مسئلہ کے بارے میں کر آؤ کل غسل کرنے سے پہلے جو صابن آتے ہیں وہ خوشبو والے نہ ہیں تو احرام میں خوشبو والے صابن سے غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟  
الجواب: عاذاً صلیٰ۔ خوشبو والے صابن سے غسل کرنا اگرچہ جائز نہیں ہے مگر بغیر خوشبو والے صابن ہو تو اس سے غسل کرنا جائز ہے۔

لما فی الہدایۃ (۲۴۱: ۱): ولا يغسل رأسه ولا يجیه بالعظمی فان غسل فعليه دم فی قول ابی حنیفہ

ولو غسل المحرم ما شاء فيه طيب فان كان من رآه ساء اشاءا كان عليه العبدلة وان كان ساء طيبا كان عليه الدم

وفى الشامة (۳۸۹/۲): لو غسل بالمصابون والمحرض لا رواية فيه وقالوا لا شيء فيه لانه ليس مطيب.  
وفى الفقه الاسلامي (۲۴۹۹/۳): والمحرض غسل رأسه ويدنه على حمام وغيره بلا تسريح لان تسريحه تعريض لقطع الشعر وله مع الكراهة الغسل بسدر وخطمي ونحوهما كصابون وانسان وله غسل لباب الاحرام

وفيه ايضا (ص ۲۳۰۰): ويجوز الاغتسال ولو بالمصابون عند الشامية والمحابلة ولا يجوز بالمصابون ونحوه عند الحنفية

## (۱۱۲) حالت احرام میں پان کھانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلے کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص پان کھائے گا عادی ہوگا اور وہ بیخ پر جائے تو حالت احرام میں پان کھا سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامد واصلیٰ حالت احرام میں خوشبودار چیز استعمال کرنے سے ذم لازم آتا ہے۔ لیکن کھانے کی چیزوں میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کسی چیز میں خوشبودار مطلب ہو تو اس چیز کے کھانے سے ذم لازم نہیں آتا مگر کراہت سے خالی نہیں اور اگر کھانے کی چیز میں خوشبودار غالب ہو تو اس کے کھانے کی صورت میں ذم نہ لازم ہوگا۔ لہذا پان کا عادی نہیں مگر حالت احرام میں خوشبودار پان کھانے کا ذم لازم آئے گا۔ لیکن اگر وہ پان استعمال کرے جس میں خوشبودار مطلب ہو تو اس صورت میں ذم لازم نہیں آئے گا۔ البتہ کراہت سے خالی نہیں۔ لہذا یہ ہے کہ حالت احرام میں پان کھانے سے عمل اجتناب کیا جائے۔

لسانى الهندية (۳۴۱/۱): ولو كان الطيب في طعام طبخ ونغير فلا شيء على المحرم في أكله سواء كان ثوبه رائحته أولا، كذا في البدائع، وإن خلطه بما يؤكل بلا طبخ فان كان مغلونا فلا شيء عليه غير أنه إن وجدت معه الرائحة كره وإن كان غاليا وجب الجزاء.

وفى النور المختار: ۵۳۶/۲، ولو جعل في طعام قد طبخ فلا شيء، وإن لم يطبخه كان مغلونا كره أكله كسلب طيب ونفاج.

وفى الشامة نحوه: وقوله ولو جعله أى الطيب في طعام، الخ، اعلم أن خلط الطيب بهم ذم على وجوه، لأنه إما أن يخلط بطعام مطبوخ أولا، ففي الأول لا حكم للطيب سواء كان غاليا أم مغلونا، وفى الثانى الحكم للعامة إن غلب الطيب وحسب الدم وإن لم يظهر رائحته كمالى الفتح، وإلا فلا شيء.

عليه عمراته إذا وجدت معه الرخصة كمرء

(۱۱۳) حالت احرام میں خوشبودار دوائی لگانا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان خطۂ اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھ کو خارش کی بیماری لگی ہوئی تھی، ڈاکٹر نے بھروسہ دیا کہ ایک خوشبودار صابن استعمال کرو گے کہ تم کو کھارے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے حج کو جا رہا ہوں جبکہ درمیان حرام خوشبودار چیزیں دینا کا استعمال ممنوع ہے تو میرے لئے کیا قصہ ہوگا؟

الحجاب عامہ اور علیٰ احرام کی حالت میں خوشبو کا استعمال حرام ہے اس لئے آپ کو دوسری دوائی سے مطلق کرنا چاہئے البتہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو اتنے حداد کو کی اور وہ اس میں کسی اور آپ کو تکلیف بھی ہے تو اس صورت میں آپ اس خوشبو یا دھواں کا استعمال کر سکتے ہیں، لیکن استعمال کی صورت میں آپ پر لہجہ دینا حرام ہوگا، جیسا کہ آپ کو اختیار ہوگا، تو تین دن روزے سے رکھیں، تین سالہ نغمہ یا آئی قوت سے چھ مہینوں پر صوفیہ کر رہیں، حرام میں کھری وغیرہ دوا کر رہیں۔

**المالي الخاصة، ٢٠٥٤:** قوله عدد في ثلاثة وليست الثلاثة ليدان جميع محظورات

الأحرار إذا كن بعدد طلبة الخيارات الثلاثة كمعالي المحيط في هتاس

(۱۱۴) حالت احرام میں خوشبودار مسواک استعمال کرنے کا حکم

[illegible]

الجواب حامداً ومصلحاً : حکرم پہلے خوشبو کا استعمال حالت احرام میں ممنوع ہے تاہم اگر خوشبو بدن پر استعمال ہونے والی اشیاء کے ساتھ ہو تو استعمال کی جائے اور اس سے خوشبو لگانے کے بعد دیکھنے والا خوشبو نہیں ہو تو اس صورت میں حکرم پر وہ لازم ہوگا اور اگر نہ دیکھنے والا ہو تو خوشبو نہیں لگنا اس صورت میں صدق لازم ہوگا اگر کسی کو تکلیف یا اس سے زائد مرہب استعمال کرے تو اس صورت میں بھی وہ لازم ہوگا۔ البتہ تحقیق میں یہ کہ مسواک جس سے سوال میں ذکر ہوا ہے ہماری معلومات کے مطابق اس میں خوشبو نہیں ملائی جاتی بلکہ چوڑے لیمو کا عرق بہت کم مقدار میں ملا جاتا ہے جس پر خوشبو کی تعریف صادق نہیں آتی البتہ ایسی مسواک کے استعمال سے نہ صدق لازم ہوگا نہ عجز اگر کوئی مسواک ایسی ہے جس میں واقعی خوشبو ملائی جاتی ہے تو اس کے استعمال سے حکرم پر صدق لازم ہوگا لیکن اگر تکلیف یا مرہب سے اس طرح استعمال کرے کہ قبح لازم ہو۔

سماوی شرح معنی الاقارار ۱۴۴۳ھ عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ انا ربيم وحلقتم فقد حبل

لکم الطیب واللیاب وکل شیء الا النساء۔

وفی الہندیہ (۱/۲۴۰): الطیب کل شیء له رائحة مستلذذہ وبعده العفلاء طیباً (ص ۲۴۰) ولو غسل المحرم بأشنان فیہ طیب فان کان من راء سماء أشناناً کان علیہ الصدقة وان کان سماء طیباً کان علیہ الدم۔ وعن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فیمن اکتحل بکحل مطب مرة او مرتین فعلیہ صدقة وان کان مراراً کثیرہ فعلیہ دم۔

وفی الشامیہ (۴/۵۴۷): اعلم ان خلط الطیب بغيره علی وجہہ لانہ اما ان یخلط بطعام مطبوخ او لافسی الاول لاحکم للطیب سواء کان غالباً ام مغلوباً وفی الثانی الحکم للغلبة ان غلب الطیب وجب الدم وان لم یتظہر رائحته کما فی الفتح والا فلا شیء علیہ غیر انہ اذا وجدت معہ الرائحة کبرہ وان خلط بمشروب فالحکم فیہ للطیب سواء غلب غیرہ ام لا غیر انہ فی غلبۃ الطیب یجب الدم وفی غلبۃ الغیر تحب الصدقة الا ان یشر مراراً فیحب الدم وبحث فی البحر انہ ینبغي التسویۃ بین المأكول والمشروب المخلوط کل منهما بطیب مغلوب اما بعدم وجوب شیء اصلاً او بوجوب الصدقة فیہما۔ قلت لکن قول الفتح المار فی غیر المطبوخ وان لم یتظہر رائحته بغیر اعتبار الغلبة بالاحزاء لا بالرائحة۔ هذا حکم المأكول والمشروب واما اذا خلط بما یستعمل فی البدن کأشنان ونحوہ ففی شرح اللباب عن المستفی ان کان اذا نظر الیہ قالوا هذا أشنان فعلیہ صدقة وان قالوا هذا طیب علیہ دم۔

وفی الہندیہ (۱/۲۴۲): ثم اذا حلق او قصر حل له کل شیء حرم علیہ بالاحرام الا النساء۔

## (۱۱۵) حالت احرام میں خوشبو لگے ہوئے کپڑے پہننے سے دم اور صدقہ کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حالت احرام میں جو کسے دن میں نے اپنے احرام کے پیرے تبدیل کیے۔ ان کپڑوں پر پہننے سے کچھ عطر لگا ہوا تھا جو بوقت پینگ لگا یا تھا، میں نے دو کپڑے پہن لیے، اب جب جوگی نماز پڑھ کر واپس ہو رہا تھا تو ایک دوست مل گئے اور کہنے لگے کہ حالت احرام میں خوشبو لگے ہوئے کپڑے پہننا مطلقاً منع ہے خواہ پہن کر لگے یا لگے ہوئے پہنے، میں بڑا پریشان ہوا اور گھر جاتے ہی کپڑے تبدیل کر لیے، لیکن یہ کچھ نہیں آیا کہ دم دوں؟ یا صدقہ کروں؟ آپ بتائیں مجھے ایسی صورت حال میں کیا کرنا چاہئے تھا؟

الجواب حامداً و صلواً۔ حج کی نیت اور تکبیر سے پہلے ایسے کپڑے پہننا جن پر ایسی خوشبو لگی ہو جس کا (بش) محرم ہونے کی حالت میں باقی نہ رہے جائز ہے دم وغیرہ لازم نہیں ہوگا، نیت اور تکبیر کے بعد خوشبو لگے ہوئے کپڑے پہننا ناجائز ہیں لہذا صورت مسئلہ میں چونکہ



التوفیق العارضة ابها بان المطيب اذا كان في نفسه كثيراً لزم الدم وإن أصاب من الثوب أقل من شبر، وإن كان قليلاً لا يلزم حتى يصب أكثر من شبر في شبر، وربما ينسحب إليه فولهم لوربط مسكاً أو كافوراً أو غيراً كبيراً في طرف إزاره أو رداءه لزمه دم، أي إن دام يوماً وليلة قليلاً فصداً.

## (۱۱۶) محرم کے کپڑوں میں حالت احرام میں عطر کے قطرات لگ جانے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں عطاری دکان پر بیٹھ جائے تو اس پر دم لازم ہوگا یا نہیں؟ جبکہ عطر کے قطرات بسا اوقات کپڑوں کو لگ جاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً محرم کے لئے حالت احرام میں خوشبو کا استعمال جائز نہیں البتہ فقہائے ائمہ نے یہ کہہ کر محرم کے لئے حالت احرام میں خوشبو نہ لگانا جائز ہے لیکن کر دہے اسی طرح حالت احرام میں عطاری دکان میں بھی بیٹھ سکتے ہیں اگر خوشبو تو لگنے کی نیت سے نہیں خریدتے۔ اس دوران اگر عطر کے قطرات اس کے کپڑوں میں لگ گئے تو اگر کم لگ گئے ہوں تو صدق لازم ہوگا اور اگر زیادہ لگ گئے ہوں تو زائد لگے گا۔

لصاحبی الہدیٰ (۲۳/۱)، هنا فی البدن واما الثوب والفرش اذا التوق یہ طیب اعبرت فیہ القلہ والکثرة علی کل حال وکان الفارق هو العرف. والافما یقع عند المتطی ولو دخل بناقد اجمر فیہ فعلق بثوبه رائحة فلا شی علیہ لانه غیر منتفع بعنه بخلاف مالوا مستحجر ثوبه فعلق بثوبه فان کان کثیراً فلیہ دم وإن کان قليلاً فلیہ صدقة لانه منتفع بعنه وإن لم یعلق به شی منہ فلا شی علیہ.

وفی (۲۳/۲): ولا یلزمه شی بشم الریہان والطیب والعمار الطیبة مع کراهة شمه ولا یاس ان یقع فی دکان عطار او موضع یتبخر فیہ الا انه یکرہ اذا کان جلوسه هناك لاستخدام الرائحة. وفی الطحطاوی علی الدر (۱/۱۹۱-۱۹۲): ولا یاس ان یجلس فی حانوت عطار او موضع یتبخر فیہ الا انه یکرہ اذا کان الجلوس هناك لاستخدام الرائحة.

وفی الدر المختار (۳۸۶/۲-۳۸۷): (بعده) ای الاحرام بلامهلة (یعنی الوقت) ای الجماع الی ان قال (والطیب) وان لم یقصده وکرہه

وفی الشامی لبعنه (مرفلہ وکرہ شمه) ای فقط فلا شی علیہ به کما فی الخایة وبہذا یتبرر الی ان ائمراد بالطلب استعماله فی الثوب والبدن وقالوا لیس ازاراً محجراً لا شی علیہ لانه لیس بمستعمل لجزء من الطیب وانما حصل مجرد الرائحة ومن ثم لال فی الحائنة لو دخل بیتاً قد بخر فیہ واتصل بثوبه شی منہ لم یکن علیہ شی.

وفی النسابة (۵۴۳:۲) (قولہ ابن طبرہ) وعلم من معہم شرطہ اہل نوبہ طہارۃ او تسارۃ طہارۃ

لا کفارۃ علیہ وان کفرہ

## (۷۱) طواف زیارت نہ کرنے کی صورت میں بیوی کے حرام ہونے کی تفصیل

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مکہ میں مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت طواف زیارت نہیں کرے۔ کیا تو کیا اس پر اس کی بیوی حرام ہے اور اب طواف زیارت سے پہلے پیسے میں یا عورت دوسرا نکاح کر سکتی ہیں؟ اگر نہیں تو وجہ کیا ہے؟ نیز یہ حکم فقہ حنفی کا ہے یا حنفی اور حنفی کا بھی ہے۔ اور اگر حنفی کا ہے تو اس کی انتظامات نہیں ہے کہ وہ بارہ حج پر جائے تو اب کیا کرے۔ کیا بیوی حرام ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ مسئلہ اس وقت سے اس وقت تک طواف زیارت نہیں کرنا اس کے بارے میں یہ سمجھئے کہ مختلف احکامات کی تفصیل دینی ہے۔

۱۔ طواف زیارت نہیں کرنا اس صحت اور ایام حج کے شروع ہونے کے بعد کوئی طواف نہیں کیا تو اس پر اس کی بیوی حرام ہے۔  
 ۲۔ جب تک طواف زیارت نہ کرے۔ اس وقت اس نے اپنا حق شروع ہونے کے بعد طواف صدر کر لیا تو یہ طواف نہ یا تکلی طواف یا عتق طواف زیارت کے بعد مستقیم ہو جائے گا ورنہ وہی ان پہلے طواف ہو جائے گی۔

۳۔ طواف زیارت کی ادائیگی سے پہلے پہلے دوسرے نکاح کی تفصیل یہ ہے کہ اگر تو نکاح سے منافی کی ضرورت نہیں اور اس سے پہلے پہلے دوسرے نکاح سے منافی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ ترک طواف سے بیوی سے جناح تو حرام ہوا ہے لیکن اس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ نکاح باقی ہے اور اگر نکاح سے منافی کی ضرورت ہے تو اس کی دوسری صورت میں اگر ترک طواف مرد ہے تو اس پہلے دوسرا نکاح کرنا تو جائز ہے لیکن جناح کرنا حلال نہ ہوگا تا وقتیکہ طواف زیارت نہ کرے اور اگر عورت ہے تو دوسرا نکاح اس وقت تک نہیں کر سکتی جب تک یہ طواف نکاح ختم نہ ہو۔ اس لئے کہ عورت ترک طواف کی وجہ سے آئی ہے جس سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ یہ عورت منکوحہ طہر ہے۔ منکوحہ طہر سے نکاح نہیں ہو سکتا بلکہ جب یہ نکاح طلاق وغیرہ کے ذریعے سے ختم ہو جائے تو یہ عورت بھی نکاح کر سکتی ہے لیکن منکوحہ طہر سے نکاح بھی مایل نہیں ہوگی۔ ہاں یہ صریح فہم اس کے ہے کہ اگر وہ نکاح کرے تو اس کے باوجود عینی اس کی عین حرام رہے گی جب تک یہ طواف نہ کرے۔

۴۔ اگرچہ عینی مایل نہیں ہوگی۔ ہاں یہ صریح فہم اس کے ہے کہ اگر وہ نکاح کرے تو اس کے باوجود عینی اس کی عین حرام رہے گی جب تک یہ طواف نہ کرے۔

وفی البدائع الصنائع (۱۸۹/۳): ولا یکنون الحاج محصر أبعد ما رفق بعرفة ویفی محرما علی

النساء المی ان بطوف طواف الرباۃ

وبہ (بصلاً ص ۸۰): فیصل فی حکم الطواف اذا فات: واما حکمہ اذا فات عن ایام البحر فلیو

لا یسقط بل یحب ان یأتی بدلائل سائر الاوقات وقبہ بحلاف الوضوف بعرفة وقال حد سطر ثم ان



كان بمكة يأتي به باحرامه الاول لانه قاله اذ التحلل بالطواف ولم يوجد وعليه لنا خبره عن  
السحر دم عند ابي حنيفة وان كان رجع الى اهله فعليه ان يرجع الى مكة باحرامه الاول ولا يحتاج  
الى احرام جديد ومعروف عن النساء الى ان يعود فيطوف.

وفى الهندية (۲۳۲/۱): ولو لم يطف اصلا لم تحل له النساء وان طال ومضت سنون وهذا باجماع  
كذا في غاية السروحي شرح الهداية.

وفى الشامية (۵۸/۴): (قوله وحل له النساء) اي بعد الركن منه وهو اربعة اشواط بحر ولو لم  
يطف اصلا لم تحل له النساء وان طال ومضت سنون باجماع كذا في الهندية.

## (۱۱۸) ایام مخصوصہ کی بنا پر عورت طواف زیارت نہ کر سکی اور وطن لوٹ گئی تو اب کیا کرے؟

اول۔ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کے طواف زیارت کرنے سے پہلے مخصوص  
ایام شروع ہو گئے۔ جس کی وجہ سے وہ طواف زیارت نہ کر سکی۔ اور اب بھی مخصوص ایام چل رہے تھے کہ وہ اپنی کی غلالت کا وقت آ گیا۔ اور  
طواف زیارت کے بغیر وہ واپس اپنے گھر پاکستان آ گئی ہے۔ اب شریعت مطہرہ و کاس کے متعلق کیا حکم ہے؟ نیز اب تاخیر بھی کافی ہو گئی  
ہے اور سب حقوق زوجیت بھی ادا ہو رہے ہیں۔

الجواب حامداً و مؤصلاً۔ طواف زیارت افعال حج میں رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص طواف زیارت کے بغیر لوٹ آئے تو وہ  
بیش کیلئے فی حق النساء (عورتوں سے قربت) کے اعتبار سے محرم رہے گا اگر وہ مرد ہے اگر عورت ہو تو وہ بھی شوہر سے قربت کے حق میں  
محرم رہے گی۔ یہاں تک کہ وہ دوبارہ جائے اور طواف زیارت کر لے۔ اور بلا عذر تاخیر کی وجہ سے دم (گہری کا ذبح کرنا) بھی لازم ہوگا۔  
اور اس دوران عورتوں سے قربت کرنا بھی جنایت شمار ہوگا۔ اور دم لازم ہوگا۔ اور اگر مختلف مجاہدین میں متعدد مرتبہ قربت کی تو ہر قربت  
مستقل جنایت شمار ہوگی اور دم لازم ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اس مسئلہ سے ناواقف ہو۔ اور عورتوں سے قربت کرنے سے اجرام کے ختم ہو جانے  
کا گمان ہو تو ایسی صورت میں فقط پہلی قربت جنایت شمار ہوگی۔ اور دم لازم ہوگا۔ اس کے بعد کی جنایت سے دم ساقط ہو جائے گا۔ لیکن  
اجرام پھر بھی باقی رہے گا۔ اس پر لازم ہے کہ اسی پہلے والے اجرام سے دوبارہ واپس جا کر طواف زیارت ادا کرے۔ لہذا صورت مسئلہ  
میں مذکور عورت کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسی اجرام سے دوبارہ جا کر طواف زیارت ادا کرے۔ اور بلا عذر (ایام مخصوص کے بعد تاخیر کرنا)  
تاخیر کی وجہ سے حرم میں گہری فتنہ کرے۔ باقی شوہر سے قربت (ہمسرتی) اگر اجرام سے نکلنے کے گمان سے ہوئی ہے۔ تو فقط ایک دم  
(گہری) لازم ہوگا۔ اور اگر یہ معلوم تھا کہ طواف زیارت نہ کرنے کی وجہ سے شوہر سے قربت جائز نہیں ہے۔ اس کے باوجود قربت پائی گئی  
تو ہر مجلس کی قربت مستقل جنایت شمار ہوگی اور اس پر دم لازم ہوگا۔

لا نظلموني باليت حتى تطهروا

وفى مدائع الصنائع: ٣٠٠، ١٠٠، ١٠٠، فصل في حكم الطواف إذا فات، وأما حكمه إذا فات عن أداء  
الحر، فهو أنه لا يسقط، بل يجب أن يعنى به، لأن سائر الأوقات وقته، بخلاف الوقوف معرفة أنه إذا  
فات عن وقته يسقط، لأنه لو فات وقت مخصوص، ثم إن كان يصح أن يأتي به بأحراره الأول، لأنه  
فاته، إذا التحيل بالطواف ولم يوجد، وعليه لتأخير دة عند أي حيلة، وإن كان رجع  
إلى أهله، فعليه أن يرجع إلى مكة بأحراره الأول ولا يحتاج إلى إحرام جديد وهو محرم عن النساء  
إلى أن يعود للطواف وعليه لتأخير دة عند أي حيلة، ولا يجوز عن هذا الطواف بدنة، لأنه ركن.  
وإن كان الحج لا يحرم عند الدل إلا بقوم غيرها مقامها، بل يجب الإتيان بعينها كالوقوف بعرفة  
وفى السامية (٢٠٣، ٢٠٤) (قوله نفى حرما) فإن رجع إلى أهله فعليه حتما أن يعود بذلك لإحرامه،  
ولا يجوز عنه الدن لسبب (٢٠٥) في حق النساء، لأنه بالخلق حل له ما سواه من حتى يطوفه أقوله  
لرمدة (٢٠٦) أي شاة أو مدنة على جانب أي أقوله إلا أن يقصد الرفض، أي فلا يزعمه ذلك شي وإن تعدد  
المحصر مع أن بية الرفض ساهلة لأنه لا يخرج عنه إلا بالأعمال، فكان لما كانت المحظورات  
مستندة إلى قصد واحد وهو تعجيل الإحلال كانت متحدة فكذلك دة واحد بحر

قال في المبدأ: راعى أن اشعره أن يوى رفض الإحرام فجعل يقع ما يقع الحلّال من لس  
السبب والتطهير والعنف والحساح لئلا يحل الصيد فإنه لا يخرج بذلك عن الإحرام، راعيه أن يعود  
كما كان محرماً، ويجب ثم راعى لجميع ما ارتكب ولم يكن المحظورات، وإنما يستعد الجراء  
تعدد الحسايات إذا لم ينس الرقص، توبة الرقص إنما تعتبر ممن راعى أنه خرج منه بهذا القصد  
لجونه مسألة عدم الخروج، وأما من علم أنه لا يخرج منه بهذا القصد لأنها لا تعتبر منه أهـ.

(۱۱۹) طواف زیارت سے پہلے جماع کر لینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام، مفتیان، محدثین مسئلہ کے بارے میں کیا یہ شخص اٹھ بیوی کے ساتھ بیٹے کیلئے کیا ممکن اس نے خوف زیادہ سے پہلے اپنی بیوی سے جدا کر پڑ تو ان کے بیٹے کا کیا حکم ہوگا اور ان پر کیا عطا ہوگا؟

کرنا بھی ہے خوف حق ہے بعد حق یہ تصریح کر کے ہاں کو حوطہ نے ایکاٹے اور طواف زیارت کرے ت

پہلے بیوی سے جدا ہوئی مہسرتی کی وجہ تو حق دیکھیں ہوا، البتہ اس پر ایک بدلتہ (عدالت یا قاضی) کی قربانی لازم ہوگی اور اگر مطلق کرے

نے بعد اور طواف زیدت کرنے سے پہلے شائع کیا تو اس صورت میں اس پر پکری وغیرہ (لیجئے) پانچوں انکی قربانی لازم ہوگی۔

المصنفی القدیم (۱۴۳۵ھ)۔ ولو جامع امرأه بعد الوقوف بعرفة لا یفسد حجه جامع ناسیا او عامدا کذا فی  
فی فتاویٰ فاضلخان و یجب عینی کل واحد مسجداً بیدنة وان جامع بعد الحلق فعليه شاة کذا فی  
المکلفی

وفی الضحطاولی علی النذر (۱۶۱/۵۲)۔ (قوله لم یفسد حجه) لقوله <sup>سورة</sup> حیث من وقف بعرفة فقد تم  
حجه (قوله لخنفة الجسایة) لوجود الحل الاول بالحق هذا ما علیه المتون و خالف الکمال  
و جماعة قاضی الدین مطلقاً و اوضح وقده فی البحر (تتمه) حکم القارن ادا جامع وان کان بعد  
الطواف و انوقوف قبل طواف الزیارة لم یفسد و علیه بدنة للحج و شاة للعمرة وان کان بعد الحلق  
لزمه شاة لسان شاة للحج و شاة للعمرة علی ما اختاره الا اکثر.

وهی امدار الصحاح (۵۱۰/۴)۔ (و) وطؤه (بعد وقوفه لم یفسد حجه ووجب بدنة بعد الحلق) قبل  
الطواف (شاة) لحنفة الجنایة

وفی التمامیة نسخة (قوله بعد وقوفه) ای قبل الحلق والطواف (قوله لخنفة الجنایة) ای لوجود  
الحل الاول بالحلق فی حق غیر النساء و ما ذکره من التفصیل هو ما علیه المتون و منی فی  
المبسوط و البدائع و الا میجاسی علی وجوب البدنة قبل الحلق و بعده و فی الفتح انه الاوجه لا  
طلاقاً ظاهر الروایة و جوبها بعد الوقوف بلا تفصیل و ناقشه فی البحر و النهر اما لو جامع بعد  
طواف الزیارة کفہ او اکثره قبل الحلق فعليه شاة لباب و لعل وجهه ان تعظیم الجنایة انما کان  
لمراتب هذا الرکن و کان مقتضاه ان یستمر هذا الحکم ولو بعد الحلق قبل الطواف الا انه سوج  
به ضرورة التحلی و لو کان متوقفاً علی اداء الطواف بالنسبة الی الجماع

## (۱۴۰) دوران حج کنی ساری جنایات کے مد اخل کا مسئلہ

۱۔ یہ فرماتے ہیں حاتم کرام و متنبیان عظام اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک شخص دوران حج کنی و ایہات کو ترک کرتا ہے اور کنی  
جنایات کرتا ہے یا اس شخص پر ایک دم آئے گا یا کنی دم آئیں گے۔ آیا مد اخل کی صورت ممکن ہے اور مد اخل کا اصول کیا ہے جبکہ تنہا کراہ  
کی مبادیوں سے تشدد معلوم ہے کہ کسی قبہ میں و احد کا اعتبار کیا ہے مد اخل کے اندر کہیں مجلس کا اعتبار کیا ہے اور کسی تبدل کا اعتبار کیا  
ہے۔ اس تشدد کے دور کرنے کا کوئی حل ہے یا مجتہد طینی کوئی اور بھی ہے اس مسئلہ کا جواب دیکر محذور و ممنون فرمائیں۔

الجواب عار و عملاً حالت ابرام میں ترک ایہات اور جنایات کے ارتکاب پر جو کفار است لازم ہوتے ہیں ان میں مد اخل ہو سکتا



محمّد لأن مبناها على التداخل فانه كفارة الفطر الا اذا تخللت الكفارة لارتفاع الاولى بالكفارة  
وعلى قول ابي حنيفة وابي يوسف يجب اربعة دعاء ان قلّم لمي كل مجلس بدا او رجلاً لأن الغالب  
فيه معنى العادة فينقيد التداخل بالتحاد المجلس كما في اى المسجدة.

وفى حاشية (ص ۲۹۶) بخلاف قلّم الاطفاً حيث اعتبرت هناك اتحاد المجلس لأن الجنس  
هناك وان التحد ذاتاً فقد اختلف محلاً فاعتبرنا اتحاد المجلس ليسر جمع جانب الاتحاد.

(۳)۔ عدم تداخل کی اتفاقی صورت ..... عدم تداخل کی اتفاقی صورت یہ ہے کہ کوئی محرم ٹائف انجس ذاتاً، جنایات یا ترک واجبات  
کرسے تو اس صورت میں بالاتفاق کفارات کے اندر تداخل نہیں ہو سکتا چاہے مجلس ایک ہو یا متعدد۔

قال في البحر الرائق (۲۱/۳): "وفيد التداخل بكونه من جنس واحد لأنه لو قلّم اطفالاً بده وحلق  
ربع رأسه وطب عضواً فانه يلزمه لكل جنابة دم سواء التحد المجلس ..... مختلف اتفاقاً"  
وفى المحيط السرهاني (۳/۴۳۶): "ولو اختلف الالفعال حقيقة بأن جامع، ولطيط وليس السخيط  
اليس أنه يلزمه لكل فعل دم؟"

اختلافی صورت میں فتویٰ کس قول پر ہے؟

تلاش بسیار کے بعد بھی کسی ایک قول کے اوپر متقی نہ ہونے کی صراحت نہیں تھی، لیکن چونکہ مسد عبادات سے متعلق ہے اور عبادات میں علی  
الاطلاق امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے لہذا یہاں امام صاحب اور امام ابو یوسفؒ ہی کے قول میں احتیاط ہے۔

قال في مقدمة الشامي (ص ۷۱): "قد جعل العلماء الفتوى على قول الامام الاعظم في العبادات  
مطلقاً وهو الواقع بالاستسواء مالم يكن عنه رواية كقول المخالف."

لہذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی محرم دوران حج کئی واجبات کو ترک کرتا ہے اور کئی جنایات کرتا ہے تو تداخل اور عدم تداخل کی ان تینوں  
صورتوں پر محمول ہوگا۔

(۱۲۱) محرم آدمی اگر حج یا عمرہ نہ کر سکے تو اس پر قضاء کیساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم ہوگا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست اس سال ربيع الاول کے آخر میں  
عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے گئے تھے، لیکن ان کے پاسپورٹ میں کچھ غلطی اور خرابی کی وجہ سے انہیں جدو جہد اور پورٹ سے ہی واپس  
پاکستان بھیج دیا گیا، وہ کراچی ایئر پورٹ سے ہی احرام باندھ کر گئے تھے، لیکن پھر بھی انہیں عمرہ کی ادائیگی کیلئے نہیں چھوڑا گیا۔ اب وہ  
اس احرام کو کئی کفارہ وغیرہ دیں گے یا صرف ان پر اس کی قضاء ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ اگر کوئی شخص حج یا عمرہ پر جا رہا ہو اور اس نے احرام باندھ کر بیت مکہ کی طرف روانہ ہو گیا ہو اور وہ اس کے بعد واپس آ گیا ہو تو اس کے لئے دو کفارہ لازم ہیں۔

نہ اس کی ہے نہ کہ جانے اور محصور ہو جائے تو اپنے جسم کو سچ و سچ سے قتل کر دینا تو مرد و عورت کے لئے ہر وقت ہے۔  
 دینی مقدار ایک بھری ہے جو کہ حرم میں بھیج کر جانے کی قوت دوسرا بھیج کر جانے کا کرنا کہہ رہے ہیں بھری، عی و خیرین  
 ہے اور وقت بھی قصور کو تیار کر کے سب اس میں ملے وقت پر اس کو حرم میں لے کر جانے تو یہاں بھی ممکن ہے اور ہر وقت ہر وقت  
 کہتا ہے اور کہ اس کی خوف و ڈر نہ کرے ہائے حق تعالیٰ کہ وہ اس کی سے پیسے ہی وہاں حرام کو مل دے تو ایسے شخص پر کفار ہے۔  
 ساتھ حریہ پھر، چارے سے، باطن و بیرون ہو گا کفار، اس سے مسئول میں آپ کے کفار و دوست کو ملے کی قضا کے ساتھ ساتھ اس کا کفار،  
 بھی اور ہر وقت کہ حرم میں بھیج کر جانے کی قوت دوسرا بھیج کر جانے کا کرنا کہہ رہے ہیں بھری، عی و خیرین  
 یا جانے اس نے بعد آپ کے دوست یہاں عدل ہو سکتے ہیں یعنی وہاں حرام کو مل سکتے ہیں اور اگر آپ کے دوست نے کفار  
 دینی سے پہلے ہی اپنا حرام کو مل دیا تھا تو اس صورت میں کفار کے ساتھ حریہ پھر، چارے سے، باطن و بیرون ہو گا کفار،

نسأل الله العلي العظيم (٢٠٥٥) المحصر من احرام ثم منع عن مضي في موجب الاحرام سواء كان المنع من العدو او المرض او الحر او الكسر او الفرج او غير هذا من الواجبات من اتمامها احرام به حقيقة او شرعا. وما حكم الاحتياط فهو ان يعتد بالهدى او ثمنه ليشترى به هديا ويذبح عنه وما لم يذبح لا يحل وهو قول عامة العلماء سواء شرط عند الاحرام الاهلال بغير ذبح عند الاحتياط اوله بشرط ويجب ان يواعد بما معه ما يذبح عنه فيحل بعد الذبح ولا يحل قبله حتى لو فعل شيئا من محظورات الاحرام قبل ذبح الهدى يجب عليه ما يجب على المحصر اذا لم يكن محصرا وان كان مفردا بالعمدة فعليه عمدة مكبها

والمجلد ٢١ ٥٥٢١، القول لرفع حركات ما حضي، ويتعدد بتعدد الخطابات ط

قلت: ولهم ارض مصر بذلك. نعم هو ظاهر كلامهم.

وفي الفقه الإسلامي، والذات ٣٠٣٢٠٣، أن قال المحرم: ما أرفض الإحرام وحل فليس التيباب  
بذبح الصلوة وعجل ما بعده الحلال، يظل محرماً ويكون الإحرام مالياً في حقه، تلزمه أحكامه  
ويؤثره حرام كل حياها عليه لعل في كل فعل لعله دم وإن وطئ، فعليه أيضاً للوطء بدية مع ما  
يجب عليه من الدماء

وفي إشعاره: ٥٣٢٠٢: ولو قلنا انوف بمردلة احتصار فلهذا هذا غير ظاهر لأن الاحتصار من حمله  
الاعتبار إلا ان يقال ان هذا مانع من حاسب المخلوق فلا يؤثر ويبدل به عافي الشائع وبمع احتصر بعد  
الوقوف حتى مصصت بهام البحر ضد حتى سبيله ان عليه لما ترك الوقوف بمردلة ودعا لترك الزمعي  
دعا لتأخير ضوئه الريافة وانه في احتصار البحر وسميقي توضيحه هناك ان شاء الله تعالى

## (۱۲۲) جنایت ناقصہ کیا ہوتی ہے اور اس پر صدقہ سے کیا مراد ہے

سوال کیا فرمائیے میں ملنے کے تمام معتقین کا عام اسماء کے واسطے میں کہ میں نے ایک عالم صاحب کالج کے موقع پر بیان سنا تھا، ۱۰۰ فرما رہے تھے کہ "جنایت کاملہ میں وہ آتا ہے اور جنایت ناقصہ میں صدقہ" میں ان کی یہ بات تو سمجھ گیا کہ جنایت کاملہ میں ۱۰۰ آتا ہے لیکن اس کے بعد کی ہر بات نہ سن سکا تھا۔ میری فرمائش پر مجھے بتادیں کہ یہ جنایت ناقصہ کیا ہوتی ہے؟ اور اس پر صدقہ سے کیا مراد ہے؟

الجواب جاہل و معصی ۱۰۰ اسم باندہ کر نہیں پڑھنے کے بعد کچھ امور ایسے ہیں جن سے محرم کو روک دیا جاتا ہے مثلاً خوشبو لگانا، سٹے ہونے، کپڑے پہننا، سر پھیلا نا، ناخن کاٹنا وغیرہ وغیرہ۔ جس بحر ان کے احکامات میں ان کا کتاب کرتے تو ان جنایت کی خلاف ورزی کا وہ لازم کیا ہے لہذا اگر محرم ان جنایات کا ارتکاب علی وجہ الکمال کرتا ہے مثلاً پورے ایک عضو خوشبو لگائے یا پورے دن سٹے ہونے پڑے یا پورے دن وغیرہ ان کو جنایت کامل کہا جاتا ہے اور اس پر وہ لازم ہے اور اگر ان جنایات کا ارتکاب علی وجہ الکمال نہ ہو مثلاً ایک عضو سے کم خوشبو لگائے یا ایک دن سے کم سٹے ہونے پڑے یا پورے دن وغیرہ ان کو جنایت ناقصہ کہا جاتا ہے اور اس پر صدقہ لازم آتا ہے۔ صدقہ بعض صورتوں میں (جیسے دشمن کا شکار یا کچھ دیر کیلئے خوشبو لگانا وغیرہ) یہ ہے کہ نصف صاع (پونے دو سیر) گندم یا اس کی قیمت فقیر پر صدقہ کرنا ہے اور بعض صورتوں میں جیسے شادی وغیرہ کو مار دے یہ ہے کہ سب نفیسی جتنا صدقہ کر دے۔

لصاحبی لفتح القدير (۲۴/۳): الجنایة فعل محرم والمواضعها خاص منه وهو ما تكون حرمة بسبب الاحرام او المحرم (واذا تطيب المحرم) فعله الكفارة فان تطيب عضوًا كاملاً لم يأت عليه دم لان الجنایة تنكامل تنكامل الارتفاق وذاك في العضو الكامل فترتب عليه كمال الموجب (۱) (تقصير الجنایة).

وفی الہندیہ (۲۴/۱): فاذا استعمل الطيب فان كان كثيرًا فاحشاً ففيه الدم وان كان قليلاً ففيه الصدقة كذا في المحيط وايضاً (۲۴/۲) اذا لبس المحرم المخطط على الوجه المعداد يوماً الى الليل ففيه دم وان كان اقل من ذلك فصدقة كذا في المحيط.

وفی الدر المختار (۵۵۶/۲، ۵۵۷): وان طيب اقل من عضو او ستر رأسه او لبس اقل من يوم او حلق شاربه او اقل من ربع راسه او لحيته او بعض رقبته او قص اقل من خمسة اظفار او خمسة الى ستة عشر من مفرقة من كل عضو او ربعه وقد استقر ان لكل ظفر نصف صاع الا ان يبلغ دماً فينقص ما شاء او طواف للقدم او للصدر محدفاً وترك ثلاثة من سبع الصدر او إحدى الجمار الثلاث او حلق راس غيره تصديق بنصف صاع من نوى وفي الشامية (۵۵۷): (تنبيه) قال في اللباب كل صدقة تحب في الطواف فهي لكن شرط نصف صاع وفي الرمي للكل حصاة صدقة او في قلم الاظفار لكل ظفر او في العبد وبيات المحرم فعلى قدر القيمة دة فليحفظ.





۱۰۔ چونکہ مسافر ایک عاجز ہوں اس لئے میرا حلقہ احباب کافی وسیع ہے ابھی چند دن پہلے ایک صاحب پر فرما رہے تھے کہ جس شخص نے ایک عمرہ نہ کیا تو اس پر حج فرض ہے۔ ۱۱۔ ہے ان کی بات میں کہ میں کافی پریشان ہوا کیونکہ ایک دفعہ عمرہ میں بھی کچھ کاموں کی ناکامی ہوئی۔ ۱۲۔ ہاں اسے یہ نہیں کہ میں حج کی سعادت حاصل کر سکوں، نیز انہوں نے مجھ کو یہ کہہ کر کہ کوئی بچہ بھی عمرہ کرے تو اس پر بھی حج فرض ہو جاتا ہے اب منتقلی صاحب آپ میری صحیح رہنمائی فرمائیں کہ آیا مذکورہ باتیں صحیح ہیں یا نہیں؟ براؤ کو ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں بعد کی جواب مابین فرمائیں۔

الجواب عامہ نوصلیا حج اور عمرہ میں سے ہر ایک مستقل عمل ہے ان میں سے کسی ایک کا دوسرے پر کوئی رد و ردائشیں ہے۔ لہذا صورت سوال میں صرف عمرہ اور کرنے کی وجہ سے آپ پر حج لازم نہیں ہوا البتہ اگر عمرہ اشترج میں کیا ہو یا زمانہ حج (درخواست منع ہونے سے) ہوں آپ کے پاس ایسا اور اور تھا کہ آپ حج کی ادائیگی کر سکتے تھے اور اہل خانہ کے خرچہ کا بھی انتظام تھا تو اس صورت میں چونکہ آپ احباب استقامت تھے اس وجہ سے آپ پر حج فرض ہو گیا اگر نہیں۔ نیز ذابغ پر چند احکام کا مکلف نہیں ہے اس لئے بلوغت سے پہلے اس پر کوئی عمرہ لازم نہیں ہوگا۔

لسلسلی البحر الرائق (۱/۲۹۳): لو بدله بعد العمرة ان لا يحج من عامه لا يؤخذ به لک فانہ لم يحج به بالحج بعد.

رشی فتح حظاوی علی الدر (۱/۳۸۷): والعمرة فی العمر مرة سنة مؤکدة فی النقط حظاوی فمن اتى بها مرة فقد اقام السنة غير مفقودة بوقت غير ما ثبت التهی عنها فيه، الا انها فی رمضان افضل

وصی قساری السلسلة الثالثة (۱/۵۸): کل من الحج والعمرة نك مطلق وقد بین السی علی الصلاة والسلام كيفية اداتهما قراوا وافرادا وتمتعاً بالعمرة الى الحج

## (۱۲۵) اشترج میں عمرہ کرنے سے فرضیت حج کا حکم

حوالہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان نظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی رمضان شریف میں عمرہ کرنے کیلئے جائے اور تھیں عمرہ کے بعد جس شوال تک مکہ مکرمہ میں قیام پذیر ہو اب وہ درادہ (خرچہ) اور دینے کی سعادت ختم ہونے کی وجہ سے واپس آ رہا ہے اور اشترج کا مہینہ (شوال) بھی شروع ہو چکا ہے اب آپ حضرات سے پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس آدمی پر صرف اشترج کے شروع ہونے کی وجہ سے حج لازم ہے یا نہیں جبکہ ابھی وہ مکہ مکرمہ میں موجود ہے اور درادہ اور سعادت ویزا بھی ختم ہو چکے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب عامہ نوصلیا حج کی فرضیت کے لئے مذکورہ شرطوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آدمی درادہ اور حج کے سفر پر (اور اگر اسے مقبرہ سے جہاز وغیرہ سے خرچہ پر) مکمل طور پر موجود اس پر حج لازم نہیں ہوگا۔ لہذا صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص پر عدم استقامت

مات (ازادہ) ارادت اور کمال کا تقاضا ہے۔ اسی لیے نبی نے ایسا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کی تعریف کی۔ ارادت اور کمال کا تقاضا ہے۔ اسی لیے نبی نے ایسا ہی نہیں کیا بلکہ اس کے بعد اس کی تعریف کی۔

لعمري القرآن الكريم سورة النحل عدد ١٦: ٩) والله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا  
يؤتى اعلاء المنسك (١٠: ٩١) عرس الله وعسى الله عنه على قوله تعالى (٩: ٩) والله على الناس حج البيت من  
استطاع إليه سبيلا قبل يا رسول الله عن المصلي قال التزاد والرحلة

وفي البدائع الصائغ (٢٣٣)، أما شرطه فرصته الذي يعم الرجال والنساء فعنها الطرغ  
 (٢٣٤) ومنها صحة البدن (٢٣٥) ومنها ملك البراء والراحلة في حق الناس عن  
 مكة (٢٣٦) ولما أن رسول الله ﷺ فسّر الاستطاعة بالزاد والراحلة جميعا فلا تثبت الاستطاعة  
 بأحدهما وبه نبيس أن القدر فعلى المشي لا تكفي لاستطاعة الحج. ثم شرطه الراحلة بما يراعى  
 ثم حرم التحج لمي حق الشاي عن مكة وما أهل مكة ومن حولهم لأن الحج يجب على القرى منهم  
 الفقار: على المشي من غير راحلة لأنه لا حرج ينحذف في المشي إلى الحج كما لا يلحق الحرج لمي  
 لسنبي إلى الجمعة

٢٠١٠. لأن الجمعية الاستطاعة، لا تملك ثلاثة دنانير بدنية وإمالة وإمالة وإمالة الاستطاعة العالية.

فمضى بذلك الرولا والراحلة . والله اعلم خفة عيانه الذي نلزمه تغفثهم الى حين عودته  
بمشيروه الى المستديرة على الراحلة شروحه الله . ان تكون معصية له فلا يكفي المقدرة على راحلة  
بالحكمة . بالعدد الذي لا يثبت في المسيرات او البواجر او الطائرات .

[illegible]

والله اعلم بالصواب

وفي النهاية (٥٤٦) يقول ديودوراسلة، «فإنه لا يجب ألا يملك الرائد ملك اجرة

لی احوۃ فلا یجب ما لا یماخذ او العارضة

وهی المسحۃ المانعة ۱۱: ۳۰، الاستعاذه علی الحج شرط من شروط وجوبه فان فسدت علیہ

وضعی دفع النفس للمطلوب منك حين الحج لم یك ان یحج. اهـ

## (۱۲۶) مکہ مکرمہ پہنچ کر یہ رکن کی وجہ سے احرام کھولنے کے بعد عمرہ کرنے کا حکم

اسلامی اسکالرز میں عامتہ کے ہاں دو مشینان مکہ اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص عمرہ کیلئے روانہ ہوا اس نے نوازی سے احرام باندھا مگر عمرہ پورا نہ کر کے اعلان داری سے پہلے اوخت پڑا ہو گیا اس نے احرام کھول دیا تو اب اس شخص سے کیا حکم ہوگا کیا یہ نوازل پر ایمان رکھتا ہے یا نہیں؟

الجواب خدا و معلما: اگر وہی شخص عمرہ کا احرام باندھا مگر بیعتات سے گزر جائے پھر کوئی دفع پیش آجائے تو اس کو صحت سے بیعت ہے تو یہ شخص کھنجر شمر ہوگا اس کو چاہئے کہ کسی روز میں قربانی کا جانور ذبح کرنے کا وکیل بنائے اور جب جانور ذبح ہو جائے تو یہ اعلان ہے کہ جانور ذبح ہونے سے پہلے اگر کسی قسم کی بیعت کا ارتکاب کرے گا مثلاً (احرام کے کپڑے اتار دے، حق یا قسریہ دفعہ) تو یہ لازم ہے کہ جب دفع زائل ہو جائے تو افعال عمرہ نہ کرے، مگر اس سال اگر نہیں کیا تو اگلے سال اس کی قضاء واجب ہے۔ یہی دفع طبعی (جانور ذبح نہ ہونے) اور حاجات عمرہ میں روک ٹوک دفع کے زائل ہونے کا ارتکاب کر دینے تو بھی جائز ہے۔ اور حالت احرام کے دوران میں کس کے ارتکاب سے کپڑے اتار دے یا قسریہ دفع کر دے، بے طعن یا قسریہ دفع، اگر وہ لازم ہوگا۔ مگر صورت مسؤل میں ٹھیک ہونے کے بعد نوازل کو اگر سنتا ہے تو اس سال اگر نہیں کیا تو اگلے سال اس کی قضاء واجب ہے۔ جب احرام کھولنے سے اس پر لازم ہے۔

مما فی الہندیہ ۱: ۵۵۵، المحصر من احرام نہ منع عن مضی فی وجوب الاحرام سواء کان الصبح

سب العدو أو المرح أو المحسن أو الکسر أو الفرج أو غیرها من الموانع من اتمام ما احرم به حقيقة

او شرعا و ما حکم الاحصر فهو ان یبعت بالہدی أو شتمہ لیشری به هدیا ۱۱ یذبح عنده و ما لم

یذبح لا یحل و هو قول عامة العلماء

۱۱ فی المعبر المختار ۱: ۳۳۴، احوالات فی کل المسأۃ ۱۱ رندت فی اقصان دو کوہت ۱۱ تحریر سید یوم

عمرہ و اربعة معدها ۱۱ ای کسرہ ۱۱ نشاؤھا ما لا احرام حتی یلزمہ دم و ان یقضیہ لا اذا ذبح لہا ۱۱ لا احرام

للمای

۱۱ فی البدء المختار ۱: ۵۹۰، مولعہ المنع و شرعا منع عن رکن ۱۱ احصر بعد ذی او مریض ۱۱

حلی لہ السحلی ۱۱ یحسد (بعث المعرد) دما او قیمته فان لم یجد فنی محرما حتی یجد او یغفل

سواء (و عین یوم الذبح) تبعاً منی بحلل و یدبحہ فی الحرمہ ولو قبل یوم البحر (حلالاً لیما  
 ولو لم یفعل) ورجع الی اہلہ غیر تحلل وصر) محرماً (حتی و ان الحرف حار فان اذکرک الحج  
 فیہا) وسمعتہ (و لا تحلل بالعمرة) لان التحلل بالذبح انما هو للضرورة حتی لا یستد احرامہ فیسق  
 علیہ (بلقی) (یدبحہ یحل) (ولو (بلا حل و تقصیر) (و) یجہ (علیہ ان حل من حجہ) (ولو یفلا  
 (حجۃ) (و علی المعتمر عرفة)

و فی الشاہ (ص ۵۴۳): لا یتصور فی حق المستمر لفظ عدم ادراک العمرة لان وقایہا جمیع العمر

## (۱۲۷) جس شخص نے عمرہ کیا اور روزے نہیں رکھے اس کے عمرے کا حکم

موال: کیا روزے ہیں؟ کے کرام و مقتیان و قضا اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس اور میرے دوست اس سال رمضان المبارک میں ساتھ  
 نہ کرتے کئے گئے تھے۔ الحمد للہ یہ میرا چوتھا عمرے کا سفر میرے دوست ایسے تو بہت اچھے آدمی ہیں، لیکن ان کی قیاب بات مجھے بہت  
 ٹیپ ٹیپ ہے کہ رمضان کے روزے نہیں نہ وہاں چھوڑ دیے تھے، چونکہ گری ٹی ٹی تو کہنے لگے کہ ہم تو مسافر ہیں اس روز کی نیت کرتے  
 آ رہے ہیں، جمعہ میں رکھیں گے۔ مجھے تو پھوٹنے ہوئے جانا اگسویں ہو رہا تھا کہ ایک تو رمضان کے روزے اور بھی حرام میں چھوڑ  
 کر میرے مجھے آپ سے صرف اتنا معلوم کرنا ہے کہ کیا ان طرح کرنا کا بائیکاٹ کر اور مسافر ہونے کا کہہ کر روزے چھوڑا یا ساتھ؟ یا ہر  
 روزہ نہ رمضان کے روزے چھوڑنا ہی ہے؟ کیا عمرہ کرنے کی شریعت یہ ہے؟ براہ مہربانی تفصیل سے جواب دے دیتے ہیں۔  
 البواب عاذا واصلی: صورت مسئلہ میں آپ اور آپ کے دوست چونکہ عمرہ کیلئے گئے ہوئے تھے اس لئے فصل روزہ نہ رکھا تھا جبکہ  
 ان کی طاقت بھی تھی۔ نیز ایسے موقع پر واجب روزہ نہ رکھا دینی ہے مگر اگر حرجی کہ بات ہے البتہ اس پر کوئی سواغہ نہیں جو کہ شہ  
 اب ثابت ہے اور ان سے عمرے کی سخت پابندی اتر نہیں پڑتا۔

نسخہ اعلیٰ السنہ: ۱۹: ۵۱) فان لم یحلیث الا ول من الباب: اباحۃ الصوم فی السفر بغير  
 کراهۃ و یقول اسی بعد الخلدی فی المحدث الثاني من الباب: اباحۃ الصوم فی السفر بغير کراهۃ.  
 و یقول اسی بعد الخلدی فی المحدث الثاني من الباب: ثم لقد ایتنا الصوم مع رسول الله ﷺ بعد  
 ذلک فی السفر اباحۃ الصوم فی السفر لان هذا القیام کان بعد الاجازۃ فی الاطعام.  
 و الظاهر حمل تقریرہ علی الاحب والاقل الا اذا عارض ذلک معارض و لیس هناك والله تعالی  
 اعلم بالصواب

و فی الدر المختار (۱۳۲۳): بعد لمسافر الصوم لآیۃ. وان تعومر والحیر بمعنی المولا

افعل تفصیل (ان لم یضرب) فان شق علیہ و علی رفیقہ لا یفطر الاصل لموافقۃ الجماعۃ

## (۱۲۸) عمرہ کے بعد اپنے بال خود کاٹنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عمرہ کرنے کے بعد احرام کی حالت میں عورت اپنے بال خود کاٹ سکتی ہے یا نہیں؟  
الجواب حامداً و معطلاً کاٹ مکن ہے۔

لحمالی الصحیح النجاشی (۳۳۲/۱): عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قدم النبی ﷺ مكة امر اصحابه ان يطوفوا بالبيت وبالصفا والمروة ثم يعقلوا ويحلقوا أو يقصروا  
وفی مناسک ملا علی قاری (۳۳۰): وإذا حلق ای المحرم رأسه ای رأس نفسه أو رأس غيره ای ولو كان محرمًا عصفه جواز التحلل ای الخروج من الاحرام بقاء، افعال الک، ثم يلزمه نسي الأولى لم يلزمهما نسي وهذا حکم بحکم کل محرم فی کل وقت، فلا مفہوم للبعد المصنف فی الکبر بقوله عند جواز الحلق يوم النحر

## (۱۲۹) عمرہ میں طواف و راع کا وجوب؟ بعد از طواف کہہ میں خرید و فروخت کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عمرہ میں طواف (راع) واجب ہے؟ اگر طواف کے بعد کوئی شخص کہہ کر مرے سے کوئی چیز خریدنا چاہے تو اس کیلئے جائز ہوگا یا نہیں؟  
الجواب حامداً و معطلاً۔ عمرہ میں طواف و راع واجب نہیں ہے، عمرہ کے بعد کہہ کر مرے سے خرید و فروخت جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ حج و عمرہ کا جائزہ سفر خریدا و فروخت کی نیت سے نہ کرے۔

وفی التہذیب (۳۳۲/۱): وطواف الصدر واجب علی الحاج اذا اراد الخروج من مكة فليس علی المعتمر طواف الصدر ولا یجب علی اهل مكة و اهل المواليات ومن دونهم  
وفی الشامی (۳۶۳/۲): ولا طواف قدوم ولا صدور  
وفی الفقہ الاسلامی (۳/۲۵۰۹): الطرغ للعبادة والإخلاص: يستحب ان يتطرح للعبادة خالياً عن الشجاعة لانها تشغل القلب، فان التجرع ذلك صح حجة لقوله تعالى (ليس عليكم جناح ان تطهروا لفضلنا منكم).

## (۱۳۰) بیوہ عورت عدت پوری کرنے سے پہلے عمرہ نہیں کر سکتی

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سوچا تھا کہ بیوہ عورت کے پہلے عمرہ کرنے سے پہلے عمرہ نہیں کر سکتی

اور والدہ دھرم میں نیک رہاؤ گا (اور میری ترتیب بھی ہے) کیوں کہ میں نے اس سلسلے میں کبھی بھی اپنی جگہ پر ہونے والا کچھ نہ  
میرنی منتقد دیکھیں ہے میں چاہتا تھا کہ میرے ابا پڑ بھی نہ ہو۔ وہ بڑی زیارت کر گئیں۔ کیونکہ اب وہ ضعیف بھی ہونے لگے تھے لیکن اب  
مسئلہ یہ ہے کہ والدہ کا انتقال ہو گیا اور والدہ صحت میں ہیں۔ مگر میں اب بھی چاہتا ہوں کہ والدہ کو عمرہ کرادوں کیونکہ یہ فی ترتیب یحییٰ نے  
ساتھی جو ہر سال جاتے ہیں ارتفاع اولیٰ میں میرے پلے ان کے ساتھ ہے ان صلیب میں ملے گا کہ وہ قسمتی حضرات کی فرماتے ہیں ؟  
میرے محبوب جلیل المصلحی صورت مسئلہ میں آپ نے والدہ نہرت لڑائی کو مدد سے پیچھے مڑنے کیلئے نہیں چاہتیں۔

بما هي الشامية (١٩٥٢)؛ لقد أبدع عدة كانت، أي سواء كانت عدة وفاة أو طلاق بانن أو رجعي وفي العقد الإسلامي (١٩٥٣-١٩٥٤) وماشروط الخاصة بالباء فهي اثنان والثلاث الا يكون محله عن الفلاني أو وفاة.

(۱۳۱) بلثرت عمرے اور ان میں قصر کی وجہ عورت کے بال بہت چھوٹے رہ جاتے

کی صورت میں مزید غمے کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مجھے کرام مستغنی دیکھ میں مسرت سے بارے میں کہ عورت نیٹھے سے دوسرے میں تعصبات غصے، اذیت و کدورت پر ہر مرد کو کدوی ہے تو کیا یہ بار تعصبات پر ہوگا کیونکہ ان پر بار تعصبات کی تو عورت کے بال بہت چھوٹے رواج نہیں ہے یا بالکل ختم ہو جائے۔  
تہ نہ عورت نیٹھے سے کسی زمانے میں مستحکم رہے کرے کی صورت میں تعصبات کیا صحیح ہوگا؟ وہاں کی صورت ملک خبیثہ ہاں بہت چھوٹے ہونے کا اندیشہ تو افسوس کیا ہے؟ عمر سے کہہ دے گا کہ ہاں؟

الوجوب عامہ اور صلیا سال میں ایک سے زائد حجہ کرنا مستحب اور جائز ہے اور عمرہ کرنے والا جو عمرہ میں حلق یا تقصر نہ کرے گا اس لئے یہ واجبات میں سے ہے۔ لہذا صورت مسکولہ میں عورت پر ہر بار تقصر کرنا ضروری ہے نیز عورت پر ایک ہی زمانہ میں متعدد عمرہ کرنے کی صورت میں بھی تقصر کرنا ضروری ہے۔ البتہ عورت کیلئے حوائج ضرورت پر یہ دکنے بالوں کا کاٹنا حرام ہے۔ باعث لعنت ہے اور ایک سے زائد عمرہ مستحب عمل ہے اور مستحب عمل کیلئے حرام کا ارتکاب جائز نہیں ہے لہذا ایسی صورت میں جبکہ ہاں بہت پیچھے ہوئے کا حدیث ہو تو نہ نہ کرنا افضل و بہتر ہے۔ جبکہ بعض علماء کے نزدیک طواف کعبہ عمرہ سے افضل ہے اور اس میں قصر کی ضرورت بھی پیش نہیں آتی۔ نیز عمرہ کی قضیت کے بجائے حوائجہ وائی انضیلت کو انضیلت کرنا ہائے تاکہ بالی نکوائے جس جرئت سے قیاح نہ ہے اور یہی بہتر ہے۔

الحامى القوي أن الكريم (الفتح ٤٠)، محلقين رؤوسكم ومقصرين لا تحالفون.

وفي منكرة المصائب (ص ٢٣٢) عن علي وعائشة قالاهما رسول الله ﷺ ان تعلق العرافة راسها

رواه الترمذی

وعن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ ليس على النساء الحلق إنما على النساء التقصير رواه أبو داود والدارمی.

وفي بدل المحمود (۳/۱۸۴) في شرح حديث أبي داود المذكور. وقدر التقصير فأنه بقدر اسملة قال الشوكاني فيه دليل على أن المشروع في حقهن التقصير وقد حكى الحافظ الإجماع على ذلك الحلق مستنون للرجال ومكروه للنساء والتقصير مباح لهن ومستنون أي موكذبين واحد لهن لكراهة الحلق كراهة تحريم إلا لضرورة قلت ولو اعتبرت المرأة إياها وقصرت من شعرها كل يوم حتى بقيت شعرها قدر اسملة فإن حلفت رأسها وقبعت في الحرمة والكراهة ۱. لم تحلق فلا تحل ولم ار حكمه في ذلك في شيء من كتبه المذهب إلا أن يقال كذا من حديث موسى على من ليس له شعر هي الرأس كذلك النساء استصحب نعهما تقصيرا والله اعلم

وفي البناية (۵/۱۳۷): والتقصير أن يأخذ من رأس شعره مقدار الأضغمة وهذا التفسير مراد عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه وعليه إجماع الأئمة والمرأة فيه كالرجل وفي الولد المحي تقصر ربع رأسها مقدار الأضغمة. وفي (ص ۱۱۷) ولا تحلق ولكن تقصر لما روي أن النبي ﷺ نهى النساء عن الحلق وأمرهن بالتقصير ولأن حلق الشعر في حقها مثله كحلق المحبة في حق الرجال. العلة حرام فلا تجوز إقامة السنة بما تكاب الحرمان والسنة في حقها التقصير

وفي الشامية (۹/۳۰۷): وفيه قطعت شعر رأسها الثمت ولعنن راد في البرازية وإن باذن الزوج لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق. قوله والمعنى المعنوي أي العلة المؤثرة في انفعالها التشبه بالرجال فإنه لا يجوز كالتشبه بالنساء.

وفي الضحطوي (۳/۳۰۳): قوله الثمت محمول على ما إذا قصدت التشبه بالرجال وإن كان لوحج أصابها فلا بأس به كذا هي التمهيدية عن النكبري.

وفي الشامية (۴/۵۰۲): مطلب الصلاة الفضل من العواف وهو الأفضل من العورة واحاد الصلاة القاضي إسماعيل بن ظهيرة المسكي حيث مثل هل الأفضل الطواف أو العورة من الأرجح تفصيل الطواف عن العورة إذا شغل به مقدار زهر العورة إلا إذا قبل أسبغها لا تنفع الاقرض كفاية فلا يكون الحكم كذلك

وفي بدائع الصنائع (۳/۱۱۵): وترك العواف أولى من الإتيان بالسنة.





وفی الشامیہ (۲/۲۴۶): (قوله مندوبہ) ای باجماع المسلمین کما فی الباب وما نسب الی الحافظ ابن سیدہ الحلبي من انه يقول بالنهي عنها فقد قال بعض العلماء انه لا اصل له وإنما يقول بالنهي عن شد الرحال الى غير المساجد الثلاث اما نفس الزياره فلا يخالف فيها كزيارة سائر القبور ومع هذا فقد رد كلامه كثير من العلماء.

### (۱۳۳) ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد حاجی کیلئے روضہ اقدس اور مسجد نبوی

#### میں حاضری دینا کیا درجہ رکھتا ہے؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حاجی انحضرت جب ارکان حج سے فارغ ہوتے ہیں تو بڑے اہتمام کے ساتھ روضہ اقدس اور مسجد نبوی کا رخ کرتے ہیں۔ آیا برحالی کیلئے یہ حاضری ضروری ہے۔ اگر کوئی حج کر کے سیدھا گھر آ جائے تو اس کا کیا حکم ہوگا کیا اس کا حج درست ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلياً۔۔۔ حاجی کیلئے ارکان حج سے فارغ ہونے کے بعد روضہ اقدس اور مسجد نبوی میں حاضری دینا تو بعد شریعہ کے مطابق فرض و واجب تو نہیں۔ اگر حج کر کے سیدھا گھر آ جائے تو اس کا حج درست ہو جائے گا۔ البتہ محسن کائنات، شفیع اعظم، رحم تک قرآن اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے والی ذات کے دربار پر بلا ضرورت شہید و حاضر نہ ہونا مردت کے خلاف اور بدعتی کی علامت ہے اور بحرحرور کائنات نے اپنے دربار میں حاضر نہ ہونے والے کے بارے میں فرمایا کہ اس نے مجھ سے جفا کی کیا یہ کسی انسان کے لئے مناسب ہے کہ محسن کے ساتھ جفا کرے؟ مزید یہ کہ حاضر ہونے والوں کیلئے شفاعت کا وعدہ اور بہت سی بشارتیں ہیں اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ حج کے ارکان سے فارغ ہو کر زیارت کیلئے بہت ذوق و شوق، بڑے اہتمام کے ساتھ مسجد نبوی اور روضہ اقدس کی حاضری کیلئے جائے۔

لسنایی الهندیہ (۱/۲۶۵): فی زیارة قبر النبی ﷺ قال مشائخنا رحمہم اللہ تعالیٰ انہا اختار المستدیرات و فی مناسک الفارسی و شرح المختار انہا قریۃ من الوجوب لمن له سعة والحج ان کان فوضاً فالاحسن ان یبدأ بہ ثم ینشی بالزیارة وإن کان للامکان بالخیار.

وفی الدر المختار (۲/۲۶۲ و ۲۶۷): (زیارة قبرہ مندوبہ، بل قبل واجبة لمن له سعة ویبدأ بالحج لو فوضاً، و یخیر لو فلا مالہ یمیر بہ فیبدأ بزیارته لا محالة و لیومعه زیارة مسجدہ).

### (۱۳۴) زیارات پر جانے کی شرعی حیثیت

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں گمراہی کا رہائی ہوں، اور اللہ پاک باندہ صوم و صلاۃ

ہوں۔ اس میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ تھے، بھی جانے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے دوست نے اراکھوئے پھر نے نے بھی شام میں اس لئے وہاں کر رہے ہیں کہ ہم اس گھر پہ میں داخل ہوں جو زیارت پر بھی ہے جانے گا۔ مجھے زیارات کے بارے میں زیادہ علم کتاب سے سرچا پہلے آپ سے معلوم کروں کہ زیارات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ان پر جانے میں کوئی مسئلہ تو نہیں؟ تو ہمارے بزرگوں سے ان زیارات پر احترام کے ساتھ جاننا ثابت ہے۔

الجواب: حامداً وصلياً۔ زیارات کیلئے جانا شرعاً جائز ہے اس میں کوئی قیادت نہیں ہے اور نہ اسے اسلام کے زیارات پر جاننا حجت ہے۔ لہذا آپ نقل کے ساتھ زیارت پر جائیں۔

لحماني فتح القدير (۱۷۹۳): قال مناجاة ورحمهم الله من الفضل المندوبات وفي مناسك الفوائد  
وسرح السحار انها الفريضة من البرحوب ليس له سعة، روى الدار قطني والبرار عه عليه الصلوة  
والسلام من زار قبري وجئت له شفاعتي

والحج ان كان فريضة فالاحسن ان سدا به ثم يمشي بالربابة وان كان تطوعاً كان بالخيار، فادابوي  
زيارة القبر فليوم زيارة المسجد: في مسجد رسول الله ﷺ فانه احد المساجد الثلاثة التي تشد  
بها الرحا

وفيد ايضاً (ص ۱۸۴) ويسرور المغيرة المشهورة كقبر عثمان بن عفان رضي الله عنه وقبر العباس  
ويوزر جبل احد نفسه الى اخره

وفي الدر المختار (۱۶۲۶/۲) وزيارة قبره صدقة بل ليل واجبة لمن له سعة ويبدأ بالحج لو فرضاً  
ويخير لو فعلا وفي الشامية وقدر في الحسن عن ابي حنيفة انه اذا كان الحج فرضاً فالاحسن للحاج  
ان يبدأ بالحج ثم يمشي بالربابة وان بدأ بالربابة جاز اذ هو ظاهر اذ يجوز تقديم الفل على الفرض  
اذ لم يخش الفوت بالاجماع اهـ

وفي الفقه الاسلامي (۳/۳۳۰) قال اس حزی من المواضع التي ينبغي قصد هاتر کا قبر اسماعیل  
عليه السلام وانه هاجر وهما في الحجر وقبر آدم عليه السلام في حبل ابي لیس والغار الذي  
في حبل حمراء حيث امتداس رسول البوحی علی رسول الله ﷺ وزيارة قور من بمكة والمدينة من  
الصحة والتابعين والائمة

(۱۳۵) حرمین شریفین سے ماہِ زحرم اور کھجور کا بطور تبرک لانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام ہاس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک احباب نے یہ کہہ کر بھی حرمین شریفین کے لئے

پر جاتے ہیں تو صرف ماہِ ذمِرم اور تھوڑے لگاتے ہیں۔ کیا واقعی ماہِ ذمِرم در تھوڑوں کو بطور حرام کے لانا چاہئے؟ اس پر اگر کوئی غیر اہل سنت کی حدیث سے یہ ثابت کرے۔

الجواب: حاد واصلیہ احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ ذمِرم میں مکہ آئے تھے اور پھر مدینہ طیبہ میں بیمار ہوئے۔ غیر ذلک ہوا کرتے۔ لہذا ماہِ ذمِرم کا در تھوڑوں کو بطور حرام لانا درست ہے۔

اصحابی الترمذی (۱۹۰۱): عمر عتیم بن عروہ عن ایہ عن عائشۃ امیہ کانت تحمل من حاء ذمِرم ومعہ ان رسول اللہ ﷺ کان یحملہ

وفی الشامیہ (۶۲۵/۲)۔ ویستحب حملہ ابی الیلاء فقد روی الترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا وایہا کانت تحملہ ونحوہ ان رسول اللہ ﷺ کان یحملہ (۱) وفی غیر الترمذی اذ کان یحملہ (۱) ان کان یصد علی السری وینفیہ واما حنک بہ النحس والنحس رضی اللہ عنہما (۱) من الثبات وشر حد

وفی مشکوٰۃ المصابیح (ص ۳۶): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ ﷺ قال ان فی عہودہ المعالۃ شفاء وایہا تریاق قول النکرة۔ رواہ مسلم

## (۱۳۶) حج یا عمرے پر جا کر مختلف مقادیر کی تصاویر بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ حج یا عمرہ پر جب جاتے ہیں تو وہیں جا کر مختلف زیارتوں پر بھی جاتے ہیں اور ان مقامات کی تصاویر بناتے ہیں کیا ان مقدمات کی تصاویر بنانا درست ہے؟ اور اس سے حج و عمرہ پر کیا نیچا اثر نہیں پڑتا؟ اگر اور کرم جواب دے کر سمجھ فرمائیں۔

الجواب: حاد واصلیہ حج یا عمرہ ہے۔ فعل مخصوص کے ساتھ وہاں مخصوص میں مکان مخصوص کی زیارت کا۔ اور عمرہ یا عمرہ طواف اور سعی کا۔

اور ان حج و عمرہ دونوں مختلف مقامات کی تصاویر بنانا ہے۔ جس میں چاندنی تصاویرت ہوں۔ درست ہے۔ اس سے حج و عمرہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ البتہ حج و عمرہ کیسے جا کر ان چیزوں میں مشغول ہونا اچھا نہیں۔ اگر ان مقامات کی تصاویر بنانے میں چاندنی تصاویر بھی ہوں تو پھر بنانا درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ چاندنی تصاویر بنانا حرام ہے۔ اور دران حج و عمرہ مکان کی برائی حد یہ برائی ہے۔ اس سے عبادت کی نیچے سب سے بڑی بشارت۔ "توسلوں کے کی طرف گناہوں سے پاک ہونا" اس قید کے ساتھ ہے کہ وہ وہاں سے نہ ہوں۔

رضی اللہ عنہما (۱۳۵۴)۔ وشر حد ویاذہ ای طواف ووقوف (مکان مخصوص) ای الکعبۃ

وعرفہ (فی رمی مخصوص) فی الطواف من فجر الحجر الی آخر العمر فی الوقوف من زوال الشمس  
عرفہ لفجر الحجر وبعث مخصوص من ان يكون محرما بنية الحج

وفی الصفحة ۳۷۲، ۳۷۳ (والعمرة) فی العمرة صریحاً من کثرة علی المذهب وصحیح لى  
الحرم، وحکمینا نفساً السامر۔ فی الایة الانعام وذلک عند الشروع منه بقول (وهی احرامه  
وطواف وسعی) وحلق اذ تعبر للاحرام ثم ذکر معظم الطواف ذکر وغیرہما واجب هو المختار  
ويعمل فیها کفعل الحاج (وحازت فی کل السنة)

وفی عمدة القاری شرح الحزنی (۷۰۶۲)۔ وفی التوضیح قال اصحابنا وغیرہم تصویر صیوة  
الحيوان حرام اشد التحريم وهم من المكاتب وسواء صفعه لما يمتحن او لغيره فحرام بكل حال لان  
فيه مضاهاة للحلق الله وسواء كان في لوب او ساطع او دينار او درهم او فلس او اثناء او حائط وما  
ما لبس فيه صیوة حيوان كالتحجر وسواء ليس بحرام سواء كان في هذا كله ماله طلع او لا طلع له  
وسواء قل جماعة العلماء مالک والنوري وابو حنيفة وغيرهم

وفی الشامی (۶۳۷)۔ وهاهنا كلام النووي فی شرح مسلم الاحماد علی تحريم تصوير  
الحيوان، وقال، وسواء صفعه لبسین او لغيره، لصحة حرام بكل حال، لان له مضاهاة للحلق الله  
تعالى، وسواء كان في لوب او ساطع او درهم وثناء وحائط وغيرها

وفی المغر المصنوع (۶۴۷)۔ ابو لمیر فی روح لا يكره لانها لا تعبد، وقال العلامة الشامي رحمه  
الله تحريمه لقوله او لغير ذي روح، فنقول ان عباس للسان (وقان كتب لانا، فاعلا يصنع الشعر  
وحالا بعض له) وانه المشبهان، ولا شرف في السجدة بين الشجر وغيره خلافاً لمصنفه بحر

## (۱۳۷) مکہ اور منیٰ دو روح نہیں الگ الگ شہر ہیں؟

سوال۔ یہ فرماتے ہیں جانتے کر کے، مقتدیان، تمام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مکہ اور منیٰ دو روح نہیں الگ الگ شہر کے قسم میں ہیں یا  
ایک ہی شہر کے قسم میں ہیں، آیات سے ملنے جانے والی مسلمین کے کیا نہیں۔ قرآن و سنت کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب۔ ہمارے معلوماً ان اور مکہ نہ الگ نہ وقتات ہیں اور کوئی کی مکہ کمر سے ملنے جاتے کا تو شرط کی مسافت نہ ہونے کی وجہ  
سے پوری غلط ہے جیسے خانہ کعبہ میں ۱۵۰۰ سے بڑی کی نسبت سے آئے مکہ پہنچنے کے بعد کی چار کیا تو بھی پوری نہ ہے چھ ماہ  
انوں خبروں میں ۱۵۰۰ سے بڑی کی نسبت سے ۲۰۰۰ دو دو کمر سے گائیو کا مسافت پہلے کی یہ شہر میں، بڑی کی نسبت ضروری ہے الگ  
ان کی شہر کے قریب ولی قصیر وغیرہ اس میں، یہ نہ وہاں کے رہنے والوں پر بھی محدود وغیرہ واجب ہو جو بحران اور جنگوں کو مکہ آئے شہر سمجھا

ہائے

نعم في عمدة القاري (١: ١١٩). وقال أكثر أهل العلم مهم غطاء والرهرى والنورى والكولون  
وابو حنيفة واصحابه والشافعي وأحمد وأبو ثور لا يقصر الصلوة أهل مكة بمنى وعرفات إذا كانوا  
حجاجا أتوا.

وفي الجوهرة النيرة (١٩٥١) : منى وهي قرية فيها ثلث مسكنات بينها وبين مكة لمسح وهي من الحرم.

وفى الدر المختار (٢٩/٤): «مواضع مستظن كعكة» (منى للودخل الحاج مكة أيام العشر) .  
 نصح نبيه لأنه يخرج إلى منى وعرفة (الى قوله) «او كان احدهما تبعا للآخر بحيث تجب الجمعة  
 على سائرهما للاتحاد حكميا»

وفي الشامية تحته لانه لما كان شازماً مملئ الخروج قبل تمام نصف شهر لم يدر مضمناً

(۱۳۸) عرفات، مزدلفہ اور منیٰ کی حدود میں توسیع شرعاً ممکن ہے یا نہیں؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟ ملتیں نظامِ اس سلسلہ کے بارے میں کہ منجھلے سال جب حج پر کیا تھا تو میں نے ایک عیب دیکھا تھا۔ اسی سے متعلق آپ سے پوچھنا تو کہہ دیجئے کہ یہ ممکن ہے یا نہیں؟ ممکن اور عورات کے قوس میں خیمے لگائی ہوئی ہو اور سے ہر کئی گئے ہوئے تھے میں نے ایک صاحب سے کہا کہ آپ وہ وہ میں نہیں جانتا تو انہوں نے کہا کہ عیب یہ ہے کہ یہی حد ہے۔ "بائیں" صاحب تو کہنے لگے کہ اب کچھ مرنے بعد تو ہوا قاعدہ حکومت ملی، ہر اندھ اور عورات میں تو وسیع کر رہی ہے۔ جناب عالی! بٹے آپ سے پوچھنا یہ کیا اثر شرعی لگاتا ہے معنی، عورت لگا کر یا ہر آدمی اور عورت کو دور میں اس کی کیسے پہچان ہوگی؟ اور کیا اس کی حد، داخلہ انداز یا جا مانتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً۔ عرفات کی پہلی حد شرقی جانب راستہ کی روشنی تک اور دوسری حد عرفات کی غربی جانب یہاں اذان کے گناہوں تک اور تیسری حد دو باغات ہیں جو حرفہ کی لاشی سے ملے ہوئے ہیں اور چوتھی حد وادی عرت تک ہے۔ اور وادی عرت اور وادی نمرود و عرفات سے باہر ہیں اور مسجد نمرود کی کئی مرتبہ توسیع سے عرفات کا کچھ حصہ مسجد نمرود میں داخل ہوا ہے اور مسجد میں حد و عرفات پر نشانکات قنآنے لگے ہیں جن کو بیچانہ مسجد نمرود میں دفنوں کے وقت قبور عربی کی درجگی کیپڑا نہ دیتی ہے۔ اور مدینہ کی حد عرفاتی دونوں ٹھکانوں کے درمیانی راستہ سے وادی نمبر کی دونوں چوٹیوں تک شمالاً جنوباً ہیں اور عربی جانب سے وادی خسر سے آئے رشرقی جانب مزدلفہ کی جانب یکسو حالی تک ہے اور مزدلفہ کی مقدار سات بڑا سا ست سو اغانہ اور سات ستمسا فی صغای المدینۃ اور شتی حد بدر جہ المذبح اور ابوی شمیرہ درمیان حلقہ ہے اور وہ پورا موانع یا مانع کہ اس سے اس

۱۰۔ سر جوئی کی طرف ہے وہ حدود مٹی میں داخل ہے اور جو حدود مٹی کی طرف ہے وہ حدود مٹی کی طرف ہے اور نہ تو افق اور نہ  
مٹی کی حدود سے باہر ہیں امام مازنی سے نقل ہے کہ مٹی کا حلقہ مہات ہے اور وہ سوراخ ہے کہ کسی غلبہ الساسک سے  
عرفات اور مزدلفہ اور مٹی کی حدود و شرائط کے قیام کی طرف سے متعلق ہیں اور ان میں توسیع کی گنجائش نہیں ہے اور نہ وجود وہ  
ہیں ان کی حدود پر پتھر اور چوڑا ٹھوس ٹکڑا ہے جس سے حدود کی پکڑائی جاتی ہے۔ لہذا صورت مسئلہ میں اگر افعال کی  
۱۱۔ نسبت کی حدود کے اندر ہوا کئے ہوں اور نہ لے آ رہا ہو قیام حدود سے باہر تھا تو حج درست ہے اور یہ توقف مقرر ہوا ان کی میں  
سے نہ آ رہا ہو مٹی کی حدود کے اندر توقف ہے نہ تو حج ہوا تو یہ آ رہا ہو ان کی حدود سے باہر تھا تو حج درست ہے اور یہ توقف مقرر ہوا ان کی میں  
ہو اور اگر ان کا توقف واجب ہے اور نہ مٹی کی طرف سے ملاحظہ ہو چکا ہے اور توقف مٹی کی حالت سے اس کے پھرنے سے حج کی تکمیل  
نہیں ہے ۱۲۔ لہذا اگر انہوں نے مٹی کی حدود سے باہر نکلیا تو ایسا ہے تو آپ کا حکم صحیح ہے۔

لسان فی المسک فی المصباح ۱/ ۲۲۹ عن حاکم ابن رسول اللہ علیہ السلام قال بعثت ہذا وصی  
کلہا صحر فاحرقواہی وخالک ورفہ ہنا وعرۃ کلہا موقف ووقت ہما وجمع کلہا موقف  
وہیہ ایضا ۱/ ۲۲۹ عن حاکم ابن رسول اللہ علیہ السلام قال کل عرۃ موقف وکل می صحر وکی  
المردفۃ موقف وکل حجاج مکۃ عربیہ وصحر

وفی الفقہ الاسلامی والذکر ۳/ ۲۲۳ استفادہ الوقوف الفیض العطاء علی اند بکمی الوقوف فی حرم  
من ارض عرۃ الوقوف لاحتیاط نظیفۃ الخافدہ المعروف من الوقوف ہو وجود معرفۃ ساعۃ من  
ہذا الوقوف سواء کان عالما او جاهلا وسواء وقف بہا او لم

وفی غیبۃ الساسک فی سبۃ الساسک ۱/ ۱۶۹: منی شعب طولہ نحو میلین وعرۃ یسر  
والحبال المحیطۃ بہا ما قبل من علیہ لہو من منی وما ادبر منہا فلیس من منی وحد منی والادی  
محسر وحمرۃ العقۃ ولیس لحد منی ولا العقۃ من منی بل منی منی الیہما

قال الازرقی رحمہ اللہ درغ منی درج ما بین حمرۃ العقۃ ومحسر بعدۃ الاف ذراع وما فی شراع  
وعرۃ عطاء حد منی واس العقۃ ما یلی منی الی محسر خلافا للمحب الظہری رحمہ اللہ حیث قال  
العقۃ کلہا من منی

وفی ساسک سلا علی غازی (۲۲۲) اعلم ان منی شعب طولہ میلان وعرۃ یسر والاحمال  
السیطۃ بہا ما قبل منہا عالۃ لیس من منی والحد العقۃ منہا وفی حاشیہ حال الامام  
المروئی اعلم ان حد منی ما بین والادی محسر وحمرۃ العقۃ ومنی شعب طولہ نحو میلین

۱۱۔ حد یسر والحبال المحیطۃ بہ ما قبل منہا علیہ لہو من منی وما ادبر منہا فلیس من منی

و لیست العقیبة التي نسب اليها الجعرة من منى

وهي منط اسمعالك (ص ۳۱۰) والمزدلفة كلها مؤلف الحج وهي حاشيته وحد المزدلفة بين

مأمر عرفة وفري محسر وليس الجارحان ولا وادي محسر من المزدلفة

وفي فتاوى اللجنة الدائمة (۲۱۳/۱) ابن تيمية حدود مزدلفة من عرفة تبدأ من ذئبة غرباً من

وادي محسر وتنتهي شرقاً بآول الحار من جهتها وقدر ما بين سبعة آلاف ذراع وسبع مائة ذراع

وتعانون ذراعاً وأربعة أسياع ذراع ۸۰۰ ذراع

وفي فتاوى اللجنة (۲۱۳/۱) اما كس الحج وازمنته محددة من الشراخ ولحق فيها محال

للإجتهد وحدود منى من وادي محسر الى جعرة العقیبة فعلى من حج ان يلتزم مكاناً له داخل

حدود منى فان تعذر عليه حصول المكان نزل في اقرب المكان يلي منى ولا شيء عليه

وهي الهديزة (۲۱۹/۱) واما ركعة الوقوف بعرفة وطواف الزيارة واما واجباته السعي بين

الصفا والمروة والوقوف بمزدلفة واما سنة فطواف القدوم والبيتوتة بمعنى في ليالي ايام المحر

والدفع من منى الى عرفة بعد طلوع الشمس ومن مزدلفة الى منى قبلها والبيتوتة بمزدلفة

وفي الشاميتر (۵۱۱/۲) هذا الوقوف واجب عندنا لاسي والبيتوتة بمزدلفة مؤكدة اي

المعسر وقدر الواجب منه ساعة ولو لطيفة (لو تركه بعد ركعة حجة) عبارة اللباب الا اذا كان

لعدة او ضعف او يكون امرأة حذف الزحام فلا شيء عليه لكن لا شك ان الرحمة عند الرمي

وفي الطريق قبل الوصول اليه امر محقق في زماننا فليرم منه سقوط الوقوف بمزدلفة

## (۱۳۹) سعی کا صحیح طریقہ اور سعی کی مقدار

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہاء عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند روز کے بعد ہی میری حج کیلئے روانگی ہے۔ میں حج

نے سلسلے میں کئی کتابیں دیکھ چکا ہوں اور غلطے کرام سے ضروری ضروری کی مسائل بھی معلوم کرتے ہیں۔ مجھے میں آپ سے سعی سے

محقق ہو چکا ہے کہ اس کا صحیح طریقہ کیا ہے اور آج کل تو بہت سی عقل تفریب نہیں ہے تو مہمان کے غلط سے متاثر ہو

میں یہاں تک جا ضروری ہے اور عرضاً تحقیق مقدار سعی میں داخل ہے اگر کوئی مہم نہ تلی مقدار سے بہرہ نکل جائے تو سعی درست رہے

نہ

الجواب حامداً ومصلیاً سعی کا طریقہ یہ ہے کہ سفیر پہنچے زبیر دین کو نزدیک کریں پھر اندھا نبرہ والا امام اقصیٰ میں اور

میں سعی اقصیٰ علیہ علم پر اور دو طے پہنچ کر دما کریں پھر مردوی طرف دہرے ساتھ چلیں اور ہر چوں اور ہر چوں کے درمیان





فبه رسول الله ﷺ أو غيره، فكيف يصح السعي فيه وقد حوّل عن محله؟ ولعل الجواب أن المسألة عريضة ونبت تلك الدور بعد ذلك في عرض المسعى القديم فهدمها المهدى وأدخل بعضها في المسجد الحرام وترك البعض ولم يحول لحويلا كلياً والآن لذكر علماء الدين من الأئمة المجتهدين

وفي المساسك لملا على الفارسي عليه الرحمة (ص ۱۷۸-۱۷۹) وأحيات السعي منها — وقطع جميع المسافة بينهما، وهو أن يعلق عقبيه بهما وكذا عصى حافره دابته إذا كان راكباً وهذا هو الأحوط أو يعلق عقبيه في الابتداء بالصفا، واصابع وجلية بالمروة وفي الرجوع عكسه وهذا هو الأظهر، لكن تصورهما إنما كان يتصور في العهد الأول، حيث يوجد كل من الصفا والمروة مرتفعاً عن الأرض، وأما في هذا الزمان فلنكون دفن كثير من اجزائهما لا يمكن حصول ما ذكر فيهما، فيكتفى بالمروء فوق أو اللهما.

## (۱۳۰) حج میں میلین اخضرین پر دوڑنے کے چند اسباب

سوال — کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صفا و مروہ کی سعی کے دوران ”میلین اخضرین“ پر دوڑا جاتا ہے، اس دوڑنے کی اصل علت کیا ہے؟ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ بی بی باجرو کے دوڑنے کی وجہ سے ہے۔ اور ایک صاحب جو کہ دینی معلومات کافی رکھتے ہیں وہ کہہ رہے تھے کہ حدیث میں اسی طرح کرنے کا حکم آیا ہے بس صرف یہ ہی ہے۔ براہ کرم آپ اصل بات اور علت بیان فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب عاذاً و صلواً — محققین کے نزدیک حج میں میلین اخضرین پر دوڑنے کا حکم امور توفیلیہ میں سے ہے اس کی اصل علت اللہ کے علم میں ہے لیکن بعض علماء کرام اس کی مشروعیت کے بعض اسباب بیان فرماتے ہیں ان میں سے پہلا سبب حضرت بی بی باجرو کا دوڑنا ہے اس واقعہ کو امام بخاری نے اپنی کتاب (۴/۱۷۸) میں تفصیلاً ذکر کیا ہے اور ان میں سے دوسرا سبب یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے حج کا حکم دیا تو سعی کے دوران شیطان نے ان سے مسابقت کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان پر سبقت پائی اس سبقت پانے کی وجہ سے میلین اخضرین پر دوڑا جاتا ہے اور ان میں سے تیسرا سبب یہ بیان فرمایا ہے کہ سعی کے دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو اپنی قوت دکھانے کیلئے میلین اخضرین پر دوڑنے کا حکم فرمایا ای وجہ سے میلین اخضرین پر دوڑا جاتا ہے۔

لما في حاشية الطحطاوى على الدر المختار (۵۰۰/۱) قيل في سب مشروعية السعي ان ابراهيم عليه السلام لما ترك هاجرو اسما عبل هناك عطش اسما عبل فصعدت الصفا نظراً الى الموضع ماء فلم تدر اسما فسلت فسعت في بطن الوادي حتى خرجت منه الى جهة المروة لانيها توارت

سائبر اذی عس ولفدها لمعبد متعده خلفه لفتح ذلك بمسكاتها اظفار الشربها وتغلبها لامرهما من  
امر عباس بن موسى عليه السلام لما امر بالناسك عرض له الشيطان عند المعبد فمناقبه لمسه  
امر ابيهم عبد السلام وفضل امنا معي رسول الله ﷺ بن الميمى اظفار الملجلد والثقة للمعبر كبر  
السايطر بن

وفى البخارى (۲۲۳) حدثنا عيسى بن عبد الله قال حدثنا شيخ عن عمرو بن دينار عن عطاء عن  
امر عباس بن امنا معي رسول الله ﷺ بالبيت وبين الصفا والمروة ليرى المعركين فونه وفى  
مسند احمد (۱۰) وقد وردت نسب آخر وهو معي هاجرة عليها السلام على عاصم بن الحارث  
يروى امر ابيهم عليه السلام لما امر بالناسك عرض له الشيطان عند المعبد فمناقبه لمسه  
امر ابيهم عليه السلام (۱۲) ع

## (۱۴۱) مسجد خيف منى کے حدود میں واقع ہے؟

سوال: انبار، نے میں نے، تراجمہ عثمانی نظام امر مسجد کے، وے میں کہ میرے پردہ ایسی حالت میں رکھے آئے تو انہوں نے باور  
نہیں کیا، انسانی کوئی بھی کہ بہت دیر سے انہوں نے مسجد خيف میں اپنے ساتھ جگہ دی تھی، اس طرح انہیں کوئی وقت نہیں ہوا،  
نہیں انہوں نے جیسے وہ یہ بتائی کہ میں نے ان سے کہی کہ میں نے مسجد خيف میں ہی نہیں دیا، میرے رہنے والے کہا کہ میں  
نہیں کہہ سکتا، قیامت میں بھی ہو جائے گا، حضرت یہ باتیں اس مسجد میں قیام سے منی کا قیام ہو جاتا ہے؟ براہِ درستی میں عرض ہے کہ:

جواب: عابدہ مصداق مسجد خيف منی میں ایسا مسجد ہے اور یہ وہاں یہ منی کے حدود میں ہے، مسجد خيف میں نہیں ہے منی کا قیام  
نہیں کہہ سکتا، قیامت میں بھی ہو جائے گا، حضرت یہ باتیں اس مسجد میں قیام سے منی کا قیام ہو جاتا ہے؟ براہِ درستی میں عرض ہے کہ:

لما فی المرقاۃ (۴: ۶۱۰)۔ (الصلیٰ مع صلاۃ الصبح فی مسجد الحیف) وهو مسجد مشہور بمنی  
وفیه ایستاد (۴: ۶۱۰)۔ (فصلیٰ بها) ای بمنی فی مسجد الحیف، الظہر والعصر والمغرب والعشاء  
والفجر، ای غی الوقتها

وہی منی فی الفلاح (ج ۱: ۱۰۶)۔ ویستحب ان یصلی الظہر بمنی ولا یشترک للنبی فی حوالہ الا فی  
الفراف ویسکت بحی الیٰہیٰ بمنی المغرب بغلہ وبزل بغرب مسجد الحیف  
وفی السامیہ (۲: ۵۰۳)۔ وہی السوط یستحب ان یصلی الظہر یوم النورۃ بمنی وبہرہا الیٰ  
منہ عرفہ اور یصلی الفجر بہا لوقتہ المختار وهو زمان الاستار

(۱۳۲) کیا منیٰ حدودِ حرم میں داخل ہے یا نہیں؟ بخود کھجور کا درخت منیٰ نے اکایا، کھجور

اسود ب اور کہاں سے آیا، احرام کیلئے رنگین چادر استعمال کرنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے حج کے سلسلے میں چند سائل آپ سے دریافت کرنا  
تھے، یہ سائل کئی بیش جوابات دے کر ممنون فرما میں گئے۔

۱۔ منیٰ سے حرم میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ کھجور کے شعلے نہ بنے، ان کا درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لگایا تھا، آیا یہ بات کس حد تک درست ہے؟

۳۔ چراغاں، یا جب التجان سے آیا، یا یہ قیامت میں جنت میں جانے کا؟

۴۔ احرام کیلئے رنگین چادر استعمال کرنا کب ہے؟

الجواب حامداً ومصلحاً (۱) منیٰ حد و حرم میں داخل ہے۔

(۲) کھجور کے شعلے یہ بات کون کا درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لگایا تھا، کس حد تک درست معلوم ہوتی ہے یہ خود غالی قادیانی

نے حرف و قلم (۱۹۸۶) پر درج فرمایا ہے کہ خود لگائی (۲۹) کھجور کھجور نے کھجور میں اس بات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا ہے۔

(۳) چراغاں سے آیا ہے کس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتار دیا گیا تھا تو اسی وقت ان سے یہ بات کھجور

اسود بھی اتار دیا گیا تھا، یہ قیامت میں اور جنت میں ہونے کا۔

(۴) احرام میں داخل ہونے کے لیے کھجور کا درخت لگائی جائے۔ اور اگر کوئی رنگین چادر استعمال کرے تو یہ بھی جائز ہے۔

لحمای عسدة القاری ۱۰۲۹۱۰ وقال فی شرح المصنف قال الشافعی واصلهما یجوز بحر الہدی

ودعاء الحیرات فی جمیع الحرم لکن الافضل فی حل الحاج الشعر یعنی والفصل موضع فی می

للحرم موضع نحر رسول اللہ ﷺ وما غایہ۔

وفی الشامہ ۱۰۲۹۱۰ فی الدر المختار مع الشامی رد المحتار وبعین الحرم لا می

وفی الشامیہ اقولہ لاسی ای بل یس لسانی المسط من ان السدی انہما اباء الحرم می وفی

عمر آباد البحر شکة فی الاثری

وفی مراد الشامی ۱۰۲۹۱۰ فی انہما العود من فی بحر السدی التکر من انہما می شرح

فی بحر من بحر من

وفی عمدة الفخاری ۲۱۰ ۲۸۰ فید السمرات بالمعجزة لان السر عليها انها من غرس النبی ﷺ  
وفی ترمذی و الشیخ عیسی بن عباس قال قال رسول الله ﷺ یزول الحجر الاسود من الجنة وهو  
اشد بیاضا من اللبن فسدونه خطا سی آدم

وفی احجار مکة ۱۳۵۱ عن ابن عباس رضی الله عنه قال انزل المیزاب والمقام مع آدم علیه  
السلام لیلۃ یزل بین المیزاب والمقام للماء اصبح رآی المیزاب والمقام فمر بهما فضعهما الیه و أنس  
بهما

وفی تاریخ طبری ۱۵۲۱ عن ابن عباس قال یزل آدم علیه السلام مع ریح الجنة فعلق بتحررها  
و اولیها ریحها ما هالک طلبا فسد به یولی بالطلب من ریح الجنة و لاقوا المیزاب معه من طلب الجنة  
و قال انزل معه الحجر الاسود و یكون سد بیاضا من الثلج الخ

وفی عمدة الفخاری ۲۱۹ ۲۸۰ روى الطبرانی عن عائشة رضی الله عنها استمتعوا من هذا الحجر  
لا سود فصل ان یرفع فانه یخرج من الجنة و انه لا یسعی لشیء خرج من الجنة ان لا یرجع الیه قبل یوم  
القیامة

وفی احجار مکة ۳۲۱۱ عن عائشة رضی الله عنها انها قالت قال رسول الله ﷺ اکثروا اسلام  
هذا الحجر فانکم توشکون ان یغفر لکم بینما الناس یظنون به ذات لیلۃ اذا اصبحوا و لہ فقدوا ان  
الله عزوجل لا یشرب شئ من الجنة فی الارض الا اعاده فیها قبل یوم القیامة

وفی مناسک ملا علی قاری ۱۵۱۱ (ولیس نوبی) ای نبیہیں گھا فی نسخة (جدیدیں) ای غیر  
ملبوہیں فیاضا علی الخفی او لکریہما لیم بعضی الله لہما (او غسلیں) لیمیدا عن النجاشی و نوبہا  
عن ابن مسعود لیمیدا ان اصل لبس الارز و الرداء سنة و بقية الارض صاف مستحیة

وفی المشاہیر ۸۱۰۶ (۸۱۰۶) اقرئہ حنفی اشار بتقدیمہ الی الفضل و کرہ نبیہ افضل من غیرہ  
شعور شی نوب راحۃ و اکثر من نوبین وفی اسودین

## (۱۳۳) طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال کیا ہے میں نے سنا ہے کہ دو رکعتیں پڑھنا ان مسئلہ کے بارے میں کو یہ طواف کی دو رکعتیں مقام ابراہیم کے پیچھے پڑھنا  
ضروری ہے اور وہی نفس و حرکت پر حاکم ہے یا نہ ہے اس کیلئے کیا تمہیں ہوگا؟  
اجواب حاکم و علیا صورت سنو میں افضل و مستحب یہ ہے کہ دو رکعتیں پڑھنا یا نہ پڑھنا یہاں تاہاں مقتدرہ نہ

نہایت عجل میں نماز پڑھنے کا کثرت کرنا ہے نیز جو شخص یہ درجہ تک پہنچا تو اس کی تہنیت سمیٹنے کا وجہ چھٹا ہے۔  
 ۱۔ دم نہ پڑھنا۔ چنانچہ اسی طرف اہل لغت آیا ہیں لیکن ایسا کر، غریب ہے۔

لجزمی الہندیہ (۲۲۶)۔ واما خروج من الطواف باقی مقام امر اہم عمیہ السلام ویصلی رکعتین وان لم یقدر علی الصلاۃ فی المقام بسبب المرحۃ یصلی حیث لا یسر علیہ من المسجد کذا فی الظہیریہ وان صلی فی غیر المسجد جائز۔

وفی الفتحاوی علی الدر (۳۹۹)۔ قوله وهل یعین المسجد قولان) المعتمد ان نعیمہ علی سبیل الاصلیہ فلو صلاہما بعد رجوعہ الی اہلہ اجزأہ لانہما علی التراخی وهذا قول الامام واصحابہ وفان ابو ظاہر ان ترک صلاتہما فی المسجد واجب علیہ دم وقوادع صاحب النہر ولا وحہ للحدیث عن مذهب الامام واصحابہ

وھی الدر المختار (۳۷۰)۔ وصلاۃ رکعتین لکل مسرع) من ای حوالہ کان فلو ترکها هل علیہ دم قبل نعوذ بوسیۃ۔ والتعبط ان کل ما یجب بترکہ دم فہو واجب صرح بہ فی المعلقی  
 ولی الشامی تحتہ: (قوله قبل نعم) یضعفہ ہذا وان حزم بہ فی شرحہ علی المعلقی لامہ حرم معلقہ صاحب النیاب فقال ولا تختصر ای ہذہ الصلاۃ برمان ولا مسکان۔ ای باعتبار الجواز والصحۃ ولا یفوت ای الا بالتموت ولو ترکها لم تحبر بدم ای انہ لا یجب علیہ الإعتصا بالکفارۃ وذكر شرحہ ان المسالۃ خلافہ۔ وفی بعض المناسک الا کثر علی انہ لا یجب ونہ قال الشافعیہ وقبل یلزم۔  
 وقوله والاضابط الخ) لعالم یستوفی الواجبات کما علمتہ معار دناہ عن الثبات ذکر ہذا الصابط ولیمید معکس القصود حکمہ الواجب لکنہا معکس عکسا منطقیا لالوفا لبقال بعض ماہو واجب بحب بترکہ دم لا کل ماہو واجب لأن رکعتی الطواف لا یجب بترکہما الدم وکذا ترک الواجب یحبر علی ما سذکرہ فی اول النجایات لکن فی الاول خلاف تقدم فعلی القول بوجوب الدم فیہ مع تنفیذ الترتک بلا غفر یصح انعکس کلیاً۔

ولہ: ایضاً (ص ۳۹۹)۔ (قوله قولان) لم أر من حکمی القولین سوى مدوہمد عبارۃ فیہا نظر والمشہور فی عامۃ الکتاب ان صلاتہما فی المسجد أفضل من غیرہ ولی النیاب ولا تختص برمان ولا مسکان ولا تموت فلو ترکها لم تحبر بدم ولو صلاہما خارج الحرم ولو بعد الرجوع الی وطہ جاز وبکرہ ویستحب مؤکدا اذا ما حلف المقام









تے فوق ہے۔ انہی بھی ہم سے اچھی کوئی سالن دیتے ہیں۔ انہی کو دین چاہئے ہے۔ ہر شے بات اور سنی تھی تو انہوں نے مجھ سے کہا ہے۔ میں ایک سالن پا چکا ہے۔ چنانچہ انہی نے مہنگوں پر مجھے بھی کچھ ملو۔ تمہاری ساری ساری دین چاہیں آئے۔ آپ نے کہا ہے کہ میں نے اس سالن میں کافی رقم کا مل سکتی ہے۔ آپ مجھے فی الحال اتنی دے۔ ہمارے کہنے کی سب قسطیں دو۔ کیا یہی اسٹور پر بھی دے گا۔ انہی سے پوچھ لے اس وقت کی ضرورت ہے؟

یہ رائے قول کے مطابق تو دعویٰ میں غلط ہو جائے۔ نیز حقیقہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرکز شہداء انبیاء پر بیچ نہیں تو یہیں کہ انبیاء کا حق نہایت بھی ہے البتہ ان انبیاء کی باتوں کے بارے میں راجح قول بھی ہے کہ ان پر بھی غلط نہیں بلکہ مستحب ہے۔

لقد في موافق الفلاح ١٥٩٠ احتفل على كنان في ندبة من قبله احب ام لا. الو الصبح انه لم  
سبح الاعلى هذه الامانة وفي حانية العلامة روح احبب العلماء في السنة التي فرض فيها الحج  
والمنهج والهاست وهو الصبح وفيه من جمع وفيه من جمع وفيه من جمع وفيه من جمع  
وفي الدر المختار ١٥٥٠ وفيه من جمع وفيه من جمع وفيه من جمع وفيه من جمع  
وفي حبانة ليكن التسم

(۱۴۸) حج پر جانے سے پہلے دعوت کرنے کا حکم

سوال : یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ فقیرانہ نگاہ میں مسکرت ہو جائے تو وہ اپنے آپ کو خدا سے پیچھے دیکھتا ہے اور اللہ کی رحمت کو دیکھتا ہے تو یہ دعوت کو خدا سے گھٹتے ہیں یا نہیں اور اس کا ثبوت خیر القریٰ میں سے کتاب یا نہیں؟

الجواب: علامہ ابو مصطفیٰ (۱) فرماتے ہیں کہ ہمارے اپنے سبب سے ان لوگوں پر بھی کہ ان کو حق میں تو ان ورادہ ہوئے کسی کو خدا راضی نہ ہو تو اس میں کمی نہ رہے بلکہ دعوت مسکت میں اگر عیال و عہد رتب کی دعوت میں سے کوئی ہے کہ جو ماضیہ دعووں میں تاجی میں حق تعالیٰ سے روٹ کر انسانی ہوئی ہے وہ اور نہ ہو جائے تو یہ دعوت کرنا مستحب ہو گا بشرطیکہ اس میں عیال و عہد وادہ۔ جب عہد رتب سے جو وہ لیکن اگر اس دعوت کوئی عیال و عہد نہ ہو تو اس میں کمی نہ رہے۔

(۱) مرقیہ و تہذیبی - ان کے لئے جوتی و بنی بنیائیں لیں۔

وهي الجدار المحاذي ٢ - ١٥، وبمسافات أربعة وثلثه وكيفية ويرشع المسجد من كعبه ومعارفه

و اینجاست که در این صورت

يقول أحياء العلوم (٢٠٤٤): «إن الدعوة فيجب للداعي أن يعهد لدعوته الانقياد دون التفاف قال

﴿٢٧﴾ اكل طعمكم الاسرار في دعائه لبعض من دعا له وبهذه ان لا يهمل اقربيه في ضلالتهم فان



الظہریۃ ویناور دارنی فی سفرہ فی ذلك الوقت لا یلی بعض الحج فابہ حبر و کذا یستخیر اللہ  
یعنی فی ذلك ویناور یصلی رکعتین سورۃ الإخلاص ویدعو بالدعاء المعروف بالاسحار ویناور  
عنی سلامتہ یدعو بالنیوۃ و حلاص البیۃ و ذالک المظالم والاستحلال من حصصہ من کل من عاملہ

(۱۵۰) حجاج کرام کا دوسری جگہوں سے کھجور خرید کر یہ کہنا کہ یہ حرمین کی کھجوریں ہیں کیسا ہے؟

سوال یہ ہے کہ حجاج کرام وہ ضعیف مقام میں جاتے ہیں۔۔۔ میں ان کی حالت سے واقف ہوں کہ وہ کھجور خرید کر  
خاکس ہیں کھجور تازہ نہیں لے سکتے ہیں۔ اور ان کی حالت یہ بھی ہے کہ وہ کھجور خرید کر لے جاتے ہیں اور ان کی حالت  
یہ ہے کہ وہ ان کی کھجوریں لے کر لے جاتے ہیں۔۔۔ کیا حجاجین نے اس میں غلطی کی ہے؟  
الجواب حامداً و معطلاً۔۔۔ کھجوریں اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں  
ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں  
ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں کہ وہ اس مقام میں لے جاتے ہیں

نسخی السورۃ عند التقیۃ: ۱۵۰۔ اتفق الفقہاء علی انہ یجوز التزوّد من ماء مرمہ و حملہ لانہ  
یختلف قبلہ کالسورۃ ولیس سی یزول فلا یعد

وہد الحنفیۃ و المالکیۃ و الشافعیۃ الی انہ یستحب التزوّد من ماء مرمہ و حملہ الی الدلّانۃ  
نساء الحسن الشافعی و فیروزی الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہا کانت تجعل من ماء مرمہ  
بحجران رضی اللہ عنہما کان یحملہ و روی غیر الترمذی انہ یحملہ و کان یصلی علی  
اسمہ رضی اللہ عنہما و وہ حکم بہ الحسن والحسین و علی اللہ عنہما و روی اس عباس رضی اللہ  
عنہما انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ  
مستحب سیلانی ارسال ذالک الیہ و نہ یفتی الی النبی ﷺ یزول

عن السیاحۃ: ۱۵۰۔ و یستحب حملہ من الدلّانۃ و روی الترمذی عن عائشہ رضی اللہ عنہا  
انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ  
عن عائشہ رضی اللہ عنہا انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ و فی تاریخ الاذوقی انہما یحملان ماء مرمہ

(۱۵۱) جس کا حج قبول ہوتا ہے اس کی ٹکریاں اٹھالی جاتی ہیں

سوال یہ ہے کہ حجاج کرام ان ٹکریوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں کہ وہ ان کو اٹھا کر لے جاتے ہیں کہ وہ ان کو اٹھا کر لے جاتے ہیں

ہے۔ اس سے اندازہ ہے کہ اس کا حال بھی، جو اس کو دیکھنے والے تھے، وہاں رہنے کا وقت اور قیام تھا۔  
یہ بھی کوئی خاص چیز نہیں تھی، بلکہ ان کے پاس سے وہاں چلے گئے، اور اس کے ساتھ ان کے قیام کے وقت  
اس کا حال بھی وہاں تھا۔ اس کے لئے اس نے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

الجباب جلد اول۔ الامت سے ثابت ہے کہ اس کا قیام وہاں ہے۔ اس کی نظریں ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ہے۔ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

السلفی مصنف ابن ابی شیبہ (۳۶۲) عن ابی سعید الخدری قال ما یقبل من حصی العمار وضع  
وصی حامش الشیخ السلبی عیسیٰ بن یونس (۳۰۲) قولہ فی المتن (بمع حساب) ی  
وہم من الحساب فی ان برہنہ لیس علیہا ثانیہ بعام بقا فرہ و نورمی سنجہ  
جس کمرہ و احرفہ

وہی انصاری الساجد حاشیہ (۱۶۲) و لمرای فی بیان صفۃ المرعی نہ فتویٰ بقی ان تکرر الحصة  
معسولہ و بقی ان تکرر ماحودہ فی فوارع الطریق و فی شرح الفتحاوی او من مرادفہ لاس موضوع  
المرمی فقد جاء فی الآثار ان ما فی من الحصة فی موضع المرمی حصی من لم یغنی حجبہ فلا یخذ  
من موضع المرمی شاذ لا و فی السلفی ومع هذا لو فعل آخرہ

## (۱۵۲) حج کی قبولیت کی علامت

سوال کیا علامت ہے کہ حج کو قبول کیا گیا ہے؟ اس مسئلہ پر سے بھی کہیں کہیں عرب میں ان لوگوں کو یہ بات  
تھی کہ ان کے لئے حج کی نظریں تھیں۔ ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے  
ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے ان کے لئے

(۱۵۲) حج کی قبولیت کی علامت

الجواب حامداً ومصلياً۔ امارت مبارک سے یہ بات ثابت ہے کہ جن حضرات کا حج قبول ہوتا ہے ان کی انگلیاں من جانب بایں ہوتی ہیں اور جن کا حج قبول نہیں ہوتا ان کی انگلیاں بایں پڑی رہتی ہیں۔ اور اس بات کو فقہاء کرام نے بھی ذکر کیا ہے۔

لما فی المستدرک علی الصحیحین (۱/۶۵۰): اخیر بن یحییٰ بن منصور القاضی عن عمرو بن مرة، عن عبد الرحمن بن ابی سعید الخدری عن ابیہ ابی سعید قال: قلنا یا رسول اللہ! ہذا الاحجار النبی ترمی بہا لحمل فحسب انہا تنقع قال: ((انہ ما یقبل منها یرفع ولولا ذالک لرایتھا مثل الجبال)) ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجہ، یزید بن سنان لیس بالمتروک۔  
وفی الدر المختار (۲/۵۱۵): (وبکروہ) اعدها (من عند الحمرة) لانہا مردودة لحدیث (ومن قبلت حجتہ رفعت جمرتہ) الخ۔

وفی الشامیہ (۲/۵۱۵): (قولہ لحدیث الخ) ای ما رواہ الدار قطنی والحاکم وصححہ عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال: قلت یا رسول اللہ! ہذا الحمار النبی ترمی بہا کل عام فحسب انہا تنقص فقال: ((ان ما یقبل منها یرفع ولولا ذالک لرایتھا امثال الجبال)) وفی الفتح عن سعید بن جبیر: قلت لابن عباس ما بال الحمار ترمی من وقت التحلیل علیہ السلام ولم تنبر خطاباً ای لئلا تسد الافق؟ فقال اما علمت ان من یقبل حجتہ یرفع حصاه الخ۔

## (۱۵۳) مکہ مکرمہ میں طواف افضل ہے یا عمرہ؟

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان و نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک ملازمت پر آدمی ہوں، میں نے اپنی کمائی میں سے پیسہ بچا یا کراتی رقم جمع کر لی ہے کہ اب میں آپ سائی حج و عمرہ کی سعادت حاصل کر سکتا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ مکہ و ماں پہنچی کر پہلے خوب عمرے کر لوں، میرے ایک چاچا وہی ہیں انہیں دینی معلومات بہت زیادہ ہیں ان کو جب میرے اس ارادے کا پتا چلا تو وہ مجھ سے کہنے لگے آپ وہاں بہت سے عمرے خوب کرنے کے طواف زیادہ کیجئے گا، آپ کیلئے یہ زیادہ افضل ہے۔ میرے دل میں آیا کیوں نہ آپ سے بھی اس بارے میں مشورہ کر لوں، براہ کرم آپ بتائیں مجھے کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً۔ حضرات فقہاء کرام نے کتابوں میں اس بات کی صراحت فرمائی ہے کہ نماز، طواف سے افضل ہے اور جہاں تک طواف کا عمرہ سے افضل ہونے کا تعلق ہے، دیگر کتابوں میں اس کی صراحت نظر سے نہیں گزری۔ البتہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے افندیۃ طواف کی طرف اشارہ فرمایا ہے لیکن اس میں اس بات کی قید ملحوظ ہے کہ وہ سارا وقت جو عمرہ کی ادائیگی میں صرف ہوتا ہے اسے طواف کی ادائیگی میں صرف کیا جائے۔ نہ یہ کہ صرف ایک طواف، عمرہ سے افضل ہے۔

لما فی الشامیہ (۲/۵۰۲): فی شروح المعجم شذی علی الکفر قولہم ان الصلوۃ افضل من الطواف لیس



وفی معالمہ المسند شرح مسند امی (۵/۱۵۱/۲۴۱، الجزء ۲) عن معنی القمار الذی انتہی  
مواضعہ بین النین علی مال یدور بینہما فی الشکل فیکون کل واحد منهما اما غالسا او غارما۔

## (۱۵۵) بیت اللہ شریف پر جب پہلی مرتبہ نظر پڑے تو دعا کرنا چاہئے

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام ام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ بیت اللہ پر پہلی نگاہ کی دعا قبول ہوتی  
ہے کیا واقعی یہ بات کسی حدیث سے ثابت ہے؟ نیز بیت اللہ اور یمن کی عبادت شمار ہوگا؟ اور اس بارے میں بھی کوئی حدیث آئی ہے؟  
الجواب حامداً ومصلياً۔ امارت مبارکہ سے ثابت ہے کہ بیت اللہ شریف پر پہلی مرتبہ نگاہ پڑے تو دعا کرنا چاہئے کیونکہ اس وقت دعا  
قبول ہوتی ہے۔ نیز روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ بیت اللہ شریف کو پہلی نگاہ کی عبادت ہے۔

لما لی المصنف لاین امی شیعہ (۳/۳۷۳) (۱۳۷۵ھ)۔ حدثنا۔ عن ابی ثعلب عن طائوس قال النظر الی  
البت عبادة والطواف بالبت عبادة۔

(۱۳۷۵ھ)۔ حدثنا۔ عن مجاهد قال النظر الی البت عبادة۔

(۱۳۷۵ھ)۔ حدثنا۔ عن عطاء قال النظر الی البت عبادة۔

(۱۳۷۶ھ)۔ حدثنا۔ عن عبد الرحمن بن الأسود قال النظر الی البت عبادة۔

وفی الشافعیہ (۲/۴۹۲) (تحت قوله لنال یقع نوع شرک) قال فی البحر ولم یذكر فی المتن  
الدعاء عند مشاهدة البت وهي غفلة عما لا یغفل عنه فانه عندها مستجاب الحج۔

وفی الفقہ الاسلامی وادلہ (۳/۲۳۸)۔ ويستحب اذا وقع بصره علی البت أن یرفع یدیه فقد جاء  
أنه يستجاب دعاء المسلم عند رؤية الكعبة ويقول اللهم وهذا البيت تشریفنا الحج۔

## (۱۵۶) حج میں نفل کی نیت سے نفل ہونے اور صوم رمضان میں نفل کی نیت کے باوجود

### بھی فرض ادا ہونے کی وجہ

سوال کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان مقام ام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص  
میرے وطن کی کسی سے آتی ہے تو اسے چاہئے کہ اس کے پاس سے قرأت کر لے۔ یہ ایک مسئلہ سمجھتے ہوئے ایک سوال و جواب میں آیا۔  
مجھے اس کا جواب مل گیا۔ اس لئے کہ ایک شخص اگر کسی سے آتا ہے تو اسے آپ کو یہ مسئلہ تحریری صورت میں بھیج رہا ہوں، خود اس امر سے متنبہ  
ہوئے پر معذرت قبول فرمائیں۔ سوال۔ کہ بعض علماء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ مسافر و مریض اگر رمضان کا نفل

[illegible]

الساقى: لعنابه على هامش فتح التقدير (٢: ٣١٠): فانهما لافلا اذا غوى المريض عن واجب الحق

رواية ابن مسعود يرفع عن النبي  
وعن أبي حنيفة في بدء النطق من المفاخر رواه ابن أبي

وفي فتح القدير (١/٢٣٤) والمدفوع انه يسقط الفرض باطلاق نية الحج بخلاف تعيين النية  
للمفعل. فانه يكون نفلا وإن كان له وجه الفرض بعد لأن رمضان حكمه تعيين المشرع  
فيه فاحتاج بعد هذا إلى مطلقية الصوم لتعبر بالعادة لا بالحدث استوفى إلى  
المشروع في الوقت بخلاف وقت الحج لم يتمحصر للحج كوقت انصاف نداء عرف بل يسبه من  
وجه دون وجه فللمشايبة حاز عن الفرض بالاطلاق ولأنه الظاهر من حال الصائم خصوصاً في مناه  
هذا العدد المبني على جعلها في الظن يحمل كلاً من الخشوع صيات فمروءات إلى عيش محتلة  
سدالة الحال والمصنف قد له بحر عن الفرض بتعين النفل. وأيضاً بالدلالة تنعز عنه عدة معارضة  
الصريح. والمعارضة ناعمة حسب مخرج العدد وهو الفعل بخلافه صيغة الاطلاق أولاً معارضة بين  
الأحشر والأخص

بقي عليه السلام ١٢٩١ (١) جاءه السارق سداً واحداً مع عبد الوهابي الشافعي زوايا



کذا فی الکافی والأصح أنه یقع عن رمضان  
واما المریض فالصحيح ان صورته یقع عن  
رمضان

وابصار: ۳۲۳، واما احرم بحجة وعليه حجة الاسلام ولم ينزل صا ولا نطوعا فهي عن حجة  
الاسلام نادی بمطلق الیه: (ولو احرم قدر أو دلا كان هلا أو بوی لمضا ونطوعا كان  
منطوعا عنده وکذا عبد البی یوسف فی الاصح کذا فی فتح القدر  
وفی الشامیة (۳۷۸۰): (تحت قوله علی ما علیه الاکثر بحر) اما فی حق المسافر فان بوی واجبا  
احرم یقع عنه عند الامامان بوی الفعل أو أطلق لفعله وبنان اصحهما وقوعه عن رمضان ویشی  
وقوعه من السریض عن رمضان فی الفعل علی الصحيح کالمسافر اه  
وحاصله ان المسافر والمریض لیرویا واجبا احرم وقع عنه ولو بها دلا أو اطلقا فی رمضان  
وقوله (و یخرج الكل عن رمضان الحج) المراد بالکل هو ما اذا بوی السریض الفعل أو أطلق أو بوی واجبا  
احرم وما اذا بوی المسافر کذلک الا اذا بوی واجبا احرم فانه یقع عنه لا عن رمضان لان المسافر له  
ان یصوره انه ان یصره الی واجب احرم لان الرخصة متعلقة بمطیفة العجز وهو السفر وذلك موجود  
سحلافه المریض فانها متعلقة بحقیقة العجز فاذا صم نسی انه عجز عاجز بیان الامر حص هو  
المريض الذي یردد بالصوم لا المرض الذي لا یقدر به علی الصوم فلا یسلم انه اذا صام طهر فوات  
شرط الرخصة

## (۱۵۷) حاجی صاحبان کا جنک کے ذریعے قربانی کروانا اور ان کی ٹائمنگ پر اعتماد کرنا

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دہم و مفتیان دھام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم طرہ پر نہ ہی صاحبان چٹکوں کے ذریعے قربانی  
کرتے ہیں یہ چٹکوں کے ذریعے قربانی کروانا اور ان کی ٹائمنگ پر اعتماد کرنا مذکورے شرع سے درست ہے یا نہیں میں کوئی قیادت تو نہیں  
ہوں

الجواب حامداً ومصلحاً: جنکوں نے اندر ہونے والی لین دین دوتا ہے اسلئے حتی الامکان ان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے کیونکہ شریعت  
میں یہ دوسری چیزوں سے بچنا مقصود ہے اگر کوئی تہاہل جو تو اس کو اختیار نہ کرنا چاہئے مثلاً انھیں تو یہ بھی ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے قربانی  
کر لے یا کسی کا کوئی عزیز یا قارب وہاں جو تو اس سے کہنے کے لئے دورت محال ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے بھی نہ کر سکے اور وہی  
عزیز یا قارب بھی وہاں نہ ہو اور اس کو قافی بھی چیک کے ذریعے سے کہنے میں بہت جنک کے ذریعے سے قربانی کروانی چاہی ہے  
جہاں تک ہاتھ دین اس کی تاخیر نہ ہو تو موجودہ دور میں ایسی سم بات ہو جو میں کہ آپ ان سے تحقیق کرنے کے یا تو یہ کا جائز نہ ہو

نہیں ان سے بعد آپ حلال ہوں بالقرن اُتر کر پھر ہوئی تو اس خوف کا مذہب یہ ہے کہ نذر کی بنا پر ترک واجب سے دوم واجب نہیں آتا  
اور ساجدین کا مذہب بھی ہے کہ تقدیم اور خیر واجب نہیں اس لئے کھائیں گے کہ دم نہ آئے دفع حرج اور ضرورت کی بنا پر بحر احتیاط اسی میں  
ہے نہ جرنائم دیتے اس پر مصوبات کرتے اس سے خود پر بعد حلال ہوا جائے نہ کہ شکی امکان باقی نہ رہے۔

نسائی (الہندیہ) ۲۵۵/۱: فہو ان یبعت مالہدی او ینتہ لہتری یہ ہندیا وحبیب ان یواعد یوما  
معلوما ینذبح عنہ فیجعل بعد الذبیح ولا یحل قبلہ حتی لو فعل شتا من المحظورات الاحرام قبل ذبیح  
الہدی یجب عینہ ما یجب علی المعمر اذا لم یکن محصورا ان حل فی یوم و وعدہ علی ظن انہ  
ذبیح ہدیہ عن غی ذلک الروم ثم علم انہ لم ینذبحہ کان محرما

وغی الشامیہ ۲/۵۹۱، ۵۹۱: اقولہ وعین یوم الذبیح لا ید ایضا من تعین وقته من ذلک الیوم اذا  
اراد التحلل فیہ لئلا یقع قبل الذبیح فاذا عین وقت الزوال مثلاً یجعل بعدہ والا احتمل ان یکون  
الذبیح وقت العصر والتحلل قبلہ وغی الدر المختار (ص ۵۹۱) (قولہ ینذبح یحل) ہذا فائدہ  
التعین، فلوظر ذبیحہ ففعل کالتحلل لظہر انہ لم ینذبح لزمہ جواز حاجتی

وغی الدر المختار (۱/۹۱۶): ویتعین یوم النحر ای وقته وهو الايام الثلاثة الذبیح المصنعة والقران  
فقط فلم یحر قبلہ بل بعدہ وغیہ دم (الشامیہ) (قولہ بل بعدہ) ای بل یحرلہ بعدہ ای بعد یوم النحر  
ای ایامہ الا انہ تارک للواجب عند الامام لظہرہ دم للتأخیر اما عندہما فعدم التأخیر منہ حتی لو  
ذبح بعد التحلل بالحلق لا شیء علیہ

وغی بدائع الصائغ (ص ۱۳۸، ۱۳۹): فان حلق قبل الذبیح من غیر احصاء فعلیہ لحلقہ قبل الذبیح دم  
فی قول ابی حنیفہ ولان ابو یوسف ومحمد وجماعۃ من اهل العلم وجمعہم اذ انہ لا شیء علیہ

## (۱۵۸) صاحب استطاعت حاجی کیلئے سفر حج میں قربانی کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں مفتائے کرام و شہداء ان مقام میں مسئلہ کے بارے میں کہ جو حاجی حج پر جاتے ہیں اور وہاں حج کی ادائیگی کرتے  
ہیں اور قربانی بھی کرتے ہیں تو کیا جب وہاں قربانی کرنی تو کیا ان کی ادائیگی یا ان کو اپنے آقاؐ، ملین میر بھی قربانی کرنی لازم ہوگی۔ یعنی  
جس میں بونی چاہتی ہے تو وہ حج کی غار ہوگی یا انوں کی اور رضی کی غار ہوگی اور اگر صرف حج کی غار ہوگی تو خیر اپنے حالات میں صاحب  
استطاعت ترقی تو راضی ہوگی یا نہیں اس کا جواب جلد ہی دیں کیونکہ میرے بڑے بھائی حج پر جانے والے ہیں۔ شکر یہ  
الحجاب خالصاً و معصلاً اگر کوئی شخص حج اربعہ کی نیت سے حج پر جاتا ہے تو اس پر جانور کا ذبح کرنا واجب نہیں ہے۔ اگر حج قرآن کی نیت  
نیت سے جاتا ہے تو اس پر جانور کا ذبح کرنا واجب ہے نہ کہ عاقبت کسی قسم پر مردن یا اس سے زائد قسم کے کی نیت کرے اور وہ صاحب

سبب بھی ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہوگا چاہے وہاں خود گھر سے یا علاتے میں کسی سے کرائے۔

لصافی النوار حایہ (۲/۳۶۳، ۳۶۵): ان کان مفرداً بالحج بحلق أو بقصر... ولم یذکر الذبح بعد هذا الرمی فقل الحلق لانه مفرد فلا يلزمه الذبح ولا اضحية عليه لانه مسافر، وان کان قارناً او متمتعاً بذبح الحج.

وفی الہندیہ (۱/۲۳۱): ثم يرجع الى متى فان كان معه نسك ذبحه وان لم يكن فلا يضرب لانه مفرد بالحج ولو كان قارناً او متمتعاً فلا بدله من الذبح.

وفی الہندیہ (۱/۱۳۹): ولا يزال على حكم السفر حتى يوى الإقامة في بلدة أو قرية خمسة عشر يوماً أو أكثر كذا في الهداية.

وفی الدر المختار (۲/۵۱۵): (ذبح ان شاء) لانه مفرد وقال الشامي تحته: (قوله لانه مفرد) تعليل لما استغيد من التخيير بقوله ان شاء والذبح له الفضل ويجب على القارن والمنتمتع طء، واما الاضحية فان كان مسافراً فلا يجب عليه والا كالمكي فتجب كما في البحر.

## (۱۵۹) مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے پر بشارت اور خواتین کیلئے اس کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر دیکھا یہ جاتا ہے کہ لوگ مدینہ منورہ جا کر مسجد نبوی میں چالیس نمازوں کا اہتمام کرتے ہیں، اور حج گروپ وغیرہ میں بٹاندہاں معاذ کا ذکر بطور خصوصیات کے کیا جاتا ہے۔ کیا قرآن وحدیث سے اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے؟ اور لوگوں کا اس کا اہتمام کرنا شرعاً کیسا ہے؟ نیز کیا خواتین کیلئے بھی یہ چالیس نمازوں کا حکم ہے؟ علماء ائمہ انہیں تو گھروں پر نماز پڑھنے کی تاکید آتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً۔ مسجد نبوی میں چالیس نمازیں ادا کرنے پر سند احمد (۳/۶۲۸)، جمع التواتر (۱/۵۳۳)، المعجم الاوسط للفاظ الطبرانی (۱/۲۱۱) وغیرہ میں جنہم عذاب اور نفاق سے براءت کی بشارت ہے۔ لہذا اس کا اہتمام شرعاً درست اور باعث ثواب ہے۔ البتہ خواتین کیلئے چونکہ دوسری احادیث مبارکہ میں گھر میں نماز پڑھنے کی تاکید آتی ہے لہذا ان کیلئے افضل یہ ہے کہ یہ نمازیں اپنے گھروں میں ادا کریں۔

لصافی مسند الامام احمد بن حنبل (۳/۶۲۸): حدثنا... عن انس ابن مالك عن النبي ﷺ قال: ((من صلى في مسجدی اربعين صلاة لا يقوله صلاة، كتبت له براءة من النار، ولجاة من العذاب، وبرئ من البفاق)).

وفی جمع التواتر (۱/۵۳۳): عن انس رضي الله عنه رفعه من صلى في مسجدی اربعين صلاة لا

تھونہ صلاۃ کتب لہ براءۃ فی النار وبراءۃ فی العذاب وبراءۃ من النفاق، لاجلہ والأوسط  
المعجم الأوسط للحافظ الطبرانی (۲۱۶)۔ عن انس بن مالک قال: قال رسول اللہ ﷺ (روى  
صلى في مسجدی أربعین صلاة لا یتوته صلاة کتب اللہ لہ براءۃ فی النار ونجاة من العذاب  
وصی اعلاء الس)۔ عی فی سلمة وحی اللہ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ: صلاة المعرفة  
لی مینہ حبو من صلاتہ فی حجر نہا، وصلاتہا فی حجر نہا حیر من صلاتہا فی دارہا، وصلاتہا فی  
دارہا خیر من صلاتہا فی مسجد کرمہا الخ۔ ولی (حد ۲۶۲) وأما فی ثانی المسجد الحرام أو  
المسجد النبوی لأجل الصلاة فحسب فینا فیہ قوله ﷺ: صلاة فی بیک خیر من صلاتک فی  
حجرک)۔ فی ان قال: (روى عن صلاتک فی مسجدی) والله تعالی اعلم

## (۱۶۰) عورت کا حرم میں مردوں کے محاذ اقامہ اور عدم محاذ اقامہ میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال کیا، عورت میں طلب کرنا، مقتدیان و دعا میں مسئلہ کے بارے میں کہ کسی دفعہ میری اپنی بھی میرے ساتھ سفر حج پر چوہی ہیں،  
نئی شیعہ خواتین نے کہ حرم میں نماز پڑھیں، میں نے ایک عالم صاحب سے مسئلہ معلوم کیا تو انہوں نے بتایا: خواتین کو حرم میں یا  
نہ نماز میں نہیں پڑھنا چاہیے بلکہ وہاں ان کی رہائش ہے وہاں پر ہی تمام نمازیں پڑھائیں۔ اور خواتین اگر مردوں سے ٹک کر نماز میں  
پڑھیں تو نہ فاسد ہو جائے گی لیکن میں نے حرم میں بہت خواتین کو دیکھا جو مردوں کی صف میں کھڑی ہیں۔ کیا ان کی نماز سے مردوں  
کی نماز فاسد ہو جائے گی؟ اور یہ خواتین کیلئے حرم میں نماز پڑھنے کی کسی صورت میں بھی اجازت نہیں؟

الجواب حامداً ومصلحاً عورت بیٹے بچہ کی ہے کرشماتی میں بلیہ جماعت کے نماز ادا کرے لیکن اگر کوئی عورت جماعت کی نماز میں  
شریکہ ہو جائے اور امام اس کی اجازت کی نیت کرے تو نماز ادا ہو جائے گی۔ البتہ اگر مردوں کی صف میں کھڑی ہوئی تو اس صورت میں  
ان تین مردوں کی نماز فاسد ہوئی جو اس کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے ہیں۔ اور اگر انکی یا عورتوں کی صف میں کھڑی ہوئی یا امام نے  
اس کی اجازت کی نیت نہ کی تو اس صورت میں کسی مرد کی نماز فاسد ہوگی۔

لذا صورت مسئلہ میں عورت کیلئے بہتر یہی ہے کہ یہاں بائیں سے وہیں نماز پڑھ کر طواف کیلئے حرم میں آئے اور اگر نماز کیلئے بھی حرم  
میں آئی ہے تو چاہے اگر امام نے اس کی اجازت کی نیت نہ کی تو ان تین افراد کی نماز فاسد ہوئی جو اس کے دائیں بائیں اور پیچھے کھڑے  
ہیں۔ البتہ اگر انکی یا عورتوں کی صف میں کھڑی ہے یا امام نے اس کی اجازت کی نیت نہ کی تو ان صورتوں میں مردوں کی نماز فاسد نہ  
ہوئی۔ البتہ امام نے اس کی اجازت کی نیت نہ کی اور عورت کی نماز نہ ہوئی۔ نیز اگر عورت طواف کی نیت سے حرم میں یا روضہ اقدس میں  
حاضری کی نیت سے مسجد نبوی میں داخل ہو جائے۔ وہاں ہی دورانِ جماعت کی نماز میں ٹکرت کر لے۔ تو عورت کی نماز جائز ہے البتہ

ہو جانے کی۔

معافی اعلاء السنن ۴/۲۴۶:۱۰۰۰، قال "ماصلت امرأة (فی مصلی) حیرتها من لعل بیتها الا ان  
 یكون المسجد الحرام او مسجد النبی ﷺ الا امرأة تخرج فی مصلیها یس حبها" "زورہ  
 المصری فی التفسیر، وزجالة رجال الصحیح (مجمع الزوائد ۵۰۰: ۱)

فوله "وغه" الحج قلت فیہ دلالة علی حوار خروج النساء مطلقا سواء كن ثواب او عجاتر للصلاة  
 فی مسجد الحرام او مسجد النبی ﷺ وغلبه عمل اهل الحرم من الیوم ولكن ینفی تنفیذہ بوقت  
 الضرورة، كما اذا حصرت المسجد للطواف فی الحج والعمرة، فلا بأس لهما ان تعلی فیہ وحدها  
 او جماعة او حصرت المسجد السوی للتسلیم والصلاة علی النبی ﷺ فلا بأس لصلاتها فی  
 المسجد تحية او مكنوبة واما ان تأتي المسجد الحرام او المسجد النبوی لاجل الصلاة فحسب  
 فیما فیہ فونه ﷺ "صالحک فی بیتک حیر من صالحک فی حیرتک" الی ان قال "ومن  
 صالحک فی مسجدی" والله تعالی اعلم

وفی الشامية (۵۷۵):۱۰۰۰ بقوله فسدت صلاته جواب قوله و اذا حاذیة ای فسدت صلاته ذویها ار  
 لم یکن امام یهر فلو كان اماما فسدت صلاة الجميع

وبه الامام امامة النساء تعتبر وقت الشروع لا بعدد عدد وظاهره ان ذلك شرط فی صحة اقتداء بهن،  
 فلو موی امامة المرأة بعد شروعه لم یصح اقتداءها فلا تفسد صلاة من حاذیة تأمل

وفی الشامية (۵۷۵):۱۰۰۰ لم افسدت غیر محاذیة لاحد صح اقتداؤها وان لم یبواها الا اذا نعى امامة  
 النساء، كما فی الفقهانی وحیثه فلا یشتراط لصحة اقتداء المرأة بامام امامتها الا اذا كانت  
 محاذیة والا فلا یشتراط.

## (۱۶۱) کیا حج اور عمرہ میں خریداری کرنے سے ثواب میں کمی واقع ہوگی؟

حوائی انبارہ نے جن حوائی کرام و مفتیان نظام میں مسئلہ کے بارے میں کہ عام مدافع یہ کہتا ہے کہ کتاب لوگ حج و عمرہ کرنے جاتے  
 ہیں اور وہاں جا کر بازار میں اور وہ بیٹوں میں ٹوبہ خریدتی کرتے ہیں۔ ایسا ٹکٹا ہے دو بیٹوں ای غرض سے کہ ہے اور اصل ٹوبہ تو  
 اللہ عزوجل کے آیت محصیت کی دی و غیر وہی خرید کر ساتھ لے جاتے ہیں۔ تو ایچ و عمرہ کی نیت سے جا کر وہاں اس طرح بازاروں میں  
 بہا شراہ درست ہے؟ تو وہاں جا کر اگر خریداری کی جائے تو اس سے حج و عمرہ کے ثواب پر کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامد و تعالیٰ جو لوگ اصلاح اور عمرہ کرنے کیلئے جاتے ہیں اور ان کی نیت حج اور عمرہ کرنے کی ہوتی ہے اور وہاں جا کر اگر کچھ  
 خریداری میں قریہ شراہ درست ہے۔ اس سے حج اور عمرہ کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔ تاہم خریداری وغیرہ سے کما حقہ

ان قدر تمسک بوجہ کہ یہ معلوم ہو کہ یہ امر ان غرض سے ثابت درست نہیں۔ نیز آیت معصیت "ان یؤتی الوحی من غیرہ ان یراعا" حدیث میں بھی جا رہی ہے اور ان مقامات میں یہ پانچ اقوال اقوال اور معصیت وغیرہ آیت کی تفسیر اور ان کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ لہذا ان سے احتیاط فرمائی ہے۔

لسانی احکام القرآن لاسی الفری (۱۹۲۰) قال علماؤنا: فی هذا دلیل علی حوالہ السجادة فی السجح الحاج مع ذاء العادة وان الفساد انی ذلك لا یكون شرکا، ولا یخرج من الکشف علی رسم الاحلاص المقتر فی علیہ.

و فی تکملة فتح الملیل (۱۶۲۰) اما الذل فیرون والقدیر فلا شک فی حرمة استعمالهما مانظم الی ما یستلزم علیہ من المسکرات الکثیرة من المخلات المجرى، والکشف علی الساء المبرحات او تعالیمات وما الی ذالک من اسباب التفسیر فی

وفی الانشاء والظن (ج ۳۹) وصرح الی کتاب التفسیر بان السوفی لاسیولہ لامہ عبد السجادة لم یقصد الا السجادة لا اعرار الدنیا و رهاب العدو، وان فانی استحق لانه ظهر بالمقابلة مع فسد الفانی، والسجادة تبع لانا یحصره کالمخرج اذا انجر فی طریق الحاج، لا یقتضی حرمة وطاوعه ان الحاج اذا خرج فاحر افلا یجر له

وفی النشامہ (۱۶۲۰) و یجوز ان یسبح الامور من بلوطہ و یبع سلاح من اهل الفتنہ ان ما قامت المعصية بعینه بکفره بینه لحریم او الاقرب بها للبحث نوبنا

وفی فساری النجی (۱۶۲۰) اما ان یفریون فالة لا یعلق بها فی نفسها حکم واسا یعلق بالحکم ساعمالہا، فان استعملت فی محرمه کالغناء المباح والظهار حرامہ و یفری و کذب و فتنہ، والحداد و غلب للحقائق و اثاره للفن الی مثال ذلك فذلك حرما، وان استعمل فی الخیر کفقره و الفقران واسا الذل والامر سال معروف والنهی عن المسکرة والی امثال ذلك فذلك حرام، وان استعمل فیہما فالحکمہ التحريم ان ساری الامر ان اعلی حاد الشرعہ

## (۱۶۲) حجاب کرام کیلئے مفت تقسیم ہونے والی اشیاء کے استعمال کا حکم

حالیہ طور پر، ہم نے اس مسئلہ پر دو سوالات پیش کیے ہیں۔ پہلا یہ ہے کہ کیا حجاب کرام کے لیے مفت تقسیم ہونے والی اشیاء کے استعمال کا حکم ہے؟ دوسرا یہ ہے کہ اگر ایسا ہے تو اس میں کیا حدود ہیں؟

ہے۔ آیا اس صورت میں بھی ہمارا اس مال سے کھانا درست ہے۔ اور ان لوگوں کی ذی بونی چیزوں کو استعمال کرنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔

الجواب: عاذاً وصلياً شیاء، انہ اسل واجت اور طہ ہے۔ جب تک کسی چیز کی درست کے بارے میں یقین یا یمن غالب نہیں ہے تو وہ حلال ہے۔ نفس شہادت، خیالات اور مدمل کی وجہ سے کوئی چیز حرام نہیں ہوتی۔ صورت مسنول میں چونکہ آپ و یقینی طور پر علم نہیں ہے کہ ان لوگوں کی کوئی حرام ہے لہذا ان کی تقسیم شدہ اشیاء خورد و نوش کا کھانا پینا حلال اور جائز ہے۔

لعالمی: المحیط البرہانی (۸/۸۳): "و حاصلاً المذهب فیہ انہ ان کان اکثر مالہ من الرشوة والحرام لم یحل قبول التجازفہ منہ عالم یعلم ان ذالک من وجہ حلال۔ وان کان صاحب تجازف زور و اکثر مالہ من ذالک، فلا یسب بقبول التجازفہ منہ عالم یعلم ان ذالک لہ من وجہ حرام۔ ولی قول رسول اللہ ﷺ: الہدیۃ من بعض الممشوکیں ذلیل علی ما قلنا۔"

وفی فقاہی (۳/۳۱۳): "الا ان المرجل اذا لم یعلم ان الذی قدیم الیہ من العصب بعبہ، فلا یشو بعلم بالحرمۃ، والاصیل فی الاشیاء الاباحۃ۔"

وفی النہدین (۵/۳۲۲): "قال الفقہ ابو الفیت رحمہ اللہ تعالیٰ: اختلف الناس فی اخذ التجازف من السلطان، قال بعضهم یحور عالم یعلم انہ یعطیہ من حرم قال محمد، و نہ ماخذ عالم یعرف شہداً حراماً عنہ وهو قول ابی حبیبہ رحمہ اللہ تعالیٰ واصحابہ۔"

### (۱۶۳) حجاج کرام کیلئے مکہ و مدینہ کے ہوٹلوں کے کھانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مفتیان نظام اس مسئلہ کہ بارے میں کہ اس سال ان شاء اللہ میں حج کی سعادت حاصل کروں گا۔ مجھے آپ سے پوچھنا ہے کہ میں مکہ و مدینہ کے ہوٹلوں میں کھانا کھا سکتا ہوں یا نہیں؟ اور اصل مجھے میرے ایک دوست سے بتا دیا ہے کہ وہاں اکثر گوشت بڑے آسان ہے اور ہر مکانک کے بارے میں تو یہ بات مشہور ہے کہ وہاں عام طور پر چھلکے کا گوشت دیتے ہیں۔ آیا اس صورت میں بغیر تحقیق کے میرا ہاں کھانا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: عاذاً وصلياً جو گوشت غیر مسلم مالک سے منگوا جاتا ہے اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ البتہ دشمنان کے ہاں اسلامی طریقہ پر ذبح کا پورا انتظام لیا جاتا ہو، اگر علم پر کچھ شک کرنے والے مسلمان ہوں، تسمیہ (بسم اللہ) کا اتمام ہو، اور ذبح میں بھی عراقی لازمہ (سائیس اور دشمن کی دیکھیں) کا کھانا ناجائز جاتا ہو۔ اور یہ تمام امور مسئلہ نوں کی عمرانی میں بہت سے ہوں، جس سے اسلامی طریقہ پر ذبح کی پوری تسبیح ہوتی ہو کھانا جائز ہے۔ اور جو جو روئے مجھے سے آگے جانتے ہیں عام طور پر ان میں سائیس کی شرائط کی رعایت نہیں کی جاتی۔ لہذا نہ کچھ رنجش۔ البتہ جہاں تمام شرائط کی پوری رعایت کی جاتی ہو کھانا جائز ہوگا۔ ہندو صورت مسئلہ میں اگر آپ کو تسبیح

یوجاہ کہ تمام شایع ذریعہ مرارت کے ساتھ ساتھ اپنا ذوق شہوت سے تو ہٹا کر کھانے پر ہے اور احتیاطی کر لیں بہتر ہے۔

لحم فی الحنفیۃ الاسلامیہ وادنیہ ۶۰۰ ۶۱۰، لامانع من استخدام وسائل تضعف من مقاومة الحزن  
دون تعدیب لہ، وبناء علیہ یحل فی الاسلام استعمال طرف تعدیب المستحدثۃ غیر المہینۃ غیر  
الدبح، مثل استعمال ثانی أكسید النحم۔ اذا دبح الحيوان، وكان الغالب علی الظفر وجود لحاء  
الطعية فہ عمد دسحہ، لانه لا یسرب علیہ ایلام الحيوان، ويحرم انفسر سببس او سفل  
محتسب وفلحرم وعصا، او سبز کھرسائی وسحوہا من کل محذر غیر صبار، تما فیہا من تعدیب  
الحيوان والسببی عمد شرعا، ولكن استعمال ما ذکر لا ینع من اكل الحيوان بعد دسحہ، باطل حیث  
حیاء منقرضہ وان کان مبروت بعد مدہ لم ترک بعد دسح، ولو بعد استعمال هذه الوسائل التي یراد  
مہلہ تہیل عملیۃ الدبح، والی قریبہ ۱۰۷ ۱۰۸، وقد ثبت سابقا انہ لا مانع من اكل الذنبح  
المستورقۃ من السلاہ الصریدہ حتی وان لم یسم علیہا شرط کوبہا مدبوحۃ لأمحوقۃ ولا  
مسروۃ الرقۃ، ولا تحل التجرد لسورۃ من السلاہ الرقۃ او اللادبہ کالیان والہد والمردول  
الشروعیۃ (الشی فوہ) واما اطفال الذی یدرس فی البلاد الشروعیۃ فیجب علیہ الامتناع من تناول  
الطعام المتشمل علی اللحوم الخ

وفی احکام الدمانح یعنی محمد نفی غسانی حفظہ اللہ ۱۰۶، وایضا ولا یصدرون شہادۃ  
مصفاۃ احادیث من ان هذا الذبح حلال او انه مدبوح بالطریقۃ الاسلامیۃ بل نکور شہادۃ علی  
انصریح بجمیع المعاصر الامارۃ للذکیۃ الشرعیۃ من ان الحيوان ذبح ید مسلم او کتابی سنی  
عمد الدبح وقطع العروق الامارۃ لحلہ الحيوان

### (۱۶۴) حاجی کیلئے دوسرے کیمپ میں جا کر بلا اجازت کے دواء لینے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حج کے موقع پر ہر ملک والے اپنے ملک کی طرف سے  
تاکثیر کیمپ میں دوا دیکھ کر لیتے جاتے ہیں۔ یہ دوا کون کونوں پر پابندی ہوتی ہے کہ دوسری جگہ فرض مانا بھی نہیں جاسکتے۔ کیا ان  
سورت میں بھی اجازت کے کئی دوسرے ملک نے امانت میں مانا کر دوا درست ہے؟

الجواب حامداً واصلحاً حاجی کی امانت امر مہان میں واجب ہے، نیز مدبوح شریف میں آتا ہے کہ کسی مسلمان کا مال اس کے ہر کیمپ  
سے بغیر متوال کرنا جائز نہیں ہے۔ ان دوا جو بات کی دوا اگر کسی کا مال اس کو کہ سے استعمال کرنا اور دوا سے کسی اجازت نہ دے کی دوا  
دوسرے ملک کے دوا امانت میں مانا کر دوا درست نہیں۔



لعافی مس ذہر قطبی ۳۱: ۱۰۴ عن ابن مس مالک رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لا يحل مال امرئ مسلم الا بطيب نفس

وغيره يفتى عن ابي حنيفة الرقاشي، عن عمه ان النبي ﷺ قال لا يحل مال امرئ مسلم الا عن طيب نفس

وعلى الدر المنثور مع الشافعية ۵: ۱۶۹: وفي معروضات المفتي ابي السعود لوداد زيد العشرة ثانی عشر از ثلاثة عشر بطريق المعاملة في زمان بعد ان ورد الامر السلطاني وفتوى شيخ الاسلام سان لامعظى العشرة فزيد من عشرة ونصف وبه عنى ذلك فله بمثل ماذا يلزمه ؟ فاجاب بعز ورحم الله الى ان نظيره نوسه وحلله ببرك اقرله بعز و لان طاعة امر السلطان معراج واجبة

## (۱۶۵) خلاف کعبہ کے دھوا لوں کو نو چنا اور چاروں کونوں کے استلام کو ضروری سمجھنا

سوال : ایفادت میں عامۃً اور اہل تقیاء مقام میں سفر کے بارے میں کہ جس نے بعض کونوں سے پہلے ساقا اور اس سال دوران حج تہہ تہہ کر لیا کہ بعض لوگ خلاف ہے نہ جانے کون کون کرتے ہیں اور سے بطور حرکت کہتے ہیں، آیا ان کا یہ فعل درست ہے یا بدعت۔ دھن چاروں کونوں کا بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ سنت ہے چاروں کونوں کا استلام نہ کر لی جگتے ہیں اور کرتے ہیں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ الجواب عامہ واصلی : خلاف ہے کہ احادیث کون کون کرنا اور ان کو بطور حرکت رکھنا شرعاً درست نہیں۔ نیز بیت اللہ کے چاروں کونوں کے استلام کرنے کو ضروری سمجھنا درست نہیں بلکہ حرام اور اگر کسی نے اس کا استلام کرنا درست ہے۔

النسائی البخاری: (۲۱۸۱۰): عن سالم بن عبد الله عن ابيه قال لم ار النبي ﷺ يسلم من البيت الا فوق كتف المهاجرين

وفي مسند ملا علی قاری (۵۵۵: ۴) لكن في الحجر انداء من لا يجوز قطع شيء من كسوة الكعبة، ولا سقفه، ولا بيعة، ولا شراؤه، ولا وضعه في اوراق المصحف ومن حمل شيئا من ذلك

فعلبه ردة ولا عبرة بما يروجه الناس اجم بضرر منه من سيئ منه، فانهم لا يعملونه انتهى

وفي الدر المنثور (۳۹۸: ۳) وكلمة امر بالحجر فعل ما ذكر من الاستلام واستلم الركن البعاني وهو محذور لكن لا تقبل وقال محمد هر سنة وبقوله والاندالان نويده ويكره استلام غيرهما وفي المنعمية وهو الركن البعاني والنسائي لانهما ليس ركنين حقيقة بل من وسط البيت لان بعض المحققين من البيت مذابح والكراهة فربما كذا في الحجر



عاد يسي وجار فيهما المتأ، فذكر، فذكر الضل بها وفي مك السوي الذكر والنأور

الف

(۱۶۷) ”طیر البائیل“ سے کیا مراد ہے؟ اور اہم کی حالت میں کون سے جانوروں کا

قتل کرنا جائز ہے؟

سوائے کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟ فقہانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حرم میں ہر طرح پر مغرب سے وقت ابائیں کے دخول کے قبول، انکار، یا جہان باطل کی تسلی سے انہوں نے اپنے رائے کو بلائے کیا تھا؟ اس کے بارے میں کچھ کے موقع پر جو نوٹوں وغیرہ کو دیکھیں۔ لیکن چاقی ہائے ایسے ہیں کہ انہیں وہ تاج نہ لے دے، وہ اپنے حاور ہیں، یا پانی کی تیریا کیم و زہاد اور یہ بارہ حرم میں داخل ہوتے ہیں اور وہ نہیں؟

۱۱۔ جوابِ حامد امصطفا (۱)۔ در ذہنیات ابائیک حق جو نور اور پردہ سے کام نہیں لے جاکر نہایت میں بطور لامحدود حضرت کے استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ کیا جاتا ہے ”ظہر ابائیک“ پر پردوں کے غول کے غول یا مثلاً ”ہو جا ہے“ ”اہل ابائیک“ انہوں کے پردوں کے پردہ۔ تو ان کی طرح میں جو ”عبر ابائیک“ آیا ہے اس سے نوے پر پردوں کے غول کے غول مر دیں، ہمارے میں مختلف تفسیری روایات ہیں البتہ حضرت ماحیر علی مدہ متنبی روایت مساجد حضور ۷۷۰ ہے کہ میں پردوں نے اور برے لشکر پر قمر چمکے دیکھتے دو بہت مشابہ تھے ان پردوں کے ساتھ جو میں اور زبان میں ”ہیش“ کیا جا ہے تو حضرت ماحیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ متنبی میں تفسیر لیتے ہوئے کہا کہ کتاب ”نہجہ جو نہیں ہے“ حرم میں عام طور پر غیب سے وقت جو پردوں کے غول کے غول اٹھائی دیتے ہیں وہ ان پردوں کی نقل ہو جو راہ کے ابائیک پردوں کے ساتھ مشابہ ہیں اور جنہوں نے اور برے لشکر کو ہلاک کیا تھا وہ آج کل بھی بیت اللہ کی پاسبانی کے لئے حرم کے وقت نمودار ہوئے ہیں اور بیت اللہ شریف کے اندر وہ والی نکالتے ہوئے چمکاتے ہیں۔

(۱) اگر تمام احادیث ماننے، نفعی ہوئے، ان ظرائفِ حقیر نے ایسے تو (۹) کہاں نہ کر گئے ہیں میں تو صلہ و درجہ و احترام میں کھل کر رہتا ہوں۔

(۱) ایک کتاب (۲) ایک شخص (۳) جیل (۴) بیت خود را (۵) صاحب (۶) بیخود (۷) چہ (۸) چیتا (۹) دروہن سے غافل ہونا (۱۰) خود اپنی فکر کا واسطہ جو غور و مطالعہ آدمی کی پہل کرے۔

سبحان حيّاه الحيوان (الجزء ٣) "الانجيل" وقال الرب عبيد القاسم بن سلام. لا واحد منها من  
لحمها. واختلقوا في قوله تعالى. وارسل عليهم طيرا الانجيل فقال سبحانه. هي طير تعيش  
في السماء والارض وتفرح. ولها خرطوم كخرطوم الطير. وكف كالكف الكلاب. وعن حكومة

أبها طيور خضر خرجت من البحر لها رؤس كروية وس السباع وقالت عائشة رضي الله تعالى عنها هي أشبه شئ بالحظاظيت، وسيأتي إن شاء الله تعالى في باب السير إليها السنو الذي يأتى الآن في المسجد الحرام الواحدة سنة.

وفي تفسير الصوفي (٥٢٨/٣) "طير ابابيل" كثيرة متفرقة يبيع بعضها بعضاً قال أبو عبيدة: ابابيل حمامات في معرفة، يقال جاءت الخيل ابابيل من ههنا وههنا... قال ابن عباس كانت طيور لها حراطين كحراطين الطير وأتت كآكل الكلاب قال سعيد بن جبير خضر لها ساقير صفراء وقال قتادة: طير سود جاءت من قبل البحر فوجأ لها جامع كل طائر ثلاثة أحجار حبران في رجله وحجر في مقاره.

وفي اعلاء السنن (٣٨٥/١) عن عائشة، قالت: أمر رسول الله ﷺ بفعل خمس فواسق في الحل والحرم: الغرباب، والجداء، والعقرب، والقار، والكلب المقور.

وأخرج أبو عوانة في المستخرج من طريق المعاري عن هشام عنها بلغه من زائد النجبة. وهو كذلك عند مسلم بطريق شيبان عن ابن عمر، فزاد النجبة. ولم يزل في أوله: عمنأ ولأمتا. وقد وقع في حديث أبي سعيد عند أبي داود نحو رواية شيبان. وزاد السج العادي. وفي حديث أبي هريرة عن ابن خزيمة وابن المنذر زيادة الذئب والنمر، فقصرت، وفي رواية سعيد بن المسيب عن عائشة عند مسلم: الغرباب الأبقع.

وفي (٣٨٥) قال في شرحه. وخالف الحنفية فاقصروا على الخمس إلا أنهم الحقوا بها النجبة لسوء النجس، والذئب لمشاركه للكلب في الكلبية وأي وثبوت الأخير أيضاً، والحقوا بذلك من استأ ساعدوان والأذى من غير هذا لما تقياس بل لقوله النبي ﷺ "والسج العادي" كما تقدم وفي (٣٨٨): وأما ذكر النمر فلم يرد من لوعا في حديث ما غير حديث أبي هريرة.

وفي المشامة (٥٤٠/٢): قال في الدرر. ولا شئ بفعل غراب إلا العقق على الطاهر، وتعميم البحر وذهاب النهر، وحذاء وذئب وعقرب وحبة وفارة وكلب عقور وسبع أي حيوان هائل لا يمكن أخذه إلا بالقتل، فلو أمكن بغيره ففعله لزمه الجزاء كما تلزمه قيمته لو مملوكاً.

قال في الشامي: قوله (إلا العقق) هو طائر اميض فيه سواد وبهاض يشبه هبوتة العنق والثقاب. ومثله في المحكم الزاغ ويقال له غراب الرودع وهو الغرباب الصغير الذي يأكل الحب وفي المشامة (٥٤١/٢): وقوله أي حيوان أشار إلى عالي النهر من أن هذا الحكم لا يحض السج لأن غيره إذا

سائل لاشی بقلہ لکن بعضی تغیر الجوان بغیر الماکول لعافی البحر من ان الجمیل ان سئل علی  
اسان ففتنہ فعلیہ قیمته بالغہ ما یبغی لای الاذن فی قتل السبع صاحب من صاحب الحق وهو الشارح  
اما الجمیل فلم یحصل الاذن من صاحبه

وفی تعصیر روح البیان (۱۰۱۰-۱۰۱۱)۔ وفی حواشی اس المصحح، کان عند المصنف وادعاه  
الشفا یشاہدان من فرق الجمیل عسکو اربعۃ، فامرسل اللہ علیہ اسودا صغر الصالحہ حصیر ۶ عناق  
طوائف، او حصرا او یضرا او یلغا او حاصلا، کما سئل من امی سعبہ الفخوری رعی اللہ تعالیٰ عند  
الطیبر فقال حسام مکة منها۔ ولقد یقال ان هذا الشیاء لای الذی قبل لہ امه من رسل الاناس۔۔۔ ہر  
شیئ منہ التورایہ یگوید باب ام اہم من الحروب والا فحماہ الحرم من سئل الحماہ الذی عشی  
علی ہم العار

والترایزیر جمع دروازہ ہضم الرای عالی صغیر من نوع العسلور سبی مدلتک لم یزلہ فی لہ وینہ،  
وعن عاتقہ رخصی اللہ تعالیٰ عنہا کانت لذلک الطیبر الانبیل الشاہ الحظا طیف والنوطوط  
وقال عکرمۃ ہی عنفاء معرب۔ فیل حاءت عشیۃ لہ صبحہم مع کل طائر محرم فی مقارہ  
و محرم فی رحلیہ

## (۱۹۸) حرم میں بھیک مانگنے والوں کو خیرات دینے کا حکم اور حرم میں عورتوں کیلئے پردے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے حج کے موقع پر اپنی ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو  
دیکھتے ہیں تو صحت مند تھے لیکن بھیک مانگتے تھے، آپ ان لوگوں کو بھیک دینا درست ہے؟  
اسی طرح بعض خواتین اور جاہل پروردگار کا اہتمام نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ اللہ کے گھر میں کس سے پردہ؟ آیا ان کی یہ بات درست ہے؟  
شربت نے ان موقع پر پردے کا اصرار کیا ہے؟

الجواب: ص ۱۰۱۰ (۱)۔ ایسے وقت جو حقیقت میں نہ ورت مند اور محتاج نہ ہوں بلکہ بھیک مانگنا ان کی پیشہ میں ملتا ہو، ان کیلئے بھیک  
مانگنا حرام اور ان کو دینا ناجائز ہے۔ غرض صورت مسئلہ میں حج کے موقع پر جو مسکین بھیک مانگتے ہیں اور ان کے بارے میں کوئی جاننا ہو کہ  
یہ فقیر نہیں بلکہ پیشہ درپیش تو ان کو بھیک نہیں دینا چاہئے۔

(۲) شربت مطہر میں عورتوں کیلئے جو پردے کے نکاحات بیان کئے ہوئے ہیں وہ عام ہیں کسی مکان، زمانہ، کھانہ، کھانسی، کسی  
لیے عورتوں کو اور ان اقسام میں کس کس طرح ہونا چاہئے، بہت چہرے اس طریقے سے اور دینا کرنا اس لئے کہ وہ کچھ ایسے پردے لگے اور ان  
کیسے عیب بھی یا راز بلکہ پردہ جائز نہیں، تاکہ وہ قد میں نہ پڑیں، جہذا ان عورتوں کا یہ کہنا کہ "اللہ کے گھر میں کس سے پردہ؟"

لئے ہیں تاہم انہی میں تو حرم میں نہیں چاہو۔ چہرہ پر بھی تھیں کہ کھانا کھانا، اور تمام میں قریبہ کی مسجد میں یہ بھی ہوں تو یہ مسجد میں نہ چاہیے کہ اگرچہ تمام میں سوچنا ہوں کہ کیا ان میں نہ ہو۔ وہ لوگ مجھے حرم سے باز نہ کیا، کھانا کھانا نہیں کھاتے، کھانا کھانا نہ ہو۔ یہ لوگ ان کی خفایت کوئی ہے، وہ پورے ملک کے لئے ہے۔ جس نے ان کو مسجد تمام سے باز نہیں کیا۔

مکہ مکرمہ کے محققین کی ایک شریف گروپ نے جو ایک لاکھ نمازیوں کے ہزار فیصلے بیان کر دیے تھے وہاں بھی یہ سچا  
مطابق حرم مکہ کے مرکز میں ہے۔ بدقسمتوں نے اس میں خدشہ قیام کے ارادہ رکھتے ہیں آپ نے کوئی ایسی چیز نہیں سمجھ  
میں ادا کی ہیں۔ شریعتوں میں ایسی چیزیں تو آپ کو ایک لاکھ نمازیوں کی فیصلے حاصل ہوئی اور نہ کہ وہ سچا ہو۔ کوئی  
حرم مکہ میں ایسی چیزیں ہیں جو فیصلے حاصل نہیں ہوئی۔

تسليم فتوى اللجنة الدائمة (٩/ ٢٢٣). في المسئلة خلاف بين أهل العلم والإرّح أن الشاعفة

للتواب نعم الحرم كله لأنه كذا بطل عليه السعد الحرم في القرآن والآلة

وفي الشامية (٥٢٥٢) وأصيب في المراء بالصحن الحرام، قبل مسجد الجماعة وأيده المحب

الطريق، وقبل الحرم كله، وبجبل الكعبة خاصة وذكر البرى في شرح الانشاء في احكامه

المسجد الذي استشهد به عند اصحابنا ان المنصوص به عليه مكة بين جميع حرم مكة الذي يعرفه

حصید و کما جہودہ النوری.

وفي النقد الإسلامي (العدد ٢٠٣٩٢) قال جماعة منهم البوري والبركشي: إن حجة مكة

كالمجد الحرام في مشايخه باب التلاوة بل في عشر انواع الطاعات

(۱۷۰) یوم عرفہ اور دیگر ایام حج میں رات کا گزرے ہوئے دن کا تابع ہونا

[illegible]

الجواب حامداً ومصلحاً۔ اصل تو یہ ہے کہ تمام انہیں آئے والے ان کے ذہنی ہونی ہیں۔ نظریہ افعالیہ کی ہیں۔ تمام توانے تیار کرنا ہے۔  
 وہ ہے کہ کوسرے ہونے ان کے پہنچ جاتی ہے۔ اہم ضرورت نہ ہو کہ میں "پاپ کا کسی عالم نے سنا کہ یوم العرفہ نے بعد عورات آتی ہے" وہ  
 عرقیہ نہیں تیار ہو جاتی ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ افعالیہ کی میں یہ بات غلط ہے اور کسی جو نہیں ہے یوم عرفہ کے کٹاں ہے۔ "دست شہ"۔ "دست"۔  
 بات اور سمجھ نہیں ہے۔ اس کے کہ روایت تمام اس کے ہونے ان کا مانجی کے دوسرے ہی علامت اور فوسر ہی کے متعلق ہے۔ "دست شہ"۔ "دست"۔

الجماعی بس اتر مہدی (۱۶۱) : علی عبدالرحمن سے بغیر ان سامعین ہاں محدثوں اور مولانا کے

لئے میں تمہارا زائر تو حرم میں نہیں پڑھتا، مجبوری بھی تھی کہ فاسد زید وہ تھا، میں تو یہی مسجد میں پڑھ رہی تھی، میں نے بھی مسجد میں نہ پڑھا کیا کرتا تھا، اب میں سوچتا ہوں کہ کیا ان نمازوں کا ثواب مجھے حرم کے پرانے ہو گیا نہیں؟ حدیث میں آیا ایک آنکھ لڑکوں کے ہاتھوں کی فضیلت آئی ہے وہ دوسرے آدمی کے ہاتھوں سے مسجد حرام کے ہاتھوں سے؟

الجواب حامداً ومصلحاً مسجد حرام کے حلقہ حدیث شریف میں جو ایک آنکھ لڑکوں کے ہاتھوں سے بین فرمائی گئی ہے اور اسے تو راسہ مطابق حرم مکہ کے ساتھ خاص ہے لہذا صورت مسئلہ میں مکہ میں قیام کے دوران جو نمازیں آپ نے انہیں پڑھیں، ان کی قریب کی مسجد میں ادا کی ہیں۔ اگر یہ دونوں مسجدیں حرم مکہ میں داخل ہیں تو آپ کو ایک آنکھ لڑکوں کی فضیلت حاصل ہو گئی اور اگر نہ لڑکے اور نہ وہی حرم مکہ میں داخل نہیں ہیں تو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی۔

لحمائی فتاویٰ الملجعة الدائمة (۲۳۳: ۹) فی المسئلة خلافہ بین، هل العلم والارحع ان المسئلة للثواب نعم الحرم كله لانه كذا يعلق عليه المسئلة الحرم في القرآن والسنة.

والى الشامية (۵۲: ۵۲۲) واحصى في المراد بالمسجد الحرم، قيل مسجد الجماعة وابده المحرم الضری، وقيل الحرم كله، وقيل الكعبة خاصة ودكر السرى في شرح الاطباء في احكام المسجد ان المشهور عند اصحابنا ان الضمير مع جميع مكة بل جميع حرم مكة الذي يحرم عیده كما صححه النووي.

وفى النفی الاسلامی والذی (۳: ۳۳۹) قال جماعة منهم النووي والثرکشی ان حرمه مكة كالمسجد الحرم فی مضاعفة ثواب الصلوات وسائر انواع الطاعات

## (۷۰) یوم عرفہ اور دیگر ایام حج میں رات کا گزرے ہوئے دن کا تابع ہونا

سوال کیا دن کے میں ملائے اور دو شخصین مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک عام سے دن کے یوم عرفہ کے بعد جو رات آتی ہے وہ عرفہ کی ہی شمار ہوتی ہے اور اس رات ثلثہ تاروی نہیں پڑتی، کیا یہ بات صحیح ہے؟ یا یہ کسی حدیث یا فقہ سے ثابت ہے؟ اور ان کی نیماز ہے، اور ان کو مجھے میں جواب ہے، یہی صہرت میں اید ہے۔

الجواب حامداً ومصلحاً اصل کو یہ ہے کہ ہر قسم کے دن کے دن کے نکال دیتی ہیں۔ لیکن افعال کی ہیں۔ جس خلاف آیا کہ ہوتی ہے کہ نہ رات نہ دن کے نکال دیتی ہیں۔ لہذا صورت مسئلہ میں آپ کا کسی مالہ سے شکار یوم عرفہ ہے، بعد رات آتی ہے۔ عرفہ کی ہے، ہوتی ہے، درست ہے، لہذا اصل میں جس یہ رات خلاف فقہ میں ہے، جس کے یوم عرفہ کے نکال دیتے ہیں، لہذا ثلثہ تاروی بات درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ رات کا گزرے ہوئے دن کا تابع ہونا ہے اور فقہ کی کے متعلق ہے۔ یہ علم و ادب

حجائی سن الثرمذی ۹۰۱ھ: عن عبد الرحمن بن بصر ان ماسا من اهل مسجد انوار رسول الله ﷺ





الایام الناصیة، ولا شیء علیہ سوى: لاساءة عالمہ لیکن بعد از اولو و می لیلۃ الحادی عشر از عید ہما من  
عقدت لہ صبح، لان اللیلۃ فی الحج فی حکم الایام العاصیة لا المستقبلة الخ۔

## (۱۷۱) روضہ اقدس کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ ہے

سوائے نیا خیمات میں علماء کرام، مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہہ دینا غیب میں قیام کے اور ان آج کی گویا ہوئی میں ہوتا  
ہے تاہم سوائے پاؤں روضہ اقدس کی طرف نہ جوجاۓ ہے اس پر تو پکار نہ ہوگی؟ یہ سب ادبی میں تو داخل نہیں؟ لہذا اسی طرح حدیث  
سواء میں بھی رہائش ہوا میں بھی روضہ اقدس سے اور پریشانی پہ ہوتی ہے یہ بھی سب ادبی و کتابی میں تو شامل نہیں؟  
الحجاب عامہ و معلما حضور انور و معنی بندہ: لہذا تمام مخلوقات سے افضل ہیں اور وہ خود شریف جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہان مبارک  
سے رنجہ متصل سے زمین کے تمام بھارت سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ شریف سے بھی افضل ہے تو جس طرح کعبہ شریف کی طرف قصد  
یاد میں نیچا آ کر وہ ہے چنانچہ اسی طرح روضہ اقدس کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ اور خلاف ادب ہے ہذا صورت سنو: میں آپ و  
جو پہنچتے ہوئے اعتقاد کریں تاکہ پاؤں نہ کی حالت میں بھی روضہ اقدس کی طرف نہ جوجاۓ لیکن احتیاط کے باوجود بھی سوت  
نہ پاؤں روضہ اقدس کی طرف نہ جوجاۓ تو میں نے آپ مختلف نہیں اور ان پر انشاء اللہ کچھ نہ ہوگی۔  
(۱۷۲) ”اب لا بد ان یزکک عرف پر ہے اور عرف میں روضہ اقدس سے اور پر، نکش کوچنگ ہے ادبی شریف کیا جاتا، البتہ، ورنہ اقدس سے  
ان کی حالت پر رہائش درست ہوگی۔“

لسان فی القبر المختار (۱: ۱۵۵): (و) کما کرمہ و ملو جلیہ فی نوم و غیرہ البیہا ای عمدا لاند اب، و  
ادب قال فی الناصیة تحت قولہ (ای عمدا) ای من غیر عذر اما بالعدس أو السہو فلا ط۔  
وفی البصار (۲: ۲۴۱) لا حرم للمدبۃ عدلا، و مکة الفضل مہا علی الرجوع الا ما ضم اعضاہ علیہ  
انصلا و السلام فانہ افضل مطلقا حتی من الکعبۃ و العرش و الکوسی۔

قال فی الناصیة قال فی الطہارۃ و الحلال فیما عدا و موضع القبر المقدس، فما ضم اعضاہ  
السریۃ نتیجہ: فہو افضل مقام الارض بالاجماع اہل قال شارحہ و کما ای الخلاف فی غیر البیت  
فان الکعبۃ فیصل من المدبۃ عدا: الضربیع الأقدس و کذا الصریح افضل من المسجد الحرام انہی  
وفی حبیۃ المسلمین ص ۳۸۲۔ ولا یتنبہ القبر المقدس فی حلالہ ولا غیرہا

وفی ابن صاحب ص ۱۳: عن عائشۃ ان رسول اللہ ﷺ قال رفع القدم عن ثلاث عن الدائم حتی  
سقط و عن الصبر حتی یکر و عن المحبون حتی یغفل او یبقی،

عن ابی ذر الغفاری قال قال رسول اللہ ﷺ ان الله تجاوز لى عن اثمى الخطاء والسيئات وما  
اسكرها عليه

وفي الهدية (۳۲۲۵): يجوز قمران المرأة في بيت ليه مصحف مسطور كذا في الفضة

## (۱۷۲) مظاف میں انبیاء علیہم السلام اور عام مسلمانوں کی قبروں پر چلنے کا حکم

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان نظام اسی مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ مظاف میں انبیاء کرام مدفون  
ہیں۔ کیا یہ درست بات ہے؟ اگر درست ہے تو جب اور ان مظاف ان کی ہے مگر حق نہیں ہوتی ہے؟ حالانکہ کسی عام مسلمان کی قبر پر چلنا بھی  
منع ہے۔ بڑا و کرم تہلی و محلی بخش جواب سے مستفاد فرمائیے۔

الجواب علامہ اوصعلا صورت مسطورہ میں یہ بات درست ہے کہ مظاف میں انبیاء علیہم السلام مدفون ہیں اور جہاں مسلمان کی قبروں کا  
تعلق ہے ان کا جواب یہ ہے کہ انبیاء کرام و صحابہ کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اگر ان کی قبروں کے اوپر چل جائے تو اس سے ان کی  
قبروں میں مہر و حرکت نہیں ہوتی۔

میں نے سنا ہے کہ مسلمانوں کی قبروں کا قسطنطین سے قرآن کے بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ کسی قبر میں لاشیں و سیدہ و اور بڑے بڑے مدفون ہوتے ہیں  
ان قبروں کو احترام پائی نہیں رہتا اور مظاف میں جو مسلمانوں کی قبریں موجود ہیں ان پر بھی ہزار سال گزر چکے ہیں اور ان قبروں میں ان کی  
لشیں و سیدہ و بچے ہیں۔ لہذا اگر ان مظاف ان قبروں پر چلنے سے ان کی قبروں میں مہر و حرکت نہیں ہوتی۔

لما فی عالمگیری (۱۶۶) ویکردہ بسی علی القبر أو بقعد أو ساء علیہ أو یوطا علیہ أو یقصی

حاجۃ الإنسان من سول أو عائط أو یعلم بعلامۃ من کسایۃ و سحرہ کذا فی النہی وایضا

وحدتہ ۱۹ ولو سالی المیت وھذا نرا ما سخر دفن لیرہ فی قبرہ و زورعہ و الباء علیہ کذا فی النہی

وایضا بعد سطور ویکردہ قطع الحطب و الحشیش من المقبرة فان کان بامس لا یاسی بہ کذا

فی فتاویٰ قاضیخان، و البسی فی المسافر یحلی لا یکرہ عندا کذا فی السراج الوھاج

وفي الثانية (۳۳۵۲) وفي غيرہ العنای و عن ابی حمیلۃ لا یوطا القبر الا لھرورۃ ویرار من

سید ولا یقعدہ و فعل یکرہ و قال مصلیہم لا یاس بان یطاف القبر وھو یقرأ أو یسبح أو یدعو لھ

وھذا فی ان قال ثم ذکر عن الإمام العطار أنہ حمل ماورد من النہی عن الجلس علی القبر علی

لجسوس لقصۃ الحاحۃ و انہ لا یکرہ الجلس لغيرہ جمعا بین الآثار الی و قال قلت

و یقدم انہ اذا علی المیت وھذا نرا ما یحذر زورعہ و الباء علیہ و یقتضی حوافر المشی لولہ

وفي المرقاة المفاتیح (۳۹۹) انھ یکرہ التحذوا قبر ابیاء وھم مساجد الی قول اما من التحذ

مسجداً فی جوار صالح أو صلى فی مقبرة وقصد الاستظهار بروحه أو وصول أثر ما من العبادته اليه لا لتعظيم له والتوجه نحوه فلا حرج عليه الا ترى ان موقفاً استعمل عليه السلام فی المسجد الحرام عند الحطيم، ثم ان ذلك المسجد افضل مكان ينحصر المصلي لصلاته والنهي عن الصلوة فی المقابر مختص بالقبور المنوشة لما فيها من النجاسة كذا ذكره الطيبي وذكر غيره ان صورة قبر اسماعيل عليه السلام فی الحجر تحت الميزاب، وان فی الحطيم بين الحجر الاسود وزمزم قبر سبعين نبيا وفيه ان صورة قبر اسماعيل عليه السلام وغيره مندرسة فلا يصلح الاستدلال به وقال ابن حجر أشار الشارح الى استشكل الصلاة عند قبر اسماعيل بانها تكره فی المقبرة واجاب بان محلها فی مقبرة منوشة لنجاستها وكله غفلة عن قولهم يستنى مقابر الانبياء عليهم السلام فلا يكره الصلاة فيها مطلقاً لأنهم احياء فی قبورهم، وعلى الترتل فحواه غير صحيح لنصريح بكره الصلاة فی مقبرة غير الانبياء وان لم تثبت لانه محاذ للنجاسة ومجاذاتها فی مكروهة سواء كانت فوقه او خلقه او تحت ما هو واقف عليه — وابتداءً (۱۵۷/۳) وقد فسرت فی الحديث القعود للبول والغائط على ان ابن وهب رواه فی مسنده عن النبي ﷺ بلفظ من جلس على قبر يبول عليه او يتغوط وهذا حرام اجماعاً فليس الكلام فيه قال ولا يكره دوسه لحاجة كحفر أو قراءة عليه أو زيارة ولو لأجتنبي للاجماع صححه ابن حبان ولانه مع الحاجة ليس فيه انبهاك حرمة الميت بخلافه مع عدم الحاجة هذا كله قبل البلى أما بعده فلا حرمة ولا كراهة مطلقاً لعدم احترامه ايضاً.

### (۱۷۳) بیت اللہ پر عطر لگانے کا حکم اور اس پر ہاتھ لگانے کی صورت میں کفارہ کا حکم

سوال — کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے حج کے موقع پر لوگوں کو دیکھا ہے کہ بیت اللہ پر عطر لگاتے ہیں۔ اور جب بعض لوگ کعبۃ اللہ کو ہاتھ لگاتے ہیں تو یہ عطر ان کے ہاتھوں پر بھی لگ جاتا ہے، حالانکہ دورانِ احرام عطر لگانے سے علماء منع فرماتے ہیں۔ آیا اس طرح بیت اللہ پر عطر لگانا درست ہے؟ اور جو لوگ اس حالت میں اسے چھو لیتے ہیں اور ان کے ہاتھوں پر عطر لگ جاتا ہے ان پر کچھ واجب تو نہیں ہوتا؟ اور اگر ہاتھ لگانے سے ہاتھوں پر عطر نہ لگے لیکن ہاتھوں سے عطری خوشبو آنے لگے تو کیا حکم ہے؟

الجواب عاذاً ومصلياً۔۔۔ بیت اللہ پر عطر لگانا جائز اور درست ہے۔ اب جو لوگ اس کو حالتِ احرام میں چھو لیتے ہیں۔ اگر وہ عطر پورے ہاتھ پر یا پوری پتیلی پر یا کسی بھی کامل یا سے منظر پر لگ جائے، تو ان پر دم (بکری کا ذبح کرنا) آئے گا، لیکن اگر پورے ہاتھ یا پوری پتیلی پر یا پورے منظر پر نہ لگے، بلکہ اس کے بعض حصے پر لگ جائے، تو اس صورت میں صدقہ واجب ہوتا ہے، اور اگر عطر ہاتھ پر نہ لگے، لیکن





لشکس من أداء العادة

خ: لا یظهر لساكن من ذلك إذا كان العرج من استعمالها ما ذكر، وإنه لا یترتب عن استعمالها حرار صحیة.

وفیه یصل: ۱۹۰/۱. یجوز للمعروف أن تأكل حیوان الذبیح العادة الشهیة عند انتهاء التمتع بها، لئلا یلحقه الحرج.  
وفی الاشیاء والظان (ص ۱۵۹) القاعدة العامة مشروطة: من استعجل الثمن قبل أو أنه عرف بحرمانه ومن فروعها السادسة شرب دواء فحاض لم تقص الصلوات

## (۱۷۶) حالت احرام میں غلاف کعبہ سر پر ڈالنے کا حکم

سوال: آیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیین فتاویٰ میں مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حج کرنے کیلئے گیا لیکن اس نے حالت احرام میں اپنے سر پر غلاف کعبہ اللہ کا کرکٹ مائل ہو کر آئے تو اب اس شخص کیلئے کیا حکم ہوگا؟ آیا اس پر ہم لازم ہوگا یا نہیں؟  
اجواب جامعہ اعلیٰ احرام کی حالت میں غلاف کعبہ پر ڈالنا مکروہ ہے لیکن اس سے ہم لازم نہیں آئے گا۔

لما فی المسئلة (۲۳۰/۱) ولو عطفی المعلوم رأسه أو وجهه يوماً فعليه دم وإن كان أقل من ذلك فعليه دم. فكذا في الغلالة.

وفیه ایضاً (۲۳۰/۱): وكذا لو دخل تحت مشركفة حتى عطاء والسنن لا يصب رأسه ولا وجهه لأناس به فان كان يصب رأسه أو وجهه كره ذلك لئلا يصاب العطية كذا في المحيط.

وفی الدر المختار (۳۸۸/۲): وقالوا لو دخل تحت مشركفة فاصاب رأسه أو وجهه كرهوا إلا فلا بأس به.

وفی التمامیة تحتہ (۱) قوله وبذلك. نص عليه في الذب وغيره (۲) وقال بعد سطرین قول (كره)  
ظاهر اختلافه أي، محرم به.

## (۱۷۷) عمرہ کے پیسوں سے کسی محتاج کی شادی کرانے کا حکم

سوال: آیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیین دینی مسائل کے بارے میں کہ سائل نے عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تھا اور رقم جمع کی تھی اور چاہتی تھی کہ کسی محتاج کے لئے شادی کرے لیکن اس کا مال اور دولتیں درست قسم کا عہدہ تھا، انہوں نے حالات سے سزا کرنے سے روکا ہے لہذا اگر میں یہ رقم کسی محتاج کی شادی اور کسی عہدہ میں ملوں تو کوئی حرج تو نہیں ہے لہذا میرے عمرہ کرنے سے روکا ہے جس کی شرعی مسئلہ معلوم کرنے سے بعد یہ طریق کریں۔

الرجاء عامداً وصلياً۔ مسرت مستول میں ذرا آپ مرد و نرین کے تو اس کا فائدہ و صرف آپ کی آیت کو جو کا اور اگر آپ ان میں سے  
 ان تین کی مثالیں لائیں گے یا مسجد میں لائیں تو اس کا قطعاً متعدی ہوگا آپ کو بھی اس کا فائدہ ہوگا اور دوسروں کو بھی پھر خاص طور پر  
 : آپ نے یہ بات ہی کہ جس سے آغاز کے بعد وہاں کرنے سے روکے یا بے فائدہ بنائے اس کے کہ آپ نے مجھے نہیں دوسری جگہ صرف  
 : آپ نے آپ ان مسجد میں لائیں یا کسی قریب مسجد کی حالت میں تو آپ کیلئے بہتر اور بہت ثواب ہوگا۔

سما فی السجط الرخامی ۳۹۹:۳ قال المختار ان الصدقة افضل له لان نفع الصدقة يعود الى الغير

وضع الحج يقتصر عليه

و فی البولوالحکم ۳۰۰:۱ رجل حج مرة لاراد ان يحج مرة اخرى فالحج افضل ام الصدقة

فالمختار ان الصدقة افضل لان الصدقة تطلع يعود نفعها الى غيره والحج لا

و فی الدر المختار ۱۱۴:۲ بناء الرباط افضل من حج الفل واختص في الصدقة ورجح في البرازة

امسبلة الحج لسبقه في المال والبدن جميعاً قال و هو الفتى امر حنفية حين حج وعرف المشقة

و فی الشامية تحته وغروہ ورجح في البرازة فضيلة الحج حيث قال الصدقة افضل من الحج نظراً كذا

روى عن الامام رحمه الله الحج وعرف المشقة اني ما ن الحج افضل ومراة انه لو حج نفلًا ونفق الفأ فلو

نصفوا هذه الالف على السحارح فيو افضل لان يكون صدقة ليس افضل من اعاقى الف في سبل الله

عالي والمشفة في الحج لما كانت عتقة الى المال والبدن جميعاً فضل في المختار على الصدقة اد

قال البر حسني والحق التتميل له كانت الحاجة فيه اكثر والمنفعة فيه اشمل فهو افضل كما ورد

حجة الفصل من عشر غروہ وورد عكسه فيحمل على ما كان نفع فادا كان النفع وانفع في

الحج به فحجده افضل من حجه او بالعكس فحجده الفصل وكذا بناء الرباط ان كان محتاجاً اليه

كان افضل من الصدقة وحج الفل واذا كان الفقير مضطراً او من اهل الصلح او من آل بيت النبي

لأنه قد يكون اكثر منه الفصل من حاجات وعمو وباء ويط.

## ۱۷۸) ”الحج عرفه“ کا مطلب

سوال کیا ہے۔ میں علامہ کراہم متین کا مقام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے ایک حدیث میں پڑھا تھا یا کسی کتاب میں کسی  
 نے یہ بات قول قرآن سے کہ جسے حج واجب ہوگا وہ حج ہے ”میں کا یہ مطلب ہے“ کیا کر لینی ٹھیک صرف یہ خود ہی کیلئے عرفات  
 سے منہ من چلائی اور حج کے دوسرے افعال نہیں کیے تو اس کا حج ہو جائے گا؟

الرجاء عامداً وصلياً۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حج کے حتمی پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”حج عرفہ کا ہے۔“

یہ ہے امام احمد رضا رحمہ اللہ کی رائے کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے لیے اس حدیث کی نفی کرے تو وہ خود اپنے لیے اس حدیث کی نفی کرے۔

[illegible]

للمحرمين معارف السنن: ٢٢١ باب ما جاء من أدرك الإمام مجمع فقد أدرك الحج

مسألة ٢٠: قوله الحج عنه يريد بكثرة أن وقوف العرفه هو الحج لأنه معظم أو كان الحج مكانه الحج وكما أن مكانه فسد من الحج ولا يداؤك بنم وغيره بل عليه الحج من فاضل ونظير هذا بنعيم "المدة نية"

وفي البحر المرقى ١٩٨٢ ميل ومن نو يدخل مكة: (وقال عليه الصلوة والسلام)  
 «من أتى مكة عرفة قبل أن يركب الحج والمراد بنام الحج بالوقوف في العروة وعبارته  
 بأن من استطاع لا يحق أن ينسى الركن الثاني وهو الطواف».

في حاشية: سم - وابن ماجه - ٢١٠ : فبحث قوله عليه السلام الحج عرفة: قال الحج عرفة يعني  
يركض الاعظم للحج هو البراءة بها كانت هي الحج لان ادراك الحج موقوف على ادراك  
البراءة ايضا حتى ان من احب البراءة بها حتى خرج وقته فقد فاته الحج بخلاف سائر احكامه  
فما احبها لا يشترط الحج

وعلى حسب ذلك (٢١٩) وما غير ذلك صحة أدائه ثلثاً؛ الإحرام والسكان والمكان هكنا في السراج  
أنه حاج أو أمار كه شنبان، الوقوف يعرفه وطواف الزيارة لكن الوقوف أقوى من انطوائه حتى يشهد  
تحت بالجماع قبل الوقوف ولا يسند بالجماع قبل طواف الزيارة وما واجبات خمسة المعبر  
من السجدة والسرور والوقوف بعد ذلك روى الجمار والحلق أو التقصير وطواف التمدد

وفي المسألة ٢ - ١: مطلب في خلاف الزيادة، وإنما ص ١٩٠، ١٩١ (قال محررهما) في إياه  
الحج وبالنسبة المذكورة نجد بعد: يجب ثم: لشرك الواجب.